دسمبر ۱۹۲۸ء تا مئی ۱۹۳۰ء۔


RAIS I-HIND
بسرپرستی شاہ اقلیم معانی خطۂ سخندانی جناب منشی ڈاکٹر بھگونت رائے صاحب بہادر ستارہ سامی مدظلہ العالی
ہندوستانی ریاستوں کیلئے ہندوستان میں اپنی طرز کا واحد ماہواری مصور رسالہ
رئیس ہند
مقام اشاعت
دہلی

THE "RAIS—HIND." DELHI.



LATEST PORTRAIT OF COLONEL HIS HIGHNESS SEWAI MAHARAJ,
SIR SRI JAI SINGH BAHADUR,
G. C. S. I., G. C. I. E. OF
ALWAR STATE (RAJPUTANA.)

دسترخوان رئیس ہند الور ماہتابی جوبلی نمبر

دور جدید جلوس ہشتم و نہم آراستہ دہلی منعقدہ دسمبر سنہ ۱۹۲۸ء جنوری سنہ ۱۹۲۹ء دربار دوازدہم آمل

تصویرات بلاک الور راؤ راجہ ہند، راؤ بہادر سردار سنگھ صاحب فنانشل منسٹر، جنرل منموہن لال، بیرسٹر دیوان، کنگ امیر ریاست، ایڈیٹر رسالہ

رئیسِ ہند

کا

الورماستابی جوبلی نمبر

[illegible] بھگونت رائے صاحب بہار سنامی [illegible]

جلوسِ ہشتم	منعقدہ دہلی۔ دسمبر ۱۹۲۸ء	دربار دوازدہم

رموزِ مصلحتِ رئیس

علم و قدردان

ایک عالم و فاضل ہستی کو ایسے عالم و فاضل رئیس کے حضور میں پیش ہونے میں اپنی کوئی کسرِ شان نہ سمجھنا چاہیئے کہ جو علم و فضل کا حقیقی نقاد و اُستاد، مربی و سرپرست اور تحقیقی قدردان و ہنر پرور، علم دوست و عمل آشنا ہو۔ ہر فاضل اور کامل کو اس کی جناب میں بے تکلف سرِ نیاز جُھکا دینا چاہیئے،

ملفوظاتِ بہار سنامی

نظارۂ اوّلین

جشنِ ماہتابی

خسروِ علم و ادب، خدیوِ دین و دنیا، شاہِ اقلیمِ معانی، مہرِ سپہرِ فلکِ سخندانی، شہسوارِ میدانِ نصفت و معدلت گستری، زیبِ تخت و تاجِ خسروی، فصیحِ زمان، ابلغِ دوران، کرنل ہز ہائینس، سوائی مہاراج سر سری جے سنگھ جی صاحب بہادر، جی سی ایس آئی، جی، سی، آئی، ای

مہاراجہ کشور آلور دام اقبالہٗ و جلالہٗ

اور

دربارِ رئیسِ ہند

صفائی صورت معنی چو آمد در خیالِ من　　　نصفا تر شد از آئینہ صافی سفالِ من

رئیسِ ہند کے زمانہ اشاعت و نشر کی آسکے تاجدارانِ ذیشان کی پُرشان شکوہ تقاریب میں یہ دوسری تقریب ہے، پہلی تقریب عید پنجاب کی ریاست کپورتھلہ میں حسبِ اعلیٰ اہتمام عزّ انجام

سے نومبر ۱۹۲۹ء کے آخری ایام میں منائی گئی تھی اُسکا جلوۂ درخشاں ہندوستان کے طول وعرض میں نور افگن ہُوا، جس کا پرتوِ نوری دولِ غیر کی دُور دراز راجدھانیوں میں شمعِ انجمن بنکر مہربانِ جہاں شمعِ رُویانِ زماں کی محفلوں میں ہندوستان کی برباد شدہ تزک واحتشام کی یادِ رُوح افزا کا باعث ہوا۔

رئیسِ ہند اپنے موضوعِ خاص کے پُر برکت امتیاز پر شاداں ونازاں ہے بیسیوں مایوسیاں، سینکڑوں ناکامیاں، ہزاروں مُشکلات اور لاکھوں کے نقصانات اُسکا پائے استقلال متزلزل نہ کرسکے، اپنے مصنوعی دوستوں کی کج ادائی، فرضی وفاداروں کی بے وفائی، حاسدانِ ازلی کی رُوسیاہی اور اپنے ممدوحین کی لاپروائی ہمارے عزم بالجزم کو کوئی شکست نہ پہنچا سکی ؎ ما بہمہ مشکلاتِ روزگار آسان کنم ہر چہ کُل تر بود آثارِ آسانی در دوست

ہماری آرزوئیں، تمنائیں، اور ارادے وفادارانِ ازلی کے مشاہدات وتجربات کے زیرِ فرمان تھے، صداقت وحقیقت توشۂ خیال، مُلک کی بہبودی وخوشحالی سرمایۂ سفر، پھر کب ممکن تھا کہ اِس بیسویں صدی کے اُس طوفانِ ارضی وسماوی کے مقابلہ میں ہم کامیاب نہ ہوتے، کہ جہاں ریاستوں کے بدخواہ، پیٹ کے بھُوکے، مجرمانِ قانونی، کاغذی میگزین سے اِس ازلی قانونِ الٰہی کو تباہ وبرباد کرنے کے لئے دیوانہ وار سنگین چٹانوں سے اپنے سر ٹکرا رہے ہیں، کہ جن سے نادان وکوتاہ اندیش ایک خاص طبقۂ رعایا مُتاثر ہو کر اپنی سیاہ بختی کے تاریک سامان جمع کر رہا ہے۔ قدیم وجدید مشرقی ومغربی تہذیب کے تصادم نے کرنل ہز ہائینس سوائی مہاراج سری جے سنگھ جی، جی، سی۔ ایس۔ آئی + جی، سی۔ آئی۔ ای، مہاراجہ الور ایک ایسا فرمانروا پیدا کیا ہے، کہ جو محض ریاست الور ہی کا والی ومالک نہیں، بلکہ ہندوستان کی دین ودُنیا کا شہنشاہ ہے، وہ ممالکِ غیر کا سیاح، انگریزی تہذیب وتمدن کا ماہر، اپنے مُلک کے خاندانِ شاہی کا دوست ہو کر جہاں دین ومذہب پر فریفتہ ہے اور جس کی قلمرو میں استعمالِ چرم قطعاً ممنوع ہے وہاں وہ ٹکسالی

ممالک میں فصحانِ مُلک کے قلوب پر اپنی فصیح البیانی و سحرطرازی کا سکہ جما چکا ہے،
سنہ ۱۹۱۰ء میں مجھے اِس شاہِ علم و ادب کا دیدارِ مبارک آلور میں اُسوقت دیکھنا
نصیب ہُوا تھا جبکہ وہ اپنے قوائے عقلی و ذہنی کو اجمیر کالج میں جِلا دے رہا تھا،
جہاندیدہ بزرگوں نے کہا تھا اور ہم نے دیکھا تھا کہ اِس شہزادہ کی پیشانی سے
شہرتِ اقبالمندی کے آثار نمایاں تھے، ایک روز مجھ سے پیار کرنے والے
خواص شیوبخش جی مرحوم نے مجھے اپنے مندر میں لیجا کر عطر کیوڑہ اور
دُھوپ کی خوشبویات پھیلا کر مُورتی کے حضور یہ پیشینگوئی کی تھی کہ "ہم تو
پکے پان ہیں، کنور صاحب[1] آپ ابھی نوجوان[2] ہیں، آپ پر ہمیشہ فضلِ خداوندی
رہیگا، اِس عمر میں آپ کا یہ اعزاز، شُرفاء، اُمراء، اور رجالِ دولت سے یہ
اختلاط و ارتباط اِس اَمر کی بدیہی شہادت ہے، ایجنٹ صاحب بھی میرے
عزیز ہیں، آپ اپنی قابلیت[3] کی وجہ سے اُن کی نظر میں مجھ سے زیادہ عزیز ہیں،
وہ یہاں ہی پیدا ہُوئے تھے، اسلئے آلور کو عزیز سمجھتے ہیں۔ اُن سے کہیئے،
کہ عزیزانِ آلور سے برادرانِ یوسف کا سلوک نہ ہونا چاہئے، اب بالمکند اس
کی پریسیڈنسی کی ضرورت نہیں، مہاراج جوان ہو چکے، تعلیم سے فراغت پا چکے
اب وہ اجمیر نہ جائیں، اپنی ریاست کا کام سنبھالیں یہ مہاراجہ بنے سنگھ
سا نام روشن کرینگے"،

جو کچھ ہُوا وہ صیغۂ راز ہی میں رہنا چاہئے، آج ۲۰ سال کے بعد
وہ پیشگوئی مِن و عَن ہمارے روبرو عملی شکل و شباہت میں جلوہ گر ہے،

---

[1] راجپوتانہ میں ہر شریف نوجوان کو کنور کہا جاتا ہے، بہار شنامی،

[2] اُسوقت راقم کی عمر ۲۳ سال کی تھی، بہار شنامی،

[3] اُسوقت میجر ایل، ایمی الور کے پولٹیکل ایجنٹ تھے، جو الور ہی میں پیدا ہوئے تھے
بہار شنامی

مہاراج جہاں دیگر علم و فضل کے مہاراجہ ہیں، وہاں سخن فہمی و قدر سخن کے بھی مہاراجہ بھوج ہیں، مغلیہ سلطنت کے زمانہ عروج و زوال میں بھی تاجداران الور نے علم و عالم[1] کی قدر کی ہے یہ نیا ورثہ نہیں

رئیس ہند کی خوشی کی آج کوئی انتہا نہیں، کیونکہ مہاراجہ ممدوح اپنی حکومت کے ۵ سال علم و ادب، شہرت و ناموری، فیاضی و قدردانی، مذہبی و مجلسی ترقیات میں بخیر و خوبی گذار چکے ہیں۔ آپ کا یہ عہد مہتابی تاریخ الور میں ہمیشہ یادگار رہیگا، اُن کی رعایا و برایا پروری خیر و برکات مساوات مذہب و ملل، علم و ادب، فضل و کمال نے قلوب پر اس درجہ اثر ڈال رکھا ہے، کہ ایک بڑے سے بڑا حاسد بھی اس میں کوئی نقص نہیں نکال سکتا ؎

دلم ز بوئے گل رشک دست طرب پذیر　　چو عندلیب بوئے گل از گلستان شاد

رئیس ہند جب اسی پُرشان تقریب کے منائے جانے کی خوبی دیکھتا ہے، اور جمہور یا نام کو دلی خلوص و قلبی عقیدت سے یہ تہوار منانے پر مائل پاتا ہے تو اُسکے جذبات بہبودیٔ ملک اُسے تقاضا کرتے ہیں، کہ وہ بھی ایک خاص شان کے ساتھ اس تقریب میں شامل ہو، چنانچہ میں بڑی مسرت و انبساط کے ساتھ اپنے اہلکاران رئیس ہند کو حکم دیتا ہوں کہ وہ رئیس ہند کا الور مہتابی جوبلی نمبر شائع کریں اور اُسے بطور ہدیۂ تبریک بارگاہِ خسروی میں پیش کر کے بوئے جاں فزا کی طرح اطرافِ عالم میں پھیلا دیں ؎

تو بہار آمد و بلبل با صبا باید نشست　　ہر کجا خواہد نشیند با صبا باید نشست

خاکسار بہار سنائی

---

[1] دیکھیے تذکرہ آبیات اور صحیفہ الور کی عجائبات کہ جہاں ہندوستان بھر کے اہل ہنر اپنی مصنوعات کی نذر لے کر شاہانِ الور کی قدردانی کے قصیدے پڑھ سے تھے۔ یہ اندازہ لگانا قطعی ناممکن ہے کہ ان علمی اہل فن پر شاہان الور نے کس قدر بے بہا زر خرچ کی!

تاجداران کی جھلیاں

اور

مقدس شاستر

اب بھی مرے مٹے، سوتے جاگتے غلامِ بے دام ہندوستان کے ہر گوشہ میں لوہڑی، بسنت پنچمی، شیو راتری، ہولی۔ درگا اشٹمی۔ بیساکھی۔ رکھڑی، دسہرہ، دیوالی، وغیرہ وغیرہ بیسیوں تہوار، سالیانہ، ششماہی، ماہواری بڑے خلوص و عقیدت سے منائے جاتے ہیں، گو اُن کی فلاسفی سے تقریباً سب ناواقف ہیں، مگر لاکھوں برس کی ایک تقلید ہے کہ ہر بچہ بوڑھا، شاہ و گدا اس کا پرستار ہے،

شری منو مہاراج اور دیگر شارعانِ قانونِ الٰہی نے اپنے شاستروں میں ایسے تہواروں کے منائے جانے پر انتہائی زور دیا ہے، جہاں جہاں آریہ ورت کی تہذیب قدیم ہمارے ملک کے محفوظ قطعات میں پُر تو افگن ہے، وہاں جا کر دیکھئے کہ ہندی قدیم تہوار کس عقیدت و ارادت سے منائے جاتے ہیں، اُن کے روز و شب کا کوئی لمحہ ان مقدس تہواروں کے منائے جانے سے خالی نہیں، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ رشیوں نے انسانی زندگی کے نشو و نما اور بہتری اور بھلائی کے لئے کُل یادگاری واقعات منائے جانے لازمی قرار دیے تھے،

مصلح و مہذب اقوام نے ہمارے اس طرزِ عمل کی اپنے مذہب کے خلاف دل سے تقلید کی، چنانچہ شیعہ صاحبان کی تعزیہ داری پر، سُنی صاحبان کی محافل میں جو ماتم کیا جاتا ہے وہ سب پر ظاہر ہے، مغربی اقوام جو اپنی ذات کو ہر طرح کی توہمات سے بالاتر سمجھتی ہیں، اپنی کورانہ تقلید کے پنجہ میں بُری طرح سے پھنس رہی ہیں، ایمپائر ڈے اور جشنِ نوروز

کی رنگ رلیاں، صُلحِ جنگ کے جلسے آریہ ورت کی قدیم تہذیب ہی کی سب ناکمل نقلیں ہیں، کیونکہ نقل کردن را عقل باید،

آریہ سماج بلا شُبہ ایک مُصلح سوسائٹی ہے اُس کے روزانہ جلسوں میں سناتن دھرم کی پُرشان روایات کا کھنڈن کیا جاتا ہے، مگر اُنھوں نے ۱۹۲۵ء بمقام متھرا جی، دیانند شتابدی مناکر آریہ ورت کے قدیم روایات کے دفتر کے دروازہ پر مُہرِ تصدیق لگادی، سچ تو یہ ہے کہ قانونِ الٰہی ہر طرح کی اِنسانی اِصلاح سے پاک اور آزاد ہے، جو ہاتھ لگاتے، ہاتھ قلم ہو جائیں، ترمیم و تنسیخ کی کسے مجال ہے ؎

حجام دست تو بہ بُریدن مناسب است　　　اصلاح مے دہی خطِ پروردگار را

اڈیٹر

یادگارِ ماہِ تابان

ہماری کوتاہ فہمی اور اغیار کے نقش بر آب اعتراضات ہماری بے خلل و ناقابلِ اصلاح فلاسفی کی تخریب و تباہی کا باعث ہوئے، اِسلامی دورِ حکومت میں مذہبی تعلیم و تدریس کی پامالی کے لئے کوئی مُسلسل اور مُستقل پروپاگنڈا نہ تھا، اگر ایک حکمران کے عہد میں ظُلم و ظلم کے تمام وسائل روا رکھے گئے، تو دوسرے کے عہد میں اُن کی تلافی ہو گئی گو اِس طرح سے ہندی علوم نرغہ میں آکر موت اور زیست کی زندگی گذارنے پر مجبور ہو گئے، مگر پامال نہ ہوئے، یہاں مغربی تہذیب نے خاموشی کے ساتھ یہ اثر کیا کہ ہندیوں کے لئے صندل گھسنا اور لگانا دردِ سر ہو گیا، زُنّار کچّی تار تار ہو گیا، مُسلمان جو نماز روزہ پر جان دیتے تھے، اب اِن کو جان لیوا سمجھتے ہیں، پھر ایسے غضب ناک طوفانِ آزادی میں ہندیوں کا اپنی نازک ترین روایات پر قائم رہنا قطعاً ناممکن تھا، بے سمجھے بُوجھے اپنے ہاتھ سے یہ سنگِ پارس بحرِ ذخار میں پھینک دیا۔ افسوس

مغربی علم و ادب حالتِ طفولیت سے نکلکر شباب میں پہنچا ہے، بچپن کی بے خبریاں گذر چکیں، اب کچھ کچھ عقل سے کام لینا بھی سیکھ لیا، چنانچہ مغرب میں ہر جگہ دسہرہ، اور کالیداس کے ڈراموں کی نقلیں ہونے لگیں، ہندی اپنے گنج مخفی سے بے خبر ہی نہیں بلکہ اُس سے نفرت کناں ہیں، مگر یورپ کی ہر بُری سے بُری برائی پر شیفتہ، چنانچہ بتقلید دانایانِ مغرب ہندوستان میں بھی ہندوستانی جشن انگریزی تقلید پر منائے جانے شروع ہوگئے ہیں تاجدارِ الور نے اپنا یہ جشن بر وقت تہذیب کے خوشگوار نتائج کی بنا پر منعقد کیا ہے، کہ جس کے نور سے کرۂ فلک جگمگا اُٹھا، یہ رسم جگی دربار کے راستہ کی مبارک داغ بیل ہے، کہ جس کی نگرانی و دستگیری رکھنا ہر ہندی تاجدار کا فرضِ اولین ہے، اسلئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جشن یادگار ماہِ تاباں ہے کہ جس سے تیرہ و تاریک انسانی و شاہی قلوب روشن و منور ہونگے، آمین ثم آمین،

چیف منیجر رئیس ہند

کلیاتِ برہمن

یہ مجموعۂ کلام ایک بے نظیر سوانح عمری، زبردست محاکمہ کلام کے ساتھ تیار ہو چکا ہے، رئیس ہند کے خریداران صاحبان کا حق فائق تر ہے اسلئے یہ بیبہا مجموعۂ کلام جس کا ہر شعر موتیوں میں تولنے کے قابل ہے، اور ملک کے فرقہ وارانہ تعصبات و فسادات کا قامع ہے، اشاعت آئندہ سے

رئیس ہند

میں طباعت کا انتظام کر دیا گیا ہے، شائقین رسالہ نمبر محفوظ رکھیں، اور بصورت کتاب یہ اوراق ترتیب دیتے رہیں، اس مجموعہ کی قیمت بتفصیل ذیل ہے:

زندگانی سانحہ ۱۲ پان ۸ محاکمہ شاعری ۸ کلام دو روپیہ

محصولڈاک بذمہ خریدار

چیف منیجر

نظارۂ دُوُمین

برتری کشورِ الور (راجپوتانہ)

دُنیا میں دو ہی طرح سے شہرت حاصل ہوتی ہے، اور وہ دو کمال ہیں، پہلا اچھائی کا، دوسرا بُرائی کا، پہلی شہرت کی ضرورت نہیں، دوسری شہرت کا ذریعہ ایک بگڑے دل شاعر نے الفاظِ ذیل میں ادا کیا ہے؂

ہم طالبِ شُہرت ہیں ہمیں ننگ سے کیا کام　　بدنام اگر ہونگے تو کیا نام نہ ہوگا

دُنیا میں اگر کوئی ذریعۂ شہرت و ناموریٔ نیک کا ہے تو وہ عالمانِ علم کی قدر افزائی پر تمام ہوجاتا ہے، مہاراجہ بھوج کا داد و دہش کے کارنامے، اور محمود غزنوی کی فردوسی سے وعدہ خلافی ہر دو اقسام کی مثال کے لئے کافی ہیں، جہاں آریہ ورت اور ہندوستان میں لاکھوں سے گھٹ کر ۶۱۱ راجدھانیاں باقی رہ گئی ہیں، اطرافِ عالم میں ۱۵--۲۰ راجدھانیوں کے سوا کوئی بڑا سے بڑا تاریخ دان بھی اُن کے نام سے آشنا نہیں، حالانکہ بہ لحاظ رقبہ، آبادی، اور مالیہ وہ کسی طرح بھی سلطنت فرانس و جرمن سے کم نہیں،

تاجدارانِ الور ابتدا سے علم دوست و علم پرور واقع ہوئے ہیں، اسلئے ریاست الور نہ فقط ہندوستان بھر میں مشہور ہے، بلکہ دُنیا بھر میں معروف ہے،

بقیہ صفحہ ۴۴

(۱) اولوالعزمی کے راستہ میں کوئی سدِ راہ نہیں' (مہاراجہ پرتاپ سنگھ)

(۲) اگر کسی کو انسانوں پر حکومت کرنے کا شوق ہو' تو پہلے نیکدلی اور بہادری سے اُن کے قلوب پر اپنا اثر ڈالے' (ایضاً)

(۳) انسان کو ہر وقت سپاہی کی طرح تیار رہنا چاہئے' پھر کوئی مشکل اُس کے راستہ میں (ایضاً)

باقی دارد

نظارۂ سوئم

حقائق التاریخ

تاریخ دقیق عہد عتیق

سمت ۱۸۳۱ سے سمت ۱۹۸۵ بکرمی تک

(۱۵۴ سال)

جس علم تاریخ پر عیسائی اور اسلامی فضلا نازاں ہیں، ہزاروں برس کا مقام ہے، مگر آریہ ورت کے قدیم رشی منی اور ودوان پنڈت اسے علمی و ادبی الماریوں میں رکھنا باعث ننگ و عار سمجھتے رہے، اسلامی لٹریچر کی اشاعت کے ساتھ اسلامی تاریخ نے ہندی نکات فہم و ادراک سے بالاتر پائے، بے سمجھے یوں الزام لگایا، کہ ہندی علم تاریخ سے آج تک بے بہرہ تھے، یہ اعتراض صحیح ہے، مگر بے بہرہ ہونے کی وجہ سینہ قطعی غلط، نافہمی کی دلیل اور نادانی کا اعتراض ہے، اس کا جواب یہی ہے کہ جس طرح فضول پارچات کی نمائش، لاش کی غیر ضروری طولانی و طبی حفاظت، استعمال شدہ دانتوں کا استعمال، باسی کھانوں کا کھانا، غیر موزوں بے موسمی رنگ پہننے اور کھانے، روح لطیف و سینۂ شریف کہ جو مخزن اسرار الٰہی ہے، حیوانات کے گوشت اور پوست، دکان قصاب بنانے، غلاظت آبادی کے قریب ڈالنے، نیچ و ذلیل پیشہ اشخاص کی آبادی، شرفا کی آبادی میں آباد کرنے کی ہندو دھرم شاستروں میں قطعی ممانعت کی گئی ہے، ٹھیک اسی طرح سے اس علم نالائق اور ناکارآمد سے نفرت دلائی گئی ہے، مصریوں نے ایسی ہی نافہمی سے انسان کے آخری و قدرتی سنسکار سے پہلو تہی کر کے لاشوں کو بڑے بڑے مکان بنا کر مسالحہ سے محفوظ رکھے ہوئے

بڑے مکانوں میں زندہ اور قائم رکھنے کی نافہمی و کوتاہ بینی کی حرکت کی، دو تین سال میں یہ دالان بھر گئے انجام کار آخر دریائے نیل میں پھینک دئیے، یہی حالت واقعات عالم کی ہے، اور یہی وہ علم تاریخ ہے کہ جن پر انہیں ناز ہے؛

ابتدائی تاریخ الور

اسی قدیم تعلیم و تلقین کے فیض عام سے قدیم شاہان الور کی ایسی مفصل تاریخ نہیں لکھی گئی جس کا ہمیں مطلق افسوس نہیں،

مگر علم دوست تاجدار نے وقائع نگاری کی حقیقی ماہیت کے مفہومات سمجھکر "محکمۂ تاریخ" بھی قایم فرما دیا ہے' اور بہت سا مصالحہ بھی جمع کیا جاچکا ہے۔ بالعموم ریاستوں کے کام وقت پر انجام نہیں پاتے۔ ہم شاہ عالیجاہ کی بارگاہ عالی سے امید رکھتے ہیں کہ وہ اپنے عام اصول کی خاص شان رکھتے ہوئے اس شعبۂ علم کی بنیاد اسلامی تباہ کن موضوع پر نہ رکھیں گے' بلکہ رامائن، مہابھارت' پرتھوی راج راسہ اور راج ترنگنی کی بنیاد مقدس بیان و زبان پر رکھی جائیگی'

وقائع نگار ایسا ہونا چاہئیے کہ جو واقعات کی نوعیت و ماہیت کی بنا پر صحیح نتیجہ نکال سکے' اور اس اہم فرض کی ادائیگی کے بعد وہ اس کے قلمبند کرنیکی بھی اہلیت رکھتا ہو'

ہمیں باوجود کوشش بلیغ بے غرضانہ و تجسس کلی کے مختصراً عنوان صدر کے متعلق مصالحہ نہ مل سکا' ایسی مجبوریوں میں بھی مالک شریف راز مضمر ہوا کرتا ہے' اس لئے ہزار شکر ہے کہ ہم اپنی خودداری اور غرض کی آبداری قائم و بحال رکھ سکے۔ کیونکہ یہاں سوائے توضیحات علمی و تشریحات ادبی نہ کچھ درکار ہے نہ کسی سے سروکار ہے

ہرگز از خانۂ بے کسی بہ تماشا نزدم + سیر عالم کنم و یک قدم از جا نزدم

مگر تمہید مضمون کا مرہون و ممنون ہونا چاہئیے کہ اس کے طلب تقاضا پر ہم اس سعادت سے بھی محروم نہیں ہے

در راہ محبت چو نہادیم قدم را + گام دوم سوم از باد صبا وام گرفتیم

مہاراجہ پرتاب سنگھ کا لازوال پرتاب

در معرکۂ عشق در آید چو برہمن
ہر کس کہ بمیداں جگرے داشتہ باشد

آج سے ڈیڑھ صدی قبل ایک راجپوت شہزادہ' اپنی نسلی اولوالعزمی'

جذبی بشاشت اور خرمی کے تقاضے پر اپنی مختصر سی جاگیر ماچاڑی میں بادشاہت کے مزے لے رہا تھا جہاں راجپوتانہ بھر کی جنگی سرزمین پرانی کہانیوں، خاندانوں کی خوش گیتیوں اور اپنے جوانمرد بزرگوں کی جوانمردی کے رنگ سنا سنا کر جنس انسان کو بس دنا کارہ بنا رہی تھی وہاں ماچاڑی کا گڑھ اپنے ہونہار سورج بنسی راجپوت شہزادے کی دلی آرزوئیں پورا کرنے کے لئے "فتح فتح" کے فلک شگاف نعروں سے گونج رہا تھا' وقت نے مساعدت کی، دنوں ہی میں علاقہ الور اپنی شمشیر آبدار کے قبضہ میں کر لیا' اور اس تیغ زن نے اس جنگ میں ایفونیوں کو اپنی شمشیر صف شکن کے وہ وہ جوہر دکھائے کہ سب لوہا مان گئے' ۱۷۷۵ء کی شام شام اور وہ بھی کہ جس نیر اعظم کے غروب ہوتے ہی مطلع الور پر آفتاب حقیقی کے طلوع ہوتے ہی منور و درخشاں ہو گیا' کاہلی، کمزوری اور نظام معاشرت کی بربادی ایک طرف تھی' چستی' توانائی اور نظام ملکی کی سخت دوسری طرف ' صبح شکست اور صبح فتح لازمی تھی۔

حکومت مغلیہ کا چراغ ٹمٹما رہا تھا اکبر اور اورنگ زیب کی جلیل الشان سلطنت کا وارث شاہ عالم شہزادہ ہوا اگر صوری لحاظ سے اس نام کا مستحق تھا نہ معنوی لحاظ سے عالم تو کجا دہلی کی چار دیواری پر بھی اسکا اثر تھا۔ ایسی مجبوریوں اور معذوریوں میں امن رخصت ہو جاتا ہے۔ بدامنی قیام پذیر ہوتی ہے' مقام آگرہ ایک سخت فساد ہوا شاہ عالم تو نام کے شاہ عالم تھے محصور ہو گئے مگر ماچاڑی کا راجپوت شہزادہ ایسی مصیبت میں آڑے آیا شاہ کو مصیبت سے بچایا' اسے راجگی کے خطاب سے معزز فرمایا نجف خاں وزیر دہلی مردم شناس تھا اس نے شاہی عزت افزائی فرمائی۔

یہی ہستی خاندان شاہی کی مورث اعلیٰ ہے' اپنے شوکت و اقبال کی وجہ سے مہاراجہ پرتاپ سنگھ نام پایا اور خاندان میں راجگی قایم کر کے ۱۷۹۱ء میں وفات پائی۔

مہاراجہ بختاور سنگھ

آپکے انتقال پر مہاراجہ بختاور سنگھ گدی نشین ہوئے یہ اپنی راجپوتی صفت کے لحاظ سے ایک سپاہی تھے اور ایسے باپ کی جانشینی کے قابل اہل' لارڈ لیک نے آپ کو سوائی کا پشتینی خطاب عطا فرمایا۔

مہاراجہ بنے سنگھ

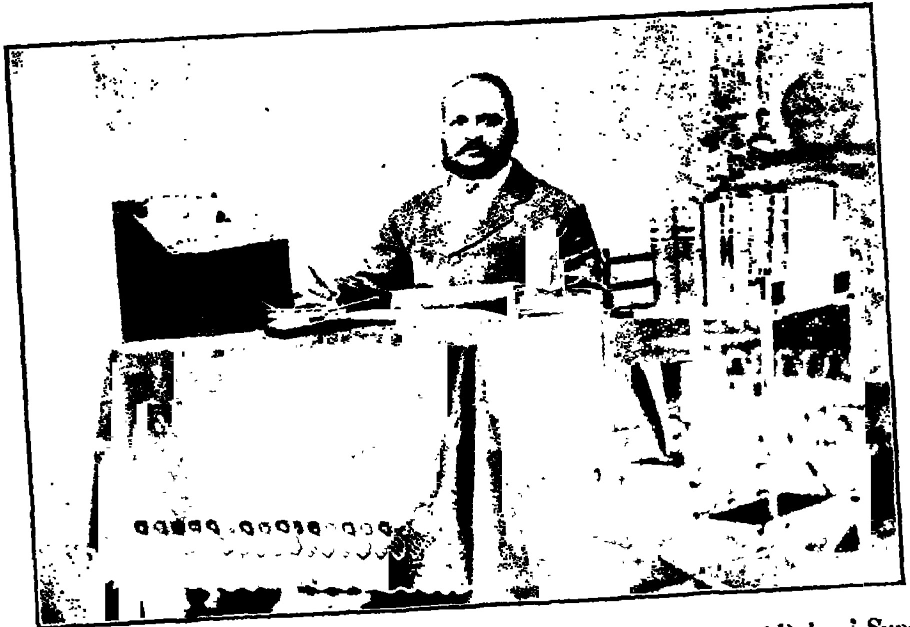
؎ زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا * کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لئے

جو حکومت جو سلطنت اور جو خاندان بنتا ہوتا ہے اُسے اُسکا بانی ملک گیر ملتا ہے اور اُس کے بعد اُسکے جانشین ملک داری کے بادشاہ پیدا ہوتے ہیں، جہاں یہ نہیں کچھ نہیں، الور کے ہر دو مندرجۂ بالا تاجدار قلمرو ملک گیری کے بادشاہ تھے، اب اس حکومت کو ایسا جانشین ملنا چاہیئے تھا کہ جو ملک رانی کا طبعاً ملکہ رکھتا ہو، چنانچہ مہاراجہ بنے سنگھ ایسی ہی قابل تعظیم ہستی ۱۸۲۶ء میں حکومت الور کی گدی پر کامراں ہوئی۔ الور میں پوری یکصدی تک ملک گیری اور ملک رانی کا مظاہرہ فرمائیے، نصف صدی گذر چکی، لیکن آپ کا ہمایوں نام اور مبارک کام قلمرو الور کے ہر جاندار کی زبان پر ہے، انسانوں سے گذر کر چرند و پرند بھی آجتک آپکے نام کی سمرن کرتے ہیں، آپ حدود ریاست الور سے ۵۰-۵۰ میل دور نکل جائیے اور پھر آپکی طرز حکمرانی کی زبان زد داستانیں سُنئے یہ صاحب دماغ جیسا کہ لازمۂ قدرت ہے، اختلال دماغ کے مرض کا مریض ہو گیا اور اُسی میں داغ جدائی دیا!

مہاراجہ سودان سنگھ — مہاراجہ سودان سنگھ کے واقعات ہماری حالت لاعلمی میں ہیں، اسقدر ضرور معلوم ہوا کہ آپ دنیوی آرام و آسائش پر شیفتہ تھے،

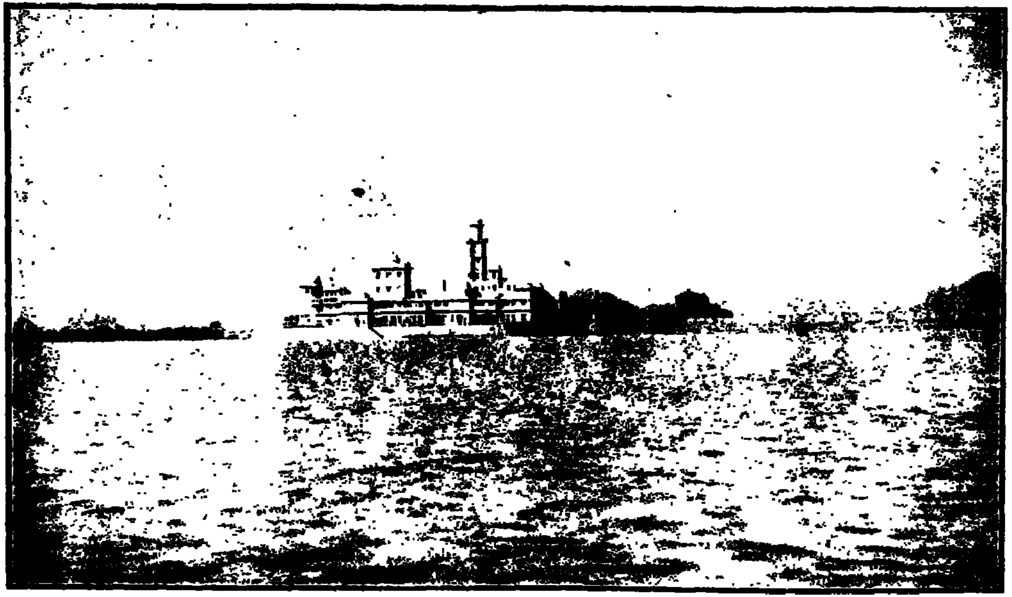
مہاراجہ منگل سنگھ — آپ کی پیدائش مبارک اکتوبر ۱۸۵۹ء میں ہوئی اور ۱۲ دسمبر ۱۸۷۴ء کو گدی نشین ہوئے، آپ انگریزی کے عالم تھے، شاہی شان و شکوہ رکھتے تھے، وجاہت اور توانائی میں مشہور تھے، برطانوی فوج کے آنریری کرنل بنائے گئے اور خطاب جی سی ایس سے معزز فرمائے گئے آپ میں وہ تمام صفات پائی جاتی تھی کہ جو کسی دھرم آتما راجہ میں ہونا چاہئیں (مورخ شاہی)

اظہار ممنونیت — اس صحیفۂ رئیس کی تصنیف و ترتیب میں بڑی مشکلات سدّ راہ تھیں، اگر ہمیں اپنے معزز علم دوست جناب سردار دیوان راؤ بھگونت رائے صاحب بہار شاہی۔ ایم اے، ایل، بی، ایم پی ایچ ایس کی سرپرستی کا فخر حاصل ہوتا، تو یہ بے نظیر تحفہ ملک سخن کی ادبی نمائش میں نمائش نہ پاتا، انسانیت و حقیقت شناسی کا تقاضا تھا کہ ہم اس رہنمایانہ ہستی کا خاص طور پر شکریہ ادا کرتے مگر افسوس کہ اجازت نہ پاکر اس سعادت سے محروم رہے لیکن اس فاضل ادیب کو اپنے ناظرین سے روشناس کرایا جانا ضروری سمجھا گیا، چنانچہ آپ کی تصویر اسی غرض و غایت کا ایفا ہے۔ (ایڈیٹر)



PORTRAIT OF SIRDAR RAI DIWAN BHAGWANT ROY, M.A.S.B., M.P.H.S., '*Bahar,*' *Sunami*,
Patron, The "Rais-i-Hind," Delhi.

(The Block of this picture is specially made for the Proprietor, *Rais-i-Hind*, who has special



GENERAL VIEW OF VIJEY MANDIR TEMPLE, ALWAR (RAJPUTANA).

(The Block of this picture is specially made for the Proprietor, *Rais-i-Hind*, Delhi, who has special arrangements for making all kinds of blocks).

سخنداں نے

"الورسلور جوبلی نمبر"

کے لئے

ملک سخن سے سینکڑوں مضامین بھیجے

مگر افسوس کہ نمبر موصوف کا حجم زیادہ کر دینے پر بھی وہ تمام و

کمال نہ سما لئے جا سکے ہمارے معزز سخن فہم مایوس نہ ہوں،

وہ تمام اعلیٰ مضامین سلسلہ وار رئیس ہند میں بااقساط درج ہونگے

اڈیٹر

نظارۂ چہارمین

سیر الآثار

محلات، قلعہ جات اور دیگر تعمیرات

قدیم وجدید

تحفظِ عمارات

جس قدر راجپوتانہ، پنجاب اور سنٹرل پراونسز میں تباہی نے عمارات پر بربادی ڈھائی، شاید دُنیا بھر کے کسی اور قطعہ نے ایسے مظالم نہیں اُٹھائے، چنانچہ اِس آفت سے ریاست الور بھی محفوظ نہیں، مگر پھر بھی چند آثارِ متبرکہ غارت گردوں کی ناکامی پر بڑی سنگین مزاجی سے لعنت بھیج رہے ہیں، اب اُن کی کہانی سُنئے،

محلاتِ شہر

دراصل تاجدارِ حال کی جدت طرازیاں انتظامی امور میں گنجائش نہ پاکر سلطنت کے ہر شعبہ میں اپنی خاص شان دکھلا رہی ہیں۔ وہ کونسی عمارت ہے جو حضور کی نظرِ اصلاح کی گراں بارِ احسان نہیں۔ دامنِ کوہ میں جو قدیم محلات ہے گو ان سب کا ذکر قلم انداز کیا جاسکتا ہے۔ مگر دیوان عام اور دیوان خاص کی دلفریبیاں میرے قلم سے کہتی ہیں کہ اگر تو ہمارا مکمل نقشہ نہیں کھینچ سکتا تو اجمالی صورت ہی دکھلا۔ پرشان پُرفزا تین صحن عبور کرنے کے بعد دیوانِ عام شروع ہوتا ہے جس کی خوبصورتی ایسی ہے کہ میرا قلم اُس کی قطر فریبیوں کے بیان کرنے سے مجبور ہے۔ دیوانِ خاص ایک موزوں مختصر مرصع عمارت ہے، جسے سنہری کام نے ایسا منور بنایا ہے کہ گویا طلائی انگوٹھی میں ہیرا

جڑا ہے۔ طلائی سنگھاسن جو شیروں کی گردنوں پر براجمان ہے اس ایوان کی جان ہے۔ شاہانِ الور کی روغنی قدِ آدم تصاویر اور جھاڑ فانوس نے دیوان خاص کو بقعہ نور بنا دیا ہے۔ سنگ مرمر کی صنعت کے نمونے قابلِ دید ہیں۔ یہ محلات تاجدارانِ الور کے عہد بعہد کی تعمیری دلچسپیوں کی یادگار ہیں۔ شیش محل کی صناعی اور آرائش شائقین عماراتِ نفیسہ کیلئے بیحد دلچسپی کا موجب ہے۔

قلعہ جات

مشہور ہے کہ حدود ریاست میں ۵۲ مسلح فوجی قلعے تھے۔ مگر ضرورتِ زمانہ نے سب سیرگاہیں بنا دیں۔ پھر بھی قلعہ بالا۔ کالواڑی۔ پرتاب گڑھ وغیرہ وغیرہ قلاع اپنی اپنی قدیم شان کے محافظ ہیں۔

قلعۂ بالا

دار الخلافہ الور اپنی شمالی سمت میں فلک پہاڑوں کے واقعہ ہونے سے ہندوستان میں وہی وقعت رکھتا ہے کہ جیسا ہمالیہ کے واقع ہونے سے خود ہندوستان۔ اس کے شمال و مشرق میں ایک پُرشان سرسبز و شاداب موزوں پہاڑوں کی دیوار کھڑی ہے جو شرقاً غرباً ۱۵ میل کے قریب ایک حصار بنائے ہوئے ہے اس کی بلندی سطح سمندر سے تقریباً ۱۰۰۰ فٹ ہے۔ نصف میں پرتاب بندھ ایک درہ ہے اس کے شرق میں وجے مندر شاہی ایوان اور غرب میں مشہور سیری سیل کا منظر ہے قلعہ بالا کو ایک سنگین فصیل نے گھیر رکھا ہے جس کے اندر سنگِ سفید و سُرخ کی ہزارہا برس کی عمارات باغیچہ۔ برساتی گنڈ۔ سلیم ساگر، وغیرہ ہیں۔ اُسی زمانہ کا ایک چاہ بھی ہے جس کا پانی مرض تاب تلی کے لئے اکسیر ہے۔ تاجدار حال نے بہت سی قیمتی ایزادیاں کرا کر اس آثار قدیم کو چار چاند لگا دیئے۔ اوپر چڑھنے کے لئے پہلے زینہ تھا کہ جس پر ہاتھی بھی چڑھتا ہوا چنگھاڑیں مارتا تھا۔ اب چوٹی کوہ تک سڑک دوڑی چلی جا رہی ہے۔ یہ ۵ میل کا سفر ۵ منٹ میں طے ہوتا ہے۔ اس قلعہ کا نام قدیم سے بالا قلعہ مشہور ہے اور روایت ہے کہ ہزارہا برس قبل نکمبھ خاندان کے کسی راجپوت رانائی راجہ بانی بنائی تھی۔ افسوس ہے کہ ہم اس قلعہ کی دید سے محروم رہے معلوم ہوا کہ عوام کے لئے بند ہے۔

ذریعۂ نقل و حرکت

جس نے آج ۲۵ سال پیشتر الور دیکھا ہے وہ سڑکوں کی موجودہ کشادگی۔ طوالت۔ روانی اور فراوانی دیکھ کر موجودہ الور کو الور نہیں کہہ سکتا۔ ایسی سڑکیں نہ تو شہر

شہر کلکتہ میں بنی ہیں۔ نہ بمبئی میں۔ ہاں نئی دہلی کی سڑکیں اِن سے مقابلہ کرسکتی ہیں۔ مہاراج نے کسی خرچ اور پبلک کی نازیبا حجتوں کی پروا نہ کرتے ہوئے اپنی راجدھانی میں سڑکوں کا ایسا دور پورا کیا ہے۔ جو اُن کے عہد کی ایک طولانی یادگار ہوگا۔

کھنڈرات بہان گڑھ

رقبۂ ریاستِ الور بہت سے ضروری تاریخی مقامات کی وجہ سے خاص طور پر قابلِ دید ہے آلور سے ۴۶ میل کے فاصلے پر جانبِ غرب کھنڈرات بہان گڑھ اپنی جنگی اور جوہر راجپوتی روایات کی وجہ سے خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ روایت ہے کہ مہارانی رتناولی نے مہارانا کے جنگ اسلامی میں شہید ہونے کے بعد عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور پھر غازیانِ اسلام پے در پے حملے کرکے شکست پر شکست دی۔ کھنڈرات میلوں تک اِس پُرشان سلطنت کا نشان دیتے ہیں۔ اب یہ رقبہ شیر دن سے آباد ہے۔ اور کھنڈرات میں راجپوتی شیروں کی جگہ جنگلی شیر محلاتِ شاہی کی آسائش کے لطف لے رہے ہیں۔ یہ منظر عجیب و غریب ہے۔

اعلانِ دربارِ رئیسِ ہند

ایک زمانہ تھا کہ رؤسا و عالیجاہ کے حضور ایک نایاب سے نایاب شئے کی قیمت بیان کیجانی سوئے ادب خیال کیجاتی تھی' اِسی لئے یہی درجۂ ادب ملحوظ رکھتے ہوئے رئیس ہند نے تاجداران کے شرح چندہ کے متعلق حسب ذیل مطالبہ کیا تھا۔

گفتا قیمتش گفتم لگا ہے گفتا کہ ترش گفتم کہ گاہے

لیکن افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ ان نکات و رموز کی سمجھنے والی ہستیاں' ہندوستان سے رخصت ہوچکیں' اب تو کھلا سودا ہے چنانچہ بعض ریاستوں کی طرف سے یہ ناجائز فائدہ اٹھایا گیا ہے کہ جو حقِ معمولی درجہ کے اصحاب کے لئے تجویز کی گئی تھی' وہ اسی پر شست فرما ہوتے لگے' لہذا اب یہ اعلان کرنا پڑا' کہ تاجداران کیلئے "رئیس ہند" کا چندہ سو روپیہ سالانہ ہے۔ (چیف منیجر)

اعجاز نظامت راجگڈھ ایک گاؤں ماچڑی ہے وہاں زمانہ قدیم کی باؤلی ہے جو ہر وقت پانی سے لبریز رہتی ہے اس میں صدیوں سے وزنی پتھر کی ایک کونڈی بطخ کی طرح تیرتی رہتی ہے۔ یہ اعجاز مذہبی کا سمجھ میں نہ آنے والا کرشمہ کسی سادھو کی یادگار ہے، پاس ہی سادھو کی گُفا اور سُرنگ ہے جس میں گھی اور تیل ٹپکتا ہے۔

ھنومان جی کا استھان نظامت الور متصل بالے شاہ پہاڑوں کی دیوار کھڑی ہے ۲۰۰ فٹ بلندی پر ایک قدرتی دروازہ ہے یہ ھنومان جی کا استھان ہے، یاتری سینکڑوں کوس سے زیارت کے لئے آتے ہیں اور من مانی پاتے ہیں، یاتریوں کے آرام و آسائش کے لئے تاجدار حال نے اس میں بہت سی ایزادیاں کرا دی ہیں۔

پانڈو پول یعنی پانڈوؤں کے عہد کا ایک دروازہ ہے۔

نائیوں کا تیرتھ نظامت تھانہ غازی مقام سرنا رانی ماتا جی یا ایک پراچین تیرتھ ہے گرم پانی کا چشمہ ہے اور آب مصفا ہے یہاں ایک نائن ستی ہوئی تھی، اس وقت اس کے اشنان کے لئے یہ چشمہ پھوٹ پڑا، ماہ بیساکھ میں دور دور سے نائی جمع ہوتے ہیں، اور اپنا تہوار مناتے ہیں اس آبشار کی یہ خصوصیت ہے کہ موسم برسات میں بھی اس کا پانی گندلا یا گدلا نہیں ہوتا، قدر شناس شاہ ذیجاہ نے سنگ مرمر کا ایک حوض بنا کر ایک خاص خدمت کی۔

گرم و سرد چشمے نظامت بانسور مقام تال برکش پاس پاس دو چشمے ہیں کہ ایک میں سے گرم اور دوسرے میں سے سرد پانی نکلتا ہے، دیکھ کر قدرت خدا یاد آتی ہے۔

لال ڈگی الوسفاس مہاراجہ منگل سنگھ بہادر نے اپنی عزیز رعایا کی آرام و آسائش کے لئے یہ ایک پختہ وسیع تالاب شہر سے باہر تیار کرایا تھا۔

موتی ڈونگری پہاڑ کی چوٹی معمولی تھی جس پر کوٹھی بنی ہوئی تھی اب اس کی صورت کچھ سے کچھ ہو گئی، اور کام جاری ہے، تیار ہونے پر ایک شاندار عمارت ہوگی، غرضیکہ قلمرو الور کا ہر قطعہ عجائبات و نادرات کا مجموعہ ہے۔

اعتراف الورانیکی پر سبق الیف ہمارے سبق کا باعث ہوئی، چنانچہ اس مضمون اور صنعت کیلئے ہم جناب منشی محمد سعید صاحب سعید امرتسری کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

نمونہ کا پرچہ مفت

مفت خوری کے پرستار، حقیقی وقایع نگاری کے دشمن، ملک کے بدخواہ آدھ آنہ کا ایک پوسٹ کارڈ بڑے بڑے امدادی وعدوں کے ساتھ دفتر ہذا میں "ریئس ہند" کے نمونہ کے لئے روانہ کرتے ہیں، اور ایسے تمام خطوط اُسی وقت چاک کر دیئے جاتے ہیں، جو صاحب نمونہ طلب کرنا چاہیں ایک روپیہ بذریعہ منی آرڈر روانہ کر کے نمونہ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

ہمارے قدردان

اگر آپ چاہتے ہیں کہ "ریئس ہند" ملک کی خدمت بجالاتا رہے، تو وی، پی یا خط یا دیہاتی کا انتظار نہ فرما کر اُس کا چندہ جلد روانہ فرمائیں، اکثر اصحاب وی، پی کی سفارش فرماتے ہیں، ریئس ہند وی، پی کرنا توہین سمجھتا ہے، اس لئے وی، پی کا انتظار نہ کیجئے۔

دل خواہ قیمت دی جائے گی

فارسی، عربی، سنسکرت وغیرہ زبانوں کی پُرانی کتب اور پُرانی دستی تصاویر کی ہمارے ایک معزز علم دوست تاجدار کو ضرورت ہے، جو صاحب ایسی خرید و فروخت کرنا چاہیں، خاکسار سے خط و کتابت کریں، اگرچہ یہ واضح رہے کہ تاجدار کا نام مجوزہ قیمت زیادہ نہ کی جائے۔

کون کون سے اشتہارات لئے جاتے ہیں

ملک میں اخبار نویس تہذیب و اخلاق کے مدعی ہیں، اگر اُن کے اخبارات کے اشتہارات دیکھے جائیں، تو وہ نہ فقط مخرب اخلاق ہی نہیں، بلکہ حیا سوز دکھیں گے، اُن کی اس طرز زندگی میں اُن کی ہر طرح سے حصولِ زر کی شرمناک خواہش ہے، پس جو اشتہارات مخرب اخلاق ہیں، اُنکے متعلق دفتر ہذا سے خط و کتابت نہ کی جائے۔

تیجونت رائے چیف منیجر ریئس ہند

نظارۂ پنجم

نمائشِ نفائس و نوادر

تاجداران الور ابتدا سے فنون لطیفہ کے شائق و سرپرست رہے ہیں، اس شوق شاہی میں روپیہ نکارت لگایا، اور وہ وہ اشیائے نادرہ طیار و پیدا کیں، جو عہد اکبری کو بھی نصیب ہوئی تھیں، یہ فہرست طویل ہے مگر بےنظیر ہے، اسلئے غذائے مرغوب سمجھی جاکر رئیس ہند کے دسترخوان پر سجائی جاتی ہے، مگر بقدر ضرورت،

تاجداران الور میں مہاراجہ بنے سنگھ بہادر ایک بڑے علم دوست اور قدردان فنون لطیفہ تھے، یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مغلیہ سلطنت کا دور قعر ہلاکت میں دھنسا چلا جا رہا تھا، عالم و ہنرور کساد بازی علم و ہنر سے مجبور و معذور ہو کر جہاں جہاں علم کی قدر تھی، اطراف ملک میں پھیل گئے، مہاراجہ موصوف نے اپنی بساط سے بڑھ کر دست پرورش دراز کیا، اگر تمام نہیں، تو چیدہ چیدہ عالم فاضل، ہنرور اور طرح طرح کے صناع، کاریگر، الور جا پہنچے، اور قدردان شاہ کے دسترخوان فیض سے حصہ پانے لگے، یہ شاہ سلیقہ شعاری کے بادشاہ تھے، پرورش بھی خوب کی، اور کام بھی خوب لیا، شہر کے محلات اپنی تیاری کا انہی ہی ہاتھوں سے پتہ دیتے ہیں،

ان میں عجائب گھر، توشہ خانہ اور سلاح خانہ قائم کئے گئے، جو چیزیں تیار ہوئیں اور حاصل کی گئیں، ان میں داخل کی گئیں، موتمن ہاتھوں میں دی گئیں، کہ دل و جان کی طرح سنبھال کر رکھیں،

عجائب گھر جو شی جی کے خاندان کے سپرد کیا گیا، اور آج تک اسی ہوشیار خاندان کی تحویل میں ہے، یہ خاندان اس عجائب گھر کا بہترین محافظ ہے، انہی کی جامع بیدار مغز سوانح

کبھی نہیں ہو سکتی کہ ایک ایک شئے نادر و نایاب ہے، اور تاریخی اہمیت سے مالا مال، اگر تکمیل مقصود کا تقاضا ہے کہ اس دریائے ذخار میں دو چار غوطے لگائے جا کر چند جواہر شاہوار کا جلوہ دکھایا جائے، عالیشان خوش وضع روشن کمرے مخصوص کئے گئے، جن کی دیواروں پر مشاہیر ہندوستان کی چھوٹی بڑی قلمی تصاویر لگی ہیں، جو فنون لطیفہ کی شاہی یادگار ہیں، اُن ہی میں قطعات آویزاں ہیں، وسط میں شیشہ دار الماریاں ہیں، جن میں دُنیا بھر کی علمی و ادبی، صنعتی و حرفتی دولت کے ڈھیر کے ڈھیر لگے پڑے ہیں،

تاریخی تصاویر مہاراجہ بختیار سنگھ، ہمایوں، تاتا شاہ، طہماسپ شاہ (ایرانی قلم) جو تنجانہ جہانگیر کی یادگار ہے، دربار اورنگ زیب جس میں مہاراجہ جے سنگھ والیٔ الور باریاب ہو رہے ہیں، دارا شکوہ، محی الدین چشتی، شاہجہان، اکبر کی شراب نوشی، اکبر کی ہولی، ممتاز محل، زادہ بیدل، گورو نانک صاحب، گورو تیغ بہادر، حافظ، سعدی، عبدالرحیم خان خاناں، مہاراجگان الور، نقشہ جامع مسجد دہلی، نقشہ تاج گنج، بیگمات شاہان مغلیہ، شاہان مغلیہ، احمد شاہ ابدالی، جہانگیر (جس پر مشہور میر عماد خوشنویس کی جدول لکھی ہوئی ہے) تصاویر راگ راگنیاں، رام سورت کولادھنی، تمہ گیتو کا دشمنوں کے ہاتھ سے مارا جانا (مصور مہاراجہ بنے سنگھ بہادر کے پیش کردہ ہیں) نورجہاں، نورجہاں کا دربار جس میں سلیم جھروکے سے دیکھ رہا ہے، نورجہاں اور جہانگیر شکار کھیلنے جا رہے ہیں، وغیرہ وغیرہ تصاویر جو ایک ایک بجائے خود ایک سلطنت کا مول ہے، کمال نگہداشت سے رکھی، اور سلیقے سے سجائی گئی ہیں، جن میں سے بعض پر شاہان مغلیہ کے دستخط اور مواہیر بھی ہیں، نورجہاں کی تصویریں سے بہتر شاید دُنیا بھر میں نہ ہوں گی،

لائبریری الور کی لائبریری کی شہرت دُنیا بھر کی علمی و صنعتی دُنیا کو متحیر کر چکی ہے، ایسے نسخے جو اب کروڑوں روپیہ میں بھی دستیاب نہیں ہو سکتے، ہزاروں کی تعداد میں پڑے ہیں، انکی تیاری، صورت، حالت، اور شاہی تحریرات سے یہ نتیجہ نکال لینا بڑا آسان ہے، کہ اس کتب خانہ کا بہترین حصہ لال قلعہ کی آٹھ سو برس کی علمی محنتوں اور لاکھوں روپیہ کی اسراف کی یادگار

ہے، قلعہ نما امراء برباد ہوئے، اُن کے کروڑوں روپیہ کے کتب خانہ کوڑیوں کے مول مہاراجہ بنے سنگھ نے خرید لئے، مثلاً تزک بابری جو خانِ خاناں نے تیار کرا کر اکبر کے پیش کی، کلیات بخط سعدی، قرآن کشمیری قلم، دیوان حافظ، قرآن مجید وزن ۲ تولہ۔ شری بھاگوت گیتا باتصویر کشمیری قلم، شری بھاگوت باتصویر کشمیری قلم، درگا پاٹھ باتصویر کشمیری قلم، پند نامہ وغیرہ وغیرہ اب لاکھوں روپیہ خرچ کئے جانے پر بھی ایسی ایک کتاب تیار نہیں ہو سکتی،

گلستاں مہاراجہ بنے سنگھ بہادر نے مشہور خطاط میرزا آغا دہلوی کو اپنا بنا لیا، لاکھوں روپیہ پھیلائے، اور سینکڑوں کام لئے گلستان ایسی شاہ لبندی کا نمونہ ہے، جو عرصہ بارہ سال میں تیار ہوئی، باکمال مصوروں نے باتصویر بنایا، اور جدولوں پر ایسی گلکاری کی کہ سینکڑوں میں یکہ دوسرے سے نہیں ملتی، کریما جو تمام و کمال جلی خطِ ناخن سے تیار ہوئی ہے، ملا فیضی کی بے نقط تفسیر قرآن المشہور بہ سواطع الالہام غرضیکہ ہم کہاں تک تفصیل بیان کریں، ہمارے ملک میں ایسے ایسے علمی و صنعتی نمونے پڑے ہیں مگر افسوس کہ ہماری عدم فرصتی ہمیں یہ بھی اجازت نہیں دیتی کہ ہم انہیں آنکھ بھر کر بھی دیکھ سکیں۔ اور ایک انگریز ہیں کہ لاکھوں میل کا سفر طے کر کے، ہزاروں روپیہ خرچ کرتے ہیں، اور دنوں سیر کرتے ہیں۔ نقلیں مفت حاصل کرتے ہیں، اور ہر طرح کا مفاد اُٹھاتے ہیں، پرمیشور ہماری جہالت کب دور ہوگی؟

سلاح خانہ ایسا ہی سلاح خانہ ہے، کہ جو ہر طرح کے نادر ہتھیاروں سے سجا ہے، گنگنی تلوار جس کے اندر موتی چلتے ہیں، حیدر آبادی ڈھال، زرہ جس میں طلائی کام کا بے نظیر نمونہ، جسونت راؤ ہلکر کا زرہ بکتر وزنی ڈھائی من، غرضیکہ تلواریں، پیش قبض، برچھی، برچھے، کٹار، بلم، تیر، ترکش، کمان، ناگ پھانس، کمند، وغیرہ وغیرہ ہتھیار کہ جو ہمارے بزرگوں کی بہادری کی کھٹک تصاویر ہیں، اور جن کے استعمال سے تو کیا، ہم نام تک سے واقف نہیں، آریہ ورت کی جنگی شوکت کی پامالی ظاہر کر رہے ہیں، یہ وہ وقت کے تھے کہ ہتھیار بھی خاص اہمیت سے ہوتے ہیں، آج کل موٹروں کا زور ہے، اندر بان کی عظمت خیال میں نہیں آسکتی، لیکن جب

۱۷ ہاتھی روپہلی و سنہری، جو نہیں معلوم کہ تھا اور جواہرات کے سازو سامان پہنے مہاراجگان کو دربار وں میں لئے جاتے ہوں گے، اُس کی شوکت اس وقت ذہن نشین ہوتی ہوگی۔

توشہ خانہ چاندی، سونا، تانبا، پیتل اور لوہا، غرضیکہ ہر دھات کی صنعت کا نیا بازار لگا ہے، کون کس کو دکھائے، اور اگر دیکھیے، سوائے اپنی حالت کی ابتری کے اور کیا دیکھیے، دہلی اور تمام شہروں کے بازار ولایتی مٹی اور کاغذ کے کھلونوں اور دیگر اشیاء سے بھرے پڑے ہیں اگر اس توشہ خانہ سے ایک آنہ کی مالیتی چیز قدر دانی کے بازار میں سجاؤں تو دُکان قربان ہو جائے، کہتے ہیں کہ ہندوستان ترقی کر رہا ہے، ہم کہتے ہیں بربادی میں ترقی کر رہا ہے، بے ادبی میں ترقی کر رہا ہے، جہالت میں ترقی کر رہا ہے، فضولیات میں ترقی کر رہا ہے، مگر ہنر مندی اور سلیقہ میں پورا زوال، اپنے ملک کے صناعوں کی صنعت کے نمونے دیکھیے،

چاندی کی میز ایک بڑا چاندی کا میز ہے، درمیان میں چاروں طرف دریا لہریں مار رہا ہے، مچھلیاں تیر رہی ہیں، اور اوپر پرند چہچہا رہا ہے، ایسے ہی بے نظیر مرصع بجواہر قلمدان، ڈبیان، پاندان، عطردان، جواہرات کے کٹتے پڑے ہیں، جو ہماری موجودہ حالت کے لئے سب کے سب باعث شرم ہیں، اسے تمام چینی، المونیم، ٹین اور چینی کے شوقینوں کے استعمال کے لئے یہ چیزیں ہیں، کہ جن کے استعمال سے فرحت پیدا ہوتی ہے، قسم کھاؤ کہ آئندہ ایسا ہی سامان خریدیں گے،

قطعات میر عماد، میرزا آغا، محمد عبید اللہ بیگ وغیرہ خطاطان جواہر رقم کے قلم کی گلکاریاں دیکھنے اور سمجھنے سے تعلق رکھتی ہیں، نمونہ جات خط شکستہ، شفیعہ، النسخ، گلزار، غبار، کوفی، طغرا، ناخن وغیرہ وغیرہ کی تعلیمیاں مرتبہ مہاراجگان اُن کے شوق و تکمیل فنون کا بدیہی ثبوت ہے، زیادہ کس طرح لکھوں کہ انہیں دیکھ کر ہندوستان کی پامالی پر رونا ہے،

"نقاد"

نظارہ نشین

تاج المضامین

یعنی

تذکرہ رؤسائے ہند نمبر (۳۹)

عہد دولت مدرت آوان شہرت توامان

کرنل ہز ہائینس سوائی مہاراج سری جے سنگھ جی صاحب بہادر

جی، سی، ایس، آئی جی، سی، آئی، ای،

مہاراجہ کشور الور

(راجپوتانہ)

بچائے سکندر جہاں سالہا
بنا نادلی کشف کن حالہا

"دعا گو بہارستان"

راجپوتانۂ قدیم کی شاہی اولوالعزمیاں

رشیوں نے اپنے آریہ ورت کی حفاظت کے لئے راجپوت قوم پیدا کی، طبی دماغ کی تشخیص قرنوں تک صحیح ثابت ہوئی، مگر جنگ مہابھارت سے ایسا زوال آیا جو آجتک نہیں تھا، راجپوت جو تلوار کے دھنی، ننگ و ناموس کے محافظ، قول و قرار کے پاسدار، اور شورپجانِ دہر کے لئے شمشیرِ آبدار تھے، انگریزی کرچ کے نیام میں ہوتے بھی نہ معلوم کونسی کمزور قوم میں منتقل ہوگئے، مگر اس قوم میں اب بھی وہی رشیوں کی روح ہے، زنگ آگیا ہے، صیقل پر چڑھنے سے ایسے جوہر کھلتے ہیں کہ جو نہ روس کے کاساک دکھلا سکتے ہیں اور نہ اُن کے بھائی پٹھان نہ دنیا کی اور کوئی بہادر قوم،

پرتوِ خورشید کا نزول مہاراجہ سری سوائی منگل سنگھ بہادر اپنے پرشان ورثہ کے عظیم الشان مہاراجہ تھے کہ جنہوں نے کشورِ الور کی عظمت بڑی خوبی اور عمدگی سے قائم و بحال رکھی، ۱۴ سال قبل جب میں نے چہرہ شاہی روپیوں میں مہاراجہ ممدوح کا سکہ دیکھا تو ایک ہندوستانی حکومت کی یادگار سمجھ کر ایسے روپے جمع کئے، سینکڑوں اقسام کے سکوں میں کابل اور الور کے دو سکے میرے محبوب ہیں، ہیں الور کے سکّے کے نقوش دیکھ کر ہمیشہ یہی نتیجہ نکالا کرتا تھا کہ جو سلیقہ، ہنرپروری، نفاست، اور جدت شاہانِ الور میں ودیعت کی گئی ہے، وہ خاص اُن ہی کا حصہ ہے،

مہاراجہ ممدوح ۱۴ ارجون سنہ ۱۹۲۸ء کی شام کو دار الضرب ملاحظہ فرما رہے تھے، ابر رحمت چھایا ہوا تھا، قطرات بارش کی موتی پرستوں کی طرح نچھاور ہو رہے تھے کہ مسٹر منرم ٹکسال نے طلعت بھر کر دار الضرب کے نئے سکوں کی ملاحظۂ عالی کے لئے پیش کئے، مسٹر منرم ڈیوڑھی نے اُسی وقت تولید ولیعہد کا مژدہ سنایا، وہ طلعتِ زریں جو آفتاب میں ماہتاب کا جلوہ دکھا رہا تھا، اس خورشید تاباں کے مژدہ تولید کے صدقہ میں اُسی کو بخشا گیا، اگر اس طرف شاہی دامنِ مراد پر تو آفتاب سے مالا مال تھا تو دوسری طرف خوشخبری کے پہنچانے والے کا دامنِ مراد شعاعِ مہر انور کے مہر سے معمور ہو رہا تھا

سرسوتی نے اپنی فصاحت و بلاغت کے پھول اس مولود پر نچھاور کئے، دبیرِ فلک بڑھا اور بوسہ دے کر اپنا پُر برکت ہاتھ اس نوبادۂ اقبال کے سر پر رکھا، آفتاب نے اپنا طشتِ زریں نثار کیا،

دھنو کرمان نے سونے کی کرنی چاندی کے تسلے میں سجا کر پیش کی، ریاست کے رواجاتِ شاہی کے مطابق عزیز و عوام میں بند لٹایا گیا، ہر گھر میں جشنِ جمشیدی سجایا گیا، "نوبت نقارے بجنے لگے" دشت کا ذرہ

ایک گوشہ سے حاسدانِ بدنہاد، مفتریانِ روسیاہ کے چیخنے چلانے کی آوازیں آئیں، سب خاموش ہو گئے مگر حضائل و فضائل کے دیوتاؤں نے کان پکڑ کر باہر نکال دیئے، حقیقت صداقت کے بدخود بخود نمایاں ہوئے اور ایسی ضربیں پہنچائیں کہ جان نکل جانے پر بھی پیچھا نہ چھوڑا،

مولود ماہِ ہلال کی طرح قوائے عقلی و ذہنی کے بروج میں شرف حاصل کرتا رہا،

تعلیم و تربیت جہاں گورنمنٹ برطانیہ نے ہندوستان بھر کے ملکی و مالی امور پر اپنا کامل قبض و اقتدار حاصل کر لیا ہے، وہاں تعلیم و تربیتِ شہزادگان بھی بتدریج اپنے ہاتھ میں لی ہے، اسی سلسلہ میں مہاراجہ صاحب بھی میو کالج اجمیر میں داخل کئے گئے، اس تعلیم کی افتاد صحیح ہندوستانی سے غلط انگریز بنا دیتا ہے، گو شروع شروع میں مہاراجہ موصوف کی زندگی اسی ڈھانچہ میں ڈھلنا شروع ہوئی تھی، مگر مشیتِ ایزدی اصلی تعلیم و تربیت کے انتظام میں مصروف تھی، طبیعت نے دفعتاً ایسا پلٹا کھایا کہ انگریز سے کٹر مہاراجہ بصبوح بن گئے، اس کا کریڈٹ شری سوامی ہنس سروپ جی گورو مہاراج کو دیا جاتا ہے، اس لئے وہ کل آریہ ورت کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں،

مسند نشینی کی دل نشینی آپ کی مسند نشینی کی رسومات ۵ رجب سنہ ۱۸۹۲ء کو بڑی شان کے ساتھ منائی گئیں، کل ریاست میں خیر و خیرات کی برکت سے مولود کے لئے شہرتِ نیک پیدا کی گئی،

الحق امرٌ اس طوفانِ بے تمیزی میں جبکہ جنسِ ایمانداری دو دو چار چار پیسہ میں فروخت ہو رہی ہے، ایمان کی بات کون سننے والا ہے، پس ہم بقول سری تلسی داس جی ایسے معاش ہو طیو پیٹ کے بھوکے لالچی ننگ قوم و ملک افراد کو سلام کرتے ہوئے نیک روحوں سے خطاب کرتے ہیں۔

قانونِ شہادت میں شہادتِ عینی سب قسم کی شہادتوں پر فوقیت رکھتی ہے، اور اُس کی تردید اُس وقت تک نہیں ہو سکتی، جب تک کہ وہ ایسی ہی وزنی نہ ہو، اب ہم عینی شاہد کی حیثیت سے مہاراج موصوف کی زندگی کے متعلق کچھ لکھتے ہیں، اور حاسدانِ رُو سیاہ کو چیلنج دیتے ہیں، کہ اگر اُن میں صداقت کا دم خم ہے، سامنے آئیں، مہاراجہ قدرت نے ایسے ذکی، جدّت پسند، اور سلیقہ شعار پیدا کئے ہیں، کہ جن کی نظیر نہیں۔ اُن کا ہر فعل اس دعوےٰ کی دلیل ہے، راولپنڈی ٹیم کی شکست کے بعد تصویریں جانے لگی، وزا شون ناظم رسوم اور درباریوں نے کرسیوں کی ترتیب میں اپنی لیاقت کے موافق کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا، مگر میں نے دیکھا کہ اُن کرسیوں میں ایک کرسی ذرا غیر وضع کی تھی، تصویر کھنچ جانے کیلئے سب تیار، دربار حاضر اور سب نگران، مگر سب کی آنکھ پر پردہ، مہاراجہ آئے اور اپنے ہاتھ سے وہ کرسی اُٹھا کر الگ کر دی، منڈی بہاؤالدین کی کمیٹی باتعلق نے انعام تجویز کئے، لسٹ مرتبہ کی رُو سے انعام دیئے جانے شروع ہوئے، مگر صاحبِ ضمیر نے نام بولتے ہی اس سلسلہ میں دو انعامات روک لئے،

میں کہتا ہوں کہ آج وہ کونسا پرنس ہے، کہ جو اس دلیری اور ضمیر کا مالک ہو،

مہاراج کے خصائل و فضائل زمانہ قدیم میں ہر ہستی کے عادات و اطوار، فضائل و خصائل اُس کی حرکات و سکنات سے مستنبط کئے جاتے تھے، جس میں ایمانداری کا پورا پورا عمل دخل ہوتا تھا، کسی تحریک و تحریص یا جذبہ وفاداری و جاں نثاری کی یہ مجال نہ تھی، کہ نابینا کو بینا، بدصورت کو خوبصورت، شریر کو شریف، بدچلن کو نیک چلن، ممسک کو مخیّر، جاہل کو عالم مشہور کر سکے، آہستہ آہستہ آفتابِ صداقت، طمع نفسانی، اور حسد و رشک کے تیرہ و تار بادلوں میں چھپایا جانا شروع کیا گیا، اور اُس مُردہ ِبادہ گوئی کا نام مدح سرائی یا قصیدہ خوانی رکھا گیا، جب مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سلطنت پامال ہو گئی، ہیبت و شوکت، جاہ و جلال خاک میں مل گئے، تو ایک وزیرِ لارڈ ڈلہوزی نے فقیر عزیزالدین معتمد خاص مہاراجہ موصوف سے پوچھا، کہ مہاراجہ کس آنکھ سے کانے تھے، فقیر مذکور حقیقت سے آشنا تھا، مگر جذبہ وفاداری غالب آیا، جواب دیا اُس کی سلطنت و ہیبت اس قدر تھی، کہ میں تو کیا لارڈ ولیم بنٹنگ بھی ہفتہ بھر کی ملاقاتوں میں یہ تمیز نہ کر سکے "یہ کھلا اگر فضل

ملاحظہ ہو صفحہ آئندہ

لہ دیکھو آبِ حیات ذکرِ ذوق،

نے اپنے دوسالۂ پنجاب میں جس طنزیہ الفاظ سے لکھا ہے' اور اُس کا یہ ریمارک واقعی صداقت پر مبنی ہے مگر کہ تعریف کی صدق بیانی اُس وقت بے نقاب ہو جاتی ہے' جب وہ اپنی قوم کے اعلیٰ سے اعلیٰ افراد پر کسی قسم کا کوئی مسلمہ الزام بھی آنے نہیں دیتا'

ہمارا ضمیر ایسی ایسی مدح سرائیوں اور جاں نثاریوں پر لعنت بھیجتا ہے' مہاراجہ الور تو کیا چیز ہیں' اگر نظام حیدرآباد اور ہز ہائینس امیر امان اللہ خان جن کی ہمارے دل میں بے حد تعظیم ہے' بھی ہمیں اپنی ناجائز تعریف لکھنے کے لئے کہیں' تب بھی ہمارا قلم ایسا ایک لفظ نہیں لکھ سکتا' اخباربین حضرات سے پوشیدہ نہیں' کہ مہاراجہ موصوف کے برخلاف ایک خاص قسم کے طبقہ نے ایک خاص پروپاگنڈا تین چار سال سے شروع کر رکھا ہے' اہلِ ملک کے طبائع بدی کی طرف ہیں نیکیوں سے نفرت ہے' اور ایسا ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے ؎

قبح کے دیکھنے والے تو بہت ہیں لیکن ۔ پر یہاں حسن شناسانِ سخن تھوڑے ہیں

اخلاقِ صحیح ایک شخص ایک شخص سے ملنے آتا ہے' دونوں کی آپس میں قلبی عداوت ہے' مگر دونوں عیار ہیں' یہ میٹھی چھریاں آنکھ ملتے ہی کمان کی طرح جھک کر سلام کرتی ہیں' بڑی گرمجوشی سے مصافحہ ہوتا ہے' تپاک سے بغلگیر ہوتی ہیں' مگر دلوں کا خدا حافظ ہے' دنیا یہ نظارہ دیکھ کر کہتی ہے سُبحان اللہ کیا اخلاق پایا ہے' اگر اسی کا نام اخلاق ہے' تو مہاراج الور بداخلاق ہے' وہ ہر شخص سے دلی تپاک سے ملتا ہے' صحیح اور شریف اخلاق سے پیش آتا ہے' اور حتی المقدور شاہی دریا دلی کا جلوہ دکھاتا ہے' غرض ہر بدنصیب اور تہی دست بھی اُس کے فیض عام سے محروم نہیں رہتا' اور لطف یہ ہے کہ یہ عنایت بلا کسی وجہ و معاوضہ کے ہے'

علم و عمل کے تاثرات ہم نے ہزار ہا صفحات ارباب بست و کشاد کی پُر معرکہ تقاریر بھی ہیں اور بلا مبالغہ وہ تصنیف کہی جا سکتی ہیں' مگر شاہی فن کے یہ بیچ بالعموم گراموفون کے ریکارڈ ہوتی ہیں' جن صاحبان نے جناب صاحب نواز اور مہاراجہ الور کی زبان سے چند الفاظ سُنے وہ اس بات کا صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں' کہ دل سے نکلی ہوئی بات کس طرح سے دلوں پر نقش ہوتی ہے یہ سعادت اُسے ہی حاصل ہو سکتی ہے' جسے خدا اسے بخشنے والے بخشی ہو' مہاراجہ ہر مرحلہ پر گوہر فشانی

کے لئے ایسا ہی تیار و آمادہ پایا جاتا ہے، کہ جیسا ابرِ باراں کنیا دانی کے لئے، ہر لفظ گوہربار، ہر فقرہ موتیوں کا ہار، ہر تقریر دلپذیر، نہ لکنت نہ رکاوٹ، روانی اور ہر لفظ پر جوانی، سراسر گل فشانی اگر علم کے ساتھ عمل نہ ہو، یہ نہ ہو،

جدت طرازی کی گل کاریاں

اسلام میں سینکڑوں تاجدار ایسے گذرے ہیں، جو علم و فضل، مال و دولت میں ایک دوسرے سے بڑھ کر اور برتر تھے، مگر عمارات کثیرہ اور نفیسہ کی بنا پر شاہجہان کی شہرت کا دامن تو دامنِ قیامت سے وابستہ رہے گا، اُس کے پاس آریہ ورت کی قرنوں کی جمع کی ہوئی دولت تھی، اربوں کی سالانہ آمدنی تھی، اگر دو چار ارب روپیہ عمارات پر خرچ کر دیا، تو کوئی بڑی بات نہ تھی، مگر حیرت ہے مہاراجہ الور کی اُولوالعزمی پر کہ ۸۰ لاکھ سی قلیل آمدنی ہوتے ہوئے، امورِ رفاہ عامہ پر ہر سال لاکھوں روپیہ خرچ کیا جاتا ہے، اگر آپ کے عہد کے اخراجاتِ تعمیراتِ مختلفہ کی میزان لگائی جائے، تو بلا شبہ لاکھوں روپیہ سے گذر کر کروڑوں کی میزان آئے،

جذبہ بہبودی رفاہ عامہ یا خدمتِ ملک و رعایا

ہندوستان میں اِس وقت بمبئی، کلکتہ، دہلی اور شملہ انگریزی عہد کے چار ایسے پرشان شہر ہیں، کہ جن کی درستی و آرائش پر کروڑوں روپے کے اسراف کے علاوہ دُنیا بھر کے بہترین دماغ مصروف کار ہیں، مگر کوئی ہمیں یہ بتلا سکتا ہے، کہ اِن شہروں کے ہندوستانی گلی کوچے وُہی شان رکھتے ہیں کہ جیسی مال روڈ، اِس سے نتیجہ نکلتا ہے، کہ بہبودی عوام اَور چیز ہے، اور آرائشِ شخصی اَور چیز، مگر آپ الور جائیے، اور محلاتِ شاہی کی سڑکوں سے لگا کر دیہاتوں کے جھونپڑوں تک کی سڑکیں دیکھئے، ایک تیاری، ایک حیثیت، ایک شکل، ایک نگہداشت نظر آئے گی، سڑکیں اُن چاروں شہروں اور اِس شہر کی ایک ہیں، مگر جذبات الگ الگ ہیں، اور یہی نقدی مساوات نقادنے دیکھنی ہے،

خدمتِ زبان

انگریزی عملداری سے قبل، ہماری ہندوستانی حکومتوں کی دفتری زبانیں یعنی پولیٹکل معاملات کے لئے فارسی اور سیاستی معاملات کے لئے ہندی یعنی بھاشا، انگریزی عہدِ حکومت نے شروع شروع میں کوئی دخل نہ دیا، مگر مدرسے اسکول اور کالج کھول کر اِن ہر دو

زبانوں کی بربادی کی بنیاد رکھدی، اِس عرصۂ ڈیڑھ صدی میں یہ دو اعلیٰ زبانیں ہندی اور اسلامی زبردست اگرچہ بعض فضول جنگجو وارثان کی موجودگی میں مرگئیں، مگر زبان انگریزی نے نہایت خاموشی کے ساتھ انگریزوں کی عملداری کی توسیع کے ساتھ ساتھ ملک بھر میں ہر محکمہ اور پرائیویٹ کاروبار پر اپنا تسلط جمالیا، بڑے بڑے پنڈت اور مولوی جو دیکھو تو مسٹر بن گئے اب اپنے بچوں، عورتوں، دوستوں اور بڑے بوڑھوں میں اپنی مادری زبان کی ناآشنائی کا بڑے فخر کے ساتھ تذکرہ کرتے ہیں۔

تفو بر تو اے چرخِ نیلو تفو

حضور نظام کو اپنی زبان پر رحم آیا، اُس کی حفاظت کے لئے روپیہ بے دریغ صرف فرمایا، کمبختوں نے تعصب کا الزام لگایا، کیونکہ اُس کی اشاعت کی تعجیل تعجیل اور کوتاہ بینی کی کمزور بنیاد پر رکھی گئی تھی، مگر مہاراجہ الور نے زبانِ الٰہی کی اس دانشمندی کے ساتھ خدمت کی کہ باوجود شائد، نہ مسلمان کو ناگوار نہ عیسائی کو ناپسندیدہ، دفتروں میں بڑے بڑے مولوی خانِ خاناں کی طرح زبانِ بھاشا بے تکلف بولتے اور لکھتے نظر آتے ہیں۔ ع آفریں باد بر ہمتِ مردانہ تو

خدمتِ علوم اگر کسی طرح سے کوئی مہذب سے مہذب قوم بلا اسلحہ تباہ و برباد کی جا سکتی ہے تو وہ عمل جہالت ہے، اُسے تعلیم و تربیت سے دور رکھو خود بخود نابود ہو جائے گی، ایماندار تاجداران نے اپنی اولادِ حقیقی کی فلاح و بہبود کے لئے یہ مقدس فرض اپنے پر حلال کیا، اور رعایا کے ہر طبقہ کو ضرورت کے موافق زیورِ علم سے آراستہ کیا، مگر آہستہ آہستہ اِس امانت میں خیانت ہونے لگی، اور اب یہ نوبت پہنچ گئی، کہ جس تعلیم و تربیت کی اُن کی رعایا کو ضرورت ہے، اُس کی حکومت کو ضرورت نہیں، اور جس کی حکومت کو ضرورت ہے، اُس کی رعایا کو ضرورت نہیں، اِن متضاد خیالات اور حالات نے راعی اور رعایا کے درمیان ایک خطرناک تصادم پیدا کر دیا، جس کا نتیجہ علیحدگی بر فرض پیدا ہوگا، اور اب ملک میں جو کچھ ہو رہا ہے، وہ اِسی غلط تعلیم کا نتیجہ ہے۔

ہندوستان کی ۷۰۰ ریاستوں میں ایسی ریاستیں گنتی کی ہیں، کہ جنھوں نے فری ایجوکیشن کی بدولت صدہا رعایا کو مالامال کیا، بلحاظ خدمت مالی و ملکی جو اُن پر فرض تھا، تاجدارِ الور

چونکہ خود عالم ہے اس لئے علم پر فریفتہ ہے کسی خرچ کی ایسے بادشاہ کو کیا پروا تھی۔ آپ نے کل قلمرو میں "فری ایجوکیشن" جاری فرما کر "سمبوجِ دوران" کا صحیح لقب پایا اور سال بچوں کی زبان کو "پربھو" "پربھو" کا ورد سکھایا۔

عِلمی فیاضی جنوری ۱۹۲۸ء میں سناتن دھرم پرتی ندھی سبھا پنجاب کا جلسہ الور میں منعقد ہوا جس کے پریذیڈنٹ مہاراجہ الور منتخب کئے گئے۔ ایسی شان و شوکت کا جلسہ پنجاب بھر میں آج تک نہ ہوا تھا۔ مہاراج نے چالیس ہزار روپیہ پنڈت دین دیال صاحب واکھیان واچسپتی کے چرنوں پر ارپن کیا۔ پنڈت صاحب موصوف نے اُسی وقت اعلان کیا کہ یہ عطیہ سناتن دھرم سبھا کے کام میں آئے گا۔ پانچ بیس ہزار روپیہ سناتن دھرم کالج لاہور میں سنسکرت کالج کے واسطے الور راندھ بلاک تیار ہو چکا ہے۔ اور بیس ہزار روپیہ پرتی ندھی سبھا آل انڈیا اور سناتن دھرم مہا سبھا کے کاموں میں خرچ کیا جا رہا ہے۔

مہا وشنو یگ یوں تو جوبلی کے منائے جانے کے لئے ہر طرح کی شاہی تیاریاں کی گئی ہیں۔ مگر ایک خاص خصوصیت ان تیاریوں میں یہ ہے کہ یہ تقریب ہندی شاستروں کے مقدس الکلام کی تعمیل کا پہلو رکھتی ہے۔ شہر سے باہر جانب جنوب ایک وسیع میدان میں مہا وشنو یگ کیلئے عالیشان متبرک منڈپ بنایا گیا ہے۔ گنوان پنڈت کاشی جی سے مدعو کئے گئے ہیں۔ اس پاک غرض منصبی کی ادائیگی کے لئے سوا لاکھ روپیہ نذر کیا گیا۔ ہمیں کوئی معترض بتلا سکتا ہے کہ ایسی مذہبی عقیدت سے کبھی کوئی تقریب یہاں منائی گئی ہے۔

مہاراج کی ہر دلعزیزی کا راز مہاراج نے سنسکرت کی مکمل تعلیم کے بعد انگریزی، فارسی اور اردو وغیرہ دیگر زبانوں کے اعلیٰ لٹریچر کا بچشم غور مطالعہ کیا ہے۔ آپ کی طبیعت پر ویدانت کا رنگ غالب تر ہے۔ اور سری شنکر اچارج جی مہاراج کا مت مانتے ہیں۔ اسی لئے تعصب یا طرفداری مہا پاپ تصور فرماتے ہیں۔ عام روا داری آپ کی طبیعت ثانی ہو گئی ہے۔ ہر مذہب کی برابر قدر فرما کر یکساں مہربانی فرماتے ہیں۔ دُنیائے اسلام میں صوفیانہ خیالات کا ایک دریائے بے پایاں رواں تھا۔ مگر اب وہ اس دولت سے دُور ہو رہے ہیں۔ جو جو صوفیانہ خیالات کے

عالم آپ سے ملتے ہیں، وہ آپ کے علمی متبحر کے قائل ہو جاتے ہیں، آپ گھنٹوں تک ویدانت فلسفہ کے نہایت عمیق و دقیق مشکل و مغلق مسائل پر بڑی روانی اور عمدگی سے بحث کرتے دیکھے گئے ہیں، دراصل ویدانت فلسفہ ہی ایک ایسی دولت ہے، کہ جو دنیا کے ہر مذہب و ملت کے اشخاص کو بڑی کا درجہ دے سکے، دراصل یہی قومی اور ملکی خدمت ہے، اور افسوس یہ ہے کہ آج کل کے تاجدار اسی سے محروم ہیں، ان کی نسبت کہنا پڑتا ہے ؎

تو سر کشیدہ بخواب غرور غافل از آں   کہ پیش پادر از است دیدہ باں رفقند سوئے تباہی

مالائے مروارید

کامیاب و مشاہیر زماں کے اقوال بے بہا ہوتے ہیں، کہانیوں میں یہ سب نے سنا ہوگا، کہ کسی زنگ نے کسی کو غبت دلا کر ایک نصیحت کا ایک لاکھ روپیہ مول کیا، اور وہ ہی لیا، لینے والا اُس وقت پچھتایا مگر جب تجربہ اٹھایا اُسے ارزاں پایا،

جو جو تاجداران الور اپنے اپنے عہد حکومت میں اپنی بے مثل فہم رسا کی بدولت فاتح دل و دماغ ہوئے، اُن کے اقوال "تاجداران و رعایائے الور کے لئے دنیوی منازل و مراحل کے طے کرنے میں چراغِ راہ ہیں،

ہم نے یہ جواہر ریزے بعد تحقیق و تجسس بگڑ ریزوں میں سے علیحدہ کئے، اب اُس گنجینہ جواہر معنی سے بقدر ضرورت منتخب کر کے ایک مالائے مروارید پروتے ہیں، اور مناسب تعظیم و تکریم کے ساتھ شاہ والا گہر کو پہناتے ہیں، اور چند زائد معدنِ علم و ہنر پر نثار کرتے ہیں، تا کہ اُس کی رعایا کبھی شاہانِ سلف کے فیض عام سے محروم نہ رہے، آگے اپنی اپنی قسمت ؎

بارش یہ موتیوں کی ہے رحمت کبار سے
قسمت سے ایک نہ پائے، یا دامن بھرے کوئی

دیکھو صفحہ ۲

خلا محو از سبق خوانان دار الملک عشق / بہ بیند در گلشن بر گلے امتحاں دارد

تبصرہ

الور کے ۲۵ سالہ عہدِ حکومت پر

(ایک آزاد خیال مؤرخ کے قلم سے)

اُن اشخاص کیلئے جو آجکل الور کی پُرفضا سیری، دلکش مناظر اور رُوح افزا سین میں اپنی زندگیوں کا لُطف لے رہے ہیں، الور کی ۲۵ سال قبل کی تصویر کا تصور بھی قطعی ناممکن ہے۔ مہاراجہ بکینٹھ باشی ایک اولوالعزم نبرد آزما شہزادہ تھے، آپ ہی نے امپیریل سروس ٹروپس کی رسم تاسیس ادا کی، یہی قہری طاقت ۱۹۲۴ء میں حضور جنت مکانی کے ولیعہد کی رہبری و سرکردگی میں سلطنت برطانیہ کے دشمنوں کے لئے ایک خوفناک ہتھیار ثابت ہوئی، اس اعلیٰ جانبازی و جذبۂ وفاداری کی وجہ سے ہندوستان کی ریاستوں میں الور نے ایک درجۂ خصوصی حاصل کیا، اسی امتیاز کی وجہ سے ریاست الور راجپوتانہ بھر کی ریاستوں میں درجۂ اول رکھتی ہے، کیونکہ اُس نے اپنی باموقع و بیدرنگ گرانقدر امدادِ مردان، سامان اور نقدی کی وجہ سے ہندوستان کی تمام بڑی ریاستوں میں ایک خاص درجۂ اہمیت اور اعلیٰ امتیاز حاصل کیا ہے، یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ جنگ چہار سالہ نے انسانی خیالات کو میدانِ پرواز کرنے میں مدد دی ہے، بعینہ یہی تناسب ہزہائینس سری سوائی مہاراج دیو کی ۲۵ سالہ عہدِ حکومت کا ہے، جب ہزہائینس نے عنانِ حکومت اپنے ہاتھوں میں لی، تو توہم پرستی زوروں پر تھی، معاملات و حالاتِ قدیم کسی جدید پُرمنفعت تبدیلی پر آمادہ نہ تھے، کوہستانِ اراولی کے دامن میں مرد، عورت، بھیڑ، بکری، گائے وغیرہ جاندار اپنی زندگی صبر و سکون سے بسر کر رہے تھے، اور حکمراں توسیع مقبوضات میں سال بسال ترقیات کر رہے تھے،

ریاست کی اجمالی کیفیت قبل از مسند نشینی

زمانۂ مذکور کی اجمالی حالت کا اندازہ جبکہ مہاراج بہادر ۱۹۰۳ء میں تخت نشین ہوئے، ریاست کی انتظامیہ رپورٹ مرتبہ ۱۹۰۳ء سے بخوبی ہو سکتا ہے

فہرست قوانین مجریہ درو وہ محض ایک صفحہ کاغذ فلسکیپ پر حجم میں سیاہی کے ایک داغ سے زیادہ نہ تھی، قواعد پنواری و قانون گویان، ریونیو کوڈ، ایکٹ نمبر ۲ سنہ ۱۹۰۵ء، ایکٹ اسٹامپ، میونسپل ایکٹ اور تعزیرات ہند ہی پر ریاست بھر کے قوانین کا خاتمہ تھا، صیغۂ پولیس کا بجٹ ایک لاکھ روپیہ کے قریب تھا، مقدمات دیوانی کی مالیت محض ایک لاکھ ۴۰ ہزار روپیہ تھی، اور دستاویز رجسٹری شدہ ۲۲ ہزار روپیہ کی تھیں، ریاست بھر میں محض ایک میونسپل کمیٹی تھی کہ جس کی آمدنی ۴۲ ہزار روپیہ کی تھی، ۲ لاکھ پچاس ہزار روپیہ کے سالیانہ مصارف امور عامہ کے تھے، اس محکمہ کی حالت ان اعداد سے بخوبی ظاہر ہو سکتی ہے، ریاست میں ۹ اسپتال تھے، جن پر ۲۰ ہزار روپیہ صرف کیا جاتا تھا، مریضوں کی روزانہ اوسط ۵۰۰ کے قریب تھی، درس و تدریس اور تعلیم و تربیت رعایا کے لئے ۹۲ ہزار روپیہ کی قلیل رقم منظور کی جاتی تھی، کل ۷۰ مدارس تھے، جس میں محض ۵۰۰۰ ہزار طلبہ کی تعلیم ہوتی تھی،

ریاست اور ۲۵ سال مابعد عہد مذکور یعنی ۱۹۰۲ء سے دور حاضرہ تک کوشش ہائے بے پایاں کے جو سال گذرے ہیں، اُن کا اندازہ رفتار ترقی اس سے ہو سکتا ہے، کہ ریاست کی آمدنی ۴۰ لاکھ روپیہ سے تجاوز کرکے ۵۵ لاکھ تک پہنچ گئی، اور اس کے ساتھ ہی اخراجات میں بھی اسی تناسب سے اضافہ ہوا،

ایک کروڑ ۴۰ لاکھ روپیہ کی گرانقدر رقم محض امورات رفاہ عامہ پر خرچ کی گئی، یعنی ۶۴ لاکھ روپیہ کے مصارف سے ذرائع آبپاشی مکمل کئے گئے، ۱۹ لاکھ روپیہ ذرائع نقل و حرکت آسانی و آسائش رعایا پر لگا دیا گیا، ۲۲ لاکھ روپیہ کی جدید عمارات تیار ہوئیں،

ریاست بھر میں اصلاح سے کوئی ایسا محکمہ نہیں بچا کہ جو اُس خوبی و برتری، ضبط و انتظام نظم و نسق کو ظاہر نہ کرتا ہو جس کہ ہندوستان بھر کے کسی حصہ میں کسی محکمہ کو ایسا فخر حاصل ہے، محکمہ جوڈیشل اپنی اصلاحات جدیدہ سے ملک کے لئے باعث خیر و برکت ہو گیا ہے، اور عدل و انصاف کا ترازو اس قدر متوازن ہے، کہ کوئی دادخواہ حقیقی انصاف سے محروم نہیں رہ سکتا، اور کے لیجسلیٹو آئین

نے تو یہاں تک بزرگی حاصل کی ہے، کہ دیگر ریاستوں نے بھی اُس کی تقلید کی جانی ضروری سمجھی، نابالغ افراد سگرٹ اور تمباکو نوشی کی عام وبا میں اپنی واپس نہ آنے والی جوانی اور زندگی برباد کر رہے تھے، مہاراج دیو بہادر نے ریگولیشن ۱۹۱۰ء نافذ فرما کر نونہالانِ ملک پر ایک بھاری احسان کیا، گوشت خواروں نے جنہیں بکریاں نابود کر دی تھیں، "الور اندر بہادر نے ان ہر دو شیر دار مویشیوں کا ذبح کیا جانا قانوناً ممنوع فرمایا، شادی و غمی کی رسومات، افلاس و بربادی ملک پر تلی ہوئی ہیں، "محافظِ تحقیق" نے بعد تحقیقات کامل اُن کی حدود مقرر فرما کر قانون کے سپرد کر دیں، ایکٹ پنچایت کا عالمگیر اجراء ملک میں امن و امان کی فضا اور خوش حالی کا دور دورہ پیدا کرنے والا ثابت ہوا،

ایسی ایسی مجلسی و اخلاقی اصلاحات کا بہ سرعت عمل میں آنا، اس امر کی روشن دلیل ہے، کہ مہاراجہ اپنی عزیز رعایا کے لئے حقیقی معنوں میں مہاراجہ ہے، کہ جو اُن کی آسائش و امن اور ترقی و بہبودی کا پورا پورا احساس رکھتا ہے، یہ درد اُسی دل میں پیدا ہو سکتا ہے کہ فطرتاً ہمدرد واقع ہوا ہو ورنہ ع

جو ہو بے درد تو وہ دردِ دلِ بیمار کیا جانے؟

سوشل خرابیوں، ابتریوں اور توہمات باطلہ کی زبردستیوں کو بڑی بڑی ہستیاں دبانے سے معذور ہیں، مگر آفرین ہے ظلِ سبحانی پر کہ حضور نے پارینہ توہمات اور قدیم اعتقادات کے شیدائیوں میں اپنے علم و عمل سے ایسا درجہ حاصل کیا کہ جو شاذ ہی کسی کو میسر ہو سکتا ہے، سری رگھو جی مہاراج اپنے ۳۲۱۲۹ میل مربع قطعۂ حکومت کو ہر طرح سے یورپ کے گرہ میں تبدیل کر دینا چاہتے، آج وہ کونسی ریاست ہے، جو تناسب آمدنی کے لحاظ سے ۱۴ لاکھ روپیہ سالانہ محکمۂ امور بیمار کو خزانہ عامرہ سے دے رہی ہو، اور اس رقم ہی پر کیا اکتفا ہے، کیونکہ ضرورت پر زائد بجٹ بھی خرچ کر دیا جاتا ہے، مقدمات دیوانی، محکمہ دیوانی کی اصلاح پا جانے پر بے تکلف عدالتوں میں آنا شروع ہو گئے، حتیٰ کہ اُن کی مالیت ۱۰ لاکھ روپیہ سے بھی متجاوز ہو گئی، پولیس کی ریفارم ایک خاص پیمانہ پر کی گئی، اور اب اس کے اخراجات ۲۵ سال گذشتہ سے قبل ڈیوڑھے ہو چکے، بندگانِ والا نے حکومت کی عنان ہاتھ میں لیتے ہی شرائط کن

دو سال سر ایک مشہور افسر پولیس افسر پنجاب ریاست کی پولیس کی اصلاح کے لئے طلب فرمائے، اور جب وہ انسپکٹر جنرل پولیس پنجاب کے عہدہ سے ریٹائر ہوا، اُس کو پھر پولیس کا چارج دیا گیا، اُس نے الور پولیس کی اعلیٰ ترین صورت کا کھلے دل سے اظہار کیا ہے،

آجکل ریاست میں ۱۳ میونسپل کمیٹیاں ہیں، جن کی آمدنی ۳ لاکھ روپیہ سے زائد ہے، رعایا کے لئے جو بڑی برکت ہے، وہ پنچایت بورڈ کی ہے، اُن کی تعداد ۵۰ تک پہنچ چکی، تعلیم، حفظانِ صحت اور میڈیکل شعبوں نے اُسی تیزی و سرگرمی کے ساتھ ترقیات حاصل کی ہیں، کہ جیسے ریاست کے دیگر محکمہ جات میں نظر آتی ہیں،

یہ صورتِ انتظام ایک ایسی عظیم الشان مشینری کے مشابہ ہے، کہ جس کا کنٹرول ایک اعلیٰ و ارفع صاحبِ دل و دماغ کے سپرد ہو، اور وہ اپنی مشینری ۸۰ لاکھ نفوس کی خدمات کے لئے ایک وسیع منطق کام کے لامتناہی شور و شغب کے درمیان چلا رہا ہو، اور اپنے فرض کی ادائیگی پر ایسا کمربستہ ہو کہ ہر غرض کی ہر فرع کا ہر وقت خیال رکھے،

پبلک ورکس | اس نام منظور ہے تو فیض کے اسباب بنا پُل بنا، چاہ بنا، مندر و تالاب بنا، ایک زراعتی ریاست کے لئے ذرائع آبرسانی کو وسعت دئے جانے سے بڑھ کر اصرافِ زر کا اور کوئی محفوظ طریقہ نہیں،

الور اندر نے گذشتہ ۲۵ سال میں آبپاشی پر ۷۰ لاکھ روپیہ پانی کی طرح بہا دیا، وہ زمیندار جو امساکِ بارش کے مصائب آنسوؤں کے دریا بہا رہے تھے، الور نریش کو "الور اندر" پکارنے لگے، سکر بالائی ہمارے مورخِ شاہی کے قلم سے جے سمند کا نظارہ دکھایا گیا ہے، الور اندر کی رحمتِ عام نے اپنی حکومت کے پانچ سال کے اندر اندر جے سمند سٹوریج ورکس سے عالیشان کام کا سنگِ بنیاد رکھا، یہ وہ رقبہ تھا کہ جو ۷۰ سال قبل ایسے ہی بند کے قریب تھا، وہ بند ۱۸۹۶ء میں بنایا گیا تھا، بند مذکورہ کے متصل رقبہ کی آبپاشی کے متعلق ۱۸۸۰ء سے تنازعہ چلا آتا تھا، جس کا ڈراپ سین ایک فیصلہ ۴۲ سال قبل کے فیصلہ کی بنا پر کامل ۱۰۵ سال کے بعد ہوا، اس واحد آبپاشی کے کام پر الور اندر نے

۷۰ لاکھ روپیہ خرچ کرکے اپنے آپ کو صحیح معنوں میں الور اندر ثابت کر دکھایا،

سڑکیں اِس وقت ریاست کے رقبہ پر ۲۰۰ میل ایسی پختہ سڑکیں دوڑی چلی جا رہی ہیں کہ شب تار میں ایک کرم شب تاب کی طرح چمکتا نظر آتا ہے، جن کا مختصر بیان مورخ شاہی نے عینی مشاہدات کی بنا پر پچھلی سطور میں کیا ہے، ۲۰۰ میل سڑکیں ایسی ہیں کہ جو ریاست کے ہر ایک حصہ کو باہم ملاتی ہیں، سچ تو یہ ہے کہ دنیا آسمان میں ہے مگر کس کی چھاتی ہے کہ جو اپنی رعایا کے لئے ایک چوتھائی صدی میں ۱۹ لاکھ روپیہ خرچ کردے، مادی حالات و کوائف کے مقابلہ میں زبان درازی ذلیل و رسوا کرتی ہے،

تعلیم جن اصحاب نے تاج المضامین کی ابتدائی سطور بغور ملاحظہ کی ہیں، اُنہیں یاد ہوگا کہ اِس مولود کی پیدائش پر سرستی نے بر دیا تھا، اب اِس کی تاویل سنئے، الور اندر سی فاضل ہستی نے ابتدا ہی سے محسوس کر لیا تھا کہ انسانی ترقی اعلیٰ تعلیم و تربیت کے بغیر ناممکن ہے، اسی لئے عالم باعمل نے اپنے گزشتہ ۲۵ سالہ دورِ حکمرانی میں انسانی تیاری کے کسی اور پہلو پر اس قدر توجہ نہیں دی جس قدر کہ تعلیم و تعلم پر، سری بھرتری ہری علم کی تعریف میں فرماتے ہیں :-

"علم انسان کا زیورِ حسن، پوشیدہ لازوال دولت، عیش و نشاط، ذریعہ شہرت و ناموری، اُستادوں کا اُستاد، غربت میں برادرِ عزیز، اور بڑا بھاری دیوتا ہے، دربارِ شاہی میں بھی علم ہی کی قدر ہے، نہ کہ دولت کی، اس لئے بے علم انسان حیوان کی مانند ہے"

ممدوحِ دوراں نے ایک شاہی فرمان کے ذریعہ کہ جو واقعی اعلیٰ ذہنیت و ارفع ذکاوت کا ایک درخشاں نشانِ تجلی تھا، ریاست بھر میں ہندی بھاشا کی زبردست ترویج بطور عدالتی زبان کے منظور فرمائی، قلمرو ریاست میں مفت تعلیم، تحریک تعلیمات مذہبی جرائم پیشہ اقوام کے لوگوں کے لئے لازمی تعلیم اِن سب سے بالاتر یہ کہ اُردو کے ہندی سکھانے کا اعلان فرمایا، ایسی ایسی تمام علمی بخششیں اور عنایتیں شاہِ رعایا پرور کی اُس گہری محبت پدرانہ اور کامل گرمجوشی کا پتہ دیتی ہیں کہ جو وہ اپنے سب سے بڑے وسائل کے ترقی دینے میں مرعی رکھتا چلا آیا ہے، اُس کی اعلیٰ ذہنیت، بلند خیالی، اولوالعزمی اور قلبی مہربانی کہ جس کی ایک مکمل انسان ہمیشہ حفاظت کرتا رہا ہے، ہر ساعت اپنے ۸ لاکھ جاں نثار

کہ جو قادرِ مطلق نے اُس کے تفویض کئے ہیں، مکمل انسان بنانے میں مصروفِ کار رہی ہے، اس عمیق حصولِ آرزو میں نہ تو پتھر کی کانوں کی تلاش کی گئی ہے، نہ پیتل، چاندی نہ سونے کی،

پرنس تیج سنگھ بحیثیت طالب علم میو کالج اجمیر جماعت کے اولین طلبہ میں ایک استاد کی سی حیثیت رکھتے تھے، آپ ڈرائنگ، آئل پینٹنگ، شہسواری، تکلم وگفتار، اور ورزش میں ہمیشہ انعام حاصل کرتے رہے، اس وقت سے دورِ حاضرہ تک آپ کے دلِ پاک میں طلباء و مدارس کے لئے ہمیشہ نمایاں جگہ رہی ہے، ریاست بھر میں تعلیم مفت ہے، تعلیم جنگی کے لئے نوبل اسکول (شرفاء کا اسکول) کا اجراء جدید نسلوں کی جنگی اسپرٹ کا محافظ ہے، اعلیٰ تعلیم کے وظائف مقرر کئے جا کر ہونہار طلبہ ولایت کی یونیورسٹیوں میں بھیجے جاتے ہیں،

لارڈ منٹو ۱۹۰۹ء میں الور تشریف لائے، علم دوست تاجدار نے دعوتی تقریر کے دوران میں اپنا معراجِ تعلیم، جو ریاست کے محکمہ تعلیم کا اولین اصول رہبر رہا ہے، فرمایا:-

"ہندوستانیوں کا مستقبل" سب سے زیادہ ہندوستانیوں ہی پر انحصار رکھتا ہے، ان کی آئندہ ترقی میں تعلیم کا ایک نمایاں حصہ ہوگا، اور اس ترقی کی رفتار کا اس امر پر انحصار ہے کہ عوام اسے کس طرح ہضم کرتے ہیں، اور مسائلِ زندگی کے حل کرنے میں اُس سے کیا کام لیتے ہیں، تعلیم طفلان اُن اصول پر ہونی چاہئے کہ جس سے زندگی پیدا ہو، اور انسان حقیقتاً انسان بن جائے، اور وہ دل و دماغ جو اُن کی مِلّت کے تعمیری پروگرام میں شریک ہوں، منصف مزاج، شریف اور ہمدرد ہونا چاہئیں، ہمیں خود شبہ ہے کہ آیا محض منطقی، فرضی، ڈگریاں حاصل کرنے کی تعلیم چال چلن کی وہ مضبوط بنیاد قائم کر سکتی ہے، کہ جو ایک قوم کی فلاح و بہبود کے لئے لازمی و ضروری ہے"؛

شاہ سخن نے جس اصلیت کا ان الفاظ کے ذریعہ اظہار کیا ہے، دراصل وہی ہندوستان کی نجات کا ذریعہ ہے، چنانچہ مدارسِ الور میں جسمانی تربیت کی تعلیم دینے کا اُسی پیمانہ پر انتظام کیا گیا ہے جیسا کہ مدرسہ کی دیگر تعلیم پر،

دورانِ تعلیم میں تعلیمی سرگرمیاں | ہمارے قدیم حکمران اپنی اپنی رعایا کی فلاح و بہبود کیلئے

اپنی قلمرو کا ہمیشہ دورہ کیا کرتے تھے، اب دورے دور کر دیئے ہیں، یہاں، لاہور، دہلی، کلکتہ، بمبئی، شملہ بلکہ ان سے بھی گذر کر ممالک مغربی کا دورہ کرتے ہیں، اس حرکت کے جو نتائج ہیں ظاہر ہیں، بیدار مغز شاہِ الور اپنے علاقۂ حکمرانی میں ہمیشہ دورہ کرتا ہے، وہ جہاں دیگر ضروریات پر غور کرتا ہے، وہاں متعلمان سے بخود اپیل کرتا ہے کہ:-

"طلبہ کے چال چلن کی اصلاح و درستی اور بلند خیالی اور وسیع النظری پیدا کرنے میں اپنے ذاتی ارتباط و حوصلہ افزائی سے تحریک پیدا کی جائے، یہ اُس پرانی تعلیم و تربیت کے اصول کا راز تھا کہ جنہیں زمانۂ قدیم کے دانشمند سمجھے ہوئے تھے اور کہ جنہوں نے ایک پاک اور اعلیٰ معراجِ تعلیم قائم کیا کہ جس کی رُو سے ایک چیلا ہو کر برہمچاری بن کر اپنے گورو کے آشرم میں تعلیم و تربیت پانا ضروری تھا، جہاں تمام علائقِ دُنیوی سے الگ تھلگ رہ کر نہ صرف دھرم شاستر، مذہب، فلسفہ، وغیرہ کی تعلیم حاصل کرتا تھا، بلکہ عملی خدمت کے مقدم اصول سیکھتا تھا، تاکہ وہ آئندہ زندگی میں ایک فرد قابل بن سکے، اور اگر اُس کے مقدر میں گورو کی اعلیٰ پدوی تک پہنچنا لکھا ہے، تو وہ اس کے وظائف سرانجام دے سکے"

شاہِ محرمِ راز نے اُردو کی بجائے ہندی کو عدالتی زبان قرار دیتے ہوئے اپنے معراجِ تعلیم کی ان شاندار الفاظ میں توضیح فرمائی ہے:-

"یہ ایک فطرتی تقاضا ہے، کہ انسان اُس زبان کی، جسے وہ بطور مطالعہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، چنداں پروا نہ کرے گا، بلکہ وہ زبان سب سے پہلے سیکھے گا کہ جو اُسے روٹی دے سکے۔ اس لئے اگر ہم انہیں کوئی ایسی زبان سکھا سکیں، جو مادی اور روحانی ہر دو ترقیات میں معاون ہو، بہتر ہے، مادری زبان سیکھنی نہایت سہل اور آسان ہے، اور جب اس کا مطالعہ ایک ضرورت بن جائے گا، تو پھر ایک دن ایسا آئے گا، بلکہ انسانی ذہن اُس سے بھی بالاتر پہنچنے کی کوشش کرے گا، اور پھر وہ اپنے کام کے شروع کرنے میں خود کو مکمل پائے گا"

تاریخ خاندانِ شاہی گزیٹر کی تیاری | شاہ علیم نفس کی ہی اسپرٹ اتہاس کار آلیہ کر

(۱۹۱۵ء) عالم وجود میں لائی جانے اغراض کیلئے کہ الور کے خاندانِ شاہی کی تاریخ شائع کیجائے اور ایک گزیٹیر تیار کیا جائے جن میں قلمروِ الور کے ان تمام ضروری متعلقات کا بیان ہو کہ جو بلحاظِ آثارِ قدیمہ، فائیلولوجی، عمارتی، جغرافیائی، روایاتی، دیگر دلچسپیاں لئے ہوئے ہو۔

جنگِ عظیم اکتوبر ۱۹۲۸ء میں جب لارڈ منٹو الور تشریف لائے، اُس وقت کرۂ ارض پر امن وامان سایہ فگن تھا، شاہی زبانِ الہام ترجمان نے فرمایا:-

"میری امپیریل سروس ٹروپس جس پر مجھے فخر ہے اور جس میں مجھے دلچسپی ہے ......"

یہ کوئی رسمی الفاظ کا بہاؤ نہ تھا، بلکہ یہ ایک خاندانی جنگ آزما کے دلی جوش کا اظہار تھا جسکا ثبوت ہمیں جنگ کے شروع ہوتے ہی مل جاتا ہے، جبکہ اس دلِ ارجمند نے فوجی تربیت میں اعلیٰ ضبط کمالیت کا جلوہ دکھایا، یہی وہ مہتم بالشان اولوالعزمی تھی کہ جس کی بنا پر الور نے بلالحاظ وسعتِ رقبہ آبادی، اعلیٰ ریاستہائے ہند میں قابلِ ناز وفخر پوزیشن اختیار کی، ریاستہائے راجپوتانہ کے ایجنٹ گورنر جنرل افسر نے الور کی عظیم الشان جنگی خدمات کا حسبِ ذیل الفاظ میں علانیہ طور پر اعتراف کیا:-

"میں دربار الور کی ایسی آہم جنگی خدمات کا اعتراف نہیں کر سکتا، بہ نسبت اس خدمت کے کہ جسکا اظہار ہزہائنیس کی ریاست کے رکروٹنگ کے شمار اعداد سے ہوتا ہے"

اس شیر دل جان باز مہاراجہ کی رعایا بڑے فخر اور شان کے ساتھ وہ وقت خوب یاد رکھتی ہے، جبکہ وہ ایک شان کے ساتھ مین موسلا دھار بارش میں اپنی فوج کے جرنیل کی حیثیت سے اُس اسپیشل ٹرین کا انتظار فرما رہے تھے، کہ جو اُن کے فاتح بہادر جوانوں کو ماورائے البحر کے رزمگاہوں سے واپس لا رہی تھی، اُس وقت وہ انھیں کس طرح اپنی سربراہی کی شان بڑھاتے اور خاندانِ شاہی کی جنگی سپرٹ اور روایات کے کرۂ ہوائی کو اپنا دوگرناتے ہوئے میدانِ پریڈ میں جا رہے تھے، اسی جنگی سپرٹ نے ڈیڑھ صدی قبل اس خاندانِ عالی کے بزرگان کو کوہستانِ اراولی کی گھاٹیوں میں آزادہ خود مختار بنانے میں مدد دی تھی،

اس جنگِ عظیم میں الور کی شمولیت نہ فقط حوصلہ افزا جملے اور فقراتِ شکریہ اور تعریفوں کی بلند آہنگی

یا باہمی پیغامات پر ختم نہ ہوتی تھی، بلکہ فی الحقیقت آدمیوں، نقدی اور سامان کی ایک جھڑی لگا دی گئی تھی،

امپیریل سروس ٹروپس کے اعداد کا شمار آسان ہے، مگر اس کا صحیح خیال میں لانا ناممکن ہے، واضح ہو کہ اس طرز امداد سے ریاست کی پانچ سالہ آمدنی جنگ پر قربان کر دی گئی، یعنی بالفاظ دیگر ایک کروڑ پچاس لاکھ روپیہ میں تیاری مکمل ہوئی، جنگی کارگزاری میں ریاست الور کے شہرہ کا اندازہ اس امتیاز خاص سے ہو سکتا ہے، کہ اس جنگ آزما شہزادہ کے فوجی افسران بدوران جنگ ریاستہائے جے پور اور اودے پور میں بطور مستعار لئے گئے، الور کی جانب سے دو ہزار تربیت یافتہ سپاہی اور چھ سو افسران بہم پہنچائے گئے، چندوں اور قرضوں میں ۱۳ لاکھ روپیہ سے مدد کی گئی، علاوہ ازیں تین سو گھوڑے اور خچروں اونٹ گاڑیوں سے معاونت کی گئی، اور ایک ہزار من چھال ببول بھی دی گئی، سٹیٹ ورکشاپ جو کہ ہندوستان میں اپنی قسم کا ایک نہایت ہی مکمل انسٹی ٹیوشن ہے، گورنمنٹ انڈیا کے مفید پر چھوڑ دیا گیا، الور کے ۲۲ افسران ایسے تھے کہ جن کی جنگی خدمات کا سرکاری مراسلات میں اعتراف کیا گیا، یا جنہیں مختلف طرح کے اعزاز بخشے گئے، یہ ذکر مختصراً اس طویل امداد و معاونت کا ہے جو ریاست کی طرف سے گورنمنٹ کو ایام مصیبت میں بیدریغ دی گئی

انتظامیہ اصلاحات "دنیا میں زندہ رہنے کے قابل وہی ہستی ہے کہ جو دوسروں کی زندگی کے اسباب پیدا کرے"، ؎ چشم اگر بینا بود ہرگز نگردد رہ غلط ٭ مرد عاقل از پئے یک نقش پائے رفتہ است

اس لحاظ سے زندہ دل مصلح مزاج تاجدار الور ہزار ستائش کا مستحق ہے، کہ جس نے خود استعمال اختیاراتِ شاہی سے اپنے ۲۵ سالہ عہد حکومت میں بلا دریغ جرأت و دلیری سے اصلاح کا شریفانہ و ہمدردانہ اپنا پروگرام مرتب کیا، اس مجسم فہم و فراست فرمانروا کی جدت طبعی اور دانشمندی کا جو ان کی طبیعت کا جزو لاینفک رہی ہے، اُن کی حکومت کے پہلے ہی سال میں رعایا کو اُس وقت پتہ لگ گیا تھا جبکہ انہوں نے اپنے نوجوان مالک کو اس ریاست کے وسیع رقبہ کے ہر گوشہ میں جا کر ہر تحصیل، ہر تھانہ، ہر مدرسہ، ہر بندہ، ہر ذریعہ آبپاشی اور ہر زراعتی کھیت کا مکمل دورہ کرتے ہوئے دیکھا ہو، تحقیق سے

ایک کونسل مشورت قائم کی جس میں سرکاری عنصر کے ساتھ غیر سرکاری عنصر بھی داخل کیا گیا، تاکہ اہم معاملات میں اُن سے مشورہ کیا جا سکے۔ انتظامیہ شیئری چار وزرا (فنانشل، جوڈیشل، ہوم اور آرمی) کے سپرد کی گئی، محکمہ جات زیر دست سررشتوں میں منضبط کئے جا کر وزرا کے ماتحت کر دیئے گئے اور دیگر صیغہ جات جو اُن سے کم درجہ کے تھے، سررشتوں کی ماتحتی میں دیئے گئے۔ افسران کے مشاہرہ اس خصوصیت کے ساتھ اس لئے اضافہ کیا گیا کہ قابل کارکن مل سکیں، ۲۵ سال کے عرصہ میں انتظام ریاست نمایاں صحت کمال حاصل کرتا رہا، وزیر اعظم سے لگا کر افسران سررشتہ تک کے اختیارات میں مستقل توسیع کی جاتی رہی،

سنہ ۱۹۰۰ء میں یعنی گدی نشینی کے دو سال بعد جب ایک سخت قحط نمودار ہوا، تو رحم دل رعایا پرور شاہ نے وزرا امدادی کام جاری فرما کر اپنے پاک فرائض حکومت کا ثبوت دیا، اور جان و مال سے انکی عملی ہمدردی فرمائی، چنانچہ مالیہ مشخصہ و مجوزہ کا نصف یا دو معاف فرمایا جا کر بقیہ رقم کی وصولی ملتوی فرما دی اور تقاوی کھلے دل سے تقسیم کیا گیا،

سنہ ۱۹۰۱ء میں سررشتہ جاگیر قائم کیا گیا جس نے حکمران اور اُن کے جاگیرداروں کے درمیان ہر قسم کے تمام تعلقات مربوط و منضبط کئے، شکوک شبہات بیہودہ رواجات صاف اور سینہ بہ قواعد سے پاک و صاف کئے گئے،

پولٹیکل اقتدار کے شواہد

ملک معظم جارج پنجم کی تشریف آوری ہند پر جہاں سینکڑوں قسم کے گونا گوں مشاہدے دیکھے گئے، وہاں ہم نے یہ بھی دیکھا کہ شاہ موصوف کی سواری جب لال قلعہ سے نکلی تو ازلی شاہی نسل کے تاجداران کے دائیں طرف پولٹیکل افسر کا اپنی فوجی وردی پہنے حکومت انگلشیہ کے عالمگیر اقتدار کا شاہد نظر پڑنا شہادت تھا، ریاستوں میں پولٹیکل افسران کا دائمی قیام راجی و رعایا کے لئے سوہان روح ہے، اور دونوں کے درمیان بد دلی و نفرت کا دیباچہ اور حکومت برطانیہ کی تخریب کے سامان کی فراہمی، الور میں بھی پولٹیکل ایجنٹ اصلی حکمران سے زیادہ وقعت رکھتا تھا، مگر بالنصیب بلند اختر شاہزادہ ممدوح النسبی کے پرتو اقبال کا یہ نتیجہ ہوا کہ حکومت عالیہ کے ارباب بست و کشاد اس

درخشاں کے پُرتنویر عہد حکومت کے آغاز سے ۵ سال کے اندر اندر مطمئن ہو گئے۔ بے اطمینانی و بداعتقادی کے بادلوں سے کُرہ الور پاک و صاف سمجھا گیا۔ برسوں کی پیدا شدہ بلا دُور ہوئی۔ الور اُسے مشرقی راجپوتانہ ایجنسی میں شامل کیا گیا۔ محکمہ طبی جو ۱۹۱۱ء تک ریذیڈنسی سرجن کی ماتحتی میں تھا، اس پابندی ناروا سے آزاد ہو گیا۔ اور ریاست نے انڈین میڈیکل سروس آفیسر کو چارج دلا دیا۔ سچ تو یہ ہے کہ اس خرد قابل پرست نے اپنے محکمہ جات کی تنظیم و اصلاح کے لئے بیرونجات کے قابل افسران سے امداد لینے میں کبھی بھی تامل نہیں کیا، نہ اُن کے کثیر رقم کے مشاہرے ان کے زبردست وسیع ارادوں میں خلل ڈال سکے۔

جے اندر بینک کے مستحقوں پر احسانات

" زمینداران کے فلاح و بہبود کا راز " زمینداران کو بے رحم سود خوار لوٹ سے محفوظ رکھنے میں ہے "

یہ اصول رئیس سرپرست رعایا الور بخوبی سمجھا، چنانچہ ریاست میں جے اندر بینک کے نام سے ایک ایسا بینک کھولا گیا کہ جو ملازمان، جاگیرداران، زمینداران ریاست کو کم شرح سود پر قرضہ دیتا ہے۔ یہ ہیں سامان بہر عزیزی، معرد لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش،

جے سمند کی رسم افتتاح اور منڈی مویشیان

جنت پسند شاہ نے مشہور بند جے سمند کی رسم افتتاح کے موقعہ پر ایک منڈی مویشیان کے لگائے جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس تقریب پر سوداگران اسپ مادہ گاؤ، گاؤمیش، بیل، اونٹ وغیرہ ہزاروں جانور بڑے بڑے دور دراز مقامات سے لائے، اور بڑے خوش خوش گئے۔ کیونکہ انہیں ہر طرح کی سہولتیں اور آسانیاں بہم پہنچائی گئی تھیں۔ اور شاہی مراعات کے دروازے کھول دیئے گئے تھے۔ ایسا عالیشان میلہ راجپوتانہ میں کبھی نہیں دیکھا گیا تھا۔

محکمہ پُن دان

ریاست کے مختلف مذہبی عطیہ جات کے ضبط و انتظام میں لانے کے لئے سررشتہ پُن قائم کیا گیا۔ اس قابلِ پرستش عمل سے الشور سربشکتیمان کو ان مقدس مندروں میں پھر واپس لایا گیا کہ جہاں سے پجاریوں کی دھریت اور لالچ کی وجہ سے رخصت ہو چکا تھا۔

اتھتی آشرم کا فیض عام ریاست بھر کے خوشنما خوش وضع بہترین مقامات میں سے ایک شاندار عمارت اتھتی آشرم کی ہے کہ جہاں مسافروں کے آرام و آسائش اور خورد و نوش کا معقول انتظام ہے ایسے ہی انتظامات نیک نام کا موجب ہوتے ہیں ؎

بنائے قصرِ جہاں را ثبات ممکن نیست — بجز اساسِ محبت کہ دیر بنیاد است

محکمہ جوڈیشل و ایگزیکٹو کی علیحدگی کا فخر الور کو ملا ایسی کوئی ریاست نہیں کہ جہاں صیغہ جوڈیشل دیانت داری کے ساتھ محکمہ انتظامیہ سے الگ کر دیا گیا ہو مگر یہ مبارک پیشقدمی الور کے حصہ میں آنا تھی کہ جہاں ہر ایک نظامت میں ایک خود مختار جوڈیشل افسر کارفرما ہے جو حکام مال سے قطعاً جدا ہے

ریاست کی دیگر قابل ذکر ترقیات کارکنان کی حوصلہ افزائی کے لئے عطیہ خطابات کا مزید افزاد سلسلہ جاری کیا گیا، ترقی صنعت میں ہمیشہ کوششیں جاری ہیں، سیری کلچر اور پیداوار گھاس پر بہر صورت زور دیا گیا مگر یہ تحریکات مقامی حالات کی بنا پر کامیاب نہ ہو سکیں، آئیل ملز، فلور ملز، روئی کے کاتنے اور بار برداری کے کارخانے ترقی پر ہیں، معدنیات کا کام ایک ماہر صاحب کی نگرانی میں ہو رہا ہے محکمہ جنگلات کی مکمل اصلاح گورنمنٹ آف انڈیا کے ایک ماہر علم کے ہاتھوں سے کرائی جا چکی ہے سنہ ۱۹۰۳ء میں اراولی کے ناہموار اراضیات کی آمدنی ۴۰ ہزار روپیہ سالیانہ سے بھی کم تھی، اب وہی اراضیات ۴ لاکھ روپیہ سالیانہ خزانہ عامرہ میں داخل کرتی ہیں، جیسا کہ سطور بالا میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ عظیم الشان کارہائے آبپاشی ایک مجوزہ پروگرام کے مطابق جو تمام ریاست کی پیمائش کے بعد مرتب کیا گیا تھا درجہ تکمیل پر پہنچ چکے ہیں، اب انتظام کیا جا رہا ہے تا ایں غرض ریاست بھر کی ہمہ جائی پیمائش کرائی جائے کہ کوہستان کی وادیوں میں کون کون سے پوشیدہ وسائل ترقی کے خواہاں ہیں، ریاست کے جیل انتظام کی اصلاح گورنمنٹ پنجاب کے ایک برگزیدہ افسر سے کرائی جا چکی ہے، الور کے جیل میں صنعتی کام اعلیٰ پیمانہ پر ہو رہا ہے، قالین، دریاں، ہر قسم کے پارچات، بید کی کرسیاں اور چقیں وغیرہ وغیرہ خاص صنعت سے تیار ہوتی ہیں، کئی لاکھ روپیہ کی رقم باغات اور سر درختی کی سرسبزی و شادابی میں صرف کی گئی ہے، الور کا حقیقی نام بلحاظ راجپوتانہ اول درجہ کی انسانی اور مالی طاقتوں کے اجتماع ہی

ہی سے مشہور ہوا ہے "الگزنڈرا اسپتال کے فدیہ ڈیڑھ لاکھ روپیہ کار خیر میں لگایا گیا" یہ شفاخانہ عالیشان شفا و مقام بقا اچھوتا نہ بھر کے سر لیا اسپتالوں میں شمار ہوتا ہے"

انسانی جامہ — ہمچو آئینہ سینہ دارم   نہاں مرا ہرچہ ہست در نظر است

"گو مہاراجہ کی ذات تبارک بحیثیت ایک مدبر و منتظم کے ایک عظیم الشان ہستی ہے مگر مہاراجہ بطور انسان کے عظیم ترین ہیں"

الور کے شاہی خاندان کا موٹو آتم न सत्य विद्धी (اپنی آتما کے سچے سروپ کو جاننے کی کوشش کرو) ہے موجودہ وارثِ ورثۂ خاندانِ شاہی نے اس اپنے قدیم موضوع زریں کی صداقت و حقیقت اپنی ذات میں جذب کر لی ہے جیسی کہ وہ فرائضِ ریاست کی انجام دہی میں کبھی پہلو تہی نہیں کرتے ویسے ہی وہ اپنے ارکان سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ اپنے فرائض منصبی ایک اعلیٰ پیمانہ پر انجام دینے کے لئے ہمیشہ ہوشیار اور سرگرم کار رہیں

یورپ میں غلغلۂ شجاعت — بالا وستان مدبر کشور آزبر دہش آمرش گونی اشنہ شاہی کا اس پیر گردہ شاہ شاہی ترقیات اپنی جلوس افزائی کے دو سال بعد یورپ تشریف لے گئے جہاں ملک معظم اور ملکۂ معظمہ حضرت کے ساتھ آپ کو شرف باریابی بخشا جہاں مارسلے وزیر ہند نے بھی ملاقات فرمائی اور آپ کا تعارف شاہِ ڈنمارک سے کرایا گیا

اس ہندی شاہزادہ بہادر اجپوت پرنس کو دنیا بھر کے چیدہ مدبران و منتظمان اور پالیٹیشنوں سے تبادلۂ خیالات کے بڑے مواقع ملے جنہوں نے یہ صداقت بخوبی تسلیم کی کہ ہندوستانی شہزادگان کے ہیروں اور موتیوں میں ہمیشہ ملبوس رہنے کا استعارہ قطعی طور پر غلط اور نا دانستگی کا خیال ہے یہاں انہوں نے مشہور ایلیڈ ہرشوٹ کے دریو میں دیکھا کہ ہندوستانی ہنر آزما شہزادہ ملک معظم اور پرنس آف ویلز کے پیچھے پیچھے کس مستعدی اور چوگی شان سے گھوڑے پر سوار ہو کر ریویو کی دلچسپی کا باعث ہو رہا ہے کہ جو ہندوستان بھر میں سب سے اعلیٰ پولو کا کھلاڑی تسلیم کیا جاتا ہے اہالیانِ ملکِ انگلستان نے جو ہر قسم کے کھیلوں پر عبور حاصل ہیں آپ کی مردانہ روش سے جو خیال اپنے دل میں جاگزیں کیا ہوگا اسے ہم بخوبی

سمجھ سکتے ہیں، اور ایسا کیوں نہ ہوتا ؎

خوش آں کہ با تو نشیند یکے نفس بنشاط — کہ ہر کہ با تو نشیند نشاط دارد براوست

توقیر اعزازات و افتخارات ؎ کہ ہر کہ کف گرفتہ ہر نفس مستانہ می آید بیاگر شوق نثار بلو خاصہ بکاں داد

اس طرز حکمرانی کی دھاک ایسی نہ تھی کہ جب سے انگلستان کا بکنگھم پیلس گونج اٹھتا، ملک معظم نے کے سی ایس آئی کا خطاب بخش کر آپ کے کارناموں پر اپنی مہر تصدیق ثبت کی، گورنمنٹ انڈیا نے اس جوہری شہزادہ کو بجلدوئے خدمات جنگ فوج برطانیہ میں لفٹننٹ کرنل کا آنریری مرتبہ دیا، ہندوستان میں ایسا کوئی والئی ریاست نہیں گذرا کہ جس نے الور میں آکر ہز ہائینس کی بے نظیر طرز جہانبانی اعلیٰ لیاقت نظم و نسق کی وجہ ریاست کے ہر محکمہ و شعبہ میں نمایاں ہے داد تحسین نہ دی ہو،

نور خرد کی ضیا پاشیاں بحر دل میں نور خرد ایک گوہر کے مانند ہے، جس مقام پر ضیا پاشی کرتا ہے، نور ہی نور نظر آتا ہے ؎

مردماد بحر دل نور خرد دراچوں گوہر است — ایں کہ با خود نیک دارد ہر کہ صاحب گوہر است

ضرورت نہیں کہ ایک مسلمہ قابلیت کے فرمان روا کے طرز جہانداری کے متعلق ارباب حل و عقد کے خیالات سے کچھ اندازہ لگایا جائے، مگر بعض اعلیٰ ہستیوں کی تقاریر کے بعض فقرات بجائے خود دلچسپ ہیں، اس لئے ایسی ایسی دلچسپیاں اس دلچسپ مجموعے علیحدہ نہیں رکھی جا سکتیں، ہندوستانی تاجداران میں سے نامور منڈل کی عمارت کی تعمیر کے لئے چار تاجدار منتخب کئے گئے تھے جن میں ایک الور نریش بھی تھے، اس کے علاوہ شہزادہ نے وار کانفرنس منعقدہ دہلی میں اپنے قیمتی مشورت کی وجہ سے خراج تحسین حاصل کیا تھا، چنانچہ چیمسفورڈ نے راجپوتانہ کے اس بلند ہمت شہزادہ کی فصاحت و بلاغت قوت متخیلہ و ذکاوت سے مسحور ہو کر فرمایا:۔

"ہز ہائینس نے تالابوں کے احداث اور ذرائع آبپاشی کی توسیع سے اپنے زمینداروں کی فلاح و بہبود میں اضافہ فرما کر قحط سالی کے خوفناک اثرات کم کر دئے"

اسی سال مسٹر مانٹیگو بانی نہاد "جدید لنڈیا" نے ولایت میں ہندوستانی فرمان روایان کا

جام صحت تجویز کرتے ہوئے خسرو علم و ادب کی نسبت اعلان کیا کہ:۔

"جس قابلیت، گرم جوشی، انتھک محنت و تدبر سے ہز ہائنس اعلیٰ حضرت نے اپنی حکمرانی کا ثبوت دیا ہے اس کی ہندوستان میں بیحد قدر و منزلت ہے"

پُر ہیبت و جلال وائسرائے لارڈ ریڈنگ کہ جس نے نظام حیدرآباد دکن سے تاجدار کو مرعوب ہی نہیں کیا، بلکہ تمام تاجداران ہند کی آنکھیں کھول دیں، نابھ کا تخت متزلزل کر دیا، اور تکوجی راؤ والی اندور کو از خود جلا وطنی پر مجبور کیا، مہاراجہ جے سنگھ بہادر کے عہد حکومت اور شان کا مجموعہ اس طرح ذکر کرتا ہے:۔

"میں ہز ہائنس کے بہت سے کمالات کا ذکر نہیں کروں گا، نہ اُن امتیازات و خصوصیات کا ذکر کروں گا کہ جو حضور ممدوح نے دنیائے انتظامی اور متفرق مشاغل میں حاصل کی ہیں، اور نہ اُس حیثیت کا بیان کروں گا جو آنحضور نے ذہنی قابلیت اور دماغی برتری و عظمت سے فائق صفات سے حاصل کی ہے، یہ بیان ایک حقیقی صداقت ہے، کہ جب ہز ہائنس اپنی توجہ امور عامہ کی طرف منعطف کرتے ہیں، تو وہ اس حقیقی فصاحت کا احساس خود فرماتے ہیں، جو الفاظ کے اندر گہرے خالص خیال حقیقی مقصد اور روح کو لئے ہوئے معراج کے سانچے میں ڈھلی ہو، اور میرے نے اس مقصد اور روح کی اندرونی پوشیدہ اعلیٰ طاقتوں کو محسوس کرتے ہوئے اس کا اظہار بیان قطعی ناممکن ہے"

اُسی سال شاہ عالیجاہ کی ۱۵ ضرب القاب کی سلامی میں ۲ ضرب القاب کا اضافہ فرمایا جا کر ۱۷ القاب کی سلامی منظور فرمائی گئی، اور اُس سے اگلے سال شاہ معزز ممدوح کو ہندوستان کی نمائندگی کے لئے امپیریل کونسل میں منتخب فرمائے جانے کی وجہ سے دنیا بھر کے مدبران و منتظمان کے ساتھ تبادلۂ خیالات کا موقع ملا، جہاں دُنیا کے تعمیری پروگرام پر اپنے روّیہ اور مقالات کی روشنی ڈال کر ہندوستان کے عزو وقار کو چار چاند لگانے کا نفرنس مذکور کے خاتمہ پر اس قابل تعظیم ہستی کو ملک معظم کی بارگاہ سے جی، سی، ایس، آئی، کے معزز خطاب سے ممتاز فرمایا گیا،

علاقہ غیر میں تسخیر عمل ہندو یونیورسٹی میں فیاض زماں مہاراج کا فیاضانہ عطیہ اور یونیورسٹی بلیٹ فارم سے گو کہ تذکرہ نعلین کی تقاریر نے اپنی بلند خیالی کا سکہ جمایا۔ جس سے تعلیمی دنیا کے دلوں پر نقش ہو گیا کہ آپ اپنی مملکت کی حدود سے باہر بھی جدید ہندوستان کی تعمیر میں ممد و معاون ہو گئے۔ تعلیم علم سنسکرت کے موضوع پر اس فاضل اجل مہاراجہ کی تقریر اب تک ہندو یونیورسٹی کے کرتی کوئیم کی سنگ بنیاد ہے۔

عالم کے علمی مشاغل جب نرائندر منڈل کی تاریخ لکھی جائے گی تو اس عمارت کی تجویز اور تعمیر کے متعلق الور کی جانکاہیوں کا انکشاف ہو گا کہ شتری مہا سبھا کی ترقی افزائش اس وسیع خیال مہاراجہ کے مقصد معراج اور روح کی اعلیٰ پرواز کا نتیجہ ہے جو اُن کے صرف خاص کی اعانت اور دماغی قابلیتوں کی امداد سے اپنی ٹانگوں کے بل کھڑی ہو گئی ہے ؎

عالم ہمہ صورت معنی آشنا فہمیدہ ایم ✤ کے بفہم کس درآید آنچہ ما فہمیدہ ام

ہندو مسلم اتحاد کیلئے عملی کوشش ؎ بہی است نسخہ عالم ز حرف مہر و وفا زمانہ جزو محبت ازین کتاب کشید۔ چندہ خوروں یا حرام خوروں نے ہندوستان کی دو شریف قوموں میں نفاق برپا کرا کر اپنا دو زخ بھرتا ہوا دیکھا۔ دلوں ہی میں گلے ملتے ہوئے بھائی ایک دوسرے کے گلے کا ہار بنا دیئے۔ اور افسوس یہ ہے کہ جو اس اتحاد کے محرک تھے وہی باقی فساد ثابت ہوئے۔ یہ تباہ کن تحریک فرقہ جہلا سے نکل کر امراء اور تاجداران کے درباروں میں بھی جا پہنچی۔ نادان نہیں جانتے ؎

؎ برہمن آشنا ہستند از روز ازل ✤ در حقیقت ہیچکس از ہیچ گر بیگانہ نیست

حالانکہ ان تاجداروں کا فرض تھا کہ اپنے اپنے دربار ایسی ایسی آلائشوں سے پاک صاف رکھتے کیونکہ ؎

عاشق آنست کہ زسر تا قدم نشناسد ✤ بندہ عشق دیر و حرم نشناسد

ؔ۱ جس کے معنی یونیورسٹی کی مختلف جماعتوں کے کورس کا انتخاب ہو سکتے ہیں۔

مگر امن و امان کے دیوتا مہاراجہ آلور نے یہ تباہ کن منافقات و تفرقات مٹانے کے لئے عملی طور پر اپنا بابرکت قدم بڑھایا، علیگڈھ یونیورسٹی کی جوبلی کی تقریب پر شاہ علم دوست مدعو فرمائے گئے، ضمیر مجسم نے بحیثیت رہنمائے سناتن دہرم وحدانیت اور مذہب کی تدریس کے لئے معقول مستقل چندہ عطا فرما کر اتحاد کی ایک بار قوت بے نظیر نظیر قائم کی، اس گتھی کے سلجھانے کیلئے ۱۹۲۷ء میں ہندوستان کے پولٹیکل لیڈر بمقام شملہ جمع ہوئے حکیم اجمل خان آنجہانی نے فروتنی طلبی امداد کا بینامہ بھیجا، بارگاہ خسروی میں عرض ہوتے ہی شاہ امن پسند نے کانفرنس منعقدہ شملہ میں شریک ہوکر مایوس روحوں میں عملی معراج کی ایک تازہ روح پھونکدی، اسی نے لارڈ ریڈنگ کا تدبر آپ کا ہمیشہ مداح رہا، اخلاص پسند شاہ نے ستمبر ۱۹۲۶ء میں لیجسلیٹو اسمبلی کے اجلاس میں اتحاد و موانست کی تحریری فرمائی، جو جولائی ۱۹۲۷ء میں نہرو رپورٹ کے باب ہندو مسلم تعلقات کی صورت میں شگوفہ لائی، ویدانت کی انتہائی تعلیم کے ایسے ہی نتائج ہوتے ہیں، ایک ہندو ویدانتی سمجھاتا ہے ؎

تفاوت نگر بیہدہ در دشمن و دوست بر ہمن ہر چہ بخاک آمدہ یکساں باشد

پرتو شفقت و موانست ریاست جیسی کہ چھوٹی سی ہے، وسائل جیسے کہ محدود ہیں، اور انتظام جیسا کہ ہر چہار طرف ترقی کے لئے ذمہ دار ٹھیرایا جا چکا ہے، جس کے کرامات رفاہِ عام شاہد ہیں، شاہ بیدار بخت کی روشن دماغی نے اپنا قیمتی وقت، نازک خیالی اور صرفِ خاص امور رعایا میں کھلے دل سے صرف کرکے اپنے ہی قلمرو کو روشن نہیں کیا، بلکہ دُنیا بھر کو منور و درخشاں کر دیا، جب لارڈ ریڈنگ نے اپنے دوران قیام الور میں رعایا کا اپنے مالک سے حسنِ عقیدت دیکھا تو اُس کے استعجاب اور حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی، یہ ولا و یہ حسنِ عقیدت و ارادت ہندوستانیوں کی فطرتی وجبلی اطاعت کا اظہار نہیں، بلکہ صافی الضمیر شاہ کی شفقت و الفت کا ایک پرتو ہے ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اعلیٰ دماغ کی فرض شناسی

برہمن در دوکان متاع سخن ہے بہا دارد
متاع رائگاں جنس سزائے گیرین دارم

انتظاماتِ ریاست کی باضابطہ سلاسل میں روزمرہ کے دفتری واقعات کا بیان قطعی ناممکن ہے تاہم بسبیلِ اعجاز اس قدر کہا جاسکتا ہے کہ اس تمام مشینری کی کامیابی کا انحصار ایک اعلیٰ دماغ کی صحیح رہبری پر ہے اور اُس کے پس پشت لاکھوں نفوس رعایا کی کشش کے لئے وہ جذبۂ محبت ہے جس سے متاثر ہو کر فرض شناس مہاراج عوام کی آگاہی و واقفیت کے لئے اپنے وزرا کو ہر سال اپنی کارگزاریوں کی رپورٹیں دربارِ عام میں سنانے کا ارشاد فرماتے ہیں۔

نسخۂ عملِ تسخیر

ہر نفس بوئے محبت آید از گفتار ما
میتواں فہمید از گفتار ما مقدار ما

ایک والدہ اپنے اکلوتے بیٹے کے لئے رحیم مجسم مہاراجہ سے ترحم شاہانہ کی درخواست کرتی ہے جس کی عورت اور بچہ فاقہ کشی اور مصیبت میں پھنس کر اس لئے بلبلا رہے ہیں کہ اُن کی بسر اوقات کا سلسلہ اُن کے ولی کی غیر حاضری سے منقطع ہو گیا اور وہ یہ یقین دلاتی ہے کہ اُس کا لڑکا پھر کبھی ایسی غلطی کا مرتکب نہ ہوگا۔ یہ ایک کاغذ کا پرزہ ہے جو فرمانروائے ریاست کی بارگاہ میں ہیچ قسم سینکڑوں و ہزار کاغذوں کے ساتھ پیش ہوتا ہے لیکن یہ رحیم و کریم دل بوسیدہ کاغذ کا ٹکڑا اٹھا کر انھیں پڑھتا ہے۔ اس درخواستِ ترحم پر جو حکم نافذ ہوتا ہے دل سنبھال کر سنئے کہ عملِ تسخیر نے کیسے منتر پھونکے ہیں۔

"حضور مابدولت اپنی ذات کو ایسی پوزیشن میں پا کر جہاں ہم ایسے ترحم کی مقدرت رکھتے ہیں، اُس حاکم حقیقی کی بارگاہِ عالی میں اپنا سر تشکر کے لئے جھکاتے ہیں اور قیدی کو بنظرِ ترحم خسروانہ آزاد فرماتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ وہ اپنی آئندہ زندگی میں اپنی شریف والدہ کی شکرگزاری کا پاک جذبہ رکھتے ہوئے پیارِ محبت کی زنجیروں میں جکڑا رہے گا کہ جو اُسے قید سے رہائی دلا رہی ہے"

اعترافِ ممتاز

منصف خود بودن از آشوب دیدار + مرد را مطلوب انصافت یا کرامت

جب لارڈ چیمسفورڈ نے اپنے ورودِ انور پر اس قابلِ تعریف ہستی کی اعلیٰ قابلیت معاملہ فہمی کی تعریف فرمائی تو اس آزاد خیال ریئس نے علانیہ طور پر اپنے اس عظیم پروگرام کی کامیابی میں اپنے ارکانِ سلطنت کی عقیدت و معاونت کا اعتراف فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:۔

"میرے بیشمار کاموں میں میری رعایا نے جس خلوص اور محبت کا دریادلی کے ساتھ حصہ لیا ہے وُہ میرے نہایت ہی قیمتی مقبوضات میں سے ہے، میں دُعا کرتا ہوں کہ مجھے یہ مقدرت حاصل ہو کہ میں یہ شادابی دوست کے ساتھ ایک زرخیز قطعہ میں قائم و برقرار رکھ سکوں تاکہ اُسمیں دورِ مستقبل کی تخم ریزی ہو کر ہری بھری فصلیں لہلاتی نظر آئیں"

شادابی الور کا راز

درطریق عشق بے کوشش بمطلب کس نہ ہرکہ ترک مدعا اُفتاد والقہ است

دس سال گذرے کہ ان جواہر پاروں کی زبان معدن لعل و گوہر گوہر افشانی ہوئی تھی جس شادابی و سیرابی کا الور اندر بہادر نے پتہ دیا تھا وُہ فی الواقعہ آج تک بدستور نمایاں ہے"

سلور جوبلی کا منایا جانا رعایا کی دلی خواہشات کا ایفا تھا

عاقبت از منزل مقصود میابد نشاں
ہرکہ در راہ محبت ہمچو نقش پا نشست

اس محبوب خلائق کی رعایا ہی نے یہ پیش قدمی کی کہ اُن کا مالک و آقا جس نے ایک عالم تسخیر کر رکھا ہے، اور الور کو آمدنی و رقبہ کے لحاظ سے چنداں اہمیت نہ رکھتے ہوئے، ایک خاص نمونہ کی ریاست بنایا ہے، اور جو اُس کے آوازۂ صیت و جذبۂ ہمدردی سے دوبالا ہوگئی ہے، اپنے ۲۵ سالہ عہد معدلت مہد کی جوبلی اُسی ناموری اور شہرت کے شایانِ شان منائے، کہ جس کی وُہ متقاضی ہے، لیکن اُن کے لطف فرما آقا کے دل پر رعایا کے ان دلی جذبات کا مطلق اثر نہ ہوا، کیونکہ ملک میں آثارِ قحط نمودار ہو چکے تھے، حالانکہ دامن کوہستان میں پیاسی جھیلیں و جھلکتی ہوئی جھیلیں اور گرد و نواح کے چاہات میں پانی کی دائمی افراط کا یقین دلا رہی تھیں، گو مقامی حالات خوشگوار موسم نے تبدیل کر دیئے تھے، مگر پھر بھی شاہ لطف و مہر نے جوبلی کی مقررہ تاریخوں سے ہفتہ قبل کسی انتظام کے انصرام کی اجازت نہ دی"

عالم خیال کی عظیم ترین ہستی

جہاں بودند گر بر خویش نازد جاں دارد + کہ شاہنشاہ ملک آرائے چوں شاہِ جہاں دارد

ہز ہائینس اُن اصحاب کی نظروں میں کہ جو اُنہیں فصیح البیانی کی سحر طرازی میں یکتائے زماں تسلیم کرتے ہیں، ایک عظیم شخصیت رکھتے ہیں، اس عظیم ہستی کی ہستی اپنے عہد حکومت کے ۲۵ سالہ کارنامہ



Latest Portrait of
Rao Bahadur Sirdar Singh,
M.B.E., B.C.S.,
Financial and Army Minister,
Alwar State, (Rajputana).

(The Block of this picture is specially made for the Proprietor, *Rais-i-Hind*, Delhi, who has special arrangements of making all kinds of Blocks).

کے لحاظ سے عظیم تر ہے، لیکن جاننے والے خوب جان چکے ہیں کہ عالم خیال میں الور اندر کی ہستی عظیم ترین ہے،

ہم نے نہایت دیانتداری کے ساتھ خسرو علم و عمل کی دہ سالہ عہد حکومت کا تبصرہ لکھنے کی کوشش کی ہے، کیونکہ ہمارا یہ ایک امتحان تھا ؎

غبار کرنے آوش عطر پیرائے دماغ من　　برائے امتحان زیں باد روش شد چراغ من

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اس نقادی میں ہم عہدہ برا نہیں ہوئے، کیونکہ اس عظیم ترین شخصیت کی خیالات کا جائزہ لینا کسی ایسی ہی عظیم ترین ہستی کا کام تھا، اس لئے یہ مجبوری قابل معذوری ہے ورنہ ؎

روئے پرواز نیست ورنہ مرا　　ہر سر موبجائے بال و پر است (نقادِ ثانی)

وُزَرا و اُمَرا دَولتِ عَالیہ

[illegible]

قَدیم وجدید

دُنیا میں کوئی ایسی حکومت نہیں، کہ جس کے ارکان بارسوخ نہ حکومت کی قائمی و بحالی، زوال و تباہی کی ذمہ داریاں شامل ہوں، جہاں جہاندار بیدار مغز اور ارکان کی عرض معروض سننے اور اُن کی سازشوں کے سمجھنے کی قابلیت رکھتا ہے، اور ہر ملازم اُسکی فہم و ذکا کے مطابق ذمہ داری قائم کرتا ہے، وہاں حکومت قائم رہتی ہے، حلقہ حکومت بڑھتا ہے، خزانہ آباد، رعیت شاد ہوتی ہے، اسکے برعکس جہاں بدقسمتی سے حکمران کو دن، ارکان کی عرض معروض کی غرض و غایت سمجھنے سے معذور، سازشوں سے بے خبر، ناجائز خدمات کے صلہ میں نالائقوں کو اہم فرائض کا ذمہ دار ٹھیراتا ہے، وہاں حضرت زوال بنفس نفیس قدم جماتے ہیں، اور جلد ہی تباہی کا پیغام سُناتے ہیں۔ پرمیشور ہمارے تاجداران کو اس مرض کا مریض نہ بنائے،

دور شہرت حاصل کی، افسران نے براہ راست سب انسپکٹر پولیس بھرتی کیا، ڈیڑھ سال بعد انسپکٹری کے لئے منتخب فرمائے گئے، ۱۹۰۸ء میں سخت قحط نمودار ہوا، آپ اپنی فرض شناسی، انتظامی قابلیت ایمانداری سے محکمہ مال نے اپنے لئے انتخاب کئے، اور بہت سے افسران مال آپ کی ماتحتی میں ٹریننگ کے لئے مامور کئے گئے، قحط زدہ علاقہ میں کام شروع ہوا، آپ نے اپنی ذاتی تدابیر اور عاقلانہ تجاویز سے محنت طلب کام ایسی عمدگی سے سرانجام دیا، کہ گورنمنٹ ممالک متحدہ نے خاص طور پر آپ کی بے نظیر خدمات کی بیحد قدر فرمائی، اور آپ محکمہ مال میں لے لئے گئے،

بانفیض پروفیسری آپ "پولیس ٹریننگ کالج مراد آباد" میں ایک جدید آسامی پروفیسری پر سرفراز فرمائے گئے، جہاں ہزارہا سب انسپکٹر، سینکڑوں انسپکٹر، ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس، اور ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس آپ کی عملی و علمی تجربے سے فیض یاب ہوئے، چنانچہ بہت سے ہونہار اضلاع ممالک متحدہ و اجمیر اور ریاستہائے راجپوتانہ میں پولیس کے فرائض بڑی فرض شناسی سے انجام دے رہے ہیں،

متھرا میں رنگروٹنگ ضلع متھرا آبادی کے تناسب سے صوبہ بھر میں چوتھے نمبر پر ہے، متعلقہ علاقہ کی افتاد اور افسران بالتعلق کی نافہمی کی وجہ سے ابھی تک یہ علاقہ رنگروٹان کے بھرتی کرنے میں قطعاً قاصر رہا تھا، آپ نے جاتے ہی کام شروع کیا، اور جس تدبر، حکمت عملی اور پُر شان امن و امان کی پالیسی سے رنگروٹوں کی بھرتی کی، وہ خاص آپ کا ہی حصہ ہے، کہاں تو وہ رنگروٹوں سے خالی تھا، مگر اُن کی کوشش بے پایاں سے آخرین ہوا پہنچا، جن اصحاب نے رنگروٹان کے بھرتی کرنے میں عملی تجربہ اُٹھایا ہے، وہ جانتے ہیں کہ یہ کیسا محنت طلب اور جیت روح فرسا کا مقابلہ ہے، ضلع متھرا کی بھرتی رنگروٹان ہر طرح کے جور و جبر امداد یا دقیق و اسراف بیجا سے بالکل پاک تھی، مگر تالیف قلوب کا منتر اپنا کام کر گیا، گورنر، وائسرائے نے بڑے شاندار الفاظ میں آپ کی ان اہم جاں نثارانہ خدمات کا کھلے دل سے اعتراف فرمایا، اور ملک معظم نے اس نازک موقعہ پر حسن خدمات کا صلہ بطور خطاب جدید ایم بی ای منظور فرما

علمی مصروفیات

چونکہ علم دوست کبھی اشاعتِ علوم سے دور نہیں رہ سکتا، اسلئے آپکی مصروفیات سرکاری فرائض انجام دیتی ہوئی علمی امور میں ہی سرگرم کار ہیں، چنانچہ آپکے بہت سے مصنفہ اور مرتبہ کورس اور سلسلہ تعلیم کی کتابیں ٹریننگ سکولوں میں رائج ہیں، خاندانی تقاضہ پر ہندی سے آپ کو خاص لگاؤ ہے،، جیون شرنگار، پاکیزہ خیالات کا ایک قابل قدر اور قابل مطالعہ مجموعہ ہے، اور اُردو نظم میں طریق نجات بیحد قابل قدر ہے۔ ایسی قابلیت اور علمی ذوق و شوق کی وجہ سے آپ پولیس میگزین کی ادارت کے اہم فرائض بڑی خوش اسلوبی اور اعلیٰ قابلیت سے انجام دیتے رہے،

حق بحقدار رسید

پولیس کی علمی و عملی واقفیت و تدریس کی شہرت آپ کی مزید شہرت کا موری کا باعث ہوئی۔ گورنمنٹ نے آپ سے رائے لیکر آپکو محکمہ مال میں ترقیات محکمہ جات مالی کے لئے انتخاب کیا۔ چنانچہ آپکو ڈپٹی کلکٹری کی اسامی پیش کی گئی اور شروع شروع میں ہی آپ خاص طور پر منصرامیں لگائے گئے،،

شوقِ امتحانات

بعض طبایع ہر طرح کی قابلیت پر امتحان سے گھبراتی ہیں۔ مگر آپ کی دلیری قابلیت امتحان کے نام سے مانوس ہے، چنانچہ آپ نے پولیس کا امتحان تھوڑے ہی دنوں کی محنت سے درجہ اول میں پاس کیا،، پھر فوجداری قانون میں وکالت ہائیکورٹ کا امتحان سر کیا اور پھر ڈپٹی کلکٹری کے انتخاب پر خزانہ، محاسبہ مال، دیوانی، آبکاری اور انتظام وغیرہ وغیرہ کے سخت امتحانات سینر اسٹینڈرڈ میں انڈین سول سروس کے ساتھ پاس کئے،

انتخاب ریاست الور

علاقہ انگریزی میں آپکی مدت ملازمت، وفاداری، جان نثاری، مستعدی، معاملہ فہمی اور دیانت داری سے شروع ہو کر تعریف و تحسین کے ساتھ مسلسل جاری رہی،،

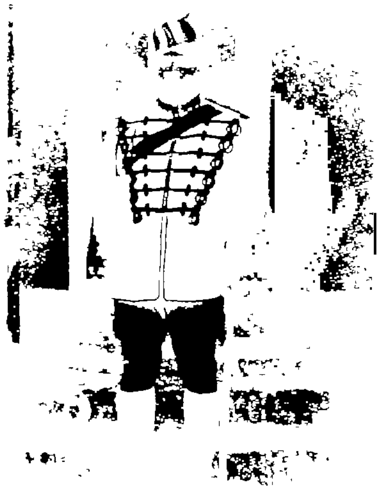
مہاراج الور بہادر چونکہ مردم شناسی میں کمال رکھتے ہیں۔ حضور ممدوح نے آپکی خدمات گورنمنٹ ممالک متحدہ سے حاصل کیں۔ اول آپکو آپکے وسیع تجربہ اور اعلیٰ قابلیت کی وجہ سے پولیس

کا چارج دیا گیا۔ آپنے تھوڑے ہی عرصہ میں پولیس کی کایا پلٹ دی، چونکہ آپکی قابلیت نے ملکی اور مالی امور کے ہر شعبہ میں نشو و نما پائی تھی اس لئے ہز ہائینس نے آپ کو ریاست کے اعلیٰ اعلیٰ ذمہ داری کے عہدے سپرد کر کے اپنی خداداد ذہانت کی تکمیل کیلئے ایک قابل رکن پایا۔ چنانچہ چیف جسٹس اور وزیر مالیات بنائے۔ جاکر آپ سے وہ وہ کام لئے گئے کہ جو مہاراجہ سا بیدار مغز ایک ایسی مکمل ہستی سے لے سکتا ہے" آپ کو آرمی منسٹر کے فرائض بھی سپرد کئے گئے۔ مہاراجہ ممدوح بہت کم مبالغہ سے کام لیتے ہیں" زبان حقیقت ترجمان ہے مہاراج نے آپکی متفرق جان بازیوں ایمانداریوں اور متفرق معروفیتوں کا کھلے طور پر اعتراف فرمایا، اور انعامات سے بارہا معزز فرمایا" جلسہ سالگرہ منعقدہ ۱۲- دسمبر گذشتہ میں جن شاہانہ الفاظ میں شاہ انور نے آپکی شاندار خدمات کا بھرے دربار میں تذکرہ فرمایا وہ ریاست کے کل ارکان کیلئے باعث رشک ہے۔

بے نظیر جان نثاری

نعاذ او مصلح شاہ کی بارگاہ میں وہی وزیر دلپذیر ہو سکتا ہے کہ جو اُسکی لامتناہی قوتِ ادراک کے گراں بوجھ کا ہر وقت بلکہ ہر ساعت متحمل ہو سکے اور تعمیل و تکمیل کے وقت نہیں اور اضافہ کر سکے، یہ صفت ولیش قوم میں خصوصیت سے پائی جاتی ہے کہ کام بطریقِ احسن انجام ہو اور فضول خرچی کا دخل نہ ہو۔

آپ کی قلمرو انور کی کارگذاریاں، شاہ کی جدت طرازیوں کا جواب ہیں اور اُن کا شمار آسان نہیں ایک تازہ واقعہ سُننے کے قابل ہے۔ قصبہ فیروز پور جھرکہ ضلع گوڑگاؤں میں عدم تعاون نے بغاوت کی صورت اختیار کرلی۔ شورش پسند اسلحہ آتشیں سے مسلح ہو گئے، اور بہت سے ملازمان مجبور معذور ہو گئے۔ مہاراج نے اس اہم ترین موقعہ پر آپکو خاص طور پر بھیجا آپ نے نہایت دلیری کے ساتھ موقعہ پر جاکر ایسی دانشمندی سے کام لیا کہ فتنۂ بیدار محو خواب ہو گیا، اور انگریزی افواج کے پہنچنے تک کامل امن و امان ہو گیا، محصورین آزاد کرا دیئے۔ یہ سب بے نظیر کارگذاری ہز ہائینس کے موزوں انتخاب کا نتیجہ تھی،



LATEST PORTRAIT OF
B. MANMOHAN LAL BAHADUR.
Inspector-General, Police, Alwar State.
(Rajputana).



MR. WILLIAM M. SMITH, ALASTOR.

(The Blocks of these pictures are specially made for the Proprietor, *Rais-i-Hind*, Delhi, who has special arrangements for making all kinds of Blocks).

راؤ بہادر کا خطاب عطا ہوتا ہے

گورنمنٹ عالیہ نے آپکو راؤ بہادر کے خطاب سے معزز کیا۔ گورنمنٹ کی لفظی خوشنودی کی اب کوئی قدر و قیمت نہیں رہی۔ اس لئے ہم ارباب بست و کشاد سے عرض کرتے ہیں کہ وہ آئندہ مادی خوشنودی کا اظہار کرے کہ جو بقائے سلطنت کے لئے بہا ضروری ہے،،

مورخ شاہی

بابو منوہن لال صاحب بہادر جنرل انسپکٹر جنرل پولیس ریاست الور

ناظرین کرام جنرل صاحب موصوف کی تصویر دیکھکر انکی شکل و شباہت عادات و اطوار متوری و ذہانت کا بخوبی اندازہ کرینگے اور دیگر اوصاف ہم آن قیافہ داں اصحاب پر چھوڑتے ہیں، کہ جو اسمیں ملکۂ صائب رکھتے ہیں،،

خاندان اور وطن

کالپی (ضلع جالون) میں قہرا خاندان اپنی جوانمردی طبع اور شرافت نسل کے اعتبار پر صدیوں سے مشہور ہے، آگرہ میں مائی تھان مشہور مردم خیز قصبہ ہے، علاؤالدین خلجی کے عہد میں انکی یہاں کی جاگیر عظیم علہ آوروں کی نذر ہوئی، وہانسے ترک مکانی پر مجبور ہوکر کالپی تشریف لے آئے۔

پیدائش اور تعلیم

ملکۂ وکٹوریہ نے جب ہندوستان کی حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو آپ اسی سال یعنی ۲۵ مئی ۱۸۵۸ء کو باعث اعزاز خاندان ہوئے، جہاں دیدہ والد بزرگوار نے مذہبی تعلیم کے بعد زبان انگریزی کی طرف توجہ دلائی، آپکے ذہن رسا نے تمام امتحانات درجہ اوّل میں پاس کئے کیننگ کالج لکھنؤ سے ایف۔ اے کی ڈگری لینے کے بعد شروع شروع میں ککلکڑی میں کام کیا۔ پھر پولیس میں منتخب کئے گئے، کہنا چاہیئے کہ صحیح مقام پر صحیح آدمی پہنچا یا گیا۔ آپنے اپنی سروس نہایت ایمانداری جاں نثاری اور فرض شناسی سے بکمال عمدگی جاری رکھی۔

مزید علمی ترقیاں

آپ نے اس دوران میں پولیس کی ٹرننگ وکالت اور سنسکرت کے امتحانات بڑی شان کے ساتھ پاس کئے، ۱۹۱۱ء میں انسپکٹر پولیس

نباہے گئے۔ اور اسی تاریخ سے نہایت نازک خدمات آپ کے سپرد فرمائی گئیں
چنانچہ متواتر ۵ سال سی۔ آئی۔ ڈی الہ آباد میں ایسی خدمات انجام دیں کہ لارڈ
ہارڈنگ لارڈ چیمسفورڈ کے دوروں کے انچارج بنائے گئے۔ مقدمات سازش
بنارس، مشہور مقدمہ قتل امین آباد لکھنؤ مقدمات ڈکیتی بجنور، اٹاوہ، مین پوری
کھیر پور، سلطان پور، جہانسی میں خاص خدمات انجام دیں اور ہر موقعہ پر انعامات
سے ممتاز فرمائے گئے"

نظرِ انتخاب اور اندر

اصلاح پولیس کے لئے حضور کی نظر انتخاب آپ پر پڑی، چنانچہ
گورنمنٹ ممالک متحدہ سے آپکی خدمات بطور مستعار لی گئیں، آپ نے
صیغہ پولیس میں جان ڈالدی، اور دنوں ہی میں گورنمنٹ سٹینڈرڈ کے موافق پولیس
کے جوان تیار کرلئے" جوبلی کی پہلی تاریخوں میں ہجوم کی کثرت دوسری تاریخ کی جوبلی
سے کم نہ تھی۔ مگر آپ کی مستعدی نے ٹریفک کا بے نظیر انتظام کیا واردات
سرقہ کا نام ونشان نہیں، ہم اس انتخاب پر مہاراجہ کو مبارکباد دیتے ہیں"

ماہر سامدریک

آریہ ورت کے متفرق علوم، جوتش، علم کاتہ سر، سروُدا، قیافہ
اور سامدریک وغیرہ عالموں کے ڈھونے سے دور از قیاس
بتلائے جاتے ہیں، اور جو، یہ احکام بتلاتے ہیں، انہیں گداگر سمجھا جاتا ہے، اور ضرور
سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ انہوں نے پیسہ کمانے کے لئے یہ ایک پیشہ بنا لیا ہے۔ ایسے
ملک میں ہر جگہ بے قدری کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں"، مگر جب کوئی مغربی ہستی
ادھر متوجہ ہوتی ہے"، دانستگی و نادانستگی سے اُن علوم کے احکام پر ایمان لاتی ہے"
اور احکام سناتی ہے، تو کل دُنیا ادھر متوجہ ہو جاتی ہے، حالانکہ جو واقفیت اور علمیت
آریہ ورت کے لوگوں کو ہے"، وہ اب بھی دوسرے کو نہیں، فرق اس قدر ہے، کہ
وہ اشخاص بات بنانا جانتے ہیں، اور ہم بنی بات بگاڑ رہا"، ہندوستان میں مسٹر ولیم تھو ایلا شہر علم

نظارۂ ہفتمین

مَناظرِ فطرت

راجپوتانہ کا چپہ چپہ فطرت کی بخششوں سے مالامال ہے، دنیا کی وہ کونسی نعمت ہے، کہ جو سرزمینِ راجپوتانہ میں پائی نہیں جاتی، خشک ٹیلے، چٹیل میدانوں اور پہاڑوں میں خوبصورتی کا جوبن اُبلا پڑتا ہے، وحشت کا نام و نشان نہیں، فرحت اور دلچسپی کی نظر فریبیاں ہر شرمردہ اور بے چین روح کو مطمئن کرنے کے لئے بہ ہمہ سامان آمادہ شکار رہیں، دنیا کی طاقت، دنیا کی حشمت، دنیا کی دولت اور دنیا کے قانون، راجپوتانہ کی سرزمین پر قربان کر دئے گئے، جبکہ ہیں راجپوتانہ راجپوتانہ بنا، راجپوتانہ میں بالعموم پانی کی کمی ہے، کروڑوں روپیہ کے اسراف سے مُلک کا دل (انجنیئروں) نے خاص خاص مقامات پر بند باندھے، خلق خدا کو فیض پہنچایا، صحت افزا، روح پرور منظر بنایا،

سیلی سیڑھ کا منظر الور سے جانب مغرب ۱۰ میل کے فاصلہ پر دو متوازی سلسلۂ کوہ تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر بچھڑے بھائیوں کی طرح دست بوسی کے لئے تیار تھے۔ مہاراجہ بنے سنگھ کی رگِ ہمدردی متحرک ہوئی ۴۰ فٹ بلند ایک بند باندھ کر دونوں بھائیوں کا ملاپ کرا دیا۔ جس میں تقریباً ۲۰ میل کے پہاڑوں کا برساتی پانی جمع ہو جاتا ہے۔ اس سے دو پختہ نہریں شہر تک لائی گئی ہیں۔ جو سال کے بارہ مہینوں میں حسب ضرورت آبپاشی کرتی ہیں۔ بندھ مذکور کے بائیں طرف ایک جل چبوترہ خاص منظر پیدا کر رہا ہے۔ اوپر شاہی محلات ہیں نیچے چند تالاب ہیں جو گویا کوہ شیر ہی نیستان کا مسکن ہے۔ اپنے شکار کے بعد ان تالابوں پر پانی پینے آتے ہیں۔ اور بڑی آسانی سے شکار کئے جاتے ہیں۔ جھیل میں مرغابی۔ جلکاؤ، جنگلی بطخ اور تیندوے بہاریں کرتے ہیں۔ یہ بھوکی بے بلائے ہیں

بے سمندر کا سین ہا الور سے ۴ میل جانب غرب بندھ مذکور کے جانب جنوب تاجدار حال نے سیلی سیڑھ کے قیمتی برساتی پانی روکنے کے لئے اپنی زندگی میں ایک بڑا کارنمایاں کیا یعنی آپ کی اولوالعزم طبیعت نے دو پہاڑوں کا جو ایک میل کے فاصلہ پر کھڑے کھڑے صدمۂ فراق سے مرے جا رہے تھے اور وصل کے لئے روز ازل سے بیقرار و بیتاب تھے. ایک بندھ سے باندھ کر اور ملاقات کرا کر ثواب وصل حاصل کیا اور ۴۲ فٹ چوڑی پٹری بنا کر اور ۱۲ جو بصورت پریوں کی طرح پتھر کی تربر جالیاں کھڑی کر کے ایسا نظر فریب دل خوش کن منظر پیدا کیا ہے کہ جس کا لطف دیکھنے ہی پر منحصر ہے. اس بندھ کی یہ خوبی ہے کہ موسم برسات میں وسیع میدان ہونے کی وجہ سے میلوں تک پانی پھیل جاتا ہے جس سے ہزار ہا بیگھہ رقبہ سیراب ہوتا ہے. اس بندھ کے نیچے مچھلی کے شکار کے لئے سائنٹفک طریق پر تالاب بنائے گئے ہیں.

شکار و شکارگاہیں

شکار راجپوت اپنے ہاتھ کا مارا ہوا کھاتے تھے، اور اپنوں اور غیروں کو کھلاتے تھے، شمشیر زنی اُن کا جوہر تھا اسلئے ہر راجپوت کتم عدم سے وجود میں آتے ہی تیغ زنی کی مشق میں مصروف ہو جاتا تھا، الور آلات شکار کا ابتدا سے گھر تھا، تاجداروں نے جانوران شکار کی پیدائش و افزائش میں عملی و علمی طور پر خاص قوانین جاری کئے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر قسم کا شکاری جانور بکثرت موجود ہے۔ اور اب ممانعت شکار کی وجہ سے بڑی آبادی بڑھ گئی ہے۔

(بقیہ صفحہ ۱۸) تک اپنے منبع کو گم کر بیٹھے ہیں۔ کہ ان کی شناخت بالکل ناممکن ہے۔ لیکن ہندوستان کی جانب دیکھو وہ اتنا ہی نوجوان ہے، جتنا بوڑھا ہے، ہمارا فرض ہے کہ ہم سنسکرت لٹریچر میں علم و ادب کا شاندار اضافہ کریں۔ اور اس میں نئے سر سے جان ڈالیں، اس زبان میں ایک بڑی دولت چھپی ہوئی ہے۔ جس کو حاصل کر کے ہم بہت بڑے دولتمند بن سکتے ہیں۔

(ماخوذ از رئیس ہند نومبر ۱۹۲۵ء)

نظارۂ مشتمین

کوہستان، باغات و مقامات سیر

کوہستان

حلقۂ حکومتِ ریاستِ الور کچھ زیادہ طویل نہیں، لیکن قسّامِ ازل نے اپنی تقسیم ارضی سے ہر قطعہ ہر طرح کے عطیات سے مالامال کر دیا، الور کے جنگل اپنی پیداوار کے لئے جواب نہیں رکھتے، کاکواڑی کا جنگل بانس، کشمیر کے زعفران زار پر بھاری ہے جس کی ایک چھڑی سو روپیہ خرچ کرنے پر بھی نہ ملے

پُرجن بہار ریگستانِ راجپوتانہ سردی اور ٹھنڈک کے نام پر فریفتہ ہے جیٹھ اساڑھ کا سورج جب نصف النہار پر پہونچتا ہے جبکہ گرما اور تمازت آفتاب کے اثر سے کُرۂ زمین نمونۂ نار بن جاتا ہے بادِ سموم سے انسان ہی پناہ نہیں مانگتے بلکہ چرند و پرند بھی جب کوئی پناہ کی جگہ نہیں پاتے تڑپ تڑپ کر جنگلوں اور ویرانوں میں جان دیدیتے ہیں۔

راجپوتانہ کی جس سرزمین میں کوئی سوت و سوت کا آبشار ہے اُس پر لاکھوں روپیہ خرچ کئے جاکر اُسے ایسا پُر فضا اور مقدس بنا دیا گیا ہے کہ خلق خدا بلا تفریق مذہب جوق در جوق ہر فصل و موسم میں جمع ہوکر سرور آب رواں حاصل کرتی ہے مہاراجہ بنے سنگھ بہادر نے شہر کے متصل بڑے پیمانہ پر ایک باغ سرسبز کرایا جسے اب پُرجن بہار کہتے ہیں۔ بیسیوں برس گذر جانے پر بھی اس کی فضا اس کی سرسبزی اس کی سرد رختی اس کی نمائش بہار بیخزاں کی طرح ترقی پر ہے۔

راجپوتانے کا شملہ اس کے قلب میں شملہ کے نام سے ایک باغ مُسقف اس تجویز اور

نفاست سے تیار کیا گیا ہے۔ کہ وہ واقعی چیدہ آسا زمین شملہ ہے ٹھنڈی ہوا پھولوں کی مہک اور پھوہار کا لطف شاہانِ خوش مزاج کی بہبودیٔ خلائق گلدستہ کہلاتی ہے دیگر باغات مثلِ پہاڑ نیز جلد میں باہر کا باغ ۔ بڑی رونق پر ہیں اور اعلیٰ فر پیدا کرنے کے لئے مشہور ہیں

تاہر بارہ سرزمینِ الور شیروں کا مسکن ہے معمولی زمیندار سے لگا کر اعلیٰ سا ہوکار تک تنومند گبھرو جوان نظر آتا ہے جنگل کے بادشاہوں سے جنگل بھرپور ہے اور ایسے قہری کہ آنکھ ملاتے ہی دل نکال لیتے ہیں ۔ شیر دلانِ الور بھیڑ بکری کی طرح جنگل سے پکڑ لاتے ہیں پنجروں میں محبوس کر کے دنیا کے لئے سامانِ تماشا پیدا کرتے ہیں ۔ تحفہ تحائف میں بھیجے ہیں یہاں کا طریقِ محبوسی ہر جگہ باعث رحم و ہمدردی ہے مگر تاجدار حال نے اپنی شادی مبارک بادی کے یوم یادگار (اپریل ۱۹۱۳ء) میں اس بادشاہِ جنگل کا مکان اسیری ان کی شان کے موافق بنوایا نعل کی شکل میں ایک گہری اور لمبی چوڑی خندق پانی سے بھری رہتی ہے، اُس کے آگے ایک معقول صحن ہے اُس سے پرے مُسقّف آرام دہ مصفّا کوٹھریاں ہیں ۔ بس شیر جہاں چاہتا ہے آرام کرتا ہے۔

بازار جب سے الور آباد کیا گیا ہے اُسے سلیقہ شعاری تاجدار ملتے رہے چنانچہ شہر الور کے تمام بازار اس سلیقہ شعاری کا پتہ دیتے ہیں ترپولیا بازاروں کی ناف ہے کہ جس میں چار[1] بازار آکر ملتے ہیں یہ چاروں بازار خوش وضع اور بارونق ہیں ۔ پتھر کا فرش ہے اور سامان سے دکانیں بھری پڑی ہیں۔

---

[1] حضوری دروازہ ۔ مالاکھیڑہ دروازہ ۔ منشی بازار ۔ لال دروازہ کے نام سے یہ چار بازار مشہور ہیں۔

نظارۂ نہمین

مشاغلِ علمی و تقریظات

سوائی مہاراج کشورِ الور کے شاہ ہی نہیں، بلکہ اقلیمِ سخن کے بھی بادشاہ ہیں آپ کی سحر طرازی، تسخیر بیانی نے مغربی مدبران کے وہ وہ علمی وادبی قلعہ فتح کیے کہ جو بڑی بڑی قلعہ شکن توپیں بھی فتح نہ کر سکیں تھیں، اس فاتحِ قلوب کی تیغِ زبان کا جوہر جوہری ہی جانتے ہیں، فصاحت و بلاغت کے حملے توپ و تفنگ سے بھی زیادہ مار کرتے ہیں، فصحائے دہر آپ کی فصاحت پر سر دھنتے ہیں، مجروح دل کا تقاضا ہے، کہ اس ملک الکلام کے دفترِ فصاحت کے چند نشتر اپنے عجائب خانہ مشاغلِ علمی میں سجائے جائیں،

دیکھنا دیکھنا کہیں دل قابو کیے بغیر انھیں چھو لو، ایڈیٹر

لاہور پر مہاراجہ بہادر الور کا تاریخی حملہ

فصاحت و بلاغت، سحر طرازی و جادو بیانی کے نیگزین سے

ہز ہائینس سری مہاراج دیو بہادر گو ریاست الور کے تاجدار ہیں، مگر اپنی خداداد قابلیت کی وجہ سے ملکِ سخن کے بادشاہ ہیں حضور ممدوح کی سحر بیانی ناقابلِ تسخیر دلوں پر جادو کا اثر رکھتی ہے، یہ راجپوتی زبان راجپوتوں کی تلوار سے بڑھ کر وار کرتی ہے، عالم وجد میں آجائے، عالم پر چھا جائے پر شور یہ دولت ہر ایک تاجدار کو نصیب کرے،

حضور ممدوح نے ۹ نومبر کو سناتن دھرم کالج لاہور کے ہوسٹل کا افتتاح کرتے ہوئے انگریزی میں ایک نہایت فصیح و بلیغ تقریر فرمائی۔ جس نے سامعین کو محوِ حیرت بنائے رکھا۔ اس دلکش تقریر کا ضروری حصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:-

"میں آپ کے سامنے تقریر کرنے کے لئے کھڑا ہوا ہوں، میرے رگ و ریشہ میں گرم گرم خون حرکت کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے، میرے دل میں بیشمار جذبات کے اظہار کے لئے الفاظ ناکافی ہیں، علاوہ بریں مجھے ایک ایسی زبان میں تقریر کرنی ہے جو میری مادری زبان نہیں ہے، جو کچھ میری تعریف میں کہا گیا ہے، اُس کے لئے میں شکریہ ادا کرتا ہوں، اگرچہ میں حاضرین کی کثیر تعداد سے ذاتی طور پر واقف نہیں ہوں، تاہم میں محسوس کرتا ہوں کہ میں ایک اجنبی کی حیثیت سے آپ کے درمیان تقریر نہیں کر رہا ہوں، میں ملک کے ایک ایسے حصہ سے آرہا ہوں جسے ہندوستانی ریاستوں کے نام سے پکارا جاتا ہے، لیکن میں اور آپ اس ملک کی خاک سے پیدا ہوئے ہیں، اور ہم بھارت ماتا کو یکساں عزت کی نظروں سے دیکھتے ہیں، اور اس کی جانب ہم دونوں کے فرائض ایک جیسے ہیں، ملک کے جس حصہ سے میں آیا ہوں شاید اس کی آب و ہوا خشک ہو تاہم میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس حصہ ملک کے لوگوں کے دل بنجر نہیں ہیں، اس حصہ ملک نے ہندوستان کی تاریخ بنانے میں اپنا مقررہ فرض ادا کیا ہے، اور اس کے دامن میں رانا سانگا، رانا پرتاب، اور راجہ مان جیسی روحوں نے پرورش پائی ہے،

یہ ملک آپ کے اس بڑے صوبہ کے جس کا آپ کا خوبصورت شہر دار الخلافہ ہے دروازہ پر واقع ہے، پنجاب و راجپوتانے نے ایک ہی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اکثر مرتبہ مل کر خون بہایا ہے، آپ کا صوبہ کئی واقعات کے لئے مشہور ہے،

پنجاب کی تعریف | صوبۂ پنجاب کو پانچ دریا شاداب بناتے ہیں، اور کسی زمانہ میں یہ صوبہ آرین قوم کی جائے پناہ تھا، پنجاب میں ہمارے رشیوں کو رگوید کا گیان ہوا تھا، پنجاب

کے سب سے بڑے دریا "سندھ" کے نام پر ہماری قوم کا نام "ہندو" رکھا گیا، جیسا کہ آپ معلوم ہے، کہ اس کا مخزن سنسکرت میں سندھو ہے، جو کسی زمانے میں اس بڑے دریا کا نام تھا، جو قومیں دریا کے جنوب میں آباد تھیں ان کو ہندوؤں کا نام دیا گیا، لاہور ہندوستان کا دارالخلافہ تھا، مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ابھی تک بہت سی یادگاریں یہاں موجود ہیں، جو اُن کے زمانہ کو ہمیں یاد دلاتی ہیں، گورو نانک سے لیکر گرو گوبند سنگھ جی مہاراج تک، جتنے مہاتما رشی ہوئے ہیں، اُن کے جنم بھومی ہونے کا اسی خطہ کو فخر حاصل ہے، جب میں اس قسم کے تواریخی صوبہ کے دارالخلافہ میں اپنے آپکو موجود پاتا ہوں تو میری خوشی فخر قدرتی نہیں رہتی ہے، آپ جانتے کہ میں رگھو ونش خاندان کا فرد ہوں اور ہمارے خاندان کا مورث اعلیٰ رام کا بڑا لڑکا کش تھا، لاہور راجندر جی کے بڑے لڑکے لو نے بسایا تھا اُس زمانہ میں اس کا نام "لوہاروانہ" رکھا گیا تھا، آپ کے پنجاب میں رشی منی بھی ہوئے آپ نے اپنے حاکموں کا زمانہ بھی دیکھا ہے، اور اپنے اپنے فاتحوں کے کارنامے بھی ملاحظہ کئے ہیں، میں ان بزرگ ہستیوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کا دعویٰ نہیں کرتا تاہم میں آج آپ کے لاہور پر حملہ آور ہوتا ہوں، میں ایک جاتری کی حیثیت میں یہاں آیا ہوں لیکن میری زبردست خواہش ہے کہ آپ کے نیک دلوں کو فتح کرنے کی کوشش کرنے کے لئے پریم کی تلوار اپنے ہاتھ میں پکڑ دوں،

میں آپ کو یہ بتلا چکا ہوں کہ میں کہاں سے آیا ہوں، اور میرا پنجاب کے ساتھ کیا تعلق ہے، اب میں آپ کو یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ آج میں آپ کے سامنے کیوں کھڑا ہوا ہوں، میں آپ کو شروع میں ہی بتلا دوں کہ نہ میں اُپدیش کرنے کو آیا ہوں اور نہ آپ کو کچھ سکھلانے کے لئے آیا ہوں، اشاستروں میں یہ کشتری کے فرائض میں شامل نہیں ہے، میں ایک مشتاق متعلم زندگی کی حیثیت میں آپ سے رابطہ اتحاد بڑھانے اور تبادلہ خیالات کرنے کے لئے یہاں حاضر ہوا ہوں، یہ امر کچھ اہمیت نہیں رکھتا کہ آپ متعلم علم ہیں، یا متعلم زندگی کا تجربہ میں میری آمد کا مختبر شدہ مقصد "سناتن دھرم کالج" کے ہوسٹل کی افتتاحیہ رسوم کا سرانجام

دیتا ہے،

انسٹی ٹیوشن کی بنیاد سنہ ۱۹۱۲ء میں انسٹی ٹیوشن ہذا کی بنیاد رکھی گئی تھی، یہ ایک خالص سنسکرت دِدیا کا انسٹی ٹیوشن ہے جس میں شاستری کلاس کے طلبا کو تیار کیا جاتا ہے، مجھے تبلایا گیا ہے کہ ہز ہائینس کشمیر و مہاراجہ دربھنگہ و بردوان نے کھلے دل سے اس کی مدد کی ہے اور اس کی قائمی کی خاص ذمہ داری پنڈت دین دیال شرما و اپنی پر ہے، تین دوسرے ممبروں نے جن کے نام پنڈت رکھی رام رئیس لاہور، لالہ مول چند رئیس لاہور اور ڈاکٹر بدری ناتھ۔ ایل، ایل، ڈی کشمیر ہیں، اس نئی بلڈنگ کی تعمیر میں اپنے شاندار چندوں سے امداد کی، میں یہاں آپ کے کیسے خالی کرانے اور بند دروازوں کی چابیاں پھیرنے کے لیے نہیں آیا ہوں اس دنیا میں جب ہم کچھ بنانا پسند کرتے ہیں تو اسے ہم آغاز کے نام سے منسوب کرتے ہیں، چنانچہ یہ افتتاحیہ تقاریب سرانجام دینے کے لیے یہ جلسہ رچایا گیا ہے،

پنڈت دین دیال شرما نے جن کو کہ میں عرصہ سے جانتا ہوں، گذشتہ موسم گرما میں کوہ آبو پر مجھ پر حملہ کیا اور یہ تجویز پیش کی کہ میں اس رسم کو سرانجام دینے کے لیے لاہور میں جاؤں اوّل تو مجھے اپنی قابلیت میں شک تھا دوسرے میں اس وقت تک کوئی وعدہ نہیں کرنا چاہتا تھا، جب تک مجھے یہ یقین نہ ہو جائے کہ میں اس وعدہ کو پورا کر سکوں گا لیکن جب سیوا کے خیال نے میرے دماغ میں جگہ حاصل کی تو یہ تمام شک و شبہات کافور ہو گئے کیا ہم مزید عرصہ تک یہ برداشت کر سکیں گے کہ وہ علم جس میں ہماری قومی دولت کا ذخیرہ ہے تباہ ہو جائے، اگر آپ اسے از سر نو زندگی دینا چاہتے ہیں تو یہ امر آپ کے ہاتھ میں ہے آپ اسے نئی زندگی عطا کر سکتے ہیں، بشرطیکہ آپ اس مضمون پر احتیاط سے غور کرنے کے بعد فیصلہ کریں،

سنسکرت ذرا غور کیجئے، بہت سی قوموں کا جو اپنے آپ آرین جتنی پرانی بتاتی تھیں کہیں نام و نشان بھی نہیں ملتا اور چند ممالک جو ہماری ہمعصری کا دم بھرتے تھے اس عد

مہاراجہ بہادر الور کے خلاف لائل گزٹ اپنی شرمناک افترا پردازی کی تردید میں

دو نسیم نے صداقت کی شان میں خوب کہا ہے ؎

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے ٭ جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

لائل گزٹ نے ہندیوں کے خلاف زہر اُگلنے کے لئے قسم کھا رکھی ہے محض اپنی شکم پروری کے لیئے اُس نے جس تعصب اور خباثت کا ثبوت ہز ہائینس مہاراجہ صاحب بہادر والیٔ الور کے خلاف دیا تھا، ہم اُس کی قلعی گذشتہ دربار میں کھول چکے ہیں۔ اب ہندیوں کا بدخواہ اپنے اُن اتہامات باطلہ کی تردید میں چند سطور لکھکر اپنی روسیاہی دُور کرنا چاہتا ہے مگر شرم مطلق نہیں کھاتا، حالانکہ اُس کا فعل ایسا نالایق و ناقابل فراموشی ہے کہ جس کی کوئی نظیر نہیں ہو سکتی، مگر ڈھٹائی اور بے شرمی ملاحظہ ہو کہ معذرت یا معافی کا نام نہیں، اظہار افسوس کا کام نہیں، پھر گورنمنٹ کے بدخواہ گورنمنٹ پر الزام لگاتے ہیں، کہ اُس نے تاجداراں کی حفاظت کا قانون بلا وجہ منظور فرمایا، ہم کہیں گے کہ گورنمنٹ کو نہایت دانشمندی کے ساتھ تاجداران ہند کے اعزاز و اکرام کے انحفاظ کا نہایت سختی کے ساتھ انتظام فرمانا چاہیئے۔ ورنہ چوباروں کے بدمعاش پیشہ بازار کے شہد تفرقہ انداز نہ معلوم اپنے پیٹ کے خاطر کیا کچھ ذکر گندیں گے، ہمارے خیال میں ہز ہائینس حضور کا اگر کوئی گناہ ہے، تو یہ ہے، کہ وہ ایک ہندی ہیں اور گورنمنٹ کے خیر خواہ،،:- (ماخوذ از رئیس ہند جنوری ۱۹۲۳ء)

مہاراجہ صاحب الور کے خلاف غلط الزام

لائل گزٹ کی گذشتہ اشاعت میں اس امر کے خلاف سخت غم و غصہ کا اظہار کیا گیا تھا، کہ

ہز ہائینس مہاراجہ صاحب الور نے رائے بہادر سردار ہو تو سنگھ (ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر) کو اپنی ریاست کی سیٹلمنٹ کمشنری سے بدیں وجہ مستعفی ہو جانے پر مجبور کیا، کہ سردار صاحب ہو تو سنگھ داڑھی منڈانے سے انکار کرتے تھے ہمارے اس نوٹ پر ہز ہائینس مہاراجہ صاحب بہادر الور نے ہمیں شرف ملاقات بخش کر یقین دلایا، کہ متذکرہ بالا خبر بالکل غلط و بے بنیاد ہے، ہز ہائینس نے سردار ہو تو سنگھ کو کبھی اشارتاً بھی ایسا نہیں کہا، اور نہ ہی سردار ہو تو سنگھ کے استعفے کی یہ وجہ تھی، ہمیں معلوم ہوا ہے، کہ اب بھی جو صاحب عارضی طور سیٹلمنٹ کمشنری کا کام کر رہے ہیں، سکھ ہیں، الور کی میونسپل کمیٹی کا سکریٹری سکھ ہے، اور متعدد اہلکاران ریاست کیش دھاری سکھ ہیں، اُن سے کبھی ایسا ناروا مطالبہ نہیں کیا گیا" (ماخوذ از ریئس ہند جنوری ۱۹۲۳ء صفحہ ۴۲)

تاجدار الور | ہندوستانی اخبارات ہندوستانی ریاستوں کے لیے ایک زحمت ہو گئے ہیں، جہاں پہلے ہندوستانی ریاستوں کی ہر طرح حفاظت کی جاتی تھی اب ایسے اخبارات جاری ہو گئے ہیں کہ جو اس حاصل شدہ صلح کو تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں ریئس ہند ایسے نامراد حملوں کو رد کرنے کے لیے جاری ہوا تھا، اس کے بعد ایسے اخبارات بے تعداد جاری ہوئے جن کا شغل ریاستوں کو بدنام کرنا ہے، یا اپنا دوزخ بھرنا ہے۔ دیگر اخبارات بھی غیر معمولی طور پر ریاستوں کے خلاف حصہ لینے لگ گئے چنانچہ بہت سے بدنما اخبارات کا ریاست میں داخلہ قانوناً ممنوع قرار دیا گیا ہے، الور میں سلور جوبلی کی تیاریاں ہو رہی ہیں" (ماخوذ از ریئس ہند دسمبر ۱۹۲۷ء صفحہ ۱۳)

مہاراجہ الور | کی تقریر جو ماہ فروری میں "رائل وزٹ" پر دہلی میں دی گئی ملک بھر میں کمال پسندیدگی سے دیکھی گئی، ہندوستانی ریاست کے فرمانروا کا کلام قبول عام ہوا ہم اس کے درج کرنے سے اس لئے معذور رہیں کہ وائسرائے اور دیگر کی سپیچوں نے ایک ورق بھی ہمارے صحیفہ کا باقی نہ چھوڑا، ہر مشہور اس تاجدار کو سلامت بالکرامت عظمت ہمیشہ ایسی سپیچیں سینکڑوں سُنی جائیں گی

"ریاست" کی خباثت
اور
تاجدار الور

پچھلے دنوں "ریاست" کے دفتر کے ایک معتمد نے ہمیں یہ خوشخبری سنائی تھی، کہ جب سے "مفتون" ریاست پٹیالہ کے پنجہ میں پھنس کر آزاد ہوگیا، اس نے قسم کھائی ہے کہ آئندہ کسی ریاست یا رئیس کے برخلاف کوئی مصنوعی یا زرطلبی کے لئے کوئی بدذاتانہ پروپاگنڈا نہ کرے گا، ہمیں بھائی جی کے اس تیاگ پر شبہ تھا، کو تارو زغلاظت کھاتا ہے، اور وہی اسے من بھاتا ہے، کیونکہ وہ اس کی نسلی اور خاندانی غذا ہے، اس کے بغیر اس کا گذارہ نہیں،

"ریاست" کے تازہ پرچوں سے وہی تعفن، وہی ریاکاری، وہی غلاظت اور وہی ہوس زرطلبی کی بو آتی ہے، مہاراجہ الور کے خلاف کوئی بات نہ ہو لیکن ضروری ہے کہ وہ ہر ہفتہ کوئی نہ کوئی تازہ بکواس کرے، یہی امر مہاراجہ پٹیالہ کی توہین پر مبنی ہے، پس ان رؤسا کو سمجھ لینا چاہئے کہ اگر کوئی گدھا ان کے لات مارے، تو اس کا یہی علاج ہے کہ اس سے دور رہے، کیونکہ کوئی "نہلے کا دہلا" ایسا مل جائے گا کہ اس مسجد کے ٹکے کا مزہ چکھا دیگا،

ماخوذ رئیس ہند ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۸ء

نظارۂ دہمین

لطائف شاہی

لطیفہ

(دربار اور درباریوں کے لئے)

مہاراجہ بنے سنگھ والئی الور نے عجیب نفیس طبیعت پائی تھی' لکھنؤ' قنوج اور جے پور کے عطر فروش عطروں کی رُوح نکالتے تھے' اور رُوحِ لطیف سے فیض پانے کے لئے الور پہنچتے تھے' حامد علی لکھنؤ کا سرتاج عطر فروش بڑے دعوے کے ساتھ رُوحِ گلاب لایا' اور پانچسو روپیہ تولہ نرخ بتلایا' پیش فرمایا' مہاراج نے شیشی ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ آبدار کو دیدو' سواری کے وقت گھوڑے کی دُم اور ایال پر خالی کر دے قیمت تحویل سے دیدی جائے' حامد علی استعمالِ عطر پر چڑچڑایا' سواری کا منتظر رہا' سر راہ آداب بجا لا کر عمدگی کی داد چاہی' فرمایا کہ باسی پھول لید پر سے جمع کئے جا کر عطر نکالا گیا' اس لئے ایسا عطر جس استعمال میں آسکتا ہے' استعمال میں لایا گیا' وہ شرمسار ہوا' اور کبھی منہ نہ دکھایا'

مرآۃ الغیب

یعنی

بھرگو سنگتا کا اُردو ترجمہ

یہ سنسکرت کی علم جوتش کی کتاب کا اُردو ترجمہ ہے۔ دم بھر میں مالداری ومفلسی عزت ودولت عمر بھر کے رنج وراحت تجارت کا نفع ونقصان۔ ازدیاد وکمی نسل تعداد سالہائے عمر متوسلین دوستوں اور دشمنوں کا حسن وقبح باسانی معلوم ہوسکتا ہے۔ آئینہ سکندری یا جام جم ہے۔ سنسکرت کی پراچین کتابوں کا عطر ہے دیگر رموز ونکات جوتش کا چاند چڑھا ہے لمحہ لمحہ سے گھنٹے بنا کر دن سے رات اور رات سے دن کرکے آنکھوں سے محبت کا تیل ٹپکا کر لکھی گئی ہے، بے تعداد نقشے، انظار ستارگان وغیرہ کامل محنت سے فراہم کئے گئے ہیں اعلیٰ کاغذ پر خوش خط چھاپی گئی ہے۔ **قیمت ایک روپیہ چار آنہ عہ**

چند جلدیں باقی رہ گئی ہیں

بھگونت پرکاش پریس لاہور میں پنڈت پیارے لال شرما مینیجر و پبلشر نے چھپوا کر شائع کیا


RAIS I-HIND
ہندوستانی ریاستوں کے لئے ہندوستان میں اپنی طرز کا واحد ماہواری مصور رسالہ
رئیس ہند
مقام اشاعت
دہلی

LATEST PORTRAIT OF



SHRI RANA VIDYADHAR SINGH SAHIB BAHADUR,
RULER OF KUMARSAIN STATE, PUNJAB.

(The block of this picture is specially made for the Proprietor RAIS-I-HIND, Delhi, who has special arrangements for making all kinds of blocks.)

دسترخوان رئیس ہند

جلوس نہم | آراستہ دہلی، ماہ فروری و مارچ سنہ ۱۹۲۹ء | دربار دوم و سوم

تصویر بلاک | راناو دماد ہر سنگھ صاحب بہادر راؤ گردھاری لعل صاحب وزیر اعظم الور | اڈیٹر بیہاری لال وفا

رئیس ہند

نتیجۂ طبع علمی شاعرانہ و عالمانہ جناب ... راجہ بھگونت سنگھ صاحب ... ایم اے

جلوس نہم	منعقدہ دہلی فروری مارچ ۱۹۲۹ء	دربار دوم سوم

رموزِ مصلحتِ رئیس

عورتوں کی تعریف

پہلے زبان پر نہیں نہیں کا کلمہ لانا' بعد میں ذرا رغبت جتانا' کبھی شرم کے سبب جسم دور کھینچ لینا' کبھی پھر بے صبر ہو کر خمار تکلف سے بیہوش ہو جانا' وصل کے وقت نہایت دانائی سے ناز دکھلانا' اور ساتھ ہی بیباکانہ اور آزادانہ طور پر کشش بدنی کا حظ اٹھانا' یہ سب امور اس بات کو ثابت کرتے ہیں' کہ شریف خاندان کی عورت سے محبت پیدا کرنا اچھا ہے'

بھرتری ہری اشلوک ۲۵

حسن کے پودوں کو سیراب کرنے والے بادل' شہوت کو بادِ بہار' گوہر جسم کے کھوج' حسینوں کی آنکھ کے چکور کے چاند' اور دولت کے مخزن شباب کو پا کر دنیا کا اس وقت سری ۱ اسے دلیپ سنگھ بہادر والی ریاست دھامی' اور سری ۱ راجہ سر اندر سنگھ صاحب بہادر والی ناگھل انکی ہیں' جو خواہشات نفسانی کی لذت میں آلودہ نہیں ہوتا' وہ ہزار تعریف و تحسین کا مستحق ہے' بھرتری ہری اشلوک ۱۰۔ بہار شناسی

تاج المضامین

یعنی

تذکرہ رؤسائے ہند نمبر

ریاست فرید کوٹ (پنجاب)

(سلسلہ کے ملاحظہ ہو۔ رئیس ہند نومبر ۱۹۲۸ء)

کونسل کی پالیسی کے بنیادی اصول یہ ہیں کہ سازشوں کا شدت و زور سے مقابلہ کیا جائے، برائیاں جہاں کہیں پائی جائیں، دبائی جائیں، ہر فرد رعایا کے ساتھ بلا کسی رو و رعایت انصاف کیا جائے اور انتظام ریاست سرگباشی حکمران کی ہدایات اور خواہشات کے موافق بلا کسی جدید ترمیم و تنسیخ کے جن کو موجودہ حکمران بالغ ہو کر پسند نہ کریں چلایا جائے، زراعت پیشہ فرقہ کی حالت بہتر بنائی جائے، اور وزرائع نقل و حرکت و حفظان صحت وغیرہ میں ترقی دی جائے، جس سے رعایا اور ریاست پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔

تحریک کواپریٹو کریڈٹ افلاس اور دیہاتی قرضہ کا مقابلہ کرنے کے لئے ۱۹۲۲ء میں ریاست میں (Co operative credit) تحریک شروع کی گئی تھی، یہ تحریک بڑی سرسبز ہوئی دیہاتی قرضداری کے زہر کو بڑی حد تک دور کر دیا ہے، ۲۶ کریڈٹ انجمنیں ہیں جن کے حصص اور سرمایہ ایک لاکھ ... روپے، اور ... بالترتیب ہے، ان کے ۵۹۱۰ ممبران ہیں، اور خاص فرید کوٹ میں مرکزی کواپریٹو بنک ہے، جو نہایت اچھی حالت میں ہے، ریاست نے ایک رقم مخصوص کر رکھی ہے جس سے بنک مذکور کو حسب دستور وقتاً فوقتاً مالی امداد ملتی رہتی ہے۔

زراعت کاری علاوہ مرکزی موڈل فارم کے زراعتی انجمنیں بھی قائم کی گئی ہیں جو دیہاتی

رقبوں میں سرسبزی ہیں، کوشش کی جارہی ہے کہ پروپاگنڈا و تشریحات کے ذریعہ ترقی حاصل کرنیکے سامان پیدا کئے جائیں، پریسیڈنٹ نے زراعتی خوشحالی اور زمینداران کی حالت بہتر بنانے کے لئے دریادلی سے عطیات منظور کئے ہیں، احداثِ چاہات اور افزائش نسل مویشیان کے لئے حوصلہ افزائی کی جارہی ہے، ماقبل الذکر کام کے لئے تقاوی دیجاتی ہے، اور موخرالذکر کے لئے حصار سے سانڈ منگوائے جاتے ہیں، اور علاوہ بھر میں انجمن ہائے افزائش نسل مویشیان قائم کی گئی ہیں،

تعلیم ابتدائی تعلیم مفت ہے، اور تعلیمی پروگرام نہایت مستعدی اور سرگرمی سے چلایا جارہا ہے، ریاست میں ایک ہائی سکول، ایک انگلو ورنیکلر مڈل سکول، ایک گرل سکول، ۴ ورنیکولر مڈل سکول، ۵۴ پرائمری سکول ہیں، اوسط مصارف صوبہ کی دوسری ریاستوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے،

طب طبی امداد کا طریقہ بھی بہت وسیع کیا گیا ہے، خاص فریدکوٹ کے صدر اسپتال اور زنانہ اسپتال کے علاوہ ریاست کے مضافات میں بھی دوائی خانہ قائم کئے گئے ہیں، جو بیماروں کو وسیع پیمانہ پر طبی امداد بہم پہنچاتے ہیں، فریدکوٹ میں دیرینہ ضرورت کو رفع کرنے کی غرض سے جدید اور موجودہ زمانہ کی ضروریات کے موافق ایک اسپتال کی عمارت کے تعمیر ی زیر تجویز ہے جسکی لاگت کا تخمینہ دو لاکھ روپیہ کیا گیا ہے، اس عمارت کے نقشہ جات وغیرہ ایک قابل اور ماہر فن عمارت تیار کررہا ہے،

ذرائع نقل وحرکت وتجارت ذرائع نقل وحرکت میں بھی ترقی ہوئی ہے، دانشمند پریسیڈنٹ کونسل فریدکوٹ نے کوٹ کپورہ مکتسر سڑک کی تعمیر اندرون حدود ریاست منظور فرمائی ہے، اس پر ایک لاکھ روپیہ صرف ہوگا، جو زیر تیاری ہے، اور جلدی مکمل ہونے کی امید ہے، اب اس سے فریدکوٹ فیروزپور، موگا مکتسر سے مل گیا ہے، سڑک ہائے پختہ کی باقاعدہ مرمت اور نگرانی ہوتی ہے، اور اچھی حالت میں رکھی جاتی ہیں،

منڈیوں میں بھی خوب ترقی ہوئی ہے، ترقی تجارت میں حوصلہ افزائی کا یہ نتیجہ ہوا کہ دو خانی کارخانجات روئی کے پریس قائم ہوگئے ہیں،

واٹر ورکس وبجلی گھر فریدکوٹ کو موجودہ زمانہ کی نعمتوں واٹر ورکس اور برقی روشنی کا فخر ہے، جو

بصرف زر کثیر مکمل کئے گئے ہیں، بدررو کی صحت افزا تجویز خاص فریدکوٹ اور کوٹ کپورہ میں عملی شکل میں لائی جا چکی ہے، جس پر قریباً ۴ لاکھ روپیہ صرف میں آیا ہے، اس سے ہر دو مقامات نمونہ کے شہر بن گئے ہیں، اور غلاظت و کوڑا کرکٹ سے بالکل پاک ہو گئے ہیں،

ریاست کی آمدنی ریاست کی مالی حالت نہایت اچھی ہے، اور اس زمانہ میں یہی ترقی کہلاتی ہے، خدا کرے کہ حکمران بااختیار ہونے پر فریدکوٹ کا رشک قائم رکھے،

افواجِ ریاست افواجِ ریاست جن کی حال میں پھر سے ترتیب کی گئی ہے، موجودہ آلاتِ جنگ اور سامان سے پورے طور پر مسلح ہے، بلحاظ قابلیت و کار اعلیٰ پایہ کے ہیں، جن کے بارہ میں افسران معائنہ کنندہ، جس میں ملٹری ایڈوائزر انچیف افواج ریاست ہائے بھی شامل ہیں، بڑی تعریف کرچکے ہیں، فریدکوٹ کی ملٹری ٹیم "آل انڈیا سنٹ جان ایمبولینس شیلڈ" All India St. John Ambulance دو سال متواتر جیت چکی ہے،

غرضیکہ نابالغ مہاراجہ صاحب کی ریاست کا انتظام پریسیڈنٹ کونسل نے دیانت داری اور فرض شناسی سے کیا ہے، امید کی جاتی ہے کہ جس سے حکمران عنانِ حکومت ہاتھ میں لینے پر اپنے وفادار خادم کا کبھی بھی احسان نہ بھلائے گا، کاش سردار فتح سنگھ مہراجی ابتدائی عیاشانہ زندگی پر شرم کھاتے اور دل و جان سے انتظام میں شریک ہوتے، مگر افسوس کہ انہوں نے ایک خاندانی رئیس ہوتے ہوئے اپنے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ لگا لیا، اور ضرور ہے کہ مہاراجہ بالغ ہونے پر ان کو ان کے اعمالِ قبیحہ کی سزا دے، جو دی جانی چاہئے، انتظام ریاست کی بہتری محض انتخاب پریسیڈنٹ کی موزونی ہے،

"مؤرخ شاہی"

آفتاب پنجاب کی سرزمین راجپوتانہ پر درخشانی

یعنی

راؤ گردھاری لعل صاحب بہادر وزیر اعظم کا الور میں

عہد وزارت

کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی   کس بے کمال ہیچ نیرزد عزیز من

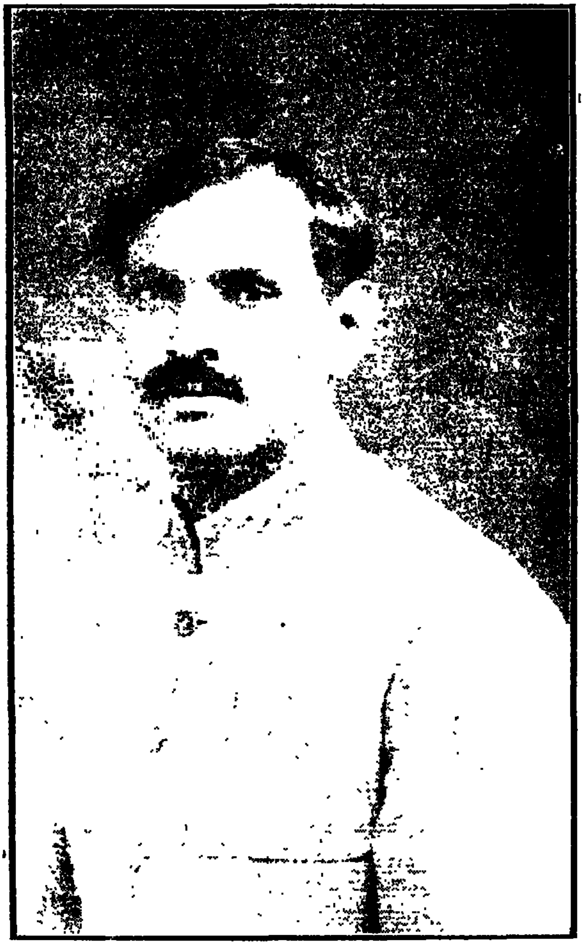
"الور جوبلی نمبر" کی ترتیب کے تقاضے پر راؤ بہادر سے تحریری و زبانی التجا کی گئی کہ وہ اپنے کارنامے اس صحیفۂ زریں کی رونق کے لئے عطا فرمائیں، مگر آپ کی خاندانی کسر نفسی علمی دنیا کی بے دلی اور محرومی کا باعث ہوئی۔ ہمیں اس کا رنج بھی تھا اور افسوس بھی۔ مگر ہم مایوس نہ ہوئے اور ہماری کوششیں سرگرم جستجو رہیں۔ آخرش ہماری بے غرض آرزوئیں بر آئیں، اور ایک علم دوست ہستی نے یہ کمی پوری کر دی، یا ملک علم و تدبر پر احسان کیا۔ چنانچہ ذیل کی سطور آپ ہی کی محققانہ و فاضلانہ محنت کی ممنون احسان ہیں۔

ایڈیٹر

مہاراجا الور کے عہد حکومت کے کارناموں نے مشرق و مغرب میں داد تحسین حاصل کی ہے۔ ہندوستان کی اعلیٰ ہستیوں مثل کمانڈر انچیف، نواب صاحب بھوپال، جام صاحب نواں نگر اور ڈاکٹر انصاری پریسیڈنٹ انڈین نیشنل کانگرس نے تصدیق کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام تحسین و آفرین الور کے رکن اعظم دستور معظم راؤ گردھاری کی شخصیت کو روشناس کرانے کے لئے متقاضی ہیں، کیونکہ یہ وہ اعلیٰ شخصیت ہے کہ جسے مہاراجہ الور جیسے استاد اور نقاد مہاراجہ نے اپنی جوبلی کے بھرے دربار میں ہزارہا روپیہ کی جاگیر نسلاً بعد نسلٍ عطا فرما کر اُن کے علم و عمل کی نمائش کی ہے۔

اعزاز خاندان پنجاب اپنی مردم خیزی میں عرصہ آٹھ صدی سے سب صوبوں سے سبقت لیگیا ہے۔ اٹک اور جہلم کی بنجر اور ناقابل زراعت اراضی کی آبادی زندہ دلان پنجاب ہی کی سیرابی طبیعت کی سیرابی کا نتیجہ

LATEST PORTRAIT OF



RAO GIRDHARI LAL BAHADUR,
B A. LL.B. (CANTAB) PRIME MINISTER,
ALWAR STATE, RAJPUTANA

اولوالعزمی اور ہمت اس کا حصہ ہے، جب لائل پور کی آبادی کی طرف گورنمنٹ متوجہ ہوئی، تو چودھری اننت رام صاحب قسمت آزمائی کے لئے اس ویرانہ میں زرفشانی کرتے نظر آئے، لوگ حیران تھے کہ پتھروں میں جوک لگانے کا کیا نتیجہ ہوگا، مگر آپ نے اپنی دانشمندی سے ایسی ترقی دی کہ خارزار گلزار بنا دیا، جہاں درخت ببول کے کانٹے لگے تھے، وہاں موتیوں کے دانے پیدا کئے، آپ ابتدائی آبادکار کی حیثیت سے ہمیشہ مشہور رہیں گے۔ یہ سب کچھ آپ کی اعلیٰ سوداگری، ملنساری اور عظیم زمینداران کی امداد سے ہوا، آپ اس شاندار ہمت پر پرونشل کمشنر اور آنریری مجسٹریٹ بنائے گئے،

اثر و رسوخ اور جنگِ عظیم

مال و دولت، علم و عقل، وجاہت و شخصیت، قدامت و فضیلت، خوبصورتی و خوبروئی، اثر و رسوخ کے تابع ہیں، دنیا کی فضیلتیں خود کوئی چیز نہیں ہاں "اثر و رسوخ" کے پیدا کرنے کے جتن میں جس نے یہ کھویا، سب کھویا، اور جس نے یہ پیدا کیا، سب کیا، ایک عاشق مزاج دعا مانگتا ہے ؎

اثر اتنا تو دے اے مرے اللہ نالہ میں
وہ کہہ بیٹھیں کہ میرے بے قرار آہستہ آہستہ

ہندوستانیوں کی ناکامی کی وجہ اثر و رسوخ کا زائل ہونا، اور مادی ترقیات کے خبط میں غلطاں و پیچاں ہونا ہے، اگر اثر و رسوخ حاصل کرلیں، تو سوراج آج ہی پالیں یہ سبق بڑا ضروری ہے، کہ ایک با رسوخ ہستی کا سبق سناتا ہوں کہ جس نے اورنگ زیب جیسے ظالمانہ و فرقہ وارانہ زمانہ میں اپنے اثر زنار سے اصفہانی تیغوں کو کاٹ ڈالا، اور وہ پایا کہ جو بڑے بڑے دختر و ایمان فروش بھی نہ پاسکے، یہ سبق نہ فقط سننے کے قابل ہے، بلکہ عمل کے قابل اور غور کے لائق ہے ؎

گر شاخ محبت ثمرے داشتہ باشد نخل دل من نیز برے داشتہ باشد
دل برمن نیست نہ آنم کہ کجا رفت شاید کہ زجانانہ خبرے داشتہ باشد
سرمایہ ما نیست بغیر از دم تسلیم کہ راہ محبت خطرے داشتہ باشد

طوفانِ بلا از در و دیوار بر آید — گر گریۂ عاشق اثرے داشتہ باشد
در معرکۂ عشق در آید چو برہمن — ہر کس کہ بمیداں جگرے داشتہ باشد

یہی وہ رسوخ تھا کہ جنگ کا پاسا امریکہ کے زیر اثر آنے سے ایک دم پلٹا، اور شکست، فتح میں تبدیل ہو گئی،

بارسوخ خاندان جنگِ عظیم کے شعلے جانداروں کو اس طرح سے جلا رہے تھے کہ جس طرح ریگِ طپاں بھٹی کے دانوں کو بھونکا، مفلس ہندوستان، پیٹ کی خاطر مختلف محاذ کی بھٹیوں میں جھونکا جا رہا تھا، اربابِ بست و کشاد کا اعلیٰ سے ادنیٰ فرد بھرتی پکار رہا تھا، آپ نے اس آزمائش اور دلی جاں نثاری سلطنت برطانیہ پر اپنے چھ ہزار بھائی جنگ کی نذر کئے" کون ہے، کہ جو ہندوستانیوں کی وریا دلی سے سبق لے، گورنمنٹ نے بھی خاندانِ چودھری کو اعزازی خطابات سے معزز فرمایا،

عالم خاندان اسی بزرگ شجرے کے چار پُر مغاد ثمر لگے، منجملہ راجپوتانہ کے ریگستان میں ثمر قابلیت لایا، ویرانہ کو گلستان بنایا، اور اپنی قابلیت کی بوئے جانفزا سے کیوڑہ کو شرمایا، کہاں لونین اور کہاں مشک و زعفران علم کی روشنی سے ایک چکا چوند پیدا کی، اور راجپوتانہ بھر میں روشنی پھیلائی ۱۸۹۲ء کی صبح شمیمِ عنبرین ثابت ہوئی کہ اُس روز شاخِ شجر پھل لائی تھی، ابھی آپ کی عمر اور علم و معلومات عالمِ شباب میں ہیں، وہ دن دور نہیں کہ جب آپ ہندوستان بھر کے قابل وزراء میں شمار ہوں گے، یہ چاروں مشرقی و مغربی علمی دولت سے مالا مال ہیں، آپ کے برادر راؤ رائے بہادر مسٹر کے "ایل" چودہری، او، بی، ای، صوبجات متحدہ میں حفظانِ صحت کے اسسٹنٹ ڈائرکٹر ہیں، آپ کے برادر اصغر زراعتی کالج کے مشہور گریجویٹ ہیں، اور طبیعت کی قابلیت نے بیرسٹری بھی پاس کرا دی،

اظہارِ حقیقت مؤرخِ شاہی نہ تو اوراندر کے الفاظ پر اعتبار کرتا ہے، نہ کہ کما شد اچیف وغیرہ مندرجہ صدر ہستیوں کی اُس نے چند بار نقادانہ ملاقاتیں کیں، اور دیگر ملاقاتیوں سے تحقیق کی اس کے

راؤ گردھاری لال کی اعلیٰ شخصیت کا قائل ہوکر اس کا تذکرہ لکھتا ہے جو ہر طرح کے تعلق اور غرضِ دنیوی سے قطعی مبرا ہے۔ اُس کا دل و دماغ ضمیر فروش نہیں، بلکہ صاحب ضمیر ہے۔ پاک ضمیر کے صاف الفاظ حقیقت کی داستان ہے اور نوجوانانِ ملک کے لئے فائدہ رساں

تعلیم و تربیت آپ کی ابتدائی تعلیم لائل پور گورنمنٹ اسکول اور گورنمنٹ کالج لاہور میں ہوئی، علم سباق میں وہ بطور ماہر شمار کئے جاتے ہیں، اسی قابلیت کی وجہ سے اس یونیورسٹی میں سب سے اوّل نکلے، اس نوجوان عاشق تعلیم و تربیت کی طبیعت مغربی تعلیم و تربیت پر شیفتہ ہوئی، چنانچہ آپ سنہ ۱۹۱۱ء میں کیمبرج یونیورسٹی اور سینٹ جان کالج میں داخل ہوئے، جب ایک ماسا ہندی نژاد نے دانشورانِ فرنگ کے پہلو بہ پہلو بیٹھ کر اپنے قوائے عقلی و ذہنی کا جلوہ دکھایا تو سب دنگ رہ گئے، اُس مجمع عقلاء میں آپ نے علم ریاضی اور قانون کے امتحان آنرز سے پاس کئے اور لگے ہاتھوں دسمبر ۱۹۱۳ء میں بی اے، ایل ایل بی کا مرحلہ بھی بڑی آسانی سے طے کیا،

کیمبرج کے اعزاز آپ نے کیمبرج کے قیام کے اول ہی سال فرسٹ ین سے ٹنس Championship کا چیمپین شپ Three [illegible] Tennis [illegible] بھی جیتا،

شادی اور لندن میں تعلیم و تربیت آپ کی شادی فیروزپور کے مشہور صاحب جاہ خاندان بدھوار میں دسمبر ۱۹۱۳ء میں ہوئی، مگر ابھی تشنۂ تعلیم و تربیت کی سیری انتہائی و اعلیٰ تعلیم پر بھی نہ ہوئی تھی، اس لئے وہ پھر علم و عمل کو وسعت دینے کے لئے لندن تشریف لے گئے،

امتیازات و اعزازات ولایت سے واپس آنے پر مہاراجہ الور نے آپ کو اپنا اسسٹنٹ ملٹری سکریٹری بنایا، ۱۹۱۸ء میں پرائیویٹ سکریٹری کے عہدہ پر ممتاز فرمائے گئے، سنہ ۱۹۲۲ء میں چارج اپنے ہمرکاب لے گئے، اگلے سال سینیئر منسٹر بنائے گئے، اور راجپوتی اعلیٰ اعزاز کے نشان سے تعظیم کا امتیاز بھی عطا فرمایا گیا،

قابلیت کی ترقیات آپ کی عام قابلیت، نظری وسعت، اور طریقۂ نظم و نسق الیاتہ تھا،

کہ جس سے مہاراجہ صاحب سا بیدار مغز فرمانروا باخبر رہتا، مہاراجہ صاحب نے جلد ہی آپ کو اپنا محلِ اعتماد بنایا، اور اپنی ریاست کے تین اہم عہدوں یعنی فنانس، ہوم، آرمی کا چارج بھی دلادیا،

ایسے مہاراجہ کے ماتحت ایسے نازک زمانہ میں ایسی ذمہ داریوں کا سرانجام دینا کسی معمولی دل و دماغ کا کام نہیں، مگر چودہری صاحب کی قابلیتیں ہر طرح کی ذمہ داریوں کے بعمدگی سرانجام دینے کی خوشخبری دیتی ہیں، چنانچہ ریاست اور رعایا حکام و مہاراجہ نے دیکھ لیا کہ جو نازک فرائض آپ کے سپرد کئے گئے ہیں آپ نے انہیں نہایت خوش اسلوبی سے ادا کیا، اسی لئے آپ ۱۹۲۳ء میں وزیر اعظم کی جدید آسامی کی جاکر اُس پر سرافراز فرمائے گئے،

مشہور مدبر و عالی دماغ اصحاب اِس آفتابِ عقل و تمیز کے آگے اپنے چراغِ طبع سے روشنی نہیں پھیلا سکتے، مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمارے ممدوح چودہری صاحب اس غیر معمولی ہستی کی خوشنودی حاصل کرنے میں کامیاب رہے، اور اب تک وہی اثر و رسوخ حاصل ہے کہ جس کا ملازمت کے وقت بھروسہ کیا گیا تھا،

بطور مہاراجہ

۱۹۲۳ء میں حضور الور اندر بہادر گروسائے ہند کی جانب سے نمائندہ منتخب کئے گئے، تاجدار کی اسی غیر حاضری میں کونسل ذی وقار انتظام قرار دیجاتی رہی تھی، مگر اُس موقعہ پر چودہری صاحب کی شخصیت ریاست الور میں برسرکار تھی، لیاقت انتظام اور قابلیت انصرام چودہری صاحب موصوف الور اندر کو اجازت دیتی تھی، کہ غیبت حضوری میں کشور الور کا زمامِ حکومت کلیۃً آپ کے مؤتمن ہاتھوں میں دے دئے جائیں چنانچہ اس عرصہ سیاحت شاہی میں آپ نے انتظامات ریاست بکمال عمدگی کئے، ایسا ہی موقعہ ۱۹۲۶ء میں ملا جبکہ راج رشی الور اندر بہادر بغرض تبدیل آب و ہوا، ملک سکاٹ لینڈ میں ایک ششماہی گذار رہے تھے،

خدماتِ احسن کا دائمی اعتراف

جہاں الور اندر سا قدردان بادشاہ ہو اور چودہری صاحب سا کارگذار وزیر ہو، ایسا کونسا موقعہ ہے کہ جہاں شاہ و وزیر اپنے اپنے فرائض کا احساس نہ کریں،

چنانچہ بعض دربار وں میں آپ کی خدمات کا بے تکلف اعتراف فرمایا گیا' آپ کو ایک اہم کارگذاری کے صلہ میں ایک دفعہ دس ہزار روپیہ نقد عطا فرمایا گیا' دوسرے موقعہ پر راؤ کا خطاب بخشا گیا' دیگر موقعہ پر موٹر کار کے عطیہ سے کارگذار کا حوصلہ بڑھایا گیا' اور اب گذشتہ سلور جوبلی کی پرشان تقریب پر دوامی اور پشتینی جاگیر کے عطیہ سے اپنا خانہ زاد بنا لیا گیا ہے ۱۹۲۸ء میں بٹلر کمیشن کے اجلاس ولایت میں ہو رہے تھے' اس نہایت نازک خدمت پر بھی آپ کو مامور فرمایا جا کر لندن بھیج دیا گیا'

مشرقی و مغربی تعلیم و تربیت اور خصوص خاندانی افتاد کی بنا پر راؤ صاحب بلور ایک معاملہ فہم' منتظم' اعلیٰ چال چلن رکھتے ہوئے اپنے مالک کی نظروں میں محبوب ہیں' ایسی ذاتی سرگرمیاں' شب و روز کی گوناگون مصروفیتیں ایک معروف مالک کی نظروں میں ایسا اعتماد دلایا ہی کرتی ہیں'

ایک متمول صاحب جاہ خاندان میں پیدا ہو کر کسی رئیس کی دل و جان سے خدمت کرنا کسی معمولی یا گراں حق الخدمت کا نتیجہ نہیں' بلکہ یہ وہ پاک جذبہ ہے کہ "ابنائے جنس کی خدمت کرنا دھرم ہے" اور یہی وہ راز ہے' کہ جس کی وجہ سے آپ متواتر کامیاب ہوتے چلے گئے آج کل وہی وزیر باتدبیر سمجھا جاتا ہے' کہ جو مالیات پر پورا پورا قابو رکھتا ہو' یہ صفت آپ کو ورثہ میں ملی ہے'

کون کون سے اشتہارات لئے جاتے ہیں

ملک میں اخبار نویس تہذیب و اخلاق کے مدعی ہیں' اگر ان کے اخبارات کے اشتہارات دیکھے جائیں تو وہ نہ فقط مخرب اخلاق ہی نہیں' بلکہ حیاسوز دیکھیں گے' ان کی اس طرز زندگی میں ان کی ہر طرح سے حصول زر اور نسل کی شرمناک خواہش ہے' پس جو اشتہار مخرب اخلاق ہیں' ان کے متعلق دفتر ہذا سے خط و کتابت نہ کی جائے'

چیف ایڈیٹر رئیس ہند دہلی

رئیس الکلام

شاندار علمی دربار

ریاست مالیر کوٹلہ میں

قدردان علم و ہنر تاجدار مالیر کوٹلہ کے سالگرہ کے پروگرام میں علمی مصروفیات بھی زیب نظر دی گئی تھیں، چنانچہ ۱۴ر نومبر سنہ گذشتہ کی شب کو ایوان مبارک منزل میں قدیم شاہی طرز پر بسر پرستی خسرو علم دوست یہ محفل منعقد ہوئی، افسوس ہے کہ منصرم و منتظم، متعصب اور جانبدار تھا، اعجاز انبالوی، بیخود دہلوی، حفیظ جالندہری، سیماب اکبرآبادی، سائل دہلوی مدظلہٗ، ساغر اکبرآبادی، مشرب لکھنوی وغیرہ وغیرہ اشخاص مور و مگس کی طرح اس چشمہ شیریں سے فیض پانے کے لئے جمع ہو گئے، مندرجہ صدر اشخاص نے ع — دلِ مضطر الجھ کر رہ گیا زلف پریشان میں، پر اپنی طرحی غزلیں پڑھیں، نام کسی کا بولا جاتا تھا پڑھنے کوئی لگ جاتا تھا، پیٹ کے بندے فاقہ مست مضامین تو کہاں پیدا کر سکتے ہیں، وہی ہوس زر طلبی، وہی مبالغہ، وہی لفظی رعایت، وہی قابل نفرت نازک خیالی، وہی بے ترتیبی خیال، اُن کا سرمایۂ شاعری تھا، اعجاز اور بیخود کا رنگ اچھا تھا، مگر حفیظ کی نظم کہہ رہی تھی کہ مہتمم نے اپنے فرائض و ذمہ داری سے مطلق کام نہیں لیا، کیونکہ اس کی غزل بجائے خود ایک استدعائے ناجائز و بے موقع تھی، اُن ہی اشخاص میں مرزا احمد حسین احمدی تھے کہ جو ہر وقت ہر موقع پیش پیش رہنے کے بے شرم عادی ہیں، چنانچہ اسے اُس موقع پر بھی مہتمم کے زبردست ہاتھ اور سخت زبان سے سخت ندامت اٹھانی، مگر حضرت نے یہ خلعت بخندہ پیشانی منظور فرمایا، حالانکہ ہر شعر پر مہتمم خود بھی ادب دربار کی توہین و تضحیک کرتا اور کراتا رہا، شاہی درباروں میں خواہ مخواہ کسی وجہ سے کسی شاعر کے کلام کی داد دینا، مصرعہ کا

مکرر پڑھنا، اور عوام کا ایک شور پیدا کرنا، شعراء کا داد حاصل کرنے کے لئے دو دو تین تین بار شعر پڑھنا، لفظوں اور ترکیبوں پر توجہ دلانا، جسمانی اعضاء کا حرکت میں لانا، ایکٹروں کے انداز دکھانا، طوائفوں کی طرح گاکر پڑھنا، بے طرح اُٹھنا، کھڑے ہونا، اور بیٹھنا وغیرہ وغیرہ حرکات، ادب و قواعد، تہذیب و تعظیم، دربار شاہی کے لئے قطعاً خلاف ہے، مگر اس مہتمم نے اِسے مکمل فروغ دیا، عند المعلوم شاہی خاندان اور دربار کے قابل اراکین کے دل پر ان حرکات بیجا نے کیسا اثر پیدا کیا ہوگا، مگر بعض اور نقاد اصحاب نے اندازہ لگا لیا، کہ مغربی سانچے میں ڈھلے ہوئے آجکل کے نوجوانوں نے ادب و تہذیب کی مٹی پلید کرنا خوب سیکھ لی ہے،

جس طرح سے انگریزی القاب و آداب میں لفظ ڈیر باپ، بیٹے، جورو، والدہ، بہن، خادمہ، معشوقہ، استاد، شاگرد، مالک اور نوکر کے لئے عام ہو گیا ہے، اُسی طرح ان انگریزی نما ہندوستانی جنٹلمینوں نے ہر جنس انسان کے لئے ادب و تعظیم کے طریقے ایک ہی مجوز رکھے ہیں، کجا عام مشاعروں کے قہقہے اور شور و شغب، کجا شاہی درباروں کے ادب و قواعد، افسوس ع

آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

سرکار ابد قرار عالیہ کوٹلہ نے جناب بہار سنامی کو اپنے تعلقات قدیمہ کی خصوصیت سے مدعو فرمایا تھا، جناب موصوف دربار پٹیالہ کے واحد قصیدہ گو ہیں، اور ہمیں یہ معلوم کر کے بڑی مسرت حاصل ہوئی کہ جناب موصوف نے اپنی تمام عمر میں کسی اَور شاہ کی شان میں قصیدہ لکھنا اپنی شان کے خلاف سمجھا، ہاں ایک قصیدہ تاجدار پٹیالہ کے ایماء پر مہارانا اُودے بہان سنگھ والئ دہولپور کی سالگرہ پر بمقام پٹیالہ عرض کیا تھا، آج یہ دوسرا موقعہ تھا، کہ سرکار ابد قرار سر احمد علی خان کی شان میں لکھا، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ تاجدار فی الواقع شاہ ہیں نیز قدیم شاہی خاندان کے ساتھ جناب بہار کے پانچ برس کے تعلقات مخلصانہ و یکجہتی ہیں، ایک برادرانہ برتاؤ رہا ہے، ہم اس تقریب پر اپنے فضیلت مآب کمالات انتساب موجد طرز خاص کا

خاموش رہنا ناممکن تھا جب اس مشاعرہ کا شور و شغب ختم ہو چکا تو سرکار گردوں وقار کے ایما پر جناب بہار سُنامی نے تحت اللفظ میں اپنا قصیدہ پڑھنا شروع کیا، اُس وقت متین و مہذب، پُرشور و مختر اور بے ادب اصحاب و اشخاص نے دیکھا کہ دربار شاہی کا ادب کیونکر ملحوظ رکھا جاتا ہے، اور خسروی بارگاہوں میں کس طرح نظمیں پیش کی جایا کرتی ہیں، جناب معزز الیہ نے جب اپنے قصیدہ کا یہ پُر معرکہ و لولہ خیز تاریخی شعر

ہر شرافت خسروانِ ملک کی رہبر ہوئی
کوٹلہ میں دال گلتی ہے کبھی شیطان کی

پڑھا تو تمام کا تمام دربار پھڑک اُٹھا، جب قصیدہ بارگاہِ خسروی میں پیش کیا، تو قدردانِ علم و ہنر نے دستِ خاص سے قبول فرما کر زبانِ مبارک سے فرمایا کہ آپ کا کلام سب کلاموں سے بڑھ کر پایا، دربار برخاست ہونے پر اس قصیدہ کی گونج مینارِ فلک تک پہنچی، تمام باریِ دربار داد دینے کے لئے بے قرار تھے، چونکہ قصیدہ ایک تاریخی معرکہ کی حیثیت رکھتا ہے، اس لئے جناب موصوف کی اجازت حاصل کر کے دسترخوانِ رئیس ہند پر سجایا جاتا ہے، دیگر مضامین فرحتی کی وجہ سے تاخیر کے معافی خواہ ہیں،

ایڈیٹر

قصیدۂ متبرکہ

بہ تقریب سعید سالگرہ حمید عالیجناب لفٹنٹ کرنل ہز ہائنیس نواب سر محمد احمد علی خان بہادر کے سی ایس آئی کے سی آئی ای فرمانفرمائے دولتِ مالیرکوٹلہ

ایک راجہ دوسرے موجودگی سامان کی — دو ہی چیزیں جان ہیں دراصل ہندوستان کی
دل سے کرنا چاہئے راجوں مہاراجوں کی قدر — زندہ تر تصنیف یہی ہیں رحم اور احسان کی

سلطنت کے ہیں بازو ملک کے چشم و چراغ
بزم کی زینت ہیں یہ سطوت میں ہر میدان کی

ہیں جگر جھگڑا پڑے کوئی تو کام آتے ہیں یہ
مال کی کرتے ہیں کچھ پروا نہ اپنی جان کی

ن کی ہمت ان کی بخشش ان کا پیمانِ وفا
سُرمۂ چشمِ بصیرت ہیں یہ انگلستان کی

ملک کی جاہ و حشم کا ان سے روشن ہے نشان
ہیں یہ پُرتنویر تصویریں علوِ شان کی

ین کرتی ہے رعایا ان کی رحمتِ عام سے
جتنی قومیں ہیں وہ سب ممنون ہیں احسان کی

ے کا خوشحال رکھنا ان کا پہلا فرض ہے
دیکھ سکتے ہی نہیں تکلیف یہ انسان کی

ن نئی تہذیب میں دیکھیں اگر انصاف سے
ہے انہی کو قدر اپنے دیس کے سامان کی

شرقی تہذیب کا سہرا ان کی ہستی پر مدار
ہمتوں سے ان کی وابستہ ہے شہرت شان کی

ہر کے مصرف کھلے ہیں ملک میں جو ہر جگہ
ملتی ہے ان ہی سے من مانی مراد انسان کی

ن کی تقریبیں مبارک ان کے جلسے نیک فال
ہے دعا گو ہر رعایا ان سکے ہر ارمان کی

ن کی ہر کوشش میں شامل نفعِ خلق اللہ کا
ان کی ہر ہر بات ہے صورت نما احسان کی

خوشی ان کی ہے خوش کن اک زمانہ کیلئے
کیوں نہ ہر انسان مانگے خیر ان کی جان کی

نچ صدیوں سے ہے قائم خاندانِ ذی حشم
ہر زمانہ میں ہوئی ہے قدر ہر سلطان کی

شرافت خسروانِ ملک کی رہبر ہوئی
کوٹلہ میں دال گلتی ہے کبھی شیطان کی؟

مجد و الطاف و ممتاز علی خانِ بلند
افتخارِ باوقار و شان ہے سلطان کی

یب سے جب چار ہوں یہ سرو باغِ خسروی
ہے بشر لاریب تجھ پر مہر ہے رحمان کی

ری نصفت یا تیری حکمت ہر طرف شہرت فگن
پھر ضرورت کونسی ہے ملک میں اعلان کی

ے اس جشنِ شہی پر جشنِ صد سالہ نثار
جشنِ سالانہ ہماری زیست کے عنوان کی

ری ہر سالگرہ پر سال کی یہ شان ہو
ہر برس جاگا کرے تقدیر ہندوستان کی

اے بہارِ بے خزاں اپنے تو یہ شاداب پھول
کر کھلا صد قدر بڑھ جائے ترے بستان کی

پٹیالہ کا مشہور دنگل

بسکٹ کا فولاد کو چیلنج

(از نتائج افکار حقیقت نگار جناب بہار سنامی)

زبسکو اپنی طاقت پر بڑا مغرور آیا تھا
مگر گاماں کے اک جھٹکے نے مٹی میں ملایا تھا

عجب بے شرم پولینڈی جوان ثابت ہوا اس جا
کہ گرنے پر بڑی بے غیرتی سے رن میں آیا تھا

اگر اس طرح سے رن میں کوئی ہندی جوان گرتا
تو مر رہتا کہ جیسا پال[۱] نے مر کر دکھایا تھا

کہاں مشرق! کہاں مغرب! وہ شعلہ اور یہ پنبہ ہے
ازل سے فرق ہے دونوں میں یہ کر کے آزمایا تھا

یہ غیرت کے ہیں پیکر، حیا و شرم کے پتلے
وہ بندے مال و دولت کے جنھیں نشہ چھایا تھا

کہاں غیرت! حیا کیسی! سراسر زر پرستی ہے
حیا والوں کو مغرب نے نمونہ یہ دکھایا تھا

"کمر میں میرے دنیا کی بندھی ہے آہنی پیٹی
"میں دنیا میں رستم ہوں" یہی دعویٰ سنایا تھا

زبسکو کا تو یہ دعویٰ صداقت سے مبرا تھا
"سر میدان پولینڈی کو میں نے ہرایا تھا

گاما[۲] پال[۳] پینڈ کو من سبھی میرے آگے نہیں ٹھیرے
اُدا[۴] کلیّن[۵] ڈسکی[۶] کو بھی میں نے ہی بھگایا تھا"

اسی زر کا وہ بندہ تھا جو آیا اب کے پیٹرسن
کہاں سویڈن کہاں یہ ہند لالچ کھینچ لایا تھا

حصولِ زر کی خاطر اہلِ مغرب کیا نہیں کرتے؟
یہ منتر ایسے لوگوں نے یہاں بھی آزمایا تھا

شکست و فتح سے مطلب نہ ذلت اور عزت سے
یہی جذبہ اسے ہندوستان میں کھینچ لایا تھا

وہ احمق وطن میں جا کر ہمیں احمق بتائے گا
یہی دھن اس کو لائی تھی اسی دھن میں وہ آیا تھا

مگر اس دفعہ پبلک نے سمجھ لی تھی تعلّی یہ
توانائی کے دنگل سے اسے وہم سے گرایا تھا

یہ کشتی کا بہانہ تھا غرض تھی محض زر طلبی
سبق پیشہ غلامی سے زبسکو کا دہرایا تھا

۱ مشہور پہلوان پٹیالہ ۲ ترکی کا رستم ۳ پال یورپ فرانس کا رستم ۴ روس کا رستم ۵ ۶ جاپانی رستم

کہاں کی پہلوانی زور کیا اہلِ مغرب ہیں؟
تدبّر، عقل، دانش، علم نے سکہ بٹھایا تھا

روئی کے ایک بورے سے دو مانگیں ہو تیں نکلیں
بدن گودے پچھی نے یہ نقشہ جمایا تھا

گو دونوں نازنیں ٹانگیں نزاکت سے مبرا تھیں
مگر گورے سنے کالے رنگ کا جُتہ چڑھایا تھا

اور اِس جسم لفافہ پر ملا تھا وسیلین روغن
فنونِ پہلوانی اور طاقت کا صفایا تھا

لبادہ جسم عُریاں پر، حجابِ پہلوانی تھا
تھا لنگ رُک رُک کر قدم رکھتا کسی جا مسکرایا تھا

اِسی حُلیہ سے پیشیر سن بہتر سے مجمع میں آنکلا
طواف اِس کا چرنجی لال صاحب نے کرایا تھا

اِدھر اِک گُرزِ فولادی، اُدھر بسکٹ ڈبل روٹی
مُجسم ایک طاقت تھی، بدن اِک نے پھیلایا تھا

بہارِ علم عیسیٰ نے دیکھا جب کہ یہ نقشہ
"دو گرادے گا اِسے گاماں" یہی فتویٰ لگایا تھا

گوشت میں اضافہ تھا یہ کھینی کی پرورش سے"
بھرے پنڈال نے یہ دیکھ کر نعرہ لگایا تھا

بدن میں کپکپی، لرزہ تو چہرہ پر ہوائیاں تھیں
قدم جب دم کر گاماں نے دمِ کشتی بڑھایا تھا

بڑھا کر ہاتھ دونوں پھر تھڑکی بجتے بائیں ٹانگ
زمیں پر دے مارا صاحب پھندا پھنسایا تھا

لٹایا چاروں شانے چت مگر رہا" بایاں
دیا جھٹکا تہمتن نے تو سیدھا پھر لٹایا تھا

اُسی دم شیرِ غرّاں سا وہ سینہ پر نظر آیا
وہ چٹکی سے مسل دیتا، خدا کا خوف کھایا تھا

جھنجوڑا خوب ہی تن میں، نہ چھوڑا پھر تو پیر کشتہ
"فتح گاماں ہوئی تیری" یہ کہہ کر سر چھڑایا تھا

دِل خواہ قیمت دیجائے گی

فارسی، عربی، سنسکرت وغیرہ زبانوں کی پرانی کتب اور پرانی قلمی تصاویر کی ہمارے ایک معزز علم دوست قدردان کو ضرورت ہے، جو صاحب ایسی خرید و فروخت کرنا چاہیں، خاکسار سے خط و کتابت کریں، دتیہ رنت ماے چیف منیجر رئیس ہند دہلی

۱؎ سفر پیرس کی بابت گورنر جنرل پنجاب نشین۔

ہمارے حاصل شدہ سوراج

گدھوں کا راج "الور جوبلی کا نظارہ" راج "یا" حکومت شاہی" کے معنی یہ نہیں کہ وہ جنون بیگات سنیجڑوں خواصیں، سامانِ عیش و نشاط کی تبّتات، رعایا کے پسینہ کی گاڑھی کمائی، اسراف بے جا کے لئے جلادی ظلم رانی کے لئے انسانی زندگی، فرضی سلاموں کی بھرمار، زر و جواہر سے زیبائش، پر تکلف دستر خوان، مکلف ایوان، پر چھائیں نفرت، بددلی، اور بغاوت کے خیالات، ملکی شورش، قانونی توہین و تضحیک راج کی ہر ایک شے کی خودسری و تمردی،

بلکہ راج مثل ایک بھونچال کے ہے، کہ جس کے نمودار ہوتے ہی محل اور جھونپڑا، شاہ و گدا، گنگا جل اور غلاظت، شریف و رذیل غرضیکہ سب مخوف و مرعوب ہو جاتے ہیں، اور اس کی حکومت کا لوہا سب مانتے ہیں، اسی کا نام برتری، سروری، سرداری اور راجگی ہے، یہ کسی خاندان کا حصہ نہیں بلکہ یہ حصہ خاص جانداروں کا ہوتا ہے، جو نسلاً شیر بدباد مزاج ہو جاتا ہے، وہ گدھوں سے دولتیاں کھاتا ہے، دم چراتا ہے، پناہ کے لئے غاروں میں چھپا جاتا ہے، اور جو خاندانی گدھا ہمت و دلاوری سے نشانِ راجگی دکھاتا ہے، وہ ایسے شیروں پر فوق لے جاتا ہے، اگر یقین نہ ہو تو تازہ واقعہ سنئے، "مہاراجہ الور ہر سال شیروں، چیتوں، ریچھوں، لومڑیوں، بھیڑیوں، بیلوں، سوروں، اور گدھوں کو ایک احاطہ میں آزاد چھوڑ دیتے ہیں، دنیا دیکھتی ہے کہ ان جانداروں میں راجہ (شیر) کون ہے، چنانچہ جوبلی کے دنوں میں ہزارہا تماشائیوں کے روبرو یہ بے رحمی کا فیصلہ کن تماشہ دکھایا گیا"

یہ سب جاندار اپنے مقام پر آ ڈٹے۔ اب جنگ شروع ہو گئی۔ دو گدھے میدان کے قلب پر رزم آرا تھے۔ جو اُن کے پاس آتا تھا۔ یا گذرتا تھا۔ وہ ڈکرا ایسا بڑک مارتے تھے۔ کہ ماس نکال لے جاتے تھے۔ اور پھر وہ دولتیاں مار مار کر بھرکس نکال دیتے تھے۔ غرضیکہ لقمہ بازی اور لگد کوبی کی جانور تاب نہ لاکر سب جانور بھاگ جاتے تھے۔ اور اس ایوانِ شاہی رزم گاہ میں اگر کوئی میدان کا

نیز نظر آتا تھا۔ دوسری حضور گدھا صاحب بہادر دام اقبالہم دامجدالہم سے بولبلوفلک اعظم ہند کا پوچھا گدھے کی یہ شان راجگی دیکھکر سب کی زبان سے بے تحاشا نکلا کہ

آجکل گدھوں کا راج ہے۔ (دیوان بہادر)

جشن کی دھوم دھام ریاست دھامی میں

اللہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر مے خواست
آخر آمد زپس پردہ تقدیر پدید

یہ خبر کمال مسرت سے سنی جائیگی۔ کہ گذشتہ ماہ رانا دلیپ سنگھ صاحب بہادر والئے ریاست دھامی کے شکوے محلے میں وارث تاج وتخت پیدا ہوا۔ جیسی نیت ویسا پھل۔ حضور رانا صاحب کی لائف لکھنے اور تصویر چھاپنے کے بعد اگر کسی خوشخبری کی آرزو تھی تو اس شوہ کی ہم دلی خلوص اور محبت سے دربار کو مبارکباد دیتے ہیں دعا ہے۔ کہ یہ گل مراد اپنے چمنستان کی سرسبزی اور شادابی کا باعث ہو۔

شادی مبارکباد

جنرل سردار امریک سنگھ صاحب سردار صاحب ڈیوڑھی سعلے پٹیالہ:۔ کے فرزند ارجمند۔ سردار انوپ سنگھ صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس۔ کی شادی مبارکباد کی رسومات شروع ماہ مارچ میں بخوش اسلوبی ادا ہوئیں۔ دعا ہے کہ

یارب بنا بنی میں برابر بنی رہے۔ سبحان سنامی

کماریسین میں ماتم

پھول تو دو دن بہار جانفزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بے کھلے مرجھا گئے

دلی رنج اور افسوس سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ کہ شاہزادی صاحبہ کماریسین کے انتقال پرملال سے خاندان شاہی کو رنج پہونچا ہے۔ ایک شہزادی ان کی نور نظر تھی۔ پرمیشر کی بخشش پر خاندان موصوف کو بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ خاندانی دیوتا کی دعا خالی نہیں جاتی۔ خاندان کو برابر قائم و بحال رکھے گی۔ اور احکام کے موافق آپکو اور شادی کرنا چاہیئے۔

ڈھینگرہ کی تباہ کاریاں ریاست جیند میں

مہاراجہ جیند بدقسمتی سے کانوں سے بالکل بہرہ ہوگئے۔ جہاں اور کمزوریاں تھیں، وہاں یہ کمزوری سخت تباہ کن ہے۔ یہ گو بے حد شریف ہیں۔ مگر ہتیل مویشی کی طرح جس شخص کے ہاتھ لگ جاتے ہیں اُسی کے ہو رہتے ہیں۔ پہلے مرزا نے دودھ دوہا۔ پھر شیر سنگھ کی تلوار چلی۔ اب ڈھینگرہ اپنے زہر میں بجھے ہوئے نشتروں سے خون نکال رہا ہے۔ اور جسم زیرآلود کر رہا ہے۔ کون ہے۔ کہ جو ان ریاستوں کے اندرونی نقصانات پر غور کرے صاحب ایجنٹ گورنر جنرل پنجاب اسٹیس، کو خزانہ کا حساب اور بالو گنج واقعہ شملہ کی کوٹھی کی تحقیقات کرنا چاہیئے۔ کیا اس طرح کی قطع برید سے ریاست ہمیشہ برباد ہوتی رہیگی؟ مہاراجہ تو کتوں کے انعام لیکر فرائض راجگی سے سبکدوش ہو جاتے ہیں۔

مہاراجہ کشمیر کی خوش انتظامی

مفتریوں نے شروع شروع میں مہاراجہ سر ہری سنگھ کو ہر چند بدنام کرنا چاہا۔ مگر پرمیشر کے فضل سے وہ تمام الزامات غلط ثابت ہوئے۔ آپکا دورِ حکومت آہستہ آہستہ نیکی کی شاہراہ پر گامزن ہے۔

حضور نظام کی آوارہ گردی۔

حاشیہ نشینانِ نظام نے پہلے جو جو غلطیاں کرائیں اُس پالیسی سے اگر فائدہ پہونچا تو یہ پہونچا۔ کہ اب نظام کو اپنی قلمرو سے باہر بھی آوارہ پھرنا پڑا۔ ق نظام نے دیکھ لیا۔ اور سمجھ لیا۔ کہ میری سابقہ پالیسی تباہ کن تھی۔ مگر ہمیں تو اِس پالیسی سے بھی اتفاق نہیں۔ حکمران کی حقیقی پالیسی امن وامان کی حکومت کرتا ہے۔ اور یہی کامیابی کی پالیسی ہے۔

معزول مہاراجہ اور حکومت نابھہ

بھائی گوردچرن سنگھ نے نہ فقط اپنے آپ کو برباد کیا۔ بلکہ ڈیڑھ فیصدی کی قائم کی ہوئی ریاست بھی برباد کر دی۔ نہ وہ اپنی حرکات سے باز آتے ہیں نہ امن قائم ہوتا ہے اب کوڈواکنال گوشۂ عافیت ہے۔ مگر اس تلوّن مزاج کا وہاں بھی دل نہیں لگتا۔ اگر اور کچھ نہیں تو آپ اپنے موجودہ وطن کی آب وہوا میں زہر پاتا ہے۔ حالانکہ اخبار انگلش مین

کے صیغہ اشتہارات میں لکھا ہے۔ کہ ۷ ہزار فٹ کی بلندی پر ایک صحت افزا مقام ہے۔ کہ مشرق میں کوئی مقام اُس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ مقامی حالات نہایت بہتر ہیں۔ اس سیماب صفت کی اب خبر آئی ہے۔ کہ اب وہ اپنے سکونتی مکانات میں بجلی کی روشنی چاہتا ہے۔ جس پر ریاست کا اٹھارہ ہزار روپیہ غارت کیا جائیگا۔ کیوں نہیں۔ یہ رقم گزارہ سے وضع کیجاتی ہے "

حالات دار السرور اندور

مہاراجہ تکوجی راؤ کو اپنے ولی عہد کے حق میں دست بردار ہوئے۔ چار سال سے زائد عرصہ ہوگیا۔ انتظام ریاست رائے بہادر مسٹر۔ ایس ایم باپنا صاحب وزیر اعظم کے سپرد کیا گیا تھا۔ اس عرصہ میں جس عمدگی خوبی اور امن امان سے حکومت کی گئی ہے۔ وہ مسٹر باپنا صاحب بہادر کی خاندانی اور ذاتی روایات کے عین مطابق ہے ہمیں یہ معلوم ہو کر بڑی مسرت ہوئی ؟

ریاست دتیا کی نالائق شہرت اور قاضی عزیز الدین احمد کی شخصیت

قاضی صاحب موصوف کی قابلیت اور شخصیت کے متعلق ہمنے اخبارات میں پڑھا تھا۔ لیکن اسے اخباری شہرت سمجھے ہوئے تھے۔

الور جوبلی کے دوران میں ایک ایڈیٹر صاحب نے فرمایا۔ کہ وہ نہایت خوش ہونگے۔ اگر کوئی صاحب اخبار اُن سے ملیگا۔ اس خبر پر ہم بھی اُن سے ملنے گئے ہم نے اُن کی معروفیت پر پوری توجہ دی اور ریاستوں کے پولیٹکل معاملات پر گفتگو کی۔ ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ جس ریاست میں قاضی صاحب سے قابل وزیر ہوں گے۔ وہ ریاست ہر طرح کی آفات سے محفوظ رہیگی۔ یہی وجہ ہے کہ جب سے آپ دتیا تشریف لے گئے ہیں۔ بدنامی نیک نامی میں تبدیل ہوگئی ہے "

سایہ اُٹھ گیا!

رؤسائے ۲۳ گورنمنٹ ۱ کے سر سے

سخت رنج و ملال سے ظاہر کیا جاتا ہے کہ دربار پنجاب کے معزز قدیم رئیس رؤسائے ۲۳ پنجاب کے سرگروہ کیا بلحاظ تہذیب و شرافت اور کیا بلحاظ وجاہت و قدامت کے سردار انروہ سنگھ رئیس اعظم

ریاست انگشہد ضلع انبالہ نے سال حال کے چوتھے ہفتہ میں ارتحال فرمایا یہ سخت صدمہ رؤسائے پنجاب کیلئے ناقابل تلافی ہے شیکر سردار جگدیش سنگھ جنہوں نے خاندانی علمی وعملی قابلیتوں میں پرورش پائی خود مرحوم کی ایک صالح یادگار ہے۔ ہمارے مورخ شاہی اس معزز خاندان کی تاریخ تیار کر رہے ہیں جس سے اس خاندان عالی کی اولوالعزمیاں باعث تحریک رؤسائے ملک ہونگی۔ "بہار شاہی"

حکمران بھوپال

اب ہندوستان میں حکومت کرنا بڑی مشکل ہوگئی ہے۔ کیونکہ فرقہ وارانہ خیالات فاسدہ نے سب کے قلوب مسموم کر دئے۔ اگر کوئی مسلمان تاجدار روایات پارینہ کے خلاف کوئی عمل کرتا ہے تو لکیر کے فقیر ملانے جان کے دشمن ہو جاتے ہیں اگر وہ ان ملانوں کے اثر میں آجاتا ہے سلطنت کی بربادی کا نوحہ پڑھا جاتا ہے اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ تاجدار بھوپال سابقہ حکمران بھوپال سے زیادہ آزاد خیال ہے لیکن ایک ہم ہیں کہ ان کی جان کے دشمن ہو رہے ہیں۔ حتی کہ مسلمانی اخبارات بھی انکی جناب میں بڑا بکواس مار رہے ہیں۔ کم ازکم ان لوگوں کو یہ سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ آخر نواب بھوپال ایک ہندی ہے۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کو بدنام کرنے کے بجائے اپنی حفاظت میں لیں مگر افسوس

الور کی جوبلی کے نتائج

جوبلی کے ایام میں الور ایک دلھن بنا ہوا تھا۔ تقاریب اور تقاریر دونو دلنشین تھیں۔ اور ان کا پروگرام اعلیٰ ذہنیت کا مشاید جن افسران اور ملازمان نے ان ایام میں شب و روز ایک کردئے۔ انہیں اس تقریب کی کامیابی پر مبارکباد دی جاتی ہے۔

اہالیان الور

یہ جشن برسوں تک یاد رکھینگے۔ افسوس ہے کہ جس دریا دلی سے انعامات پر منظور فرمائے گئے۔ ان کا استعمال سلیقہ سے خالی تھا اور ہمدردی راج سے مبرا۔ جہاں یہ خیالات ریاستوں میں پیدا ہو جائیں: تاجدار کو اپنی روش فوراً تبدیل کرلینا چاہیئے۔

معصوم تاجدار جئے پور

مہاراجہ سوائی مادھو سنگھ ہندوستان دھرم اور عقاید قدیم کے مجاہد تھے۔ ان کی روح جسم سے علیحدہ ہوتے ہی انگریزی دور دورہ ہو گیا۔ اور

معصوم مہاراجہ انگریزوں کی سربراہی میں پڑا مارا مارا پھرتا ہے۔ اردو کے اخبارات تک دکھلائے نہیں جاتے۔ اور آئندہ بھی ایسی ہی امید ہے۔ انگریزی قدم جہاں پڑتا ہے۔ پیچھے نہیں ہٹتا۔ جدید تعلیم و تربیت بری طرح سے غلامی کی طرف لئے جا رہی ہے اور طرفہ یہ کہ صدیوں کے حقوق منٹوں میں پامال ہو رہے ہیں۔ اور وہ بھی بڑی ہنسی خوشی ہے۔

بہاولپور کی خیر خیریت

بہاولپور کے متعلق گو کوئی تازہ اطلاع اخبارات میں نہیں چھپی مگر حالات روز بروز خراب ہو رہے ہیں۔ انتظام موجودہ کو گھن لگ گیا بمشکل ہی سے جان بری ہوگی۔ نواب صاحب کو پرانے اور خاندانی امرا سے کام لینا چاہیئے اور آزاد خیالی ذریعہ حکومت پر یخپنت ہو کر حکومت کر سکتے ہیں۔

صاحبزادہ محمد جعفر علیخاں بہادر آف مالیرکوٹلہ

مالیرکوٹلہ کی گدی ہر طرح کے تعصب یا طرفداری سے پاک رہی ہے۔ اور رہیگی۔ کیونکہ یہ شاہی خاندان اپنے بزرگ کی یادگار ہے کہ جس کے در پر بادشاہ سر جھکاتے تھے۔ ہمنے نواب ابراہیم علی خاں بہادر اور نواب عنایت علی خاں بہادر کا زمانہ اچھی طرح دیکھا ہے۔ انہیں مالیرکوٹلہ کا قطب کہا جائے تھا۔ اب خدا برتر کے فضل سے

صاحبزادہ محمد جعفر علیخاں بہادر

ایسی برکات کے حامل ہیں یا۔ آپ نے چیفس کالج لاہور میں انتہائی تعلیم حاصل کی اور یہ ریاست کے دیگر محکموں میں اپنی ذہانت طبع اور شاہی اخلاق کا جلوہ دکھایا۔ رعایا و برایا آپ کے شریفانہ و قابلانہ چلن کی معترف ہے۔ جو صاحب مالیرکوٹلہ جائیں۔ وہ دیکھیں کہ قدیم خاندان اب بھی وہی خوبیاں رکھتے ہیں۔ جو بزرگان سلف میں تھیں۔ صالح خون شرافت کے کام کرتا ہے۔

مصطفٰے آباد کے گدھے

ضلع انبالہ میں ایک نہایت معزز ریاست تھی جو پہلے پہلے سکھ سردار طوائف الملوکی کے زمانہ میں مظلوم رعایا کے ننگ ناموس کے محافظ ہوئے۔ اسی بنا پر یہ ریاست قائم ہوئی۔ مگر آجکل سخت ابتری پھیلی ہوئی ہے۔ جہاں حولی کا ٹھیا واڑی

گھوڑے کھڑا کرتے تھے۔ وہاں گدھے لوٹتے ہیں۔ افسوس کہ موجودہ رئیس اپنی رعایا کے جذبات سے لاپرواہ ہے۔ اور تن پروری شیوہ ہے۔ گاؤں اجاڑ پڑا ہے۔ ان زمینداران انسان کا خون پی کر اپنی اک بڑی حویلی بنالی ہے۔ دن رات اسی میں پڑا رہتا ہے یا کونسلوں میں ملک کی غداری پر آمادہ رہتا ہے۔ (نامہ نگار)

ریاست سرگوجا کا ولی عہد

میں اجمیر سے ٹورس کی سیر کر کے آرہا تھا۔ کہ ولی عہد مذکور بھی اسی کمرہ میں سفر کر رہے تھے۔ وہ نہایت ذہین آزاد مزاج اور بے تکلف واقعہ ہوا ہے۔ تعلیم بھی اچھی پا رہا ہے۔ مگر اُن کا ٹیوٹر یا گارڈین قطعی نااہل ہے۔ ایسے بیدار مغز ولی عہد کے لئے ایسا ہی اتالیق ہونا چاہئیے۔ ملازمان بھی ادنے درجہ کے انسان تھے۔ جب میں دہلی اترا تو میرا ملازم ٹرنک اتارنا بھول گیا۔ آپ کے گارڈین یا ملازمان نے بجائے اس کے کہ اُسے پولیس کے حوالہ کر دیتے اپنی گاڑی میں لیجا کر سیٹ کے نیچے چھپا لیا۔ اگر دو منٹ اور تلاشی ہوتی تو ٹرین چل دیتی۔ پولیس دہلی کے شریفانہ استمداد سے وہ ٹرنک اُن سے واپس لیا گیا۔ پانچ ہزار روپیہ کا قیمتی سامان تھا۔ ولی عہد کی وجہ سے خاموشی اختیار کی گئی۔ ورنہ مقدمہ بڑے مزے کا تھا مہاراجہ صاحب سرگوجا کو اپنے ملازمان کے طرزِ عمل پر غور کرنا چاہئیے۔

نظام حیدرآباد۔ مہاراجہ سرمور اور مہاراجگان الور و بھرت پور

نہ تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے
گھٹ کے مرجاؤں یہ مرضی مرے صیاد کی ہے

آجکل تاجداران کے چلن نے انہیں ہر طرح کے خیالات کے طبقہ میں بدنام کر رکھا ہے۔ کسی پہلو بھی انہیں چین لینے نہیں دیا جاتا نظام حیدرآباد اگر فضول خرچی کا انسداد فرماتے ہیں تو انہیں ممسک بتلایا جاتا ہے۔ ایسا ہی اخبار پارس لاہور کا نامہ نگار مہاراجہ سرمور کو خبطی کا خطاب دیتا ہے۔ اور اگر کوئی دریا دلی سے کام لیتا ہے تو جو کچھ اُن کی نسبت رائے قائم کی جاتی ہے۔ وہ خبیثا اخبار ریاست کے الفاظ سے ظاہر ہو سکتی ہے ،

اخبار طاقت کی حماقت | تیج اعظم مراد آبادی ذمہ داری سے لکھتا ہے کہ "جس دن سے اس اخبار نے جنم لیا ہے' اپنے حوصلے کے دامن کو وسعت دینے کی کوشش کر رہا ہے' پہلے تو صرف ریاست اخبار کی شکایت تھی' کہ اُس نے دیسی رؤساء کے خلاف لکھنے کی روش اختیار کی ہے' مگر طاقت نے اِس میں اور بھی چار چاند لگا دیئے ہیں' اور اپنی خود غرضی کو پبلک کر دیا کوئی ہفتہ خالی نہیں جاتا' کہ جو اُس کے زورِ قلم سے کوئی نہ کوئی دیسی ریاست شکار نہ بنتی ہو' لیکن اور گورنمنٹ کی نگاہ میں معزز اور وقیع ریاستوں کو اپنا نشانہ بنا کر طلب منفعت کرنا چاہتا ہے' اخبار نویس کے لئے یہ روش جیسی کہ ریاست اور طاقت استعمال کر رہے ہیں کسی نہ کسی وقت میں نہایت مضرت رساں ثابت ہو سکتی ہے' بیخبری کے عالم میں ایک خیالی پلاؤ پکا کر کسی ریاست کے خلاف قلم اٹھانے کی جرأت کرنا سخت غلطی ہے' ہم دیکھتے ہیں کہ اس اخبار نے ریاست اُودے پور کے متعلق ایسی بے سروپا لغو خبریں چھاپنا شروع کی ہیں کہ جن کی بازپرس پر وہ کوئی بھی کافی جواب نہ دے سکے "سری دربار مہارانا صاحب بہادر اُودے پور کے متعلق اس نے لکھا ہے کہ مہاراج کنوار کے خون کے پیاسے ہیں' اور سادھوؤں کو روپیہ دیکر اُن کے مارنے کی بددعا کرا رہے ہیں"

الور جوبلی کے اخراجات | گجراتی زبان کا اخبار "سوراشٹر" الور جوبلی کے اخراجات کے متعلق لکھتا ہے کہ "یہ نالائق ہندو دشمن ذہنیت ہے کہ اغراض فاسد کیلئے ہندو تاجدار کو بدنام کرتا ہے"

اُس جوبلی پر موٹی موٹی رقم یعنی ۱۱ کروڑ روپیہ خرچ آیا ایک لاکھ پچیس ہزار جگت گورو شنکراچاریہ اور گئے' چارہ لاکھ روشنی تیس ہزار جھنڈیاں' چھ ہزار گلدان' دس ہزار آتشبازی' ایک لاکھ درخت محلات کا اور دس لاکھ روپیہ ہندوستانی و ولایتی طوائفیں' تھیٹر' تماشہ' شکار' اور تفریح کیلئے جس والئے ریاست کی جوبلی پر خرچ کیا گیا جو اپنے آپ کو تمام والیان ریاست میں بہتر و اعلیٰ سمجھتا ہے اور جو اپنی رعایا کے نگہبان ہونے کا مدعی ہے"

اِن امور کی مختصر تفصیل سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ریاستوں کی مختصر آمدنی کے اعتبار سے

کیا حالت ہے، اور کس طرح سے بھوکی مر رہی ہے، رعیت کا خون چوس کر تفریحات پر لاکھوں روپیہ برباد کر دیا جاتا ہے۔ اے والیانِ ریاست اپنے بدخواہان کی تجاویز پر غور کرو۔

اعزازِ سالِ نو کی مبارکبادیاں

گورنمنٹ کی طرف سے خطابات کی جھڑی بالعموم غیر مقام پر لگتی ہے، اور جہاں ضرورت ہوتی ہے، وہاں امساک ہے، اور یہ غلطی ہمیشہ جاری رہے گی، کیونکہ جس نقطۂ نگاہ سے گورنمنٹ خطاب عطا کرتی ہے، وہ ہندوستانیوں کے طبائع کے خلاف ہے، پھر بھی سالِ نو کی خوشی پر جن صاحبان کو اعزاز بخشا گیا، رئیس ہند ان کو مبارکباد دیتا ہے، اور اصحاب ذیل کو خصوصیت سے

مہاراجہ ہری سنگھ کشمیر، رانا صورت سنگھ نہروچ، نواب سر صادق محمد خان بہاولپور، میاں سر فضل حسین، سر سردار جوگندر سنگھ، نواب نظامت جنگ حیدرآباد، راؤ راجہ امر سنگھ الور، نواب سر عمر حیات خان ٹوانہ، پنڈت ہیرا بیج وزیر رامپور بشہر (شملہ)

ریاست پونچھ اور وزارتِ لالہ سکھدیال صاحب ساہنی

گو آجکل امان اللہ خان سابق والئ کابل سے ہندیوں کی عالمگیر ہمدردی نے مسلمان بھائیوں کے دل پر اپنی رواداری، شرافت، نیک خیالی کا سکہ جما دیا ہے، مگر اس پر بھی بعض مسلمان متعصب پرچے جو قوم کا واسطہ دیکر ملک کو بھڑکاتے میں اپنی گذر اوقات سمجھے ہوئے ہیں، اپنی متعصبانہ اور شر انگیز تحریروں سے باز نہیں آتے، جب کوئی شکایت نہیں ملتی تو ملازمانِ ریاست کی فہرست کی پڑتال شروع ہوتی ہے، پھر کہیں یہ حاشیہ آرائی ہوتی ہے، کہ فلاں محکمہ میں ایک مسلمان ہے، دس ہندو ہیں، یا کل محکموں کے آفیسر اعلیٰ ہندو ہیں، غرضیکہ ایسی ہی نامراد وقائع نگاری سے ریاستوں میں آتشِ نفاق بھڑکاتے ہیں، اور سچ تو یہ ہے آگ میں خود جلے مرتے ہیں۔

نامراد اخبار کشمیری نے ریاست پونچھ پر بھی ایسے الزامات لگائے، جن کا جواب نامہ نگار مقامی حسب ذیل الفاظ میں لکھا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ الٰہی بخش صاحب کا جو چیف ریونیو منسٹر ہیں، کوئی تصفیہ نہیں ہوا، راجہ صاحب نے

رائے صاحب میجر جنرل شما کچند سنگھ اور رائے صاحب میجر رام پرشاد و دیگر افسر صاحبان آل
سپیشل ڈیوٹی و لالہ سکھ دیال صاحب ساہنی وزیر وقت کی رائے کو وہ دربین نگاہوں سے معتنا
فرماتے ہوئے اتفاق رائے کر کے بخشی صاحب کو واپس عہدے کے قابل تھے "افسر کی آسامی
عطا کی ہے، چونکہ دیوان بخشی چند لعل صاحب پونچھ میں سب سے پرانے وفادار ریاست ہیں،
ان کی نسبت بوجہ سردست معاملہ زیر غور ہو زیادہ تحریر کرنا درست نہیں ہے۔ آگے چل کر وزیر صاحب
بہادر پونچھ کے کارناموں کے تحت میں حماقت اور دروغ بیانی کا ثبوت دیا ہے، وہ رازداران
ریاست سے پوشیدہ نہیں سچے دل سے کہو کہ کیا اس وقت سی' آر' او' کی پوسٹ کے لئے
کوئی پونچھی مسلمان قابل ہے؟ جیسا کہ آپ اسی اشاعت میں تحریر کر چکے ہیں، جواب نفی میں
ہے، تو پھر یہ خبر کیا غلط ہے، کہ لفٹنٹ جعفر علی خان صاحب کے فرزند کو اس کام کی تعلیم
کے لئے نہیں بھجوایا گیا ہوا، اور سپرنٹنڈنٹ کسٹم کی آسامی کے لئے بھی کیا کسی پونچھی مسلمان کو
ٹریننگ کے لئے نہیں بھیجا گیا، علیٰ ہذا القیاس اکونٹنٹ افسری، وٹرنری اسسٹنٹ کی
آسامی کے لئے مسلمان طلباء نہیں بھیجے جا چکے، اور چیف فارسٹ آفیسری کے لئے بھی سنا گیا ہے،
کہ کوئی مسلمان لڑکا گیا ہوا ہے، اب بتاؤ کہ کس کے عہدِ وزارت میں یہ سب کچھ ہوا ہے، کیا یہ
لالہ سکھ دیال صاحب ساہنی وزیر پونچھ کی کرم گستری و نیک نیتی نہیں، اس سے آگے بخشی رام چند
ملازم پولیس کے مقدمات کا حال تحریر کرتا ہے،
آگے چل کر تیس ہزار روپیہ تیاری سڑک متصل آوچھی کے صرف ہونے کا ذکر کیا گیا ہے کہ ایک
میل سڑک پر کیوں اس قدر روپیہ ضائع ہوا، ان ایام میں سڑک کا کام کھولا گیا تھا علاقہ پونچھ
میں کیا قحط نہ تھا، اور کیا آپ کے برادران بھوک سے تڑپتے نہ تھے، انہیں گھر سے بلا کر اسی
سڑک کے کام پر نہیں لگوایا تھا، جو ان کی دستگیری کا موجب تھا،

قدرداں ہوں تو ایسے ہوں

رئیس ہند کے ڈھائی ہزار خریداروں میں سے اگر ڈھائی سو سرپرست اپنی عملی سرپرستی کے فرائض ادا کریں تو اس کے کارکن ڈھائی ہزار سال اپنی زندگی کی گارنٹی دینے کے لئے تیار ہیں، مگر افسوس نیکی کا کوئی خریدار نہیں، حق کا کوئی پرستار نہیں، جس روش پر آج کل اخباری مذاق شیفتہ ہے، وہ ملک و قوم کے لئے تباہ کن اور ہمارے لئے باعث شرم ہے۔

کشمیر کی قابل فخر ہستی پنڈت اننت رام صاحب ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ توشہ خانہ ریاست جموں و کشمیر اپنے الطاف نامہ محررہ ۲۷ نومبر ۱۹۲۸ء میں بالفاظ ذیل مایوسیوں کی تلافی فرما کر حوصلہ افزائی کا باعث ہوتے ہیں:-

جناب منیجر صاحب رئیس ہند تسلیم

اگر میں غلطی نہیں کرتا تو رسالہ رئیس ہند مجھے دو سال سے پہنچ رہا ہے، اگرچہ اس مدت میں چند کاپیاں نہ ملی ہوں گی، باقاعدہ ماہوار نہیں مل رہا،

اس رسالہ کی جہاں تک قدر کی جائے حق بجانب ہے، تحقیقی مضامین کا خزانہ ہے، پرانی ہندو تواریخ و تہذیب کا محافظ ہے، اور ادبیہ اعلیٰ و شستہ پیرایہ میں بحث ہوتی ہے کہ بے ساختہ داد و تحسین دینے کو دل چاہتا ہے، کاغذ قیمتی و چھپائی و تصاویر قابل تعریف ہے، جب سے یہ رسالہ پہنچ رہا ہے، میں نے کوئی رقم چندہ ادا نہیں کی، اور عجب ہے کہ اس کا مطالبہ بھی دفتر سے کبھی نہیں ہوا اور وی پی کرنا اور چندہ کیلئے [illegible] میں شیخ [illegible] ہم اپنی اور رسالہ کی [illegible] میں ریٹائر ہو چکا ہوں، مالی مشکلات بھی ہیں، اور مطالعہ کا شوق ضعیفی وغیرہ کی وجہ سے کم ہو چکا ہے (خدا آپکو ہمیشہ سلامت رکھے، افسوس ہے کہ ایسے قابل شخص ریٹائر کئے جاتے ہیں) گذشتہ کی بابت تحریر فرما دیں کہ کس قدر رقم روانہ کی جائے، دعا ہے کہ اس رسالہ کو دن دگنی رات چوگنی ترقی ہو، فقط (یقین ہے کہ ہمارے سرپرست ایسی ہی شرافت کا ثبوت دیں گے)

مشاغلِ علمی و تقریظات

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا، بھان متی نے کنبہ جوڑا

ریاست نابھہ کیلئے غلط کونسل آف ریجنسی

جناب متورع شاہی اپنے ایک پُر از معلومات محققانہ طولانی مراسلہ میں نوحہ کناں ہیں:۔

"آخرش گورنمنٹ قیصری اپنے عہود و مواثیق سے علانیہ طور پر منحرف ہو گئی اور وہ ان پاک عہد ناموں کی تنسیخ و ترمیم کی خطرناک جرأت کر بیٹھی کہ جن کی قائمی کی قربانگاہ پر مسلسل وہاں نثاری کروڑوں روپیہ کا اسراف، ہزاروں آدمیوں کا خون، اور دیگر ہر طرح کی قربانیاں قربان کی گئی تھیں۔ جس پر کل شاہی نسل پھولکیاں اور پٹیالہ، نابھہ، جیند کی رعایا کو خون کے آنسو گرانا چاہیں، اور ان تینوں ریاستوں کی پبلک کو اب ترکِ وطن پر آمادہ ہونا چاہئے، گو گورنمنٹ کی روز بروز اور طرح طرح کی مداخلتوں نے ان تینوں ریاستوں کی خانہ زاد رعایا کو پہلے ہی پامال کر دیا تھا، مگر اب انکے مسلمہ و مصدقہ خاندانی حقوق جو ان کو بذریعہ عہد ناموں حاصل تھے قطعی طور پر تباہ و برباد کر دیئے گئے۔

واجب العرض سنلہ شدہ ۱۸۵۹ء کی دفعہ دوم تقرری کونسل آف ریجنسی کے متعلق مندرجہ کے نام نہاد موجودہ گورنمنٹ قیصری پر حسب ذیل الفاظ میں ذمہ داری عاید کرتی ہے۔

"دفعہ سے یہ کہ تینوں ریاستوں میں سے کسی رئیس کی نابالغی کے زمانہ میں صاحب ایجنٹ ممالک مغربی نسقِ ملکی اور معاملاتی رئیسوں کی رائے سے ریاست مذکور کے خاندانِ قدیم میں سے تین یا پانچ شخص جو متدین اور نیک اور قدیمی ریاست اور خیر خواہ ہوں کارپرداز مقرر کئے جائیں، اور اگر وہ گڑبڑی کریں تو اسی طرح ان کی جگہ اور مقرر کئے جائیں، مگر کوئی غیر شخص مقرر نہ کیا جائے اور نہ ...

رئیس کا کوئی رشتہ دار مقرر کیا جائے،
جو نابھ میں کونسل مقرر ہوئی ہے، اُس کے پریسیڈنٹ اور دو ممبران کی نامزدگی و تقرری اِس
مقدس عہدنامہ کی توہین ہے، اور ہمیں اِس سے کوئی غرض نہیں کہ وُہ قابل ہیں، اور گورنمنٹ کے
معتمد ہیں کیا اخبارون اور وزیر ہند ہمیں بتلا سکتے ہیں، کہ یہ تینوں نابھ کے کس قدیم خاندان سے
ہیں، اور ان تینوں کے باپ ریاست نابھ کے ملازمانِ قدیم تھے، اور ریاست کے خیرخواہ ہیں،
کیا یہ خیر شخص کی ذیل میں نہیں آتے، ہم اِن مشکت سوالات کا جواب گورنمنٹ سے لے کر رہیں گے، خواہ
ہم کو کوئی خطرناک ہی طریقہ اختیار کرنا پڑے، ایسی مداخلتوں سے شیران پنجاب کو گہری نیند سے بیدار
نہ کرنا چاہیے، وُہ دن قریب ہیں جبکہ اِسی کونسل کے خلاف ملک میں سخت شورش پیدا کی جائے گی، اور
اسکی تمام ذمہ داری گورنمنٹ پر عاید ہوگی، (باقی دارد)

حسن نظامی کی غداری و جاسوسی

آجمیر و دہلی کے مجاورِ پشکر راج اور متھرا کے پانڈے جس غلاظت اور گندگی میں اپنی زندگی گذارتے
ہیں، وُہ سب پر ظاہر ہے، خدا ایسی روزی حرام سے سب کو محفوظ رکھے،

علی حسن کہ جو ایک بزرگ سے انتساب جتا کر اپنے آپ کو اُسی سلسلہ و قطار میں شمار کرانے کی ہمیشہ
ناجائز کوشش کرتا رہتا ہے، ایسی ہی صورت رکھتا ہے، دو سال ہوئے کہ اُس کے کارناموں
کی شہرت دیکھ کر ایک دُنیا دنگ رہ گئی تھی، لیکن ہم اسکی لالچی طبیعت، اور ندوشی ہوا میں اُڑنے
والی طبع سے واقف تھے، کہ جہاں حصول زر کا کوئی موقع آتا ہے، وُہ بے تکلف وہی راہ اختیار
کرلیتا ہے، اُس نے جو حضور نظام کے متعلق خلافِ حق حرکتیں کی ہیں جس سے ملک میں ایک
خاص ہیجان پیدا ہو گیا تھا، اِس سلسلہ کے متعلق شیخ ضیاء الحق صاحب نے حیدرآباد کے
تمام سے متین ٹریکٹ چھاپے ہیں، جو بعض ریویو دفتر نظامیں وصول ہوتے ہیں، آپ ٹریکٹ کی زد

اِس طرح لکھتے ہیں: ایڈیٹر

مارِ آستیں

ایک دِل گداز حقیقت کا انکشاف

خواجہ حسن نظامی کی حضور نظام کیساتھ غدّاری

ہر کس کہ از دست غیر نالہ کند سعدیؔ از دست خویشتن فریاد

رئیس الاحرار مولانا محمد علی صاحب نے ۷ر نومبر سے لے کر ۲۰ نومبر تک اپنے اخبار ہمدرد میں ان دِلگداز و دردوح فرسا واقعات پردہ در پردہ کا انکشاف فرمایا ہے، جو نہ صرف مسلمانانِ ہند کی ذلت و رسوائی کا ایک ناقابلِ محو نقش ہے، بلکہ اِن صوفیانِ خانقاہ نشین اور فقراء و بوریا نواز کی بدباطنی اور شغلِ نفسی کا ایک المناک فسانہ ہے، جو جبہ و دستار کی تہ میں قرآن و حدیث کی عبارت میں دامِ تزویر بچھا کر ملت مرحوم کی تباہی و تاراجی کا باعث ہو رہے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اولیاء

خواجہ حسن نظامی صاحب مشہور خواہرزادہ حضرت قطب الاقطاب محبوب الٰہی شاہ نظام الدین

آج دُنیائے ہندوستان میں صوفی حجرہ نشین، ادیب دلفریب، مبلغ مخلص اور خادم قوم کے نام سے مشہور ہیں، آپ کا حلقۂ نظامیہ کشمیر سے لے کر راس کماری تک اور پشاور سے لے کر رنگون تک دامِ ہمرنگ زمین کی صورت میں تمام ہند میں پھیلا ہوا ہے، آپ ہندوستان کے سربرآوردہ لوگوں میں سے ہیں، اور دہلی کے اندر خانقاہ حضرت محبوب الٰہی میں پہلے رنگ کا رین بسیرا بنا کر اپنی دُنیادی تبلیغ و اشاعت میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں، آپ آریہ سماج کے زبردست مخالف سمجھے جاتے ہیں، آپ کے لئے ہندوستان کے مسلمانوں کے قلوب میں ایک ممتاز جگہ موجود ہے، آپ والیانِ ریاست و شہزادگانِ ہند کی دوستی اور خدمت گذاری کے بھی امین مخلص سمجھے جاتے ہیں، (در اصل یہ ایک گرگٹ نما انسان ہیں، جو ان کے افعال و حرکات سے مخفی ہو بیان ہو)

سب سے بڑی بات اُبھری ہوئی دلی کے ان خواجہ صاحب میں یہ تھی کہ آپ مہاراجہ کشن پرشاد صاحب وزیر سابق و تعلقدار ممالک نظام کے مرشد اور پیر بھی ہیں، اور اس سلسلے میں حضور نظام خلد اللہ ملکہ کے ایک باوفا و جانثار خادم بن کر ریاست حیدر آباد کے بہی خواہ بے ریا بھی سمجھے جاتے تھے، اور بقول مولانا محمد علی صاحب کے آپ شہزادگان بانکا و عالی کے ساتھ ایک طرف خاصہ نوش فرماتے تو دوسری طرف حضور نظام کے آغوشِ پرورش سے بھی مستفیض ہوتے اور جناب تصوف مآب کی زندگیٔ مضطرب کا ایک بڑا حصہ حضور نظام کی عنایاتِ خسروانہ کا پروردہ تھا، آپ کا حلقۂ مریدین باصفا حیدر آباد کے اندر ایک وسیع دائرہ کے ساتھ مصروف زر پاشی رہتا، اور خارستانِ خواجگی کے اندر گلزارِ بے خزاں کی آبیاری میں منہمک رہتا"

لیکن ان تمام خصوصیات اور امتیازات کے باوجود حضور خواجہ حسن نظامی نے جو سلسلۂ خفیہ اور ریشہ دوانی کا جال حضور نظام خلد اللہ ملکہ کے دشمنوں کے لئے پھیلا رکھا تھا، آج وہ طشت از بام ہوتا ہے کب تک آخر حق اور صداقت مدعیانِ کذاب کی تزویر و ریا سے چھپی جاتی، اور بہت زبردست مصنفِ حقیقی کا دراز ہوتا ہے، اور ان پردہ ہائے فریب و کیادی کو چاک کر دیتا ہے جن کے پیچھے شیاطین فرشتہ لباس خدا کے بندوں کے لئے قیامت خیز مصائب و آفات کا سامان کر رہے ہیں ؎

جھوٹ کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں ناؤ کاغذ کی کبھی چلتی نہیں

دلی کے خواجہ حسن نظامی صاحب کے متعدد اخبار و رسائل ہیں، جو دنیائے ہندوستان میں ایک خاص خصوصیت کے ساتھ شائع ہو رہے ہیں، ایک ہفتہ وار اخبار "منادی" ہے جس کے اندر خواجہ صاحب کے تبلیغی کارناموں کے نقوش قلب نواز ہوتے ہیں، اسی اخبار کی اشاعت میں "مولانا مذہب" کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا ہے جسکے پڑھنے والے غایت حیرت و استعجاب کیا التماس بہت ... الفاظ و عبارت پر غور کرتے رہے لیکن کوئی نتیجہ نہ نکال سکے کہ یہ مضمون کیوں لکھا گیا، اور اس عظیم الشان انسان کی ذات پُر از رازِ الٰہی کیا خواجگی شکن ہے۔ (باقی آئندہ)

حقائق التاریخ

یعنی

سیر الآثار

(ہمارے سفیر کا سفر)

تاجدارانِ کوہستان اترکھنڈ کی راجدھانیوں میں

شملہ سے تھیلہ اور دھرم پور (دار الریاست)

(۲۴ میل، ۷۲۲۵ فٹ بلندی سے ۳۰۰۰ فٹ نشیب اور وہاں سے ۵۵۰۰ فٹ بلندی پر)

مدھان

(کوہستانِ شملہ)

فرضی آرام کے چند ایام

جیسا کہ ریاستِ ہند کے دربارہ نومبر ۱۹۲۸ء کو پڑھ کر ناظرینِ کرام نے یہ اُمید باندھی ہوگی کہ دسمبر میں یہ سلسلۂ نظارۂ چشم شوق منور ہوگا اِس سلسلہ کے قطع ہونے کا یہ سبب ہوا کہ میں خانگی ضروریات کے لئے اپنے وطن چلا گیا، اِس خیال سے کہ کام بھی طے ہو جائیگا اور اِس پہاڑی سفر کی کوفت بھی دُور ہو جائیگی، مگر خُدایا یہ چند ایام سخت تفکرات و تکلیفات بے اطمینانی و بے دِلی میں صرف ہوئے، میں سب معاملات چھوڑ کر شملہ کی طرف ہوا کی طرح چلا اور شوقِ سفر پر لگا کر شملہ سے تریاں اور وہاں پہنچ کر کہا ع ساقیا بخیز پرکن جام را خاک بر سر کن غمِ ایام را

سفرِ دھرم پور کی مشکلات

دورہ کا جو پروگرام شروع میں میرے مہربان راجگان کی ہی ہند مرتب کیا تھا وہ حالات کے لحاظ سے مقام مقام پر ٹوٹتا چلا گیا، شملہ پہنچکر خیال آیا کہ موسم سرما سر پر ہے، برفانی بارشیں شروع ہونے والی ہیں۔ برف پڑنے کے لئے میرے شوقِ سفر سے زیادہ بیقرار ہے، اگر یہ شمالی ریاستیں اس سفر میں باقی رہگئیں خدا معلوم اگلے سال تک زندگی وفا کرے یا نہ کرے، یہ سفر شروع ہی کر دینا چاہئے، چنانچہ اسکا آغاز دھرم دھرتی سے شروع کیا جانا مناسب سمجھا گیا۔ پہاڑی راجگان اور معزز اصحاب نے مجھے پچھلے دورہ میں اِن کُل راجگان کی عادات و اطوار، فضائل و خصائل سے آشنا کرادیا گیا تھا، اُس واقفیت کی بنیاد پر مَیں پیشتر کا نام لے کر سری راناآن دھیر چند صاحب بہادر کی راجدھانی مدھان کی طرف روانہ ہوا۔

شملہ سے مدہان جانے کے لئے دو راستہ بتلائے گئے پہلا طولانی آرام دہ راستہ شملہ سے براہ گفری، پھاگو سے پھلتی تک پختہ سڑک (ہندوستان تبت روڈ) کا ہے کہ جو آخری مقام ہے ۱میل تک ریاستی سڑک پر ختم ہو جاتا ہے، دوسرا راستہ مسوبرہ، سی پور ٹھیلہ کا ہے، وہاں سے ایک سالانگ ندی ٹھیلہ عبور کرنے پر ریاستی سڑک ملتی ہے، پہلا راستہ ۲۴ میل شمار کیا جاتا ہے جو صحیح ہے، دوسرا راستہ ۱۰ میل شمار کیا جاتا ہے، میرے شوقِ سفر نے یہ دونوں راستے دیکھے، دوسرا راستہ ۷۰۰۰ فٹ بلندی سے نشیب میں شروع ہو کر ڈھلان ہائے ٹھیلہ تک ۳۰۰۰ فٹ رُوح فرسا، حوصلہ شکن، پُر مصائب دشوار گذار، ہیبت ناک اترائی اور چڑھائی کی جان کو روتا ہے۔ انسان کا تو کیا ذکر ہے، حیوان بھی پریشان اور بیدم ہو جاتے ہیں۔ لیکن ٹھیلہ سے جو سڑک دارالریاست تک گئی ہے وہ نہایت اچھی حالت میں ہے۔

میں اِس سفر کی صعوبت اور مشکلات کے متعلق محض اسقدر بآواز بلند کہہ دینا چاہتا ہوں کہ کوئی صاحب اس راستہ سے آنے کا عزم نہ کریں،

ملکی نظارہ

ٹھیلہ سے مدہان تک تو معمولی جنگل ہیں، مگر تمام پہاڑ ملاگیری رنگ کی گھاس کا ایسا دلفزا نظارہ پیش کرتے ہیں کہ جو دیکھنے پر منحصر ہے، مَیں نے پُر تکلف سینری دیکھ کر پہاڑیوں سے وجہ پوچھی، اُنہوں نے کہا کہ یہ اِن پہاڑوں کی مٹی کی تاثیر ہے، مگر میرا خیال ہے کہ اِن

پہاڑوں میں تمازتِ آفتاب کمزور ہے، دیس کی گرم ہوائیں شملہ پچھاگو رینج کی بلندی عبور نہیں کر سکتیں، سراسر خنکی کا باسا ہے، مٹی کے اثر کے ساتھ موسمی اثر کا بھی اس میں دخل ہے، گھاس کی کثرت کی وجہ سے بان کی پتی حیوانات کی خوراک نہیں بنائی جاتی،

ذرائع نقل و حرکت

رانا صاحب کے علاقوں کی سڑکوں کی عام حالت رانا صاحب کی بہبودئ رعایا کا پتہ دیتی ہے، میں نے آج تک اتنی ریاستوں کی سڑکیں دیکھی ہیں، مگر یہ کہیں نہیں دیکھا کہ حفاظت کے لئے لکڑی کے جنگلے لگائے گئے ہوں۔

ریاست کی تمام آبادیاں

میں نے تقریباً ریاست بھر کے گاؤں کچھ تو آنکھوں سے اور کچھ دُور بین کی امداد سے دیکھے، پرمیشر کا شکر ہے کہ ریاست مذکور تباہ کن انگریزی طریق انجینیری کی شیدا نہیں، قدیم طرز کی آرام دہ کم خرچ عمارتیں تعمیر کی جاتی ہیں،

جنگل محفوظ اور شکار

جب میں کیاری یلاق مدہان پہنچا تو اُسکے اِردگرد پُرشان دار گھنا جنگل دیکھ کر انتظام ریاست کا معترف ہونا پڑا، یہ جنگل ہر قسم کے شکاری جانور مثل چکور، جنگلی مرغ، ککڑ، چیتا، ریچھ، گھورل، آہو، نمشک وغیرہ وغیرہ سے آباد ہے، میں جنگلی راستہ طے کر رہا تھا اور پرند جانور بے خوفی سے میرا راستہ کاٹ رہے تھے،

تمام ریاست پہاڑی ہے، اسکی سب سے بلند چوٹی ٹیکر ہے، جہاں چار ریاستوں بھجی۔ کمارسین کیونتھل اور مدہان کی سرحدیں ملتی ہیں، عرصہ ۳۰ سال سے پہلے یہاں دیودار کا بڑا قیمتی جنگل تھا، جو ٹھیکہ داروں نے کاٹ کر برباد کر دیا۔ اب بھی دیودار، کیل، چیل، بان اور موہرو کا جوان جنگل ہے، ریاست کی حد میں نالی کھڈ ایک بڑی ندی ہے، جو ریاست بھجی سے گذرتی ہوئی دریائے ستلج میں جا ملتی ہے، یہ ندی ریاست کے لئے بڑی مفید ہے، ریاست کی پہاڑی چوٹیوں کی بلندی ۴۴۰۰ فٹ سے ۹۲۴۲ فٹ تک ہے، اور کیاری کی بلندی ۶۸۰۰ فٹ سے ۷۵۰۰ فٹ تک،

جنگل کا انتظام پنڈت منوہر لعل (جو کہ پنجاب فارسٹ اسکول کا تعلیم یافتہ ہے) کے سپرد ہے، وہ عرصہ ۱۹ سال سے اپنے فرائض منصبی کے علاوہ دیگر سرکاری کاروبار وفاداری اور ہوشیاری سے انجام

دے رہا ہے، رانا صاحب اسکے چلن سے مطمئن ہیں، جنگل کا انتظام گورنمنٹ کے سٹینڈرڈ کے موافق ہے

نرسری

کیاری میں چار ایکڑ اراضی پر دیار کی نرسری ہے جو ہر سال رو ڈسے جنگلوں کو سرسبز بنا رہی ہے ؛

چند تاریخی کلمات

سینکڑوں صدیاں گذریں کہ آریہ ورت پر مسلمانوں کے ابتدائی حملے بحری راستہ سے شروع ہوئے، غیور راجپوتوں نے حملہ آوروں کے انکے ، ظالمانہ، بے رحمانہ، طرز سلوک سے تنگ آکر جان و مال کی پروا نہ کرتے ہوئے حفظ ننگ و ناموس کی حفاظت ضروری سمجھی ،

چندیری سے جوالا مکھی

چنانچہ قدیم راجدھانی چندیری کے فرمانروا راجہ ہری ہر چند سری جوالا مکھی جی کی جاترا کا پولیٹیکل اعلان کر کے ایک کثیر التعداد لشکر کے ساتھ چندیری سے روانہ ہوئے، راجہ مذکور نے جھنڈیری (مضافات تیرتھ مقدس) میں ڈیرے ڈال دئے، اسکے تین بیٹے پنجاب کی جداگانہ حکومتوں کے بانی ہوئے، ان میں سے سب سے چھوٹے بیٹے راجہ بیر چند نے بلاسپور کی بنیاد رکھی ،

بلاسپور سے اترکھنڈ کی فتوحات

پانچ صدی قبل بلاسپور کا تاجدار راجہ بھیم چند تھا، خاندانی اولوالعزمی نے جوش مارا، اترکھنڈ کی فتوحات پر ابھارا، اسی اثناء میں خبر لگی کہ کوہی راجگان آپس کی خانہ جنگیوں کی وجہ سے رعایا کے لئے وبال جان ہو رہے ہیں، ایک صبح راجہ صاحب محل کے برج اسمانی سے معہ اپنے جرنیلوں کے کوہستان اترکھنڈ کی طرف دیکھنے لگے۔ بعد گفت و کلام اپنی شاہانہ پر رعب موچھوں کو پے در پے تاؤ دیتے ،

دھوبن کی حیرت انگیز ہمت

شاہی دھوبن یہ نظارہ دھوبی گھاٹ سے دیکھ رہی تھی، بادشاہوں کے دربان تک شان مدبری کہتے ہیں، یہ تو صدیوں کی خاندانی دھوبن تھی جو گفتگو شاہ و وزراء میں ہوئی فوراً تاڑ گئی، اپنے خاوند سے کہا کہ ان داتا سامنے پہاڑوں کے جابر عیاش اور ظالم راناؤں کی سرکوبی کے لئے فوج کشی پر طیار ہوگئے۔ جلدی کپڑے سمیٹ اور گھر پہنچ کر

فوج کے ساتھ چلنے کی تیاری کر، ایسا نہ ہو کہ اپنے مالک کی سیوا سے محروم رہ جائیں ۔

انکشافِ راز اے آریہ ورت جب ہم تیری عہدِ قدیم کی شانِ عزیزی کا حالیہ زمانہ کی نالائقی و کج فہمی سے مقابلہ کرتے ہیں تو آنکھوں میں خون کے آنسو اُتر آتے ہیں، اور ایک کو و غم ٹوٹ پڑتا ہے، کجا اُس عہد کے غلیظ پارچات کے دھونے والی ایک عورت کی فہم و فراست اور کجا آج کل کے نادان نام نہاد لیڈران ملک کی بے تمیزی، اے ہمارے پاک رشیوں کی مبارک بابرکت روحو، اب تو اپنی ستم زدہ اولاد کی خبر لو،

جب دھوبن نے اضطرابی سے اِس راز کا انکشاف کیا، تو یہ خبر پھیلتے پھیلتے سلطنت بھر میں پھیل گئی، راجہ کے بھائی کنور بھوپ سنگھ تک جا پہنچی، محبتِ برادرانہ جوش میں آئی، دوڑا دوڑا محلاتِ شاہی میں گیا، اور برادرِ اکبر کے قدموں میں گر کر عرض کی، کہ "اے بھائی کیا آپ مجھے راجپوت بھائی نہیں سمجھتے، کہ خود اِس جان جوکھوں کے کام میں اپنی جانِ عزیز ڈالتے ہیں اور اِس نالائق عزیز کو اِس لائق نہیں سمجھتے کہ کوئی خدمت بجا لاسکے، راہ پُر خطر ہے، منزل دراز ہے، دشمن بیباک اور بدذات ہیں، کالے کوسوں کا سفر ہے، حضور کی جان، مُلک کے لئے سرمایہ حیات ہے، آپ کے جانے سے مُلک بھر کی مات ہے، حضور فدوی کی امداد کیجئے، جان نثار روانہ ہوتا ہے، امداد بھیجیے"،

راجہ صاحب بھائی کے ایسے جذبۂ وفاداری کو کیونکر ٹھکرا سکتے تھے، اُسے اجازت دی،

کوہستانِ اُترکھنڈ پر چڑھائی ۔

پھرتا ہے سیلِ حوادث سے کہیں مردوں کا دل
شیر سیدھا تیرتا ہے وقتِ رفتن آب میں

کنور دراصل کنور تھا، فوج کو چار جرنیلوں کی سرگردہی میں تقسیم کر کے اُترکھنڈ کی دشوار گذار ناقابلِ عبور خطرناک، پُر خوف، غیر معلوم، فلک شکوہ وادیوں کو چیرتا، اور راستہ کے رکاوٹوں کو زیر کرتا ہوا مقام تیرتھ

ف ۱ یہ موضع آجکل ریاست رامپور میں ہے جو ستلج کے کنارہ پر واقعہ ہے اور رکھنگ اِسی نام سے مشہور ہے - اِسکی بلندی ۲۰۰۰ فٹ کی ہے - بہار ستانی ‌+

تک جا پہنچا، چونکہ یہ مقام ستلج[1] کی انتہائی منزل پر تھا، اور ظالم و جابر راجگان کی حلقۂ حکومت کا انجام، اس لئے اپنی فتوحات کے دائرہ کو مرکز پر پہنچا کر ایک عالیشان دربار منعقد کیا گیا، جس میں تمام راجگان کوہی شامل ہوئے، اُسوقت چندیری کے کوی راج منگل بھٹ نے "اتر کھنڈ راسا" کے نام سے ایک نظم پڑھی جس کا ایک بند یہ ہے ؎

کیپو کہیکہر کہیکسو پہرت ترت دمر منڈ — دوہائی پھرے راجہ بھیم چند کی سب بہوگ بہر کھنڈ

راج تلک کی رسومات نیرت میں ادا کی جا کر فاتحان مراجعت فرمائے وطن ہوئے جب یہ لشکر جز رموجودہ مدہان میں پہنچا تو کنور صاحب نے جو راجہ بن چکے تھے سب راجگان کوہی کو بعزت و احترام رخصت فرمایا

سورج بنسی خاندان کا ٹھاکر راجہ سین ریاست مدہان کا حکمران تھا کہ جو دہیج[2] کے جنگ میں مارا گیا تھا، اُسکے خاندان میں سات پشت تک کوئی وارث نہ تھا۔ بلاسپور سے حکم پہنچ چکا تھا کہ یہ مفتوحہ علاقہ وارث راجہ بھائی اپنی جاگیر سمجھو، اور کل راجگان کوہی سے خراج وصول کر کے داخل خزانہ بلاسپور کرتے رہو،

آپ نے ہر چند چاہا کہ اِس اتر کھنڈ میں کامل طور پر اپنا عمل و دخل جمائیں مگر موسم سرما کے آجانے اور برف پڑ جانے کی وجہ سے وقت پر امداد نہ پہنچ سکی اِس لئے وہ اِسی ریاست پر قابض رہ کر داد حکمرانی دیتا رہا، اِسکے چار جرنیل چھوگو[3]، آہوگو[4]، چاندہ[5]، چرڑی[6] یہیں شاد و آباد ہوئے جن کی آبادی کے چاروں طرف آج تک نشان دئے جاتے ہیں۔

---

[1] یہ گاؤں پرگنہ برالی ریاست ہذا میں واقع ہے، چونکہ اس قصبہ پر جشیار تیر باری ہوئی تھی اسلئے جب کبھی گہری کھدائی ہوتی ہے سوفار نکلتے ہیں۔

[2] روایت ہے کہ جب یہ مہذب شاہی لشکر حدود رام پور میں داخل ہوا تو وہاں کی وحشی آبادی گھوڑوں کی لید کے لیلے بڑی رغبت سے کھا گئے۔

[3] یہ سب اُسی نواح کے دیہات کے نام ہیں جو اِسوقت تک آباد ہیں۔

[4] یہ جرنیل اپنے زہد و اتقا کی وجہ سے دیوتا بنا جسکا مندر بہاگو غلاقہ کیونٹھل میں موجود ہے۔

[5] یہ جرنیل اپنی جرنیلی شان قائم رکھتا ہوا اپنی اولاد کو نالائق چھوڑنے کی وجہ سے قعر گمنامی میں گر گیا۔ چنانچہ اِس کی اولاد بطور زمیندار زندگی گذارنے پر مجبور ہوئی۔

[6] بیان کیا گیا ہے کہ یہ جرنیل سورت اعلیٰ ریاست کوٹی کا تھا جو صحیح ہے۔

[7] ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ جرنیل جو چاندہ کا بھائی تعلقات ریاست بیجی کا مورث اعلیٰ ہے۔ ... چرڑو سے کہا جاتا ہے، اور میں فی الحال ... قرین نہیں

کل دیوی کے مندر کا استھاپن کرنا

چونکہ یہ خاندان ابتدا سے مذہبی عقائد کا بے حد عقیدت کے ساتھ معتقد ہے اسلئے اسی کل دیوی جی کا مندر استھاپن کیا گیا جو چندیری سے بلاسپور لائی گئی تھیں،

پانچ ہزار برس کا مندر

ریاست میں مندروں کی کثرت ہے ایک مندر پانچ ہزار سال کا یلاق مذکور میں باعث برکت ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ مندر پانڈوؤں نے اُس وقت تعمیر کیا تھا جبکہ وہ عالم گمنامی کے ایام ان اتر کھنڈ کے پہاڑوں میں گذار رہے تھے۔ یہ مندر مستطیل شکل کے سادہ وزنی پتھروں سے ۶ فٹ طول اور ۴ فٹ عرض میں بنایا گیا ہے، جس کے جانب شمال محض ایک چھوٹا سا طاق ہے، تحقیق ہوا کہ اسمیں جوت جلائی جلا کر پانڈو معبود حقیقی سے لو لگایا کرتے تھے،

کل پروہت

اس خاندان کا جب دکشن پر تسلط تھا تو دکہشنی برہمن خاندان کے پروہت تھے، یہ سب کو معلوم ہے کہ دکہشنی برہمن دان نہیں لیتے تھے۔ دکہشن میں ان کے کسی دانی راجہ نے پنڈت کے کھانے میں اشرفیاں ملا دیں، اس وجہ سے دکہشن کے دیگر برہمنوں نے انھیں اپنی برادری سے خارج کر دیا، اسلئے اُس برہمن کا خاندان ان کا کل پروہت بن گیا، اور آجتک یہی خاندان ان کی پروہتائی کا کام کرتا ہے،

ریاست مدہان کا تدریجی زوال

حقیقت یہ ہے کہ بھیم چند کے ریاست مدہان پر قابض ہوتے ہی اُسکی اولوالعزمی کا قدرت نے خاتمہ کر دیا۔ مختصر جماعت جو ہمراہ آئی تھی علاقہ مقبوضہ پر ہی قبض و اقتدار رکھنے میں ناکامیاب رہی، چہ جائیکہ مفتوحہ علاقہ پر اپنا اثر و اقتدار قائم رکھ سکتی، اور ایک مشکل یہ ہوئی کہ بلاسپور سے امداد ملنی بند ہو گئی، اس طرح سے یہ ریاست گھٹتے گھٹتے موجودہ رقبہ میں محدود ہو گئی،

گمنام مشہور تاجدار

اس گدی کے تاجدار حال تک ۲ تاجدار گزرے ہیں، ان سبکا تذکرہ لکھنا سفیر کا کام نہیں، یہ کام ہے بے خبر ارکان شاہی کا، دنیا میں قدامت بڑی چیز ہے، اور

لہ یہ مندر آجتک یلاق کیاری میں پرستش کیا جاتا ہے اور مشکلات کا حل کرنے والا سمجھا جاتا ہے۔ تیاگناہی

آریہ ورت میں تو یہ دنیوی کاروبار کا دین و ایمان تھا، مگر افسوس کہ تاجداران نے اپنے قابلِ تعظیم تاجداران کو بھلا دیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا نے انہیں بھلا دیا، سرکاری اور دیگر تاریخوں میں اِس قدیم الوالعزم فاتح شاہی خاندان کا نام تک نظر نہیں آتا، جو شخص اپنے آپ کو بھول جاتا ہے اسکو دنیا بھی بھلا دیتی ہے، آئمافلوتوا

نامِ نیکاں رفتگاں ضائع مکن　تا بماند نامِ نیکت برقرار

چند تاجدار

راجہ تیغ چند جو حکمرانِ چال کی نویں پُشت میں تھا، صاحب حوصلہ و عزم تھا، رانا بھو جبرو کسی بات پر بگڑا، اُسے ایک خونریز جنگ میں شکست دی، اور اُسکا علاقہ ممالک محروسہ میں شامل کر لیا، ایسا ہی سکیت کے رانا چراغو کو خاک و خون میں ملایا، روایت کی جاتی ہے کہ سکیت کے چار ہزار جوان چڑھ آئے، ادھر مدہان میں اُسوقت محض سات آدمی تھے محصورین نے جب دیکھا کہ موت سامنے کھڑی ہے محل سے نکل کر مندر میں آئے، اور دیوتا سے پرارتھنا کی، پھر تلواریں سوت کر دشمنوں پر جا پڑے، گو روز روشن تھا مگر حملہ آوروں کے لئے رات ہوگئی، انہوں نے اس سے فائدہ اُٹھا کر کل فوج کو جرمولی کی طرح کاٹ ڈالا، کروڑوں گِدھ جمع ہوگئے، اور ایک چیل کے درخت پر اسقدر گِدھ بیٹھے کہ اُن کے بوجھ سے درخت ٹوٹ گیا، اسی وجہ سے اِس رزمگاہ کا نام دودی کی جو بڑی کا مشہور چلا آتا ہے، جس کے معنے گِدھ کے میدان کے ہیں،

دو شہ زور جرنیل

اِس راجہ کے دربار میں گرجا ؤ اور ہمتو دو ایسے شہ زور طاقتور توانائی کے بھیم و ارجن جرنیل گذرے ہیں کہ جنکی طاقت کے کارنامے اُن لوگوں کے لئے کہ جنہیں ململ کی ڈیڑھ ماشہ ٹوپی بھی بارِ گراں ہے، سخت حیرت اور استعجاب ہی کا باعث نہیں ہونگے بلکہ دُور از قیاس اور ناقابلِ قبول ہونگے،

جب ریاست شیوگ کو مدہان کے حملہ آوروں نے تاخت و تاراج کیا تو گرجاؤ بھی مالِ غنیمت کی تلاش میں گھر گھر پھرا، محلات کے صحن میں ایک سنگین اکھل نظر آیا، چونکہ اُسے اُسکی ضرورت تھی، دونوں ہاتھوں سے اُٹھا کر ٹوپی کی طرح سر پر اوڑھ لیا، اور کیاری جا پہنچا، وزن کرنے پر ۵ من پختہ نکلا، یہ اکھل آجتک کیاری کے محلات میں موجود ہے،

ہمتو ہیبتِ مردانہ رکھتا تھا، جو بیگانہ فوج کے قلب میں گھس جاتا تھا، اور یہ کمال رکھتا تھا کہ اپنے دو دو بار اتیغہ کے آگے اور پیچھے مردوں کی صفیں کی صفیں بچھا دیتا تھا، یہ تیغہ بھی خزانہ مڈہان میں موجود ہے جس کا وزن ۲ سیر پختہ ہے،

فنِ ڈینگ اندازی

جب میں نے عالمِ طفولیت میں پنڈت دیا شنکر نسیم لکھنوی کی بے نظیر مثنوی گلزارِ نسیم کا میں نے یہ شعر پڑھا ؎

"ڈینگ تھی کی سب فضول ہے" — یہ لعل نہیں وہ لعل ہے"

تو میں نے مولوی فاضل، منشی فاضل، سید رحمت علی صاحب سے لفظ ڈینگ کے معنی پوچھے۔ اُس نے کہا کہ تعلّی اور شیخی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے، پھر میں نے پوچھا کہ یہ لفظ کس زبان کا ہے؟ تو اُس نے جواب دیا کہ تم ابھی بچے ہو، ایسی نکات نہیں سمجھ سکتے، میں سمجھ گیا کہ یہ خود نہیں سمجھ سکا، سینکڑوں فاضلوں سے یہ خلش دُور کرنا چاہی، مگر نہ نکلی، جب میں ریاست مڈہان میں پہنچا تو رانا صاحب نے بہادروں کے بہت سے بہادری کے کارنامے سُنائے، اُس میں فنِ قدیم سنگ اندازی کا واقعہ بیان کیا کہ ہمارے ہاں بم یا غل کے گولہ کی طرح ایک پُر ضرر حربہ "ڈینگ مارنا" تھا، چیل یا کیل وغیرہ درخت کو کمان کی طرح جھکا کر ۲۰-۲۵ من تک کا وزنی پتھر اُسکے سرے پر رکھ کر جائے نشانہ پر شست باندھ کر ہاتھ سے چھوڑ دیتے تھے، وہ پتھر ہزار گز تک مار کرتا تھا، اور جس عمارت پر گرتا تھا تباہ و برباد کر دیتا تھا۔ اس حربہ کے استعمال کا نام "ڈینگ مارنا" تھا،

یہ سُنکر چالیس سال کے بعد دل کی خلش دُور ہوئی اور سمجھ میں آیا کہ نسیم نے جو لکھا اسکا کیا مطلب و مفہوم تھا

تاجدارِ حال خوشحال

رانا صاحب کو سنسکرت کی خاص طور پر تعلیم دی گئی تھی، بھاشا بولی بھی ہی سمجھ لینا چاہیئے، اُردو خوب جانتے ہیں، اور بے تکلف لکھ پڑھ سکتے ہیں، چونکہ یہ خاندان اجداد سے دھرماتما ہے، اسلئے رانا صاحب میں وہ سب اوصاف پائے جاتے ہیں جو دھرماتماؤں میں ہونا چاہئیں، وہ ہر ایک نوع جانداروں سے ہمدردی کرتے ہیں، کسی کو تکلیف نہیں دیکھ سکتے، حتیٰ کہ فوجداری جرائم کے مجرمان جب پیشی پر آتے ہیں، بعد ملک لوک باریاب ہوتے ہیں

حقہ پیتے ہیں، لنگر میں کھانا کھاتے ہیں، اور اجلاس کے وقت پیشی بھگتتے ہیں، رعایا اسقدر تابع فرمان ہے کہ ضمانتیں اور مچلکے طاق نسیان میں رکھ دئیے گئے ہیں، مجال نہیں کہ پیشی پر کوئی حاضر نہ ہو، جب کوئی سائل عدالت سے باہر عرض معروض کرتا ہے، خواہ دوسرا کام کیسا ہی ضروری درپیش ہو فوراً چھوڑ دیتے ہیں، اور جلد از جلد فارغ کرنے میں ہمہ تن مصروف ہوجاتے ہیں،

سوشیل اصلاحات

دراصل رانا صاحب طبعاً سوشل ریفارمر ہیں۔ آپ نے سوشیل بہتری کے طوفان کی اپنی مذہبی پاکبازی کی بناپر جسقدر کہ زمانہ نے اجازت دی، استیصال کرنے کی کوشش فرمائی، کیونکہ سوشیل ریفارم اس حالت مجبوری و معذوری میں ہندستانیوں کے ہاتھوں سے واقعی ناممکن ہوگئی ہے، اس پر بھی رانا صاحب کی مُصلح طبیعت نے حسب ذیل سوشیل اصلاحات فرما کر رعایا کی صورت آبادی پیدا کردی،

(۱) شادی وغمی کی متبرک رسومات بگڑ کر ابتدائی صورت اختیار کرچکی تھیں، قانون جاری کیا گیا، کہ یہ تمام رسومات ویدک ریتی سے انجام دی جایا کریں،

(۲) جو متکفل نہ ہوسکے، دربار سے مفت امداد حاصل کرے، ہری گنگا جی پھول پہنچائے جائیں، اگر کوئی استطاعت نہ رکھتا ہو، دربار گنگا جی پھول پہنچا دیگا،

(۳) سگرٹ، تمباکو اور ہر قسم کی مُسکرات ۱۶ سالہ انسان کے ہاتھ فروخت کیجانی اور پینا قانوناً ممنوع قرار دی گئی ہیں،

انتظامیہ مشنری

رانا صاحب سوائے سزائے قصاص ہر قسم کے مالی و ملکی مثل راجگان کوہی اختیارات رکھتے ہیں، جیسا کہ جیسا دیگر کوہی راجگان کے حالات میں یہ امر واضح کیا جاچکا ہے، کہ یہ شاہی خاندان آغاز حکومت سے کامل اختیارات رکھتا تھا، جنگ گورکھا ۱۸۱۵ء ان کے شاہی اختیارات کی ہلاکت کا باعث ہوا، لفظی شکل میں کامل اختیارات ہیں، مگر عملی کی تشریح

آپ کے عہد حکومت سے قبل ریاست کے مالی و ملکی کاروبار زمانہ قدیم کے موافق زبانی طور پر طے ہوتے تھے، مگر آپ نے کل کاروبار دفتری شکل میں تبدیل کردیے ۱۹۱۱ء میں ریاست کا قانونی بندوبست بھی کرایا،

تاجِ انگلشیہ سے وفاداری اِس ریاست کے گورنمنٹ سے پولیٹکل تعلقات گورکھا وار ۱۸۱۵ء سے شروع ہوتے ہیں، غدر ۱۸۵۷ء میں جبکہ جتوگ کی باغی فوج نے کھلی بغاوت کا اعلان کیا، اور ملک بھر میں انگریزی حکومت کے خلاف ایک عام نفرت و بددلی پھیل گئی، آپ کے دربار نے اُسی وقت اپنی خدمات گورنمنٹ میں پیش کیں، گذشتہ جنگِ عظیم کے موقعہ پر ریاست نے اپنی حیثیت سے بڑھ کر بھرتی رنگروٹان و مالی امداد میں حصہ لیا،

منشا مولا اُسوقت سخت رنج و افسوس پیدا ہوتا ہے جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ پانچ شادیوں کے باوجود آپ کے کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی - پرمیشور کی جناب سے ہر مایوس کو اُمید رکھنا چاہئے

نہ ہو اُس سے مایوس اُمید وار اُسے فضل کرتے نہیں لگتی بار

رانا صاحب کے حالات دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ خوش نصیب اُس رعایا کے کہ جن پر ایسا مہربان حکمران حکمرانی کرتا ہو،

کیاری (دارالریاست مدھان) سے ٹھیوگ (ریاستگاہ)

(۶ میل - سخت چڑھائی ، ۶۸۰۰ فٹ نشیب سے ۷۴۲۱ فٹ بلندی پر)

برف باری کل دوپہر بارانِ رحمت کا نزول ہونا شروع ہُوا، اور پھر تمام دن ہلکی ہلکی بارش ہوتی رہی، تمام رات یہی حالت رہی، جب میں صبح چار بجے بیدار ہُوا اور کوٹھی سے باہر آیا، دیکھا کہ بارش بند ہے، مگر ہوا کی خنکی اسقدر سخت تھی، کہ ہاتھ پاؤں بے حس ہُوئے جاتے تھے، دن چڑھنے پر دیکھا کہ وہ چوٹیاں جن پر میں نے سفر کرنا ہے، برف سے ڈھکی پڑی ہیں، بارش اگرچہ بند ہے، مگر مطلع آسمان بادلوں سے تیرہ و تار ہوا پڑا ہے، جس سے یقین ہوتا تھا کہ اِس کوہستان میں موسمی برفباری کا آغاز ہو گیا، گو اِس نظارہ سے میرے دل نے خوشی محسوس کی، مگر ضروری سفر و سیاحت

کے ارادوں کو مایوسی ہوئی، میں نے اس برفباری کی کچھ پروا نہ کرتے ہوئے اسباب سفر باندھنے کا حکم دیا، کیاری سے میرا ارادہ نارکنڈی کی مشہور چوٹی پر پہنچنے کا تھا، مگر پنڈت منوہر لعل کی مہربانی اور صلاح سے غلط طور پر اگلی منزل ٹھیوگ قرار پائی، خچروں پر اسباب روانہ کیا گیا اور میں مع اپنے منشی و ہمراہیوں کے براستہ ڈنڈی جو اچھی خاصی سڑک کی حیثیت رکھتی ہے ٹھیوگ کے راستہ پر ہو لیا، ڈیڑھ میل چلنے کے بعد ایک کھڈ میں اترے، وہاں سے سخت چڑھائی چڑھ کر ہندوستان تبت روڈ نظر آئی، میل سے معلوم ہوا کہ شملہ یہاں سے ۱۸ میل پیچھے چھوڑ آئے، اس سڑک کا راستہ دلیس کے راستے سے نہایت صاف ہے، سڑک کی حالت شملہ کی مال روڈ سے کم نہیں، بارگاستری کے ملازم مرمت و درستی میں ہر وقت لگے رہتے ہیں، میں دو گھنٹہ کے اندر اندر یہ سفر طے کر کے ٹھیوگ کے ڈاک بنگلہ میں جا پہنچا، بنگلہ نہایت موزوں اور مناسب منظر پر برلب سڑک بنایا گیا ہے، جو نہایت ہی آرام دہ عمارت ہے، مولا بخش سامان ۲۰ برس کا واقف نکلا اس سے مل کر بڑی خوشی ہوئی

ریاست ٹھیوگ کی حالت

پدم چند ٹھاکر ٹھیوگ اور اس کے ٹیکہ کرم چند کے خانگی تنازعات نے اس ریاست کی حالت اس حکومت کی سی بنا رکھی ہے، کہ جس پر کوئی حکمران نہ ہو، ایسے سینکڑوں آدمی ملے، جو دلی رنج اور افسوس کے ساتھ حکمران اور اس کے ولیعہد کی دلی و قلبی عداوت پر افسوس کرتے پائے گئے، رعایا نے مجھ سے درد سے کہا کہ اس طرح سے خاندان شاہی میں باپ بیٹے کا جھگڑا کل ریاست کے باپ بیٹوں کے لئے باعث تحریک ہو جائیگا، نہ کوئی حاکم ہے، نہ افسر ہے، خود مختاری کا دور ہے، ٹھاکر بہت سی عورات ہمراہ لیکر سورج گرہن کی وجہ سے کورکشیتر گیا ہوا تھا، گو اس کا ہونا نہ ہونا برابر تھا، مگر اس کی موجودگی سے مزید واقعات کا انکشاف ہو سکتا تھا،

ٹھیوگ کی عورات کا جلوہ

پہاڑ کو طے کرنے پر عورت و مرد کی شکل و صورت، عادات و اطوار، پوشش و لباس، اور خوراک وغیرہ سب میں بین فرق نظر آتا ہے، یہ بالعموم خوبصورت، نہیں نہیں سفید چہرہ کی ہیں جن کی عمر ۲۰ سال سے کم ہے، اس میں سرخی کی چمک دمک

شرارت کی جھلک ہے، یہ واقعی مقبول صورت ہوتی ہیں، مگر اسکے اوپر کی عمر والی عورات بوسیدہ اور مالیدہ ہو کر کسی زمانہ کی برباد شدہ خوبصورتی کی مورتی ہیں، یہ بڑی بے تکلف اور آزاد مزاج ہیں، جوان عورتوں کی جوان اور بوڑھے حلقوں میں بدمعاشیوں کی کافی شہرت ہے،

لباس کی بیہودگی

گرم پاجامہ، رنگدار کرتہ، اوپر واسکٹ، سر پر رومال بالعموم ریشمی اور رنگدار لپٹا ہوا، ناک میں لونگ، کان میں طلائی ڈنڈیاں۔ گلے میں مصنوعی مونگوں کی کنٹھی، آنکھ میں شرارت، زبان میں لکنت، ہاتھوں اور پیروں میں اچپلاہٹ رفتار بے ڈھنگی، ظاہر میں ڈرپک، باطن میں ننگی، ظاہر طور پر ہر وقت کاروبار میں مصروف، مگر تلاش عاشق میں مشغول، ہر بچی سے بوڑھی تک نفرت انگیز معشوقانہ ناز و انداز میں غلطاں و پیچاں، آنکھ دوتی چور، نشہ شہوت میں مخمور، پستان کی جوانی کے ابھار کے ساتھ ہی پامالی، دل شکار کے لئے ہر وقت طیار، پہاڑ میں رہنے سے بیزار، غرض کہ یک آثار و صد بیمار، دیس کا ہر ادنیٰ سے ادنیٰ، بوجھ بردار، قلی، خچر، رکشا والے سب ان کے خریدار اور انکی دلی یار ،

کہنا پڑتا ہے کہ ٹھاکر صاحب اور اُن کے منہ چڑھوں نے رعایا کی سوشیل حالت درست کرنے کے بجائے قطعی طور پر ہر طرح تباہ و برباد کر دی، ایک گورنمنٹ ہے، کہ خاموشی سے اس بربادی کا نظارہ دیکھ رہی ہے اور ٹس سے مس نہیں کرتی، اگر رعایا ان مشکلات اور مصائب سے کہیں آزاد ہونا چاہتی ہے، تو بغاوت کے الزام میں دھری جاتی ہے، نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کا معاملہ ہے، ایسی افراط و تفریط، ایسی آوارگی، اور ایسی بربادی انگریزی عہد سے قبل ہندوستانی سماج میں کبھی نہ ہوئی تھی، کیا اُس حکومت کے لئے کہ جس میں کبھی سورج غروب نہیں ہوتا، اُس سے ۷۴ میل رقبہ کی تباہ کاریوں کا انتظام نہیں ہو سکتا، ہم تو یہی نتیجہ نکالینگے، کہ یہ دانستہ چشم پوشی ہے،

ٹھاکر کا عہد اور بربادی

ریاست بھجوگ کی ۱۲ ہزار سالانہ آمدنی ہے اور اسکا اسراف دو طریقوں پر ہوتا ہے، اول تو انگریزوں کی جانبداری ہے کہ ڈپٹی کمشنر شملہ سال میں ایک دفعہ آتا ہے سیر و تفریح کرتا ہے، کھا پی کر چلتا بنتا ہے، دوسرا اسراف ٹھاکر صاحب

کی لا متناہی فضول خرچی ہے، باوجود اولاد، شادیوں کی بھرمار ہے، خواصوں کا ٹھکانہ نہیں، دخلہ کا شمار نہیں، ان ہر دو اسراف پر رعایا کے پسینے کی گاڑھی کمائی برسوں سے برباد کی جا رہی ہے، نہ شفاخانے کھلے، نہ مدرسے قائم ہوئے، نہ تعلیم و تربیت کا کوئی انتظام کیا گیا، نہ رعایا کی سوشیل و اخلاقی اصلاح پر غور ہوا، ہم حکمران اور گورنمنٹ قیصری سے یہ سوال کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ کیا ایک حکمران کے یہی فرائض ہیں اُس نے سنہ ۱۸۱۵ء سے سال حال یعنی سنہ ۱۹۲۸ء تک اِس پہاڑی آبادی کے قائم و بحال رکھنے کے لئے کیا کیا؟

پیداوار آلو کی تباہیاں

ہر قسم کی قدیم زراعت و پیداوار انگریزی تجارتی اثر سے تباہ و برباد ہوگئی، وہ سونا پیدا کرنے والے کھیت جو انکی ضروریات کے موافق جنس پیدا کر کے اِن کی صحت و سلامتی کے موجب تھے، آلو کی کاشت کے لئے وقف ہو گئے زمیندار پیداوار سے قبل قرضہ سر پر چڑھا لیتے ہیں، اور یہ تمام پیداوار قرضہ میں دیدیتے ہیں، اگر قرضہ کی ادائگی کے بعد دو چار روپیہ بڑھ جاتے ہیں تو پارچات خرید لاتے ہیں، اسیطرح سے سال بھر کی پیداوار دو چار دن میں آتشبازی کی طرح اُڑا کر مفلس و قلاش بن جاتے ہیں، یہ ہے آجکل کی دیسی حکومت اور انگریزی راج کا اثر،

ٹھیوگ سے پڑالہ[1] اور پڑالہ سے سینج[2]

(۷ میل۔ ۷،۵۰۰ فٹ بلندی سے ۴۰۰۰ ہزار فٹ نشیب پر)

پنڈت منوہر لعل کی غلط رہنمائی

میرا پروگرام مدھان سے کُمارسین جانے کا تھا، مگر پنڈت مذکور کی دانستہ غلط رہنمائی نے پڑاؤ ٹھیوگ بنا دیا، جو صرف ۷ میل کی بہت ہی نرم منزل تھی، چونکہ نارکنڈہ کی طرف ۱۵ نومبر کو برف پڑ چکی تھی، اسلئے میں نے سمجھا کہ اِس میں بھی کوئی خدائی مصلحت ہوگی، میں ٹھہر گیا، اور موسم کی

[1] ٹھاکر صاحب بالعموم یہاں ہی رہتے ہیں [2] اسے دار الریاست سمجھا جاتا ہے،

کی حالت دیکھتا رہا، مجھے معلوم ہوا کہ دریائے گری کے کنارہ کنارہ ٹھاکر شیوگ کے چند محلات (ڈیرے) پُر فضا قطعات پر واقعہ ہیں، اور یہ مقامات قابلِ دید ہیں، اور کچھ دُور نہیں، میں نے یہ مقامات پروگرام کا ضمیمہ بنائے، کہ سیر بھی ہو جائیگی اور موسم کی یکسوئی بھی، چنانچہ میں صبح، ۸ بجے سے پیشتر گھوڑا لیکر پرالہ کی طرف چلدیا - ڈیڑھ میل سڑک پر خشک منظر دیکھنے میں آیا - ہاں چوڑی چاندنی کی چوٹی موسم کی پہلی برف سے ایسی خوشگوار معلوم ہوتی تھی کہ جیسے کوئی سرو قامت نازنین سفید جوڑہ پہنے اپنے عاشق دل باختہ کو بصد ناز و انداز اپنی طرف بُلا رہی ہو، اگر پروگرام کی پابندی مجبور نہ کرتی تو یہ آوارۂ دل اُس سے ضرور ہمکنار ہو جاتا،

اُسکے بعد گو سڑک تھی، مگر ایسی سخت اُترائی کہ الامان، دریافت ہوا کہ ٹھاکر گھوڑے کی سواری سے معذور ہے اور طرفہ تر یہ کہ ڈرپوک - اُس نے اپنی نقل و حرکت کے لئے یہ سڑکیں بنوائی ہیں - میں نے ڈیڑھ گھنٹہ میں ۷ میل پرالہ تک کا فاصلہ گھوڑے کو اُتار کر طے کر لیا، پرالہ کا منظر میری تکلیفِ سفر کی تلافی کا باعث ہوا، مُتبرک دریائے گری سے تقریباً ایک فرلانگ اوپر ایک وسیع پُر فزا قطعہ آبِ ناب کی دائمی رحمت سے گلزار بنا ہوا ہے، اگر یہ قطعہ کسی انگریز کی نگرانی میں ہوتا، تو اُسکی قدرتی خوبیاں اسکو کہیں سے کہیں پہنچا دیتیں، ٹھاکر صاحب کا محل ایک وسیع پہاڑی طرز کا شاندار مکان ہے، شریفوں کی رہائش کے لئے ایک خوش قطع بد ہیئت بوسیدہ کوٹھی بھی ہے، اپنے نوکروں کی بستی میں جس میں زیادہ تر توڑی[۱] آباد ہیں، میں بے تکلفانہ ٹھہرا - علاقہ کے اشخاص بدنظمیٔ رعایا و بد انتظامیٔ حکومت سے نالاں اور بہت تنگ ہیں، ہر طرح کے انتظامات درہم برہم ہو چکے ہیں، حتیٰ کہ شاہی مصرف کے لئے بھی دُشواریاں پیدا ہو گئیں، سختی بیگار رہنے علی الرغم یہ نتیجہ پیدا کیا کہ گھاس لکڑی پانی لانے کے لئے بھی ریاست کو آدمی نہیں ملتا، کولی اگر کام نہ کریں کھانا پینا بند ہو جائے،

یہاں مسماۃ کنجاں تورن اعلیٰ حسن خوبصورتی کی ارزاں جنس ہے، اپنے پیشہ کے کمال کے سوا دلبری میں بھی یکہ و طاق ہے، اِس نے ٹھاکر صاحب کی نگرانی میں پرورش اور ہر طرح کی تعلیم و تربیت پاکر

---

[۱] گانے بجانے والی قوم اس پہاڑ میں توری کہلاتی ہے،

علاقہ سے باہر بھی نام پیدا کیا ہے، میں اسکی شہرت سن چکا تھا، مجھ کو گانا سننے کا ابتدا سے شوق ہے، ممنون کرنے والی جنس لطیف میری آن بان دیکھ کر خود ہی میری محفل کی رونق کا باعث ہوئی، کہنا پڑتا ہے کہ اگر ان پہاڑیوں کو تعلیم و تربیت دیجائے تو ایک چیز بن جائیں،

پرالہ (ریاست ٹہیوگ) سے نارکنڈہ اور پھر کمارسین

(۲۰ میل ۷ ہزار فیٹ بلندی سے ۱۰ ہزار فٹ بلندی پر وہاں سے ۵۰۰۰ فٹ کی سطح پر)

پہلی موسمی برفباری اور ہمالہ کی دائمی برف سے سفید چوٹیوں کا نظر فریب نظارہ

۲ ماہ کے سفر کی آخری منزل مصور فطرت کی انتہائی گلکاریاں

سفر کا ناقابل بیان مسرت کے ساتھ انجام بخیر

للہ الحمد ٹھکانے لگی محنت میری
طے ہوئی آج کی منزل میں مسافت میری

ماہ جون کی باد سموم، شگفتہ دل، پژمردہ کر دینے کے لئے جائز طور پر بدنام ہے، بہار ایسے رُو سیاہ دشمن شمیم کی نگرانی سے ٹھیک اسطرح بھاگا کہ جس طرح ہندی شاستروں میں کسی راج دہانی کے ظالم راجہ کی رعایا کو اسکے حلقہ حکومت سے بھاگ جانے کی ہدایت کی گئی ہے، میرا حاضر و غائب کا خیرخواہ میرے سفر کی معاونت کے لئے ایسا بیقرار نظر آیا کہ جیسے مہاراجہ بھوپندر سنگھ والئے پٹیالہ کسی بے بس ہستی کو اپنے ابر کرم فیض پہنچانے کے لئے بیتاب ہوجاتا ہے،

ہزار شکر کا مقام ہے کہ آج ۲ ماہ کے سفر کی آخری منزل خلاف توقع و قیاس بلکہ امید سے بڑھکر فرحت و انبساط میں ختم ہوئی، بلبل بہار آثر کمنڈ کے لاکھوں برس کے قدیم گل و گلزار پر چہکتا مست ہوتا، غنچوں، پھولوں سے لطف اندوز ہوتا، بوئے جانفزا سے اپنا اور عالم و عالمیان کا دماغ معطر کرتا بڑی شادمانی و کامرانی سے عجب انداز کے ساتھ حب الوطنی کے دل گداز کرنے والے گیت لکھتا اور گنتا ، ، ہے گلشن بے خزاں

میں آپہنچا، یہ گیت سمجھنے والے سمجھیں گے، نادان چھا چھ اور ستو کھا پی کر اونگھنے لگیں گے،

اِندر سبھا

کسقدر تعجب اور افسوس کا مقام ہے کہ میں اپنی خوش باشی اور لُطف و مزے سے جو میری زندگی کا جزوِ اعظم ہے، اِس چھ ماہ کے دورہ میں قطعی طور پر محروم رہا۔ دوستِ صادق کا مشورہ میرے جذباتِ عیش و نشاط پر غالب آیا۔ لیکن ۱۸ - ۱۹ - اور ۲۰ نومبر میری مجبوری کی توبہ کے ٹوٹنے کے دن تھے، قسمت نے میری لوحِ تقدیر پر نمایاں حروف میں لکھ رکھا ہے، کہ مُردوں میں رہ کر بھی زندہ دلی نہ چھوڑیگا، مصائب و تکالیف، خوشدلی سے تبدیل کریگا، پھر اِس خِطۂ حُسن و عشق اور موسمِ مُراد میں ایسی رنگ رلیوں کا ترک انتہا درجہ کا ظلم و ستم تھا،

گو ہر جگہ حُسن و رعنائی کے پاکیزہ نمونے شمعِ بہار پر پروانہ وار نثار و قربان ہوتے دیکھے گئے مگر یہ ہر سہ ایامِ الائشِ توبہ سے پاک وصاف ہو چکے تھے ضرورت تھی کہ قانون قُدرت کے موافق اُسی درجہ تک حظِ زندگی اُٹھایا جاتا کہ جس درجہ تک زندگی کی بحالی میں ممد و معاون ہے، چنانچہ پہلی شب شمع کے روشن ہوتے ہی پروانے جمع ہونے شروع ہو گئے جو لُطف و سُرور، نہیں نہیں!! جو ناقابلِ فراموش غذائے رُوحانی زندگانی کی شادمانی و فراوانی کا باعث ہوئی وہ ایسی ہے کہ اُس کا زبان سے سُن لینا ہی ناظرینِ کرام کی نشاطِ زندگی کا باعث ہے، اِسلئے میں یہ تصویرِ حُسن و عشق بے دھڑک کھینچتا ہوں، خط و خال لطیف تر ہیں، عقل کی خوردبین کے بغیر لُطف نہ آئیگا اسلئے کامل توجہ کی ضرورت ہے، اور یہ راستہ اسلئے اختیار کرنا پڑا کہ اُن کا ایسا ہی اشارہ ہے،

پہاڑی خوبصورتی کی مکمل تصویریں

میں جب گاؤں میں اپنا انگریزی لباس پہنے گھوڑے پر سوار داخل ہُوا، ٹھیک اُسی وقت آفتابِ حقیقی غروب ہُوا، مگر سڑک کے اوپر نیچے دو آفتابِ تحقیقی طلوع ہوتے نظر آئے، چونکہ میں ابھی تک توبہ کا محکوم تھا، ایک نگاہِ غلط انداز سر سے پیر تک ڈالی اور بلا مبالغہ اِس عمل نے ایک سیکنڈ سے زیادہ عرصہ نہیں لیا، نتیجہ یہ ہُوا ع

دونو کو اِک نگاہ میں بیمار کر گئی

ابھی ڈیرہ بھی نہ ہوا تھا کہ پیغام ہائے پے در پے نے آرزؤں کے برآنے کے لئے عیش و عشرت کے دروازے کھولدیئے، جذبات کا دریا موجزن ہوا، دل قطرۂ ابرنیساں کی طرح اپنے مقام پر مسکن گزیں ہوا، میں سنبھل بیٹھا، چراغ روشن ہوا، مگر اسکے ساتھ ہی دونوں آفتاب خانۂ تاریک میں نور افگن ہوتے، اب ذرا چشم بینا وا کرکے صانع حقیقی کی صنعت گری اور فطرت کے دلکش خط و خال ملاحظہ ہوں، کتابی چہرہ پر موئے سیاہ کہ اگر جنہیں سرخ ریشمی فیتہ کی قید سے آزاد کردیا جائے، بلاشبہ مارِ پیچاں کی صورت میں ایڑی سے لپٹ جائیں، اُن کی سیاہی سیاہ دل انسان کے سینہ سے زیادہ زہر ہلاہل تھی، اُن کی چمک دمک سیاہ بادلوں میں برقِ درخشاں، اُن کی بناوٹ حسینانِ جہاں سے نرالی، توبہ کی شکستگی کے لئے یہی ایک نظارہ بس تھا، اگر ہاتھی دانت پر سیب سی سُرخی نمودار ہوجائے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ شاید اُن کے چہرہ سے تشبیہ دینے کے لئے کوئی صورت پیدا ہوجائے۔ پیشانی سراسر شکل نورانی، یا زاہد کے لئے بلائے ناگہانی، سُرخ قشقہ جیسے طشت نقرئی میں لعل، آبرو خنجر آبدار، نیام ہی میں قتل و غارت گری کی مشق بے خلل میں کامل، قدرت کے یہ ہر دو ہلال حرامکاری کے محرک، اب ذرا اقلیم حُسن کے شاہ و بیگم کی زیارت کا موقعہ ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ آنکھوں نے انہیں دیکھا ہے اُن کی کیفیت زبانِ قلم کیونکر بیان کرسکتی ہے، میں تو یہ کہونگا کہ دُنیا بھر کے حُسن کی کوئی آنکھ بہاڑی آنکھ سے آنکھ نہیں ملاسکتی۔ خدا معلوم وہ کون سے اثرات ہیں کہ جو اِس آنکھ کی بناوٹ میں اپنا کام کر رہے ہیں، ایسی آنکھ ایسی ہی وقعت رکھتی ہے کہ جیسے جسم انسان میں رُوح، یا فلک پر آفتاب،

کہتے ہیں کہ وہی رُخسارے شاہ خوبصورتی سمجھے جاتے ہیں جو سیب کے مُشابہ ہوں۔ مجھے اِن ہر دو معشوقانِ طناز کے رُخسارے دیکھ کر سیب کی نسبت یہ کہنا پڑتا ہے ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

سیب کی سُرخی حدتِ آفتاب کا نتیجہ ہے، مگر معشوقانِ گلنار کے چہرہ کی سُرخی ایک خدا کی رحمت ہے کہ جیسے دُودھ پر بالائی، یہ تو بشکن سُرخی دیکھ کر میں سمجھا کہ جس طرح سے مغربی تہذیب نے

متفرق پوڈروں کے ذریعہ چہروں پر خوبصورتی کی مصنوعی دلفریبیاں پیدا کی ہیں۔ یہ بلائیں بھی یہ بلا شملہ سے خرید لائی ہیں، ململ کے رومال کی ایک ہلکی مالش در پے آزمائش ہوگی۔ ابھی رومال نے دو ہی بوسے بھی نہ لئے تھے کہ رخسارہ چادرِ خون بن گیا، میں اپنی بے وقوفی پر بڑا نادم ہوا، وہ بولی کہ تمہاری اشتی ستم ایک لذتِ خاص رکھتی ہے، دوسرا رخسارہ بھی اسکا متمنی ہے! اسپر میں نے دونو ہاتھ باندھ کر عرض کی اے جانِ عزیز معاف کرو، کہنے لگی کہ جو آپ مجھے غلط سمجھے، پھر معافی کیسی سمجھ کر بات کی ہوتی، ہمارے نصیب میں تو آپ جیسے قدر دان کے ہاتھوں سے بھی دل آزاری لکھی ہے اگر دلِ گذار اور طبیعت آزاد نہ پائی ہوتی تو طمانچے ار مار کر آپ کی گالیں بھی لال کر دیتی، مگر یہ دل خانہ خراب آپ کے ہاتھ فروخت ہو چکا ہے، میں بے بس ہوں، آپ کو اختیار ہے، میں مجبوب ہو کر جو پھر متوجہ ہوا تو یہ دلِ شید اچاہِ زنخداں میں غوطے کھانے لگا، اگر بائیں رخسارہ کا خال میری دستگیری نہ کرتا، اور گلوِ بلوریں میرے گلے کا ہار نہ ہوتا تو میں بلا شبہ غش کھا کر جان دیدیتا، اس سے آگے کی تشریح سے معاف رکھئے، کہ وہ خاص میرا حصہ تھا، مگر یہ سمجھ لیجئے کہ تمام جسم سانچہ میں ڈھلا تھا، اور ہر عضو ریشم کا لچھا، جب میں اپنے کرخت اور گندمی رنگ کے ہاتھ اُس بُتِ عاج کے لگاتا تھا تو خود بخود ندامت سے شرمسار ہو جاتا تھا، آخرش میری ازلی پاکدامنی مجھے اِس بلا سے نجات دلانے میں کامیاب ہو گئی، اُن کے جسم کے خاص خاص حصوں پر عطر لگا کر جس کی سخت ضرورت تھی اُن سے چھٹکارا حاصل کیا،

اِندر سبھا کے نظارہ کا مقصد

اندر سبھا کا نظارہ اسی قدر بس ہے، کیونکہ خام عقل ناتجربہ کار طبائع اپنی نادانی سے اپنے لئے دودھ سا امرت بھی زہر بنا لیتے ہیں، اس جلوہ کا مقصد صرف اسقدر ہے کہ برہم چرج اختیار کر کے ایسی ہی پاکیزہ و اعلیٰ نسل پیدا کرنے کی کوشش کیجائے، اور جو ہے وہ حرامکاری سے محفوظ رہ کر اپنا حسن و شباب، زندگی کے آخری گھنٹوں تک قائم و بحال رکھے،

جسم انسانی میں کم، یا فلک پر آفتاب، کرۂ ارض پر دھرا تما راجہ، غرضکہ گنجینۂ حسن کی

یہ کلید سینکڑوں اوباشیوں، حرامکاریوں، اور بے احتیاطیوں کے باوجود اب بھی بعض پہاڑی دیویوں اور عورتوں کے قبضہ میں ہے، مجھے سخت خطرہ ہے کہ اب حسن و رعنائی کی یہ دولت بھی ہندوستانیوں کے ہاتھوں سے نکل جائیگی، کیونکہ ہماری خود غرضیوں اور متعلبیوں نے اِسکی حفاظت کے سامان تباہ و برباد کر دیئے

میں نے ان ہر دو نمونہ ہائے حسن کو جب اپنی خلوت سے مایوس رخصت کیا تو وہ صد درجہ غمگین ہوگئیں، میں نے محبت سے دونوں کو گلے لگا کر اور بار بار بوسے لیکر میٹھی آواز سے کہا کہ میں نے تمہاری ناقدر دانی نہیں کی، بلکہ یہ عمل میری پسندیدگی کی انتہا ہے، میری دلی خواہش ہے، کہ تمہارا یہ حسن و شباب ہمیشہ جوانی کی بہار پر رہے، گلچین کی دست درازیاں حسن کے ان پھولوں کے لئے خزاں کے صدموں سے کم نہیں ہوتیں، میں واقعی تمہارے حسن و شباب کی حفاظت کرنا چاہتا ہوں، میں اپنے جذبات پامال کر کے تمہیں جذبات شہوانی پر قابو پالینے کا عملی سبق پڑھاتا ہوں۔ تم آنکھوں سے سب کچھ دیکھو، مگر اُن آنکھوں میں شرم و حیا ہو، جہاں بے حیائی پیدا ہوئی تمہارے رخسارہ کی سرخی کا نور ہوئی، میں تمہاری رونمائی میں کچھ نثار کرنا چاہتا ہوں، چنانچہ پانچ پانچ روپیہ اُن کے سروں پر نثار کر کے اُن کو دیدیئے، اور ہاتھ باندھ کر محبت سے عرض کی کہ تشریف لیجائیے، اگر مجھے دوبارہ دیکھنے کی تمنا ہو، کسی سے ہمکنار نہ ہوجیئے۔ میں نے محسوس کیا کہ

میں یہ زکوٰۃ حسن ادا کرنے کے لئے ایک خاص حالت میں تھا، اور وہ دونوں بھی ء

بد نظمی ٹہیوگ کی تباہ کاریاں

میں نے ٹہیوگ کی دارالریاست پرالہ کے سوا سینج کیا ر۔ جھلوگ وغیرہ چند دیگر دیہات کی بھی سیر کی

تمام ریاست میں شہروں کی حیوانی ہوئی ہے، ملازمان بہ سرکار معذور و مجبور ہیں، یہ اسقدر نااہل ہیں کہ حکومت کے بدامنی کے واقعات چھپانے کے بجائے انہیں فروغ دے رہے ہیں۔ کلی رام علاقہ انگریزی کا ایک ملازم تحصیل آجکل ریاست کا وزیر بنا ہوا ہے، جہاں تک میرا خیال ہے اسکا دماغ تدبر کا بالکل خالی ہے، وہ خود حیران ہے کہ کیا کرے، مگر دفتری کاروبار سے خوب واقف ہے؛ جب اسباب کے لئے قلمی طلب کئے گئے تو وزیر صاحب بہادر مدبر زمان نے ارشاد

فرمایا کہ ملک میں بغاوت پھیلی ہوئی ہے، کوئی آدمی ہمارے کہنے میں نہیں " مگر میں خود نہایت آسانی کے ساتھ اسباب لے آنے میں کامیاب ہو گیا۔

انگریز بہ حیثیت قوم اب بھی دُنیا کی سب قوموں سے ممتاز ہیں

چونکہ ٹھیوگ کی بدنظمی کی وجہ سے میرے دورہ کا پروگرام درہم برہم ہو گیا تھا اسلئے مجھے اُسی روز ۲۲ میل کا فاصلہ طے کر کے نارکنڈہ پہنچنا ضروری تھا، مگر سامان باربرداری کا کوئی انتظام نہ تھا، میں قبل مزدوری بھی ریاست کے ملازمان کو دے رہا تھا، مگر وہ کچھ انتظام نہ کر سکے، ڈاک بنگلہ میں اتفاق وقت سے ڈبلیو، ایس، ڈاورین صاحب سپرنٹنڈنٹ انجنیئر سکیشن سرکل انبالہ ٹھہرے ہوئے تھے، میں نے اپنی ضرورت اُن پر ظاہر کی، آپ نے پہلے تو کچھ بے اعتنائی سے کام لیا، لیکن پھر اسقدر مہربان ہوئے کہ رائے رام چند صاحب سب ڈویژنل افسر وینٹر فیلڈ شملہ کو حکم دیا، کہ آپ کی باربرداری کا فوراً انتظام کردو، مجھے ہندوستان کا بہی خواہ ہونے کی حیثیت سے اس انگریزی قوم کا کہ جو ہندوستان کو حقوق دینے میں بہت سے لیت ولال کرتی چلی آئی ہے، اپنے پُرانے تجربہ کی بنا پر تسلیم کرنے میں کسی قسم کا کوئی تذبذب یا انکار نہیں، کہ انگریزوں کی سی قابلیت پیدا کرنے کے لئے ہمیں کئی صدیوں کی ضرورت ہے،

ٹھیوگ سے متیانہ قدیم آرین نسل

میں سامان کی روانگی سے بے فکر ہو کر گھوڑے پر سوار ہوا اور ۱۱ میل کی صاف اور سیدھی منزل قدگھنڈہ سے کم عرصہ میں بڑے لطف سے طے کی،

چونکہ رامپور اور کلو کے پہاڑوں میں موسم کی ابتدائی برفباری ہو کر ناقابل برداشت سردی کا آغاز ہو چکا ہے، اسلئے اس تمام راستہ میں ستلج پار کے پہاڑی دیس کی طرف نقل وحرکت کرتے دیکھے گئے، اُنکی کھلی پیشانی چوڑے چکلے چہرے۔ اُبھری ہوئی ہڈی۔ بیٹھی ہوئی ناک، چوڑی چوڑی آنکھیں، تنومند جسم، چُست وچالاک، مضبوط بازو، لمبے لمبے بال، طرز لباس،

طریق زندگی اور پھر دیانت دارانہ چلن غور کرنے سے بآسانی معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ قدیم آرین نسل کے افراد ہیں، جو زیور یہ استعمال کرتے ہیں وہ حقیقتاً تصنع اور بناوٹ سے پاک ہیں گلے میں مونگوں و دیگر پر اثر قیمتی پتھروں کی مالائیں پہنتے ہیں جو ہر طرح کی رطوبات و موادات فاسدہ کے لئے اکسیر ہیں۔ نہ گلٹیاں پھولتی ہیں، نہ گلہڑ پیدا ہوتے ہیں، نہ گلے میں کسی قسم کی کوئی مرض، خالص سونا، چاندی، مس، پیتل اور فولاد پہنتے ہیں، کہ جو جسم انسانی کے خاص خاص عضو کا بے خطا نسخۂ شفا ہیں،

میں نے راستہ میں گھوڑا ٹھہرا ٹھہرا کر ان سے انکے بہت سے حالات دریافت کئے جو کبھی لکھونگا ان کا طرزِ تکلم نہایت شریفانہ اور سادہ پایا گیا، جس جاندار کو انسان کہا جاتا ہے واقعی یہ وہی ہیں،

ہندوستان تبت روڈ کی درستی کسی آئندہ جنگ کی داغ بیل ہے

لارڈ ڈلہوزی نے تبت و چین پر اپنا پولیٹکل اثر جمانے کے لئے ان دشوار گذار پہاڑوں میں شملہ سے سرحد تبت تک ایک سڑک بنوائی تھی جو "ہندوستان تبت روڈ" کے نام سے مشہور ہے، یہ گھوڑے ٹٹو۔ خچر کے لئے بنائی تھی چونکہ لارڈ مذکور کے ہندوستان سے چلے جانے کے بعد اسکی پیدا کی ہوئی بد عملی سے ملک میں ایک عالمگیر بدامنی پیدا ہو گئی تھی جس میں ہزارہا انگریزوں اور ہندوستانیوں کا خون ناحق بہایا گیا تھا۔ اسلئے ارباب بست و کشادِ سلطنت قیصری کو اپنی فارورڈ پالیسی مجبوراً ترک کرنا پڑی، اسکے ساتھ ہی اس سڑک کی ضرورت بھی نظر انداز کر دینا ضروری تھی، مگر گذشتہ دو سال سے اس پر نہایت سرگرمی سے کام ہو رہا ہے، سنگین چٹانیں اور فلک شکوہ پہاڑ کاٹ کاٹ کر ۱۶ فیٹ چوڑی پٹری پر ایسی سڑک پھیلا دی گئی ہے کہ شملہ سے ۴۰ میل اوپر نارکنڈہ تک آنکھیں بند کر کے بے تردد موٹر میں اڑاتے چلے جاؤ، کیا مجال کہ کہیں خوف و ہراس کا کوئی منظر ڈرائے، معلوم ہوا ہے کہ یہ درستی اس سڑک کے آخری میل تک ہوگی، یہ ہر دو مندرجہ بالا افسر (جو ٹھیوگ میں میری باربرداری کے انتظام کیلئے قابل شکریہ ہیں) بڑی سرگرمی، تندہی، اور روزانہ سخت پڑتال و نگرانی سے مصروف کار ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پولیٹکل اغراض کا دور یا خوف پھر شروع ہو گیا +

یورپین ضبط اوقات کی تقلید قابلِ فخر ہے

یورپین اقوام فرائض منصبی بدل جمعی انجام دینے کے بعد سیر و تفریح کے لئے بھی زندگی وقت کر دیتی ہیں، اگر اُن کے مشاغلِ زندگی میں سے سیر و تفریح کے گھنٹے نکال دئے جائیں تو یہ آج ہی ہندوستانی بنجائیں، کاہلی، غفلت، عدم فرض شناسی کے شکار ہوجائیں، غرض کہ ہندوستانیوں کی طرح دُنیا بھر میں ذلیل و رُسوا ہوجائیں،

اِس قوم کا ایک ادنیٰ فرد بھی جہاں جہاں بود و باش رکھتا ہے، دیکھ لو کہ اپنی زندگی کے یہ دونوں فرض کس پابندی اور ضبط سے انجام دیتا ہے، ایک ہندوستانی ہیں کہ جو ہر ادنےٰ سے اعلےٰ نہ کوئی اپنا دستورِ عمل زندگی رکھتا ہے، نہ فرض پہچانتا ہے، نہ کام کرتا ہے، نہ کسی کو کرنے دیتا ہے وحشیوں سے بدتر شغلِ زندگی ہے، اور حیوانوں سے بدتر مدارِ حیات،

اپنے غلط کار رہروانِ گم گشتہ وادیٔ ہلاکت، دُنیا سے جلد نیست و نابود ہو جانے والے دُنیا بھر کی قدیم معزز سرتاج قوم کے افراد کو سمجھانے کے لئے انگریزوں کی تفریح کی چند باتیں قابلِ تقلید ہیں لکھتا ہوں :-

چونکہ شملہ میں ڈپٹی کمشنر، گورنر پنجاب اور دیگر مقامی عہدیداروں کے سوا عام انگریزوں کے لئے تفریح کا کوئی مقام نہیں، اسلئے یہ تمام سڑک تفریح گاہ و سیرگاہ بنا دیگئی ہے، اور اسکی طوالت، آرام دہ، معقول و مناسب پڑاؤں میں تقسیم کر دیگئی ہے - ہر پڑاؤ[1] پر بقدر ضرورت مختصر بازار ہے، بر لبِ سڑک ایک فرنشڈ ڈاک بنگلہ ہے کہ جس میں کھانے پینے کے بڑے ارزان و مکمل سامان ہیں، خاکروب سقہ - خانساماں ہروقت اپنے فرائض کی ادائیگی پر آمادہ، آواز کے ساتھ حکم کی تعمیل فرضِ ملازمت، بیسیوں یورپین سیر کے لئے شملہ آ کر اسطرف نکل آتے ہیں، ڈاک بنگلوں میں قیام کرتے ہیں، دن کو شکار، رات کو کام کرتے ہیں، غرضکہ زندگی کا مقصد سمجھتے ہیں، اور دُنیا میں زندہ رہنے کے کام کرتے ہیں،

---

[1] ویسا ہر ڈاک بنگلہ ۹ میل سے لگا کر ۱۲ میل کے فاصلہ پر بنایا گیا ہے۔

متیانہ اور راستہ کا جنگل ہیبت ناک سین

متیانہ کے ڈاک بنگلہ کا ٹھیوگ کے ڈاک بنگلہ کا ساموقع نہیں مگر جب ۱۱ میل کی منزل طے کرنے کے بعد طبیعت آرام کی خواہشمند ہوتی ہے، تو اسوقت اس ڈاک بنگلہ کا برسر راہ ملنا بڑی خوشی کا موجب ہو جاتا ہے، ٹھیوگ سے آگے نارکنڈہ تک شملہ کے گرد و نواح سے بہتر جنگل ہے لیکن قدم قدم پر جنگل کا سین مختلف و جدید صورت میں تبدیل ہوتا رہتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قطعہ الگ ہے، اس علاقہ کے ہر قسم کے درختوں کی شاخ تراشی بھی ہوتی ہے، جس سے یہاں کے جنگل نے ایک خاص ڈراؤنی صورت اختیار کر لی ہے، ملک کی زبان میں بھی اسقدر فرق پڑ گیا ہے کہ انہیں آسانی سے مطلب نہیں سمجھایا جا سکتا، پانی ہر مقام پر کافی سرد ملتا ہے، آلو کی برآمد کا ایک طوفان برپا ہے، شملہ کا نرخ ۸ تھے، ٹھیوگ کا ۱۲، متیانہ کا ۱۴، نارکنڈہ کا ۱۴ فی من تھا، یہاں سے آگے دیسی آبادی مطلق نہیں، اسلئے راستہ میں دو دو چار میل پر بھی آدمی نہ ملتا تھا،

خاص ہندی صنعت و حرفت کی قدیم نمائش

چونکہ ریاست رامپور اونی مال کی ایک خاص منڈی ہے، ہر سال ۲۶-۲۷-۲۸ کاتک کے مہینے میں ایک بڑا بھاری میلہ لگتا ہے، اون، اونی پارچات، پشمینہ، پشمینہ کی چادریں، چلغوزہ، رامپوری ٹانگن، چینور موشہ، شراہ گائے کے چنور، سیاہ زیرہ۔ قیمتی پتھر، جانوروں کی کھالیں، ہینگ، مشک نافہ[۱]، سلاجیت خوبانی، تمباکو[۲]، جڑیں، سہاگہ، ظروف برنجی دیسی، شہد۔ اخروٹ، گرم مصالحہ وغیرہ وغیرہ پہاڑی اور ہندی صنعت و حرفت کے مال بکثرت لائے جاتے ہیں، ملک کے بیوپاری ٹوٹ پڑتے ہیں، لکھوکھا روپیہ کا مال جو سال بھر میں تیار ہوتا رہتا ہے، تین دن میں فروخت ہو جاتا ہے، ان سب میں

---

[۱] اس مال کا بہت سا حصہ ایک قوم کنورہ لاتی ہے، چین و تبت سے بھی بہت سا مال آکر بکتا ہے،

[۲] درخت کہنبر کے پھل سے آٹا بنایا جاتا ہے جیسے سنگھاڑے کا، یہ ایام زچگی میں عورت کیلئے بڑا مفید ہے،

مُشک نافہ اور پشینہ کی چادر دو نادرات ہیں، خالص کستوری ۲۲ روپیہ تولہ سے ۳۰ روپیہ تولہ تک قیمت پاجاتی ہے، خالص پشینہ کی چادر ۱۵ روپیہ سے ۲۵ روپیہ تک مل سکتی ہے، جو ہلکی ملائم، خوبصورت، دیرپا، اور اسقدر گرمی رکھتی ہے کہ دیسی رضائی اور پہاڑی گدا وہ لطف نہیں دیتا، میرا خیال ہے، کہ یہ صنعت رشیوں کے زمانہ سے جاری ہے، کیونکہ شری منوجی مہاراج نے لباس کی جو تعریف فرمائی ہے، اُسی کے موافق پشینہ کی چادر ہے، یہ میلہ خاص کر آمپور میں ہوتا ہے، اور اسکا نام کوئی[1] ہے،

متیانہ سے نارکنڈہ جنگل بے نظیر کا نظارہ

چونکہ میں اپنا کُل اسباب چھوڑ کر چلا آیا تھا اسلئے مجھے متیانہ[2] میں گھوڑے بدلنے، کھانا کھانے، راستوں اور ریاستوں کے حالات دریافت کرنے، اسباب کا انتظار کرکے کمارسین پہنچے کا انتظام کرنے کے لئے یہاں ٹھہرنا ضروری تھا اسلئے ایک گھنٹہ ٹھہرنا پڑا، یہاں کرایہ پر گھوڑے مِل سکتے ہیں،

مَیں ٹھیک ۲ بجے گھوڑے پر سوار ہوگیا، اور شوقِ دیدارِ نارکنڈہ گھوڑے کو تیز چلانے میں مصروف ہوگیا، یہاں[3] میرے رفیقِ دِلی حضور رانا وریا ور سنگھ صاحب والئے ریاست کمارسین کا علاقہ شروع ہوا، حقیقت تو یہ ہے کہ اگر اس شفیقِ مکرم قدیم شہزادہ کی حقیقی رہبری میرے اس کٹھن سفر کے رفیقِ حال نہ ہوتی تو میں ہرگز ہرگز ایسی راحت و دلچسپی سے اتر کھنڈ کی راجدھانیوں کا دورہ نہ کرسکتا،

جُوں جُوں ہمارے گھوڑوں کے قدم سڑک پر پڑ پڑ کر سنسان جنگل میں گونج پیدا کرتے تھے ہمارے حوصلوں میں بلندی، خواہشوں میں رفعت، آرزوؤں میں دلچسپی، نظاروں میں ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی تھی، موسم نہایت خوشگوار تھا، سُورج کی تمازت کم تھی شرق تا غرب خلاک شکوہ منور

[1] پہاڑی زبان میں لفظ کوئی کثرت خریداران اور خرید و فروخت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے،
[2] یہ علاقہ ریاست کیونتھل کا ہے۔

شاداب مشہور ہالوکی ٹیبر[1] کی چوٹی کی برف پڑ پڑ کر اسے چاندی کا پہاڑ بنا چکی تھیں، دوسری چوٹی کہ جس کے نیچے ہم یہ منزل طے کر رہے تھے، تلگھور[2] کی چوٹی کے نام سے مشہور ہے، میں ۱۵ ارنومبر کو گیاری (ریاست دھان) میں ٹھہرا ہوا تھا، کہ شمالی پہاڑوں میں موسمی برف پڑنے کا آغاز ہوا، اور یہ وہی چوٹی تھی جو وہاں سے مجھے نظر آئی تھی، اسپر اب تک برف جمی ہوئی تھی، ہوا بند تھی اسلئے سردی کی سختی اور آفتاب کی تمازت دونوں نے مل کر موسم میں ایسا اعتدال پیدا کر دیا، کہ خواہ مخواہ ٹہلنے کو دل چاہتا تھا، یہ منزل بھی پوری گیارہ میل کی تھی، چونکہ سفر طرب انگیز تھا، اور راستہ پرکیف سراسر چڑھائی، سڑک محفوظ، اسلئے یہ خوش منزل ۳ گھنٹے میں طے کی، اور بڑے لطف رہے،

نارکنڈہ میں داخلہ اور اسکا پریشان واحد منظر

مجھے نارکنڈہ اپنے مشتہرہ پروگرام کی رو سے ۷ ارنومبر کو پہنچ جانا چاہئے تھا، مگر ریاست تھیوگ کی بدنظمی کے اثر نے میرے دورہ کا نظام ہی بگاڑ دیا، رانا صاحب ممدوح کے معتمد میرا انتظار کرتے کرتے مایوس ہو چکے تھے، جب ہم گھوڑے اڑاتے سڑک کی انتہائی منزل پر پہنچے تو ایک شخص بلند آواز سے بولا:- "ماسٹر بدھو رام جن صاحب کا تم انتظار کر رہے تھے وہ آگئے، جلدی آؤ" وہ یہ آواز دیکر خود بھی نیچے کیطرف بھاگا، دو سیکنڈ میں چند ملازمان ریاست جمع ہو گئے اور ہمیں ایک عالیشان کوٹھی میں لے گئے جو چار روز سے دلہن بنے نہایت محبت، شوق

[1] یہی وہ سب سے بلند اور نزدیک ترین چوٹی ہے کہ جو اصلی کوہ ہمالیہ کی چوٹیوں پر برف باری ہونے کے بعد موسمی برف پڑنے سے سفید پوش ہو گئی تھی، خودرو پھولوں کے لئے خاص طور پر مشہور ہے،

سینکڑوں قسم کی دافع امراض جڑی بوٹیاں نارکنڈہ سے بڑھ کر ہیں، یہاں بھی سرکالی دیوی جی کا مندر ہے گورکھوں کے عہد کا معمورہ قلعہ منہدم شدہ انکی فتوحات بیدریغ کے افسانے سناتے ہیں،

[2] یہ پہاڑ بھی ریاست کے پہاڑوں میں ایک مشہور پہاڑ ہے، اسپر بھی شملہ کے پہاڑوں سے پیشتر برف پڑ جاتی ہے، ایک انگریز نے زمین پر عجیب طریق سے قبضہ پا رکھا ہے ؛

اور بے صبری کے ساتھ ہمارا انتظار کر رہی تھی، جو رستہ پر دیوی جی کے مندر کی جھنڈیاں ہوا میں ہل ہل کر بڑا لطف دے رہی تھی۔

اُسوقت چار بجے تھے۔ برف نے سطح زمین پر چاندی کا ہلکا فرش بچھا رکھا تھا۔ سردی بات نہ کرنے دیتی تھی، ہاتھ پاؤں بے حس ہو گئے تھے، سُورج کی آخری کرنیں محض روشنی پھیلانے کے قابل رہ گئی تھیں اُسوقت جسقدر دیسی اور پہاڑی موجود تھے سب کے بدن پر کپکپی چڑھی ہوئی تھی۔ اس کیفیت سے مجھے محسوس ہوا کہ سردی کی انتہا کیسی غضبناک ہوتی ہے، جونہی میں کوٹھی کے برآمدہ میں دھوپ کیطرف بڑھا تو دیکھا کہ اس چوٹی کے آگے اب کوئی ایسی چوٹی نہیں کہ جسپر دائمی برف جمی رہتی ہو، ستلج ۱۴ میل کے فاصلہ پر پہاڑوں کے دو ٹکڑے کرتا ہوا دس گز عرض اور ۲۰ گہرائی میں بہتا نظر آیا، اُس سے پار تبت اور چین کی پہاڑی چوٹیاں سر سے پاؤں تک سفید نظر آئیں دوربین سے خوب سیر کی، مگر خنکی کی شدت نے کمرہ میں داخل ہونے کے لئے مجبور کر دیا، چوکیدار نے انگیٹھی روشن کر رکھی تھی، کرسی پر بیٹھا تھا، کہ ناقابل برداشت برفانی خنکی نے لرزہ پیدا کر دیا۔ کامل ایک گھنٹہ تک یہی حالت رہی، حالانکہ سب دروازے بند تھے۔ کمرہ میں قالین کا فرش تھا، فرنیچر سے کمرہ بھرا پڑا تھا۔ انگیٹھی شعلۂ جوالا بن رہی تھی،

سردی کی شدت اُسکا علاج ملازمانِ ریاست کہارسین کا اخلاق

یہ حالت دیکھ کر اردلی نے بکس کھول کر، برانڈی کی بوتل میز پر سجائی، اور ہاف پیگ میرے لرزتے ہوئے بے حس جسم کے آگے پیش کیا، مگر میں نے نافہ میں سے ایک چاول کستوری نکالی اور پان میں کھائی۔ پھر پیگ پیا۔ کستوری کے کھانے اور اُس کے پیتے ہی جان میں جان آگئی۔

اتنے میں ریاست کہارسین کی کونسیات کے ایجنٹ کا کارڈ اردلی نے میز پر رکھا، اندر بلایا وہ نہایت مؤدبانہ اور انکسارانہ ادب و تعظیم کے ساتھ میرے آگے جھکا اور عرض کیا، کہ ہماری سرکار سے عرصہ ہوا یہ پروانہ فدوی کے نام صادر ہوا تھا، تین

پڑھا، مضمون حسب ذیل تھا :-

از ڈپٹی اجلاس العالیہ ریاست کمارسین

منشی بُدھ رام ایجنٹ مکانات ریاست متعینہ مکانات نارکنڈہ معلوم نماید، بحکم امروزہ تم کو تحریر ہے کہ منشی رائے بھگوت رائے صاحب نمائندہ ریاض ہند دہلی کے لئے مکانات سرکاری نارکنڈہ کا ایک کمرہ سیٹ کی اجازت دیگئی ہے، صاحب موصوف جب نارکنڈہ تشریف لائیں تو بہترین کمرہ رہائش کے لئے اِن کو دلایا جائے، سخت تاکید جانو کوئی تکلیف نہ ہو۔

دستخط

شری رانا ودیا دھر سنگھ صاحب بہادر والئے ریاست کمارسین

اُس کے بعد اُس نے عرض کی کہ بحکم سرکار ایک کمرہ سیٹ سیزن بھر حضور کے لئے ریزرو کردیا ہے، ہم خادمانِ حضور کی رونق افروزی سے قطعی مایوس ہو چکے تھے، اِسوقت تمام کوٹھیاں خالی ہیں جس کوٹھی کا جو کمرہ جناب پسند فرمائیں اُسمیں رہائش کا انتظام کر دیا جائے، جو اَور حکم ہو اُسکی تعمیل کے لئے ہم سب حاضر ہیں"،

چونکہ کمرہ مذکور کوٹھیوں کے سب کمروں سے بہتر تھا، اسلئے میں نے شکریہ ادا کیا، کھانا کھانے کے بعد ہم سب اپنے اپنے سونے کے کمروں میں چلے گئے، اگرچہ انگیٹھیاں وغیرہ تھیں اُونی اور رُوئی کے پارچات بکثرت تھے، مگر پھر بھی ہاتھ باہر نکالنے کا حوصلہ پڑتا تھا،

نارکنڈہ اِن پہاڑوں میں دُلہن ہے

معلوم ہوا ہے کہ نارکنڈہ محض ہندوستان تبت روڈ کی وجہ سے مشہور نہیں ہوا، بلکہ رشیوں کے زمانہ سے مشہور و معروف چلا آتا ہے، چونکہ یہ چوٹی متصلہ پہاڑوں میں اپنی خوبصورتی کی وجہ سے ایک دُلہن کی حیثیت رکھتی ہے اسلئے نارکنڈہ نام پایا، اب نارکنڈہ کی وجہ تسمیہ سُنئے، نار بمعنی عورت اور کنڈہ یعنی بلند، اصطلاحی معنی سَرو ہیں یعنی معشوق سرو قامت، آپ ہوا کے لحاظ سے اِسکے مقابلہ میں کسی پہاڑ کا نام نہیں لیا جا سکتا، جنگل کی شان ایک نرالی شان ہے، موسم بہار

میں ہزارہا قسم کے خود رو و مختلف اللون، مختلف الاقسام، مختلف التاثیر پھول پھول کر ایک تختہ گلزار کھلا دیتے ہیں، اس چوٹی کے بعد کوہ ہمالیہ کی کوئی ایسی چوٹی نہیں کہ جو سرسبز و شاداب بھی ہو اور جس پر قبل از وقت برفباری بھی نہ ہو، یہ چوٹی حدود کمارسین میں ہے۔ تاجدار عالی کمارسین مدبّری کے ساتھ شاہی خیالات بھی رکھتا ہے، آپ نے چار پانچ رفیع الشان کوٹھیاں بنا کر اس مقام کا نام اور بھی مشہور کر دیا، سری دیوی جی کا ایک پر ابھی مندر شارع عام میں اپنی برکت پھیلا رہا ہے، جب میں نے اُسے پہلے ہی پہلے دیکھا، میری آنکھوں میں نور، اور دل میں سرور پیدا ہوا تھا"

نار کنڈہ سے کمارسین بے نظیر مگر ناکارآمد جنگل

میرے اس کوہی دورہ کا پروگرام بناتے وقت رانا صاحب کمارسین نے مشورہ دیا تھا کہ تفریح اور سیر کے لئے نار کنڈہ سے بہتر کوئی مقام نہیں، واقعی میں نے اُسے ایسے ہی پایا، مگر سفر کی غیر معمولی طوالت، تاجداران کا قیام و سیر کے لئے غیر معمولی اصرار، سفر کی دشواریاں، موسم کی دقت گذاریاں، باربرداری کی مشکلات، خرچ کی آفات نے وہ ایام جو نار کنڈہ کے قیام کے لئے ریزرو رکھے گئے تھے بُری طرح سے کھا لئے، چونکہ مجھے ۹ نومبر کو دہلی پہنچ جانا ضروری تھا اسلئے میں نار کنڈہ کی فضا میں ایک شب زندگانی کو تقویت دیکر اگلی صبح ٹھیک ۸ بجے کمارسین کی طرف چل دیا، اور یہاں کے لُطف و مزے اگلی سیر کے لئے ریزرو رکھے"

چین و تبت کی برف کا نظارہ

جب میں کوٹھی سے باہر نکلا تو سقدر ٹھر" بڑھ گئی تھی، کہ میرے دونوں ہاتھ دستانوں میں چھپے ہونے کے باوجود اس قابل نہ تھے کہ میں شریف و اصیل گھوڑے کی باگ بھی سنبھال لیتا، میں نے دونوں ہاتھ پتلون کی جیبوں میں ڈالے کہ سورج کی پہلی کرن، برفانی پہاڑوں پر ضو افگن ہوئی، دیکھا کہ ان پہاڑوں کی چوٹیاں اوپر سے نیچے دو میل تک برف سے لدی پڑی ہیں، جو چوٹی جگہ ہے وہاں برف نہیں پڑی، یہ پہاڑ ہر طرح کی نباتات کی روئیدگی سے خالی ہیں، ان کی شکل و شباہت بھالے کا نوکیلی سے، زیادہ تر چتر ہیں اور مٹی گلتے گلتے گل گئی"

سری کھنڈ مہادیو جی کے درشن

میں نے دُوربین کی امداد سے ہزاروں میل کی یہ طولانی دھار دیکھی، ستلج جہاں گورا کی دھار سے گذر کر حدود ریاست کماسین میں داخل ہوا، اسکے اوپر ان برفانی پہاڑوں میں ایک سنگین مینار سا کٹرا نظر آیا، جو برف سے بالکل خالی تھا، میں سمجھا کہ یہ ضرور کوئی پرستش جگہ ہے، کمہار سین میں آکر تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ یہ چوٹی سری کھنڈ مہادیو جی کے مہامین نام سے مشہور ہے، یہاں جیٹھ ہاڑ میں بھی برف پڑتی رہتی ہے، سادھو سنیاسی اور معتقد اشخاص دُور سے درشن کرتے ہیں، بعض معتقد اوپر بھی جاتے ہیں، اس کے نیچے سات کوس پر پجاریوں کا ایک گاؤں ہے، جاتری وہاں پہنچ جاتے ہیں، اور ایک گپھا میں جو قدرتی ہے قیام کرتے ہیں، دروازہ پر دن رات آگ روشن رہتی ہے، صبح ۵ بجے جاتری کو پجاری اوپر لیجاتا ہے، خاص لباس پہناتا ہے، خاص خوراک کھلاتا ہے جاتری اور پجاری دوپہر بارہ بجے پہنچتے ہیں پھول اور بتاشہ چڑھاتے ہیں اور ایک چلم جس میں تمباکو کی بجائے صندل اور تل ہوتے ہیں بھر کر سری مہادیو جی کے اُس سوراخ پر جو چوٹی میں ہے رکھ دیتے ہیں، تین منٹ کے بعد شور پیدا ہوتا ہے، اور تین کش میں چلم پی لی جاتی ہے، جاتری مُراد پوری سمجھ کر واپس گاؤں میں آجاتا ہے، وہاں گپھا میں رات رہ کر اگلی صبح واپسی کی منزل لیتا ہے، یہ کشف ہے کہ چلہری کے اندر برف نہیں پڑتی جس کا دَور پندرہ گز کا ہے، گورانا صاحب مُصر تھے کہ آپ نیکے نزدیک کا درشن کیجئے، مگر اس برفباری میں میرا حوصلہ نہ پڑا اسلئے اِس ازلی رہبر حقیقی پر دُور ہی سے میں نے بھی اپنی عقیدت کے پھول چڑھائے، گو اُسوقت یہ نظارہ[۱] برابر دیکھے جانے کو دل چاہتا تھا، مگر ہمراہ اور سردی نے نہ ٹھہرنے دیا، اگلے سال کا پروگرام یہ شوقِ سیر پورا کریگا"

---

[۱] ہمالہ کی یہ برفانی دھار ایسی نوکیلی ہے، کہ اُسے سب پہاڑوں سے جُدا کرتی ہے، ازل سے برفباری ہونے کی وجہ سے نباتات پیدا نہ ہوئیں، مٹی پتھروں سے جُدا ہوتی رہی، اور آخر لاکھوں برس پانی کی روانی کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام مٹی بہ گئی اور محض پتھر ہی پتھر رہ گئے یہ دھار جب ہی کیلی معلوم ہوتی ہے

جنگل اور جانوران شکار

میں نے وہاں سے پیدل چلنے کا ارادہ کیا کہ غضبناک سردی سے بچوں، اسلئے میرے تمام ہمراہی پیدل ہی چل پڑے، راستہ میں جا بجا برف جمی پڑی تھی، اور سردی کے مارے ہاتھ پیر بلکہ تمام جسم شل ہوا جاتا تھا، ایک سردی تھی، کہ اُونی پارچات چھید چھید کر جسم بے حس کئے دیتی تھی، مگر میں بے تکلف بڑھا چلا گیا، دو میل پیدل چلنے کے بعد ایک گنجان گھنے، پُرشان جنگل میں جا پہنچا، میں نے اپنی زندگی میں ایسا خوبصورت تناور درختوں کا جنگل کہیں جگہ نہ دیکھا تھا، مگر افسوس کہ یہ محض جنگل ہی جنگل ہے، کیونکہ دیودار، کائل۔ چیل کا جنگل نہیں بلکہ روہ[1] کا جنگل ہے۔ اس میں بعض بعض درخت ایسے پُرانے دیکھے گئے کہ جو بلا شبہ آریہ ورت کے زمانہ کے ہیں؟ بعض کا محیط ۵۰ فٹ یعنی، اگز کے قریب پہنچ چکا ہے، بلندی سو ۱۲۵ سو فٹ سے بھی تجاوز کر چکی ہے،

کمارسین کا منظر

نارکنڈہ سے کمارسین تک برابر اُترائی چلی آئی ہے، مگر سڑک ہموار اور تدریجی اُترائی کی وجہ سے اس سفر میں کوئی تکلیف محسوس نہ ہوئی، ۹ میل طے کرنے پر دریائے ستلج کے کنارہ کمارسین کی عمارات دلکش چشم شوق ہوئیں، جدید عمارات طرز قدیم کے ڈھانچے میں ڈھالے جانے کی وجہ سے ایک عجیب سین پیدا کرتی تھیں، جو منزلہ قدیم طرز کی بوجیاں مذہبی قلوب پر اثر ڈالے بغیر نہ رہیں، جس طرح سے سونی دارالریاست بھجی کا محل وقوع ستلج کے دہانہ پر ہے، ٹھیک ایسا ہی کمارسین کا محل وقوع ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بانیان ریاستہائے کوہی حالات و اثرات علاقہ سے کامل طور پر ماہر تھے، کیونکہ اگر کمارسین نارکنڈہ کی جگہ آباد ہوتا تو حکمران کو وائسرائے کی طرح اکتوبر میں نارکنڈہ سے بھاگنا پڑتا، اب دارالریاست کی آبادی بڑے آرام و اطمینان سے سال کے ۱۲ مہینوں میں موسمی اعتدال کا لطف لیتی رہتی ہے، یہاں سے بھی چین و تبت کے برفانی پہاڑ کھلے آسمان میں قدرت قادر بیچوں ظاہر کر رہے تھے،

---

[1] یہ درخت توس کے نام سے مشہور ہے، عمارات کے کام کے لائق نہیں، اس لئے بازار میں کوئی قیمت نہیں،

میں جس سڑک پر سفر کر رہا تھا، یہ ہندوستان تبت روڈ سے گلگو کو جاتی ہے، اسی پر کمارسین واقعہ ہے، جب میں چکر کاٹتا کاٹتا آبادی کمارسین سے کچھ ذرا آگے نکل گیا، اور سڑک دارالریاست کی طرف جاتی ہوئی نظر نہ آئی، تو پتہ چلا، ایک موڑ پر ڈنڈی تھی اُسی پر ہو لیا، یہ مجھے کمارسین تک لے تو ضرور گئی، مگر ہر قدم پہ نہ میری خیر تھی، نہ گھوڑے کی، مجبوراً گھوڑے سے اُترا، پھر بھی آگے اور دائیں بائیں موت کے فرشتے نظر آتے تھے، بڑی احتیاط اور خبرداری سے خدا خدا کر کے آبادی آئی، میں حیران تھا کہ کیا ریاست اسقدر غافل ہے کہ اس سرکاری سڑک سے اپنی ریاستگاہ تک ڈیڑھ فرلانگ کی بھی سڑک نہیں بنا سکتی، جُوں جُوں آبادی میں بڑھ رہا تھا غلاظت تازہ کے انبار غلیظ پہاڑیوں کی عادات و اطوار بیان کر رہے تھے، میں رُومال ناک پر رکھ کر ڈاک بنگلہ میں اُترا۔

ریاست کمارسین کی تاریخی اہمیت

نام حکمران	تاریخ پیدائش	تاریخ مسند نشینی	رقبہ بحساب مربع میل	آبادی	مالیہ
رانا ودیا دھر سنگھ صاحب	۱۸ اسوج سمت ۱۹۵۲ بکرمی ۲۲ ستمبر ۱۸۹۵ء	۸ بھادوں سمت ۱۹۷۱ ۲۲ اگست ۱۹۱۴ء	۹۰ میل	۱۲۴۴۷	۷۵۰۰۰

بیدار مغز تاجدار

بیدار مغز تاجدار اپنے نسلی امتیاز پر ہمیشہ نازاں ہوا کرتا ہے، اور خاندانی روایات و حالات سے اپنے تجربات وسیع کرتا ہوا اُسی طرز سے حکومت کرتا ہے کہ جس روش پر بانیانِ ریاست نے اپنے اصولِ حکمرانی وضع کئے تھے، ایسی حکومت ہمیشہ بے خلل رہتی ہے، اور رعایا شاد و آباد، تقریباً تمام پہاڑی تاجدار کم و بیش روایاتِ قدیم کے پابند ہیں، مگر تاجدار کمارسین ایسا بیدار مغز واقع ہوا ہے، کہ وہ اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنا سعادت سمجھتا ہے، اسی مقصد کے لئے وہ اپنی ریاست کی مکمل تاریخ تیار کرنا چاہتے ہیں، اور آپ مذہب بخصوصیت سے ہمارے

خداوند نعمت جناب بہار سنامی کے سپرد کی ہے عنقریب وہ ضخیم کتاب تیار ہو کر بصارت چشم شوق ہوگی مگر اس وقت بقدر ضرورت بسبیل اجمال اس قدیم ریاست کی تاریخ لکھی جاتی ہے کیونکہ یہ لاکھوں برس کے پوشیدہ حالات جدید تحقیقات کی وجہ سے بیحد دلچسپی رکھتے ہیں، ایڈیٹر

لاکھوں برس کی ایک تاریخ

شری مہاراجہ صاحب نے بکمال شوق ہمیں اپنا لاکھوں برس کا متبرک پوتھی خانہ بھی دکھلایا اسی میں آپ کے خاندان کی مسلسل و مفصل تاریخ بھی ہے، معلوم ہوا کہ یہ پستک لاکھوں برس پیشتر آپ کے ذی علم بزرگ تاجداران نے تیار کی تھی، اولاً یہ پستک سنسکرت کی ابتدائی زبان میں تھی، پھر کسی وقت بھوج پتر پر ناگری حروف میں لکھی گئی، صدیاں گذر جانے پر وہ اوراق عمر پاکر پریشان اور خستہ ہو گئے،

ہزار سال گذرے کہ اُس وقت کی مروجہ زبان میں بڑی محنت اور کافی عرصہ میں عالمان کی امداد سے اس کا ترجمہ کیا گیا، اور پھر ہر تاجدار اپنے عہد کا اضافہ کرتا رہا، اور مروجہ زبان میں ترجمہ کراتا رہا، یہ پستک خصوصیت سے تبرکات میں شمار ہوتی ہے۔ اور محلات سے باہر نہیں نکالی جاتی، میں نے وہ تمام پستک مہاراجہ صاحب بہادر سے سنی، ریاست کے ضروری تاریخی حالات اسی سے اخذ کئے جاتے ہیں، بہار سنامی

بھنبور رائے حاکم اتر کھنڈ کی ظالمانہ حرکات

ایک ہزار سال کے قریب عرصہ ہوا کہ موجودہ شملہ کے پہاڑوں پر بھنبور رائے کی حکومت تھی، کہا جاتا ہے کہ وہ ایک جن تھا صبح ستلج میں اشنان کرتا تھا پھر وہاں سے ۸۰ میل کے فاصلہ پر مقام ہاٹ کوٹی جاکر پوجا اور وہاں سے ۹۰ میل کے فاصلہ پر اپنے محلات شوگلی کے ٹیلے پر ہر روز ایک عورت کی ایک پستان تلوار سے کاٹ کر گھی میں بھنوا کر دوپہر کو کھایا کرتا تھا، علاقہ کے آدمیوں نے سوچا کہ اس طرح سے تو دنیا کی اتپتی (پیدائش) ہی بند ہو جائے گی، وہ اس کی جان کے دشمن ہو گئے اور موقعہ کے منتظر رہے،

سری راجہ اناکیرتی سنگھ بہادر کی مغلیہ سے کنو تک آمد

اسی اثنا میں سری اناکیرتی سنگھ

دتا مہاداراں کمارسین کے مورث اعلیٰ اپنے ہردو کنوران کرتار سنگھ، نرائن سنگھ کے ہمراہ آئے، سری کاشی جی کی یاترا کے بعد مختلف ممالک سے گذرتے مقام کرانگلا میں قیام فرما ہوئے، افواج قاہرہ ہمرکاب تھی، جب چند دن گذر گئے اور مقامی حالات سے واقفیت ہوئی، تو پتان تراشی کی وارادات سن کر حیران و ششدر رہ گئے،

• آپ کے لشکر میں ایک ودوان وید پاٹھی تانتری پنڈت بھی تھا، اُس سے یہ گفتگو آئی قرار پایا کہ پنڈت مذکور سولیشور مہادیو سے رجوع لائے، مصیبت کٹ جائے،

چنانچہ پنڈت موصوف نے بڑی عقیدت وارادت سے مارن پریوگ شروع کیا، مہادیو جی نے بشارت دی، کہ کھجنورائے کا بنش نشٹ ہو جائے گا۔ اور میرے میلے کے منتظر رہو،

ظالم کا انجام ناکام
دوگونہ رنج و عذاب است جان مجنوں را

میلے کا دن آیا، کھجنورائے ایک ٹیل کے اوپر سب سے اونچی جگہ اپنے بال بچوں کے سمیت بیٹھا تھا، دیوتا ایک خوش الحان پرندہ کی شکل میں کیلوں کی درخت کی شاخ پر آبیٹھا، میلہ جم گیا، جانور نے شیریں آواز میں چہچہانا شروع کیا، سب لوگ اُدہر متوجہ ہوگئے، کھجنو بھی سر اٹھا کر دیکھنے لگا، کہ جانور نے فوراً کیلوں کا ایک پھل چونچ سے توڑ کر نیچے گرا دیا، وہ پھل رائے مذکور کی آنکھ پر ایسا لگا، کہ جیسا نشانہ پر تیر، وہ جھنجلایا، مجمع میں ایک پریشانی پھیل گئی، اُسی وقت حسب قرارداد سری اناصنا کی فوج جو تاک میں تھی، ایک دم مجمع میں داخل ہوگئی، جس نے گاجر مولی کی طرح کھجنورائے اور اس کے تمام لواحقین اور ہمراہیوں کو قتل کر ڈالا، ادہر اُس کی مستورات پر قہرِ الٰہی نازل ہوا، بدقسمتی سے کھجنورائے کی رانی نے اپنی گھر کی عورتوں سے کہا، کہ میں نے گھی میں پکے ہوئے چاول کبھی نہیں کھائے، آج میلہ ہے اور انا صاحب بھی ننگے ہوئے ہیں، اگر تم ہمت کرو تو دل کی دیرینہ آرزو پوری ہو جائے،

عورتوں نے کہا کہ ابھی تیار کرا دیتے ہیں، اُس وقت کئی من کا لوہے کا کڑاہا چولہے پر چڑھا دیا گیا، جس میں نادانوں نے پانچ من گھی ڈال کر آگ خوب روشن کی، جب گھی پک کر جلنے لگا، تو وہ عورتیں

عورتوں نے بڑی بڑی پراتیں بھیگے ہوئے چاولوں کی بھر کر چاروں طرف سے کڑھائے میں یکدم گرائیں، گھی اچھلا اور آگ لگ گئی، عصمت کی ماریوں نے اُس میں پانی کی گاگریں گرا دیں، اس سے شعلے چھت تک پہنچے جس سے بھنبورائے کی تمام مستورات آگ کی لپیٹ میں آ کر جل گئیں، آگ ایسی بھڑکی کہ دم زدن میں تمام محلات خاکِ سیاہ ہو گئے، یہ ہے ظالموں کا انجام سچ ہے ؎

جو کہ ظالم ہیں وہ ہرگز پھولتے پھلتے نہیں
سبز ہوتے کھیت دیکھا ہے کبھی شمشیر کا

سری رانا صاحب کی راجگدی جب اِس غلاظت سے یہ متبرک ملک اس طرح صاف کر دیا گیا، تو اس تمام کوہستان کے بڑے بڑے معزز خاندانوں، رشیوں، سرگروہوں، مہروں، کراوکوں اور جمہور انام نے مشورہ کیا کہ اب اس او ترکھنڈ کی گدی کا وارث مالک تپ دہاری ہے، ساعت سعید نکال کر راج گدی کی رسومات موضع کرانگلا میں بڑی شان سے ادا کی گئیں، لکھا ہے کہ اس جلسے پر ہو لاکھ آدمی کے قریب ڈھول نفیری بجاتے ناچتے کودتے بڑی خوشی سے شریک ہوئے اور یگ شاہانہ بڑے پیمانہ پر بنائی جا کر سوا ماہ تک یگ جاری رہا،

رانا اور کنوروں میں تنازعہ راجپوت اور وہ بھی سورج بنسی خاموش کب تک رہ سکتے تھے، بھائیوں نے کہا آپ تو راج سنبھال بیٹھے، ہم کہاں جائیں کہا یہ گدی تم سنبھالو، اس پر انہوں نے کہا کہ کھینی کے جنگل میں چل کر گائیوں کے ریوڑ میں بیٹھ کر فیصلہ کر لو تینوں وہاں پہنچے، وہاں بڑے کنور کرتار سنگھ کو کرانگلا کا راج دیا گیا، بدھ پنڈت نے یک بیت پڑھا ؎

جن کیپو اُس کنار جس کھیگر اس ولار

تقسیم ملک چنانچہ اس کے موافق موضع کیپو اور کنار کے درمیان کا علاقہ زرار سنگھ کو ملا اور کھیگر اور ولار کا درمیانی علاقہ کیرت سنگھ کے حصے میں آیا[۱] اور پنڈت کو موضع وت نگر میں معافی

---

[۱] تانگہ - یہ سب دیہات کے نام ہیں، جو اس وقت تک آباد ہے۔ بہادر شاہی

دی گئی،

مہارانا کی پہلی راجدہانی مہارانا صاحب اپنے سب حقوق سے دست بردار ہو کر مہاون کے سرسبز و شاداب ٹیلے پر آئے، وہاں ہی محلاتِ شاہی تعمیر کرائے، اور وہیں حکمرانی کرنے لگے،

کمارسین میں راجدہانی جب موسم سرما آیا، تو گیا کے رہنے والے سخت سردی سے بیزار ہو گئے، انہوں نے نشیبی قطعات کا دورہ شروع کیا، جب ستلج کے کنارے موضع کھیکر کے اوپر پہنچے، تو سونگھیوں اور مہران اراضی نے بعد پڑتال عرض کی کہ یہاں برف کم پڑتی ہے، موسم معتدل رہے گا، پاک جل ہے، وسیع قطعات ہیں، تیرتھ نزدیک ہے، یہاں ہی کسی بہتر قطعہ پر راجدہانی قائم کرنی چاہیے، چنانچہ مہارانا موصوف سری کوٹ الیشور مہادیوجی کے مندر پر گئے، کہ جو حقیقی طور پر سوادی کی حکومت کرتے تھے، پوجا کی اور اپنا اشٹ دیوتا دل و جان سے تسلیم کیا، بشارت ہوئی کہ جو جگہ تم نے پسند کی ہے وہاں تمہاری نسل تا قیام دنیا پھلے پھولے گی، مہاون واپس گئے، اور کاشی جی کی طرز پر شہر تعمیر کرنے کا حکم دیا، جب چند مکانات اور محلات تیار ہو گئے، آئے موادی سے آبادی جان طلب تھی، مظلوم ان پر ٹوٹ پڑے، سب قتل کر دیئے گئے، اس پر راج دیوتا نے آپ کی گدی نشینی کا اعلان کیا، یہاں یہ رسومات ایک بڑے دربار میں بڑی تزک و احتشام سے ادا کی گئیں، علاقے میں جو باغی تھے اُن کو بھی سرکوبی کی گئی، دیوتا کے آگے یہ اقرار کیا گیا، کہ تا قائمی خاندان جب کبھی کسی تاجدار کی گدی نشینی کی رسومات ادا ہونگی، تو دیوتا کا رتھ علاقہ میں برکت پھیلائیگا بلکہ سب انتظام انجام دیگا،

اولاد اور شادی چونکہ آپ کے اصلی وطن اور نشیبی ممالک میں حملہ آوروں کی طرف سے بڑے بڑے ظلم ہو رہے تھے، اس لئے پہاڑی راجگان ہی کے گھرانوں میں شادیاں ہوئیں، رانی کشہر کے بطن سے ٹیکہ بہار سنگھ پیدا ہوئے،

زمانہ مذکور میں تشخیص معاملہ اور طرز حکمرانی پوتھی موصوف میں اُس عہد کے طرز حکمرانی کے حالات و کوائف بڑی تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں، یہ کام بیدار مغز تاجداروں کا ہے، کہ اپنے نامور بزرگوں کے کارنامے عدو ش کرتے تا در دنیا کے

سامنے لاکھوں برس کی پیشتر طرز حکمرانی کا ایک مسلسل دلچسپ خاکہ کھینچے؛

وفات | مہارانا صاحب نے ۴۰ سال حکومت کرنے کے بعد ۸۰ سال کی عمر میں وفات پائی؛

مورث اعلیٰ سے لگا کر تاجدار حال تک | ثابت ہوتا ہے کہ اس راجگدی پر کنک سین نے تاجدار سمت ۳ بکرمی سے سمت ۱۹۸۵ بکرمی تک (واجب ۲۰۰۹ سال) مسلسل یکے بعد دیگرے حکمرانی کرتے چلے آرہے ہیں؛ دعا ہے کہ یہ راجگدی دیوتا کی دعا کے موافق ابدالآباد تک قائم و بحال رہے۔ ہندوستان میں اس وقت ۱۱۹ تاجدار ہیں، اور لکھوکھا شاہی خاندان تباہی و خستہ حالی میں اپنی زندگی گزار رہے ہیں، اُن میں کنک سین سے قدیم خاندان چند ہی نکلیں گے؛

اگر اِن دو ہزار برس کے تاجداران کے کارنامے پوتھی مذکورہ کے موافق قلمبند کئے جائیں، تو کئی ہزار ورق کی تاریخ مرتب ہو؛

چند تاجداران کے چند کارنامے | ہمارا یہ کام نہیں کہ بحیثیت سفیر رئیس ہند کسی ریاست کی کوئی مفصل تاریخ لکھنے بیٹھ جائے، مگر تاج مذکورہ کے چند تاجداران کے کارنامے متقاضی ہیں کہ انہیں گمنامی کی ہستی سے نکال کر جائز شہرت پہنچایا جائے، اس لئے اس تفصیل کے معافی خواہ ہیں؛

رانا رام سنگھ | بشہر کے راجہ سرمور برات لے کر گئے، چار ہزار براتی تھے، شاہی ٹھاٹھ تھا، رانا صاحب بشہر کی طرف سے منتظم مقرر کئے گئے، وہاں رسم ٹکا دو پر اصرار ہوا، سرمور والے رضامند نہ ہوئے، ۵ ماہ تک برات بشہر ہی رہی، آخر ٹکا دو دے کر برات رخصت ہو گئی، مگر الگ سرکار کے فیصلہ بشہر رانا صاحب کو چھوڑ گئے، اور حکمت یہ کی کہ اشرفیوں اور روپیوں کے صندوق برات کے ساتھ اٹھا لائے، وداعگی کے بعد راجہ سرمور نے رانا صاحب کو مجبور کیا کہ رسم بارشہ ادا کی جاوے کہ دیگر الگ بچھا دیں، جب رانا صاحب نے کیمپ میں صندوق کھولے تو خالی نکلے، تقسیم الگ

کی کارروائی بیچ میں رہ گئی، راجہ سرمور نے غضب میں آکر آپ کو نظر بند کر دیا،
آپ کی ہمشیرہ کی یہاں شادی ہوئی تھی، اُس کے بطن سے دو جوان شہ زور باافر شہزادہ تھے آپ کی والیسی اس حادثہ سے بڑی متاثر ہوئی، ان کو کہا کہ یہ وقت اپنے ماموں کی امداد کا ہے، وہ دیعنور ایک ہزار جوان ہمراہ لے کر سرمور پر بجلی کی طرح گرے، اور رعد کی طرح کڑک کر اپنے مطلوب کو لے آئے، یلغار کر کے دو تین دن ہی کے اندر اندر حدود کمارسین میں داخل کر کے والیسی کی اجازت کے ساتھ عرض کی کہ اگر کوئی اور خدمت ہو فرمایئے، رانا نے کہا کہ ساکنین موضع جھکڑ نے میرے گُتہ کا ناک کاٹ دیا تھا، جب میں نے چڑھائی کی تو اتفاق وقت سے شکست کھائی وہ خلش اب تک جگر میں ہے، جو انمرد شہزادے موضع مذکور پر ٹوٹ پڑے، حملہ آوروں نے سب کو ہلاک کر دیا، ملکہ حاملہ عورت گاؤں تک سے نکال کر ایک ٹیلہ پر جمع کیں، گاؤں کو آگ لگائی، جس میں تمام زن و مرد جل مرے، اور گاؤں بےچراغ کر دیا گیا،
یہ رانا بڑا اولوالعزم اور صاحب حوصلہ تھا، رانا دلیپ سنگھ نے رام سنگھ اپنے بڑے بھائی سے حقِ ولیعہدی چھین کر تمام قلمرو میں بدامنی پھیلا دی تھی، جس سے تمام مفتوحہ علاقہ اور باجگذار ٹھکرایاں آزاد ہو گئی تھیں۔ مگر اسی طاقتور زبردست رانا نے آزاد شدہ ملک جلد ہی مطیع کر لیا، عہد کے راج کویوں نے اُن کے جنگی گیت جوڑے چنانچہ ایک بند ملاحظہ ہو ؎

رام سنگھ رانا بہیو سب رانوں کا سردار ... رئیش تک عمل کیو سب ٹھکرائی مار

تاجدار حال رانا ودیا دھر سنگھ صاحب علم و عمل کے ساتھ رعایا پر حکومت کرتے ہیں بلاشبہ حکومت کرنے کے قابل ہیں، آپ کی شادی مشہور راجہ دھیان سنگھ مرحوم والئ ریاست باگھل (ارکی) کی شہزادی سے ہوئی، یہ رانی بلحاظ قابلیت فرقۂ اناث میں وہی درجہ رکھتی ہے کہ جو سری سیتاجی،

ترقیات عہدِ مبارک ہم ذیل میں ایک مختصر نوٹ آپ کے عہد کی ترقیات کا لکھتے ہیں، جس سے اندازہ ہوگا کہ آپ اپنا یہ فرضِ منصبی کس دیانتداری سے انجام دے رہے ہیں،

جانوران شکار بہت سے جنگل ہمیشہ کے لئے ریزرو کر رکھے ہیں کہ جن میں سینکڑوں برس سے شکار نہیں کھیلا گیا، نار کنڈے سے کمارسین میں آتے ہوئے جو جنگل ہیں وہ بھی محفوظ جنگل ہیں جب میں یہ راستہ طے کر رہا تھا، تو بڑے بڑے جنگلی مرغ جن میں سے بعض کے سفید پر بھی تھے، سڑک کے اردگرد بے خوف و خطر چرتے چگتے نظر آئے،

ان جنگلوں میں الیوں، گھورل، بارہ سنگا، ککڑ، آہوئے مشک، جنگلی سور، ریچھ، بھیڑیا، چکور، تیتر، جنگلی مرغ، پلاش، بنال، جاجو، چیہڑ، بن تیتر، جنگلی کبوتر، کشٹہ بھوڑا وغیرہ سینکڑوں قسم کے طیوران جب چین اور تبت کے ملکوں میں برف پڑتی ہے۔ تو وہاں سے ادہر آجاتے ہیں،

پیداوار چونکہ ریاست کے قطعات کی بلندی دو ہزار فٹ سے لگاکر ۱۲ ہزار فٹ تک ہے، اس لئے ہر دیسی اور پہاڑی پیداوار بکثرت ہوتی ہے، بنفشہ نہایت اچھا ہوتا ہے، شہد برف سا سفید ملتا ہے، جسے پہاڑی دو سیر سے ڈہائی روپیہ فی تک فروخت کر جاتے ہیں، علاوہ ازیں ہر قسم کی جنگلی جڑی بوٹیاں بکثرت پیدا ہوتی ہیں، جن سے یہاں کی آبادی بڑا فائدہ اٹھاتی ہے،

ذریعہ نقل و حرکت ریاست میں یوں تو ملاقہ حکومت کے ہر حصے میں آرام دہ معمولی ڈنڈیاں اور چھوٹی چھوٹی سڑکیں ہیں، مگر تین سڑکیں نہایت اچھی حالت میں ہیں،

درس و تدریس رانا صاحب تعلیم کے بڑے حامی ہیں، چنانچہ آپ کے عہد حکومت کی زندہ یادگاریں ۲ اسکول ہیں، کہ جن میں طلباء کی کافی تعداد زیور علم سے آراستہ ہو رہی ہے، رانا صاحب بذات خود سکولوں میں جاتے ہیں، امتحان لیتے ہیں، اور انعام دے کر طلبا کے حوصلے بڑہاتے ہیں، پریتم داس خارث آفیسر لیس نے اسی سے اعتراض کیا ہے۔ جو سخت نادان ہے،

سوشیل ریفارم حقیقت تو یہ ہے کہ جس راج کا تاجدار ریفارمر کی کرپا سے دہرا تہا ہے، وہاں سب برکات حاصل ہو جاتی ہیں، چنانچہ کمارسین کی گدی کو ایسا ہی حکمران ملا ہے آپ نہ فقط راجہ ہیں، بلکہ حقیقی معنوں میں ایک ریفارمر بھی ہیں، آپ نے اپنی تخت نشینی کی خلافت پر بذریعہ سوشل اصلاحات کا سلسلہ جاری کردیا، حضور ممدوح نے فسادات کا علاج کرنے کے اقدام رذیلہ طلاق زنہ کی اجازت دیدی ہے، مگر اداس میں بھی اعتراض نکالتے ہیں،

شاہی رشتہ داریاں

اس شاہی خاندان کی رشتہ داریاں قدیم سے خاندان شاہی المشہور بلاسپور، سرمور، سکیت، جبلوگ، کنیٹھی، دلیٹھو، راجپوتان، گلیری (ضلع کانگڑہ) سے تھیں، اور اب ریاستہائے کنیٹھی، باگھل سے بھی قائم ہوگئی ہیں۔

(مؤرخ شاہی)

دیوتا صفت مہاراجہ سرمور اور کمینوں کے کمینے حملے

بے روزگاری نے ملک کو تباہ کر دیا، جب شکم پُری نہ کر سکے اخبار نویس بن گئے، حکومت اور حکام قیصری تو لوٹے نہیں جا سکتے کہ قانون کا ڈنڈا زبردست ہے، اس لئے اب خاص اخبارات ریاستوں کو لوٹنے کی مجرمانہ حرکات پر اُتر آئے ہیں، کیونکہ ریاستیں مقابلہ میں نہیں آتیں۔

ریاست، طاقت، پرنسلی انڈیا دہلی، پارس، راجپوت گزٹ لاہور وغیرہ پراشاعت میں ملک کے ممتاز تاجداروں کی پگڑیاں اتارتے ہیں، اب راجپوت گزٹ بھی ایسی ذلیل حرکتوں سے اپنی ہستی قائم رکھنا چاہتا ہے، اسی لئے دربار اور درباریان سرمور کو اپنے گھر میں عیاش بتلاتا ہے، جو اصحاب ذاتی تجربہ رکھتے ہیں، خوب جانتے ہیں، کہ مہاراج کی بارگاہ میں کسی بڑے سے بڑے مدبر کی دال نہیں گلتی، لالہ موہن لال سکرٹری اپنی خاندانی وجاہت علمی قابلیت کیلئے مشہور ہیں، آپ کے والد بزرگوار لالہ گجادر سنگھ مدتوں تحصیلدار رہے، آپکے برادر اکبر علاقہ انگریزی میں منصف ہیں، آپ خود بیس سال سے نہایت جاں نثاری، شرافت سے خدمات سرکار انجام دے رہے ہیں، ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ بمقابلہ مفادِ سرکار بدمعاشوں سے لطف نہیں ہوتے، یہی اُن کی ترقی کا راز ہے، پلید نطفہ نے جو اسکاری کے جو واقعات لکھے ہیں شائد اس کو اپنے گھر کا ذاتی تجربہ ہے، ایسے نامرادوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ ایسے ایسے ذلیل حملوں سے ناجائز فایدہ نہیں اٹھا سکتے، ہاں ذلیل حرکتوں سے اخبار نویسی کے معزز پیشہ کو ذلیل کردیں گے۔

زینت محل کی تیاریاں اور سید حسن شاہ کی جاں نثاریاں

بہادر شاہ آخری بادشاہ مغلیہ کی بیگم زینت محل لال قلعہ کی رہائش ناپسند کرتی تھی، بازار لال کنواں میں خستہ حالی میں ایوان بیگم تھا، جو سب کو فتح کر دیا، ہزاروں روپیہ کی صورت آمدنی ہو گئی، ہم سید صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں۔

مرآۃ الغیب

یعنی

بھرگو سنگتا کا اردو ترجمہ

یہ سنسکرت کی علم جوتش کی کتاب کا اردو ترجمہ ہے۔ وہ مجموعہ
میں مالداری مفلسی عزت و ذلت عمر بھر کے رنج و راحت
تجارت کا نفع و نقصان زیادہ کمی نسل تعداد سالہائے
عمر متوسلین دوستوں اور دشمنوں کا حسن و قبیح
آسانی معلوم ہو سکتا ہے۔ آئینہ سکندری یا جام جم ہے
سنسکرت کی پراچین کتابوں کا عطر اور دیگر رموز و نکات
جوتش کا چاند حیرت ہے لمحہ لمحہ سے گھنٹے بنا کر دن سے
رات اور رات سے دن کرکے آنکھوں سے محبت کا تیل
ٹپکا کر لکھی گئی ہے۔ بے تعداد نقشے نظارہ ستارگان وغیرہ
کمال محنت سے فراہم کئے گئے ہیں اعلیٰ کاغذ پر خوشخط
چھاپی گئی ہے۔ **قیمت ایک روپیہ چار آنہ عہ**

چند جلدیں باقی رہ گئی ہیں

بھگونت پرکاش پریس دہلی میں پنڈت پیارے لال شرما پرنٹر و پبلشر نے چھپوا کر شائع کیا


RAIS I-HIND
ہندوستانی ریاستوں کے لیے ہندوستان میں ایک طرز کا واحد ماہوار مصور رسالہ
مقام اشاعت
رئیس ہند
دہلی
شملہ
دہلی

LATEST PORTRAIT OF



SHRI RANA CHAND SAHIB BAHADUR.
RULER OF MADHAN STATE. PUNJAB

(The block of this picture is specially made for the Proprietor RAIS-I-HIND, Delhi, who has special arrangements for making all kinds of blocks.)

دسترخوان رئیس ہند

نمبر	عنوان	فہرست مضامین	صاحب مضمون	صفحہ
	بابت ماہ	ماہوار رسالہ دار السلطنت دہلی ... بابت ...		
	تصنیف رئیس الملک	رانا لوردھن سنگھ بہادر دہانی		
نمبر	عنوان مضامین	عنوان فہرست	صاحب مضمون	صفحہ
۱	دسترخوان رئیس	جلسہ سالہ دربار ریاستہائے ہندوستان منعقدہ دار السلطنت دہلی ...	اڈیٹر	۱
۲	رئیس ہند	بدقسمتی سے کسی قسم کی کوئی امید نہ رکھو۔	بہاری لال	۲
۳	[illegible]	شروع سفر، تار کنڈہ سے دہلی، خوشی اور رنج، سخت برفباری، رکشوں کا جنگل، چند اعداد کا لگا، خربوزے کی جڑیاں، استعمال کشتہ، بعض زاہد، شکاری کی معروفیت، پہاڑی مفردات، پہاڑی اشیاء کا استعمال، تہذیب جدید کی فرورتیں، بڑیا اہل الغرض، سفر دوم، خار دطن، ... فرصت کا آغاز، دہلی سے کالکا، اسپیشل ٹرین، مہاراجہ دھرمان، ژنگمگر سے رامگڑھ، سرداران ... بڑا قلعہ، چھوٹا قلعہ، گورنمنٹ اپریٹ ہے، شکاری معروفیت، انسانی معروفیت، ... شکین ڈھلپے، کوہ سوالک، عقلمندوں کی جہالت، انگریز فاسل لیگیا، رامگڑھ سے بیجا، حکران بیجا، بربادشدہ بستی، بیجا سے کوٹھار، سفر کوٹھار، پولیٹیکل افسر ... پانی کی نایابی، چڑھائی اور رکسیوں کی بیرونقی، گنڈاکسل، اسکول سنادر، جگجیت نگر، ... سے کوٹھار، جنگل، کوٹھار کا منظر، تاجدار کوٹھار، تاریخی کوائف، مالک و آقا کی فرض شناسی، پہاڑیوں کے کالے کوس، کوٹھار سے چنڈی، تاریخ قدیم، ... راجگان کوہی، رئیس ہند کی خصوصیات، صاحبزادگان، حکرانی، محمود غزنوی کا حملہ، بانخ ٹیکہ، جگت چند، تیرتھ، واپسی سلطنت، ہرلیخن چند، ... دو پشت، ... فدائی خان ... کی بہادری، تاریکان کی سرگذشت، ... کھردیو چند، ... دلیپ چند، رگناتھ چند، ... شاہی خصائل، ... ریاست کی خیانت، موسمی برسات، ... حکومت، فیلخانہ، موسم کی خنکی، خوشگوار سفر، تاجدار ... اقبالمندی، کثرت شکار، شیروں کا جنگل، ... قابل توجہ، ... تعلیم و تربیت، خصائل، اخلاق، ... ٹھاکر نرائن سنگھ۔	[illegible]	[illegible]
۴	رئیس الکلام	نظم تو ید بسنت، مژدہ بہار، خیالات صادق، ...	[illegible]	[illegible]
۵	...	مختلف حضرات کے خطوط کے جوابات - کلی چھٹی نام ... دیوان ...	[illegible]	[illegible]
۶	...	کرشن سنیہہ، از منشی ... صاحب ...	[illegible]	[illegible]
۷	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

رئیس ہند

بزم دہلی کی شاہ اقلیم معانی خسرو ودولت سخندانی جناب سردار دیوان [illegible]

جلوس نہم | منعقدہ دار السلطنت دہلی اپریل تا جون ۱۹۲۹ء | دربار چہارم تا ہشتم

رموز مصلحت رئیس

کنس سے کوئی امید نہ رکھو

گڑ گڑ کھیت اور کھیتی کھون بہت کیا — بیوا ری بسواس بھری کب لگ تپائیے
کاٹھ کی تلوار باندھ کون جنگ جیت لائیو — پتھر کی مورتی کو کب لگ سمجھائیے
سویا جو ہوا سے پاؤ داب جگائے لیجئے — جاگتا جو سوئے اسے کب لگ جگائیے

سیر الآثار

ہمارے سفیر کا سفر

کوہستانِ اُترکھنڈ کی راجدہانیوں میں

نتائجِ سفر

ہمارے سفیرِ خصوصی نے ہمارے بھروسے سے بڑھ کر اور اُمیدوں سے زیادہ اپنی خدماتِ جلیلہ انجام دیں۔ جہاں سیزن ۱۹۳۵ء کا یہ سفر رؤسائے کوہستانی اور ہمارے دیگر معززین کی بیحد دلچسپی کا باعث ہوا، وہاں اُنکی جانکاہیوں، محنتوں، محققانہ و متجسسانہ کیفیتوں اور نئی نئی دنیا فتوں سے خاندان تاجداران قدیم کی ایسی بے نظیر خدمات انجام دیں کہ جو اُنکی لاکھوں برس کی تاریخ میں پہلی مثال تھی اُس سیزن میں قبل از وقت برفباری شروع ہو گئی تھی اسلئے ہمارے کرمفرما سفیر موصوف کو اپنا بقیہ پروگرام مجبوراً اگلے سال ملتوی کرنا پڑا، سفر کے نتائج و حالات سفر سے زیادہ کار آمد و دلچسپ ہیں۔ اس لئے مضمون ذیل جو سلسلۂ سفر مذکور کا ڈراپ سین ہے، پبلک مفاد کیلئے درج کیا جاتا ہے

(ایڈیٹر)

نارکنڈہ سے دہلی ۳۷۰ میل

(دس ہزار فٹ بلندی سے ہزار فٹ نشیب پر)

خوشی اور رنج میں اِندر سبھا کا لطف لیتا ہوا ایک خاص مقام پر آ پہنچا جو لطف و سرور اور بہجت و انبساط مجھے اس سفر میں حاصل ہوا وہ میری ۵۵ سالہ عمر میں کبھی بھی حاصل نہ ہوا تھا جب میں مہاراجہ صاحب کمانسین کی راجدہانی سے رخصت ہوا، خوشی اور رنج دونوں دامنگیر تھے

راناصاحب کی عنایاتِ بے پایاں اور اُن کی محفل کی علمی و ادبی شوخیاں، جنابِ رانی صاحبہ مکرمہ کی مادرانہ شفقتیں وہاں سے علیحدہ نہ ہونے دیتی تھیں، کنور بلدیو سنگھ کی دلی اُنسیت اور پُر خلوص شخصیت میرا بازو کھینچے ٹھہرانے پر مجبور کر رہی تھی، مگر موسم کی سختی اور وطن کی یاد مشورہ دے رہی تھی کہ اب چل ہی دینا چاہئے۔

حُبِ وطن از ملکِ سلیمان خوشتر   خارِ وطن از سنبل و ریحان خوشتر

سخت برف باری میں محل سے چلا تو میرے معزز احباب میرے ساتھ ہوئے، ایک فرلانگ بھی نہ گیا تھا، کہ تبت کے پہاڑوں میں سخت برف باری نظر آئی جس کا رُخ ہماری طرف دم بدم بڑھتا چلا آرہا تھا، میں نے اپنے احباب کو بڑی منت و سماجت سے رُخصت کیا، اور خود گھوڑے پر سوار ہو کر مہمیز لگائی، دوپہر کے تین بج چکے تھے، اور مطلع صاف تھا، ہمراہیان اور آبدار کو ہدایت کر دی کہ وہ براستہ ڈنڈی نار کنڈہ میں مجھے ملیں، میں چار فرلانگ بھی نہ گیا تھا کہ جنگل میں ہلکی ہلکی برف پڑنا شروع ہو گئی، جب ذرا آگے بڑھا تو برساتی پر بھی نظر آئی، میں نے گھوڑا سرپٹ دوڑایا کہ اُس کے ساتھ ہی برف بھی طوفان لانے لگی، نہ وہ تھمتی تھی نہ میں ٹھہرتا تھا، اب تو یہ حالت ہو گئی کہ چاروں طرف سُنسان جنگل، تناور اور گنجان درخت، ہو کا عالم، انسان کا تو کیا ذکر، پرندہ تک نظر نہ آتا تھا، برف سے درختوں کی پتیاں بلوریں، جھاڑ و فانوس بنے تماشائے قدرت ظاہر کر رہی تھیں، ایک ایک کے جسم کی پتی پر چار چار انگل اونچی برف جمع ہو گئی تھی۔ اور جن درختوں کے پتے نہ تھے۔ اور سرخ پھولوں سے لدے تھے۔ وہاں برف کی بہار کچھ اَور ہی لطف دے رہی تھی۔ گو یہ سخت برف باری عوام کی نظر میں سخت خطرناک تھی، مگر مجھے ایک خاص قسم کا لطف حاصل ہو رہا تھا،

ہیبت ناک نظارہ پھاگو کا جنگل میں یہ خطرناک منزل گھوڑا اُڑائے، ہنٹر اٹھائے، پستول سنبھالے، سگرٹ سلگائے، پان کھائے، بیدھڑک اکیلا تنہا طے کر رہا تھا، کہ ایک موڑ پر گھوڑا بے تحاشا بھڑکا، ہر چند چلایا نہ چلا، چاروں طرف نظر دوڑائی کہ کیا خطرہ ہے، سڑک

کے نیچے ایک فرلانگ کے فاصلے پر معمولی میدان تھا، جس پر ایک ہزار برس سے زائد عمر کا درخت ۱۰۰ ترنس سایہ کئے تھا، اُس کے نیچے ایک ریچھ اور دو بچے پچھلی ٹانگوں سے بیٹھے ہوئے بیٹھے تیار تھے، اور اُن کا رُخ فرار شرک کی طرف تھا، جونہی میں نے یہ خطرناک نظارہ دیکھا لگام ڈھیلا کیا، اور جست مار کر لگام درخت میں پھنسا کر خود ایک درخت کی آڑ میں ہو گیا، اور پستول تیار کر لیا، کہ اتنے میں ریچھ معہ اپنے دونوں بچوں کے میری طرف سر ہلاتا، برف سے کان چھپاتا بڑھا، جب نزدیک آیا، گھوڑا ابھڑ کا، جس سے وُہ اس کا راستہ چھوڑ کر پرلی طرف کو ہو گیا، اب میرا اُس کا فاصلہ تقریباً دس قدم تھا، وہ مجھے وہاں دیکھ کر ٹھہرا، کہ میں نے دیا سلائی کی تیلی جلا کر اور روشنی پیدا کر کے پستول کا فیر آسمان کی طرف کر دیا، اس سے وُہ ایسے بے تحاشا بھاگے، کہ چشم زدن میں غائب ہو گئے، میں نے محافظِ حقیقی کا شکریہ ادا کیا، اور گھوڑے پر سوار ہو کر نار کنڈہ پہنچ کر دم لیا، وہاں سوائے برف کے اور کوئی چیز نظر نہ آتی تھی، رات وہیں بسر کی، اور برف باری تمام رات ہوا کی، میں صبح ۸ بجے عین برفباری میں گھوڑے پر سوار ہو کر کفری تک (۱۵ میل) برف برساتا آیا، پھاگو میں برف نے گھیر لیا، گھوڑے نے جواب دے دیا، مگر آہستہ آہستہ بڑھا چلا آیا، ۱۰ بجے شملہ پہنچا، یہاں برف نہایت کم تھی، موٹر سیٹ کی ۶ روپیہ میں کالکا تک کی، اور سوار ہو گیا، کالکا سے ڈاک گاڑی میں سوار ہو کر دہلی پہنچا،

چند اعداد اب اِس ۶ ماہ کے سفر کے علمی و عملی نتائج ملاحظہ ہوں، ۵ ہزار میل سفر کیا، جس میں سے ۶ سو میل بذریعہ ریل اور ۴ سو میل بذریعہ موٹر ۲ ہزار میل گھوڑے پر اور باقی سفر پیدل طے کیا،

۲ ہزار فٹ کی بلندی سے ۱۰ ہزار فٹ تک کی اُترائیوں اور چڑھائیوں پہ اُترا، چڑھا، ۲۰ دھاروں سے گنڈا ۴۰ سوندی نالے اور ۵ دریا عبور کئے، ستلج اور گری گنگا کا پاک جل ڈھائی ماہ تک اور ۶ سو متفرق آبشاروں، جھرنوں، نالوں، تالابوں کا پانی پیا، ۸۰ گھوڑوں پر سوار ہوا، ۴۰ ملازم تبدیل ہوئے، ۱۴ ابجسے، ۵ سو مرغ، ۲۰۰ چکور، ۸۰ مچھلی، ۲ ہزار انڈے، ۱۰ ابھی

آٹا گندم، ۴۰ ثار آٹا نخود، ۱۰ ثار چاول، ایک من روغن زرد، ایک من دودھ، ۴۰ ثار مکھن، ۵ ثار میوہ خشک، ایک من میوہ تر، ایک من حجرات وچھاچھ، ۴ ثار شہد، ایک من سبزی، ۲۰ ثار دال وغیرہ خوراک میں آئے، ۲ ہزار روپیہ صرف ہوا، ایک ہزار روپیہ سے زائد مال سرقہ ہوا، یا ریل والوں نے خورد برد کرلیا،

کالکا شملہ ریلوے کی چوریاں کیونکہ کالکا شملہ ریلوے کا بدترین انتظام ہے، اسباب ہمراہ لے جانے نہیں دیا جاتا، بریک میں ڈلوا دیا جاتا ہے، جو متفرق اسٹیشنوں پر گرا دیا دیا جاتا ہے، جو بیشتر مالکوں کو نہیں ملتا، اور بعض تو چرا لئے جاتے ہیں، یا گمشدہ ظاہر کئے جاتے ہیں، اسٹاف کم ہے، اور تنخواہ اس سے بھی کم، کام بے حد زیادہ ہے، جب اس طرح سے مسافروں کا لاکھوں روپیہ کا نقصان ہو جاتا ہے اور مطالبہ کیا جاتا ہے، تو جواب ملتا ہے، کہ یک صد روپیہ سے زائد کا بیمہ کرانا تھا، عجب اندھیر ہے،

استعمال کشتہ موسم کی موزونی، اور طبیعت کی موافقت سے کشتہ جات طلا، الماس، نقرہ، قلعی، سلاجیت، کستوری کا استعمال جاری رہا، جو بیحد مفید رہا،

معزز اعداد ۱۰ ہزار انسانوں کو اخباری شوق دلایا، ۲۵ تاجداروں، ۱۰ ایکوں، ۵۰ کنوروں اور ۲۰۰ شاہی نسل کے اصحاب سے مصافحہ ہوا، جدید ترقیات اور حالات سے آگاہ کیا گیا، اخلاق کا صحیح معیار بتایا گیا ہے، اُن کو انہیں قایم رہنے کی ہدایت کی گئی، تمباکو کی جگہ سگرٹ لے رہا ہے، اور ہر ریاست میں ہزاروں روپیہ سال کے سگرٹ فروخت ہوتے ہیں، ۱۵ سالہ بچے بڑی خوشی سے استعمال کرتے ہیں، ان کے نقصانات سے آگاہ کیا گیا، ۱۴ اشخاص سے سگرٹ نوشی چھڑائی گئی، ۵۰ اشخاص کو یہ سمجھا کر منع کیا گیا، کہ سفر، اعلیٰ سوسائٹی، شاہی حضوری، دوران پیشی مقدمات، اور بزرگوں کے سامنے نہ پینا چاہئے،

شکار پہاڑ میں عام ہے، اور بڑے بڑے شکاری، سہل اور ارزاں ترین نرخ پر مل جاتے ہیں، فرصت کے وقت شکار کھیلنے پر آمادہ کیا گیا،

شکار کی مصروفیت میں نے بھی چار جگہ شکار کھیلا، اور بالعموم دورانِ سفر ہوا، آٹھ ککڑ، ۴۰ چکور، ۱۵۲ جنگلی مرغ، اور ۴۰ ککڑ شکار کئے، پہلے شکار کھیلنے کی ممانعت نہ تھی، اب سخت پابندی ہے، جو انسانی ترقی و بہادری کے منافی ہے، یہ سب پابندیاں انگریزوں کے خوش کرنے کے لئے جاری ہیں، حالانکہ وہ دانشمند ایسی پابندیاں رعایا کے لئے ایک جبر سمجھتے ہیں،

پہاڑی ضروریات سفر پہاڑ میں ہتھیار، دوربین، بلم، چھتری، برساتی، پہاڑی رہبر، کیمرہ، نیک چلنی، دادودہش، سامان خوراک ضروریہ، ادویہ، شہد، بنفشہ، کمبل وغیرہ ضرور ہمراہ ہونے چاہئیں، اور روزانہ دس بارہ میل سے زیادہ سفر نہ کرنا چاہئے، ورنہ ہمراہیوں سے علیحدہ ہونے کا خوف ہے، اگر اسباب زیادہ ہو، تو دو خچریں بڑی کار آمد ہیں، نقشہ ضلع شملہ بھی ضروری،

پہاڑی اشیاء کا استعمال سری چرک مہاراج نے ہدایت کی ہے، کہ جس دیس میں رہے اُسی دیس کی پیداوار کھائے، پس یہ خاص احتیاط رہے، کہ جو ساگ بھاجی پہاڑی کھاتے تھے وہی کھانا چاہئے، لحم، چاول، ماش، ادرک، آلو، چھاچھ، زنبقد، شہد، بنفشہ، آروکل، ستو، برف کا پانی ضرور استعمال کریں، روئی دار پارچہ سے پرہیز، اونی، سوتی پارچہ سے اُلفت رکھیں، اور دھوپ میں جب موقعہ ملے، خشک کریں، صبح کے وقت سفر کریں، بدن پر ہر شام تلوں یا سرسوں کا تیل مل کر اشنان کر کے روٹی کھائیں،

پہاڑ میں اصلاح کی ضرورت ہے
تہذیب جدید کی ضرورت نہیں

پہاڑی مرد و عورات ابھی تک کم و بیش پاک تہذیب قدیم کے پجاری ہیں، زمانہ کی ناواقفیت، جاہلوں کے عروج، نالائق پردیسیوں کے نزول سے تہذیب قدیم اُڑی چلی جا رہی ہے، اگر پہاڑی راجگان اصلاح کی طرف متوجہ ہوں، تو وہ ست جگی قدر واپس لا سکتے ہیں، اور ملک کے افلاس کو بڑھانے والے سنت سادھو وہاں جا کر حق حلال کی کمائی کھا کر اپنا فرض زندگی پورا کر سکتے ہیں، راجگان کو چاہئے کہ مہاتماؤں کو بلا کر قدیم رواج کے موافق شاستروں کی کتھاؤں کا راج کی طرف سے انتظام کریں، ایسا

انتظام اگر مسلوں پر کیا جایا کرے تو بڑا فائدہ رساں ہے، ورنہ وہ دن دور نہیں، جبکہ دیس کی طرح رعایا اور راعی دو رقیب بن کر ایک دوسرے کے جان کے دشمن ہو جائیں گے،

ردِ بلا یا عمل خیرات ہندی مذہب میں پُن دان یا خیرات جزو مذہب ہے، اور ایسا کہ جو خیرات لیتے ہیں، اگر وہ بھی خیرات نہ کریں، تو راجہ پر واجب قرار دیا گیا ہے، کہ اُن کا مال و دولت چھین کر غربا پر تقسیم کر دیا جائے، اس کے لطف جو آخرت میں ہیں، وہ تو ہمیں معلوم نہیں، مگر حقیقتاً زندگی اس لطف کے بغیر حرام ہے، اس کا جاذب اصراف دُنیا کو دوست اور مہربان کر لیتا ہے، اجنبیوں کو آشنا بنا لیتا ہے، دشمن کو زیر کر لیتا ہے، شیروں کی اسیری اسی راز میں پنہاں ہے، غرضیکہ انسان تو انسان درندہ تک دُم ہلا ہلا کر پاؤں میں لوٹنے لگتے ہیں، جو اصحاب اپنی زندگی، آرام و آسائش اور نیکنامی میں گذارنا چاہتے ہیں، انہیں اپنی آمدنی سے روزانہ کچھ نہ کچھ ضرور خیرات کرنا چاہئے، لیکن اس امر کی سخت احتیاط رہے، کہ بیکار، بیروزگار، کاہل، جاہل، بدرویہ، بدمذہب، حرامخور، کو ایک چھکی آٹا بھی دیا جانا قطعی حرام سمجھا جانے، یہ عمل پہاڑ میں بڑا کارآمد ہے، کیونکہ وہاں کی آبادی اپنی نیکوکاری کی وجہ سے امداد کی محتاج ہے،

سفرِ دوم

ہوائے فصلِ گُل و نسیمِ بہار زلت ۔ گُل نشاط بدامانِ میگسار نیست

سیزن ۱۹۲۳ء نے جن آرزوؤں اور مرادوں سے اتر کھنڈ کے سفر کا پروگرام بنایا تھا، غیر معمولی قیام، شائق دوستوں کے اصرار اور موسم کی ناموزونی نے مکمل نہ ہونے دیا، شوقِ سفر، دلچسپ مناظر، نظر پرور سین، دلکش سینری، قدیم آریہ ورت کی پاک و باصفا ہستیوں کی صحبت، آگے بڑھنے پر مجبور کر رہا تھا، مگر غیر معمولی سخت برفباری، غضب کی خنکی، بدانجام، تباہ کن، سموم زدہ، نالائق و ناقابل اعتبار یادِ وطن، وطن کی طرف دھکیل رہی تھی، پر یا تما جانتا ہے، مصادق شاہد ہیں، کو ائیف وفاداری وعبان شاری گواہ ہیں، خارِ وطن خارِ مغیلاں سے کم نہیں، گُل و گلزار کا تو کیا ذکر پتے کا پتہ نہیں،

دائمی بادِ سموم کے جھونکے، یارانِ ظاہر پرست کی بجلیاں، معاندین کی بدگمانیاں، رعد کی ہیبت ناک کڑک سے زیادہ مخوف و مرعوب کرتی تھیں، نار کندہ پہنچ کر تھا حسین کی آخری سپیچیں فیصلہ کن سمجھی گئیں، آخرش اِس فیصلہ پر پہنچا، کہ دسمبر سر پر ہے، جنوری، فروری، مارچ کے تین ٹھنڈے مہینے میدانوں میں گزارنا چاہئیں، شاید مغربی ہوا کے اثر سے بادِ سموم بادِ صرصر سے تبدیل ہوگئی ہو، فہیم و ذکا طبائع کی صحبت نے بے اثر نہ رہی ہو،

ہماری جان کاویاں، اور جاں نثاریاں یارانِ بادہ پیما کا پیمانۂ وفا چھلکانے میں کامیاب ہوگئی ہوں، اور صورتِ بقا پیدا ہو کر اقبال و عروج ممالک یورپ کی طرح عنصرِ غیر کو خارج و بیدخل کردیں، ادبار و زوال رخصت ہوجائے، شہرت و ناموری پھر حصّہ میں آجائے، قابل مستحق برسرِ کار ہوں، بدذات بدخواہ، بدرویہ ریل پر سوار ہوں، مگر دہلی پہنچ کر حالت اُس سے بھی بدتر پائی، افسوس ؎

فلک بردمِ نادان دہد زمامِ مراد — تو اہلِ فضل و دانش ہمیں گناہ تو بس

سرما کے تین سرد مہینوں کی منزلیں صحرائے کلاں ثابت ہوئی

پہاڑ کی موسمِ سرما کی تکالیف، دیس میں مکرم عنقا رکھتی ہیں، وہاں یہ موسم عجیب موسم ہے، خوب کھاؤ، اعلیٰ کپڑے پہنو، سخت مشقت و ورزش کرو، عیش و تکلف اڑاؤ، اوق و مغلق مضامین کا مطالعہ کرو، اعلیٰ و لطیف مضامین لکھو، جو دل میں آئے کرو غرضیکہ یہ کہ وہ سب کام ایسا ہو کہ جو کسی اور موسم میں نہ ہو سکے، مگر وقت کی نامساعدت سب کچھ کھو دیتی ہے یہی نامساعدتِ وقت اِن تین ماہ میں میرے رفیقِ حال تھی، نہ کچھ کھایا جاسکا نہ کچھ کیا جاسکا، دماغ پریشان رہا، وقت پر امداد کا نہ ملنا، اور مطالبہ کا ادا نہ ہو، سب ابتریوں میں سے افضل ابتری تھی، پراگندہ روزی، پراگندہ دل، انتظار میں مارچ گزرا، اپریل اور مئی بھی گزر گئے، غم زیادہ ہوتا جاتا تھا گھبرا کر کہا ؎

نہ چھیڑ اے نکہتِ بادِ بہاری راہ لگ اپنی — تجھے اٹکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں

رنج و افکار کا انجام فرحت و انبساط کا آغاز صبح است و ابر گوشہ باغے غنیمت است
بوئے زبرگ گل بدماغے غنیمت است، رنج و غم دشمنوں کے لئے چھوڑا، فکر و تشویش بے فکروں پر تقسیم کئے بیکاری و کاہلی مالداروں کو سونپی، خود سری گنیش آئینہ کہہ کر اسٹیشن پر آپہنچا، گویا فرحت و انبساط سے بغلگیر ہو گیا،

دہلی سے کالکا

۱۶۳ میل

اسپیشل ٹرین امیر امان اللہ خان خدا کشتی آنجا کہ خواہد برد وگر نا خدا جامہ برتن درد

مجھے کیا معلوم تھا کہ اپنے سے زیادہ ایک ناشاد، ناکام، مایوس، اور بے خانماں برباد شدہ ہستی بادشاہ کے خاندان میں پیدا ہو کر اولوالعزم بادشاہ ہو کر اپنا صدیوں کا دارالخلافہ چھوڑ کر بجائے اولوالعزم سے منہ موڑ کر رشتہ داران و عزیزان سے ناتہ توڑ کر ایک پناہ گیر کی حیثیت میں چمن سے دہلی آتا ہوا مجھے راستہ میں ملے گا،

میں انبالہ چھاؤنی کے اسٹیشن پر بک سٹال سے اخبارات خرید رہا تھا کہ عالم خاموشی میں ناکامی، بے چینی، اضطرابی، گھبراہٹ، شوق، راز داری، رنج و خوشی جھلکتی نظر آئی ایک پرانی بوسیدہ مغلی ٹرین پولیس کے کامل محاصرہ میں تھی، مسلمانوں خصوصاً ہندیوں کے جذبات اُبلے پڑتے تھے، معلوم ہوا کہ اس میں امیر امان اللہ خان ہیں،

اُس وقت میرے دل پر اُن کے پہلے سفر کا سین کھنچ گیا، اُن کا نہایت شاندار خیر مقدم، حکومت ہند کی طرف سے کیا گیا تھا، ہر اسٹیشن پر اعلیٰ حکام اور دیوان پہلے موقعہ کھڑے تھے، اور اُن کے ہر اشارہ پر جانیں نثار کرنے کے لئے تیار تھے، اُس وقت ایک اسپیشل ٹرین خاص طور پر تیار کی گئی تھی، جس میں یورپ کی تازہ ایجادات کا نیا بازار لگا تھا، ہوائی جہاز آسمان پر اعزاز میں پرواز کر رہے تھے، بیماری کی وجہ سے وائسرائے کی عدم حاضری جو ملی تو اس پر اپنی شان قائم

رکھنے کے لیے کیا کچھ کیا تھا،

میں نے ہر چند چاروں طرف نظرِ تجسس ماری، مگر بندۂ مبارک نظر نہ آیا، گویا کہ پہلے سے نظر بندی کے احکام کی تعمیل تھی، شاید گورنمنٹ نے اپنی مصلحتِ ملکی سے انہیں پالیٹکس سے حصہ نہ لینے میں وعدہ لے کر ہندوستان سے گذارا ہو، کابل کے حالات سے ہندوستانیوں کو آج تک بے خبر رکھا گیا، خدا معلوم کیا کیا ظہور پذیر ہوا، اور آئندہ کیا ہو،

گرمی کی گرم بازاریاں اور بادِ سموم کی جفاکاریاں

چناں در جانِ من شورش اثر کرد
کہ بے رقّت ندیدم ہیچ شے را

ہندوستان کے موسمی اثرات دُنیا بھر کے موسمی اثرات کا عطر ہیں، جہاں کوہِ ہمالہ کی بلند ترین چوٹیوں پر بھی جون میں برف دائمی دریا بہاتی ہے، اور نئی بہار کر لطف دکھاتی ہے، وہاں منطقہ حارہ کی جفاکاریاں گوالیار و ملتان کے ساکنین سے پوچھا جائیں،

چونکہ گذشتہ سال بارش کم اور بے موقعہ ہوئی اور سردی بارش کی رحمت سے محروم رہی، اس نے اِس سال شروع کیا کہ یعنی اپریل کے دوسرے ہفتہ کے خاتمہ پر پنکھے جاری ہو گئے، اور اس کے تیسرے ہفتہ خس کی ٹٹیاں، جو زمانہ کے پردے امیر مزاج اشخاص نے لگوائے، اپریل کے آخری ہفتہ میں پارہ کی حرارت ۳ بجے دوپہر کو دن کے اندر [illegible] تک پہنچ گئی، طلوعِ آفتاب کے ساتھ ہی گرم ہوا مغلوب الغضب انسان کی طرح قہر ڈھانے لگی، ۱۰ بجے دوپہر سے شام کے ۶ بجے تک شہر، مکانات، برآمدے، کمرے، جنگل، گلشن تپ گئے، پرند، چرند، حیوان، انسان صورتِ گل مرجھا گئے، کپڑے اُتار پھینکے، پیاس سے وہ واقعہ کربلا [illegible] کسی تدبیر سے پانی ٹھنڈا نہیں ہوتا، برف برف کی آوازیں ہر طرف تسکینِ جان ہو رہی تھیں، پہاڑ کی موسمی ہوائیں جنگل نے جو اپنی جوانی اور خوبصورتی کے اُبھار پر مشتاقانِ نظر سے [illegible] وہ [illegible] پہلے معلوم ہوتے تھے اب انہیں خوفناک [illegible]

خاک میں ملا دیا، اُن کی رعنائی، دل آویزی، خوش رنگی، ملاحتِ شباب، تازگی لُو کے بے رحم جھونکوں نے اپنی بیجا دست درازیوں سے قطعی طور پر پامال کر دی، گو اُن کا جوشِ شباب ہر شام اور تمام شب اُنہیں اُن کی اصل حالت پر لانے میں امداد دیتا تھا، مگر جہاں سورج نکلا اور طوفان خیز شعاعیں پڑیں، مایوس و ناکام انسان کی طرح کہ جو باوجود تردد و جستجو محروم رہ کر مجبور ہو گیا ہو، قابلِ رحم صورت اختیار کر لیتے ہیں، لیکن ایک بدذات بادِ سموم ہے جس پر بدفطرت قصاب راجہ کی طرح مناظرِ فطرت کی کسی دلفریبی کا اثر نہیں ہوتا جس طرح کہ وُہ راجہ عقلا، دانشمند، بلند حوصلہ اور پاک ہستیوں کو برباد کرنے میں خاص لطف پاتا ہے، ٹھیک اُسی طرح یہ بدخصلت و بدنسل بادِ سموم فطرت کے عطیات کو پامال کر کے خوش ہوتی ہے، وُہ کارآمد، مفید، ثمردار، نباتات کی دشمن جان ہے، مگر جس طرح بدنسل راجہ، وضیع و ارزل، کمینہ و دنی و دیوث و قلتبان، نالائق و نکھرام اشخاص کو اپنی عنایات سے امیر الامرا بنا کر اپنے ہمرتبہ بنا دیتا ہے، ٹھیک اُسی طرح یہ بدخصلت لو، تُوت، کیکری، آک، ڈھاک، کنڈیائی، جھاڑ، کرونڈ، کریل، جھڑبیری، گوکرو وغیرہ وغیرہ پودوں پر جان بخش اثر پیدا کرتی ہے، جو شرفا کے دامنوں سے اُلجھنے اور پریشان کرنے کے سوا اور کوئی شغل نہیں رکھتے۔

میں جب دہلی سے چلا انبالہ تک رات کی وجہ سے اِس بدنام موسم کی دل آزاریوں سے محفوظ رہا، مگر انبالہ چھاؤنی میں دن کے ۱۲ بجانے تھے، پلیٹ فارم برنگِ تنور تپان تھا، قُلی کتنے، بکتے، سارک، کبوتر بُری طرح سے مُنہ کھولے ہانپ ہانپ کر پانی پر گر رہے تھے، چھابڑ والے اپنی چھابڑیاں پلیٹ فارم پر چھوڑ کر ستونوں کی آڑ میں چھپ چھپ کر جان بچا رہے تھے، تمام پھل ظالم راجہ کی راجدھانی کے اشخاص کی طرح لُو کے جبر و قہر سے الحفیظ، الامان، پکار رہے تھے، گو بیچارے آم فروش پھلوں کے اُوپر برف کے ڈھیلے رکھے ہوئے تھے، لیکن اس پر بھی پھلوں کا نچلا حصہ دانہ گوں بنا ہوا تھا، میں نے جب ہاتھ ان پان لگانے کے لئے اپنی طرف کھینچا، تو صورتِ شعلہ اختیار کئے ہوا تھا، ٹھیک جیب سے نکالی رومال، خانہ و گیدان

اور ٹھیک جلتا ہوا چشا پانی، موم کی بتی بکسوں کے اندر گھل گئی، جب گاڑی میں بیٹھا، تو پنکھے کی ہوا باد سموم کے اثر سے دو آتشہ ہو رہی تھی، بابوان کی حکومت و سفر نے بلکہ حکومت ریلوے کی جز و رسی سے ریل کی خس کی ٹٹیاں بھی بجٹ میں آگئیں، گردیاں جلتا ہوا پتھر، چند ہچکیاں کھا کر غسلخانہ میں ہاتھ دھونے کے لئے بمبئی کی ٹونٹی کھولی، کھولتا ہوا پانی ہاتھوں پر گرا، اس وقت میرے ہاتھ اس چاء کی پتیوں کی طرح زیر امتحان تھے کہ جو ابلتے ہوئے پانی میں اپنا اصلی رنگ نکال رہی ہوں، ریلوے افسران کی سرگرم تجارتی نگاہ اس پانی تک پہنچ کر بجٹ میں معمولی خرچ کا بھی اضافہ نہیں کر سکتی،

میں نے باہر آ کر صراحی کے پانی سے اپنی انگلیاں بجھائیں، اور تمام طاقیاں بند کر کے قلم دوات لیکر لکھنے میں دل لگایا، مگر سر میں درد پیدا ہو گیا، دل بیٹھ گیا، آنکھیں کام دینے سے رہ گئیں، دماغ معطل ہو گیا، خدا خدا کر کے گھگر کا اسٹیشن لیا،

گھگر ریلوے اسٹیشن سے امگڈھ (ریاستگاہ)

جب اختر لونی نے اپنی فارورڈ پالیسی سے مجبور ہو کر پہاڑ پر نظر اٹھائی، تو میدان صاف نظر آیا، گورکھوں کو معمولی لڑائی میں زیر کر کے بہت سا حصہ اپنے قبضہ میں لے لیا، رام گڈھ کے سرداران نے اختر لونی کو بڑی مدد دی، مگر اُن کے شاہی اختیارات جلد ہی چھین لئے گئے، اور محض جاگیر دار بنا دیئے گئے، اس وقت پہاڑ میں پٹیالہ کی فوج کا سرگردہ مشہور دیوان گوردیال تھا، اس کا اس وقت اتحادیوں سے اتحاد پیدا ہوا، زمانہ مذکور سے لگا کر تا حال ہکسان دونوں کی چار پشتیں گذر چکیں، پانچویں پشت میں دونو یادگاروں کی مصالحم یادگاریں بر سر عروج ہیں، ضروری سمجھا گیا، کہ اس سیزن میں ملاقات نائبد از کیصکی تجدید کیجائے میری تحریر پہنچ چکی تھی، اس لئے سواری اور باربرداری کا پہلے سے انتظام تھا، اس علاقہ میں باربرداری کے لئے اونٹ نہایت کارآمد ہے، میرے ۱۹ اندل ایک اونٹ پر آسانی لادے

گئے تھے اور ہمراہیان گھوڑوں پر سوار ہو کر ۲۰ میل کی منزل کرتی ہوئی دھوپ اور چمکتی ہوئی گرمی میں طے کرنا شروع کی، آدھ میل طے کرنے پر دریائے گھگر میں داخل ہوئے، یہ اپنے سرمایہ سے ایسا ہی خالی تھا جیسا کہ آجکل ہندوستان کے تاجداران کے خزانہ عامرہ خالی ہیں، دریا پانی سے خالی تھا مگر تو کا دریا لہریں مار رہا تھا، اس پُرشور آندھی جوار بھاٹا پیدا کر رہی تھی، سوا میل دریا کی ریگ پر چل کر بلندی پر چڑھے، دُور سے پُرانا قلعہ نظر آیا، ۳ بجے چل کر ۴ بجے پہنچ گئے، چونکہ شام ہونے والی تھی، دامنِ کوہ تھا، اس نے بہ نسبت انبالہ یہاں لُو کی سرد بازاری تھی،

سرداران راگڈھ | راجگان بلاسپور کے جدی ہیں، وہ ٹیکہ کی نسل ہے، اور یہ کنوران بالدیو سنگھ و کشن سنگھ کی اولاد ہے، عرصہ ڈیڑھ صدی میں اس وقت اس خاندان کے سردار جگدیش سنگھ، سردار اجیر سنگھ، سردار تیج سنگھ تین جداگانہ سرگروہ ہیں، وہ اول الذکر خاص راگڈھ میں رئیسانہ زندگی بسر کرتے رہیں، اور تیسرے سکھنولی (انبالہ) میں سرداری کے مزے لیتے ہیں

بڑا قلعہ | اس نام سے اول الذکر رئیس مشہور ہے، سردار ازدہ سنگھ رئیس اعظم و آنریری مجسٹریٹ و رجسٹرار سرگروہ خاندان کا شروع سال میں انتقال ہوا ہے، آپ روسائے ۴۲ گھروں میں ممتاز شمار ہوتے تھے، آپ کے انتقال پر گورنر، کمشنر پنجاب اور ڈپٹی کمشنر انبالہ نے اظہارِ ہمدردی فرمایا، آپ کے ٹیکہ سردار جگدیش سنگھ اپنے والد بزرگوار کے صحیح قائمقام ہیں، اور نہایت خوبی سے ریاست کا کام انجام دے رہے ہیں، آپ کی شادی ریاست کیونتھل کے شاہی خاندان میں ہوئی ہے، اور آپ کے ایک ٹیکہ اور ایک کنور ہیں، اس ریاست کی ۴۰ ہزار روپیہ سالانہ آمدنی ہے،

چھوٹا قلعہ | اس میں ۱۰ سال ہوئے، ایک یتیم شہزادہ رہ گیا تھا کہ جو نوعمر ہونے پر چیف کالج میں تعلیم و تربیت پا رہا ہے، چونکہ والد بزرگوار کا سایہ سر سے حالت بچپن میں جاتا رہا تھا، اس لئے اس شہزادہ کی تعلیم تو اچھی ہوگی، مگر عام وارثوں کی طرح تربیت کا انتظام ناقص رہا، فیاض دل شہزادہ ہمیشہ فیاضی کا جلوہ دکھاتا رہا، کورٹ کھسے پڑنے ہی میں ہوا خوروں نے لوٹ لیا، اور قریب ۵۰ ہزار روپیہ

کہ ریاست مقروض ہوگئی، اب دوبارہ کورٹ قائم ہوگیا ہے، اُمید ہے کہ عرصہ دس سال میں حالت رُو بہ اصلاح ہوجائیگی، اور اس عرصہ میں سردار اجمیر سنگھ بھی کچھ سیکھ لیں گے، آپ کی پندرہ ہزار روپیہ سالانہ کی جاگیر ہے، مہندر سنگھ، موہن سنگھ دو صاحبزادگان ہیں،

گورنمنٹ انگلشیہ کی حفاظت رئیسوں کیلئے ابر رحمت ہے

زمانہ کی اُفتاد اور چیفس کالجوں کی تعلیم و تربیت سے آجکل جو رئیس تعلیم سے فراغت پاکر نکلتے ہیں، وہ ہر طرح نامکمل انسان ہوتے ہیں، قدیم حالات، روایات و رواجات سے قطعی ناآشنا ہوتے ہیں، جدید تہذیب و آداب کی صلاحیت نہیں رکھتے، اس لئے اختیار پانے پر دنوں ہی میں رئیس بن کر ریاست اور رعایا کو تباہ و برباد کردیتے ہیں، اگر ہندوستان کے کل رؤساء گورنمنٹ عالیہ کا دل سے شکریہ ادا کرنا چاہئے، کہ وہ اُن کی ہر پیدا کردہ مصیبت کو دور کرنے پر آمادہ رہتی ہے، اگر گورنمنٹ کا ان پر سایہ نہ ہو، تو یہ جلد مقروض ہوکر اپنی اپنی ہستیاں کھو بیٹھیں، اور ریاستیں بے نام و نشان ہوجائیں،

شکار کی مصروفیت دلخوش کن ہے

"شکار کار بیکاران است" یہ اُن مصروف اور مشغول اشخاص کا قول ہے کہ جو شب و روز دنیا و مافیہا کے کمانے میں لگے رہتے ہیں، اُنکے نزدیک کھانا، پینا، سونا، آرام کرنا، سیر و تفریح، ورزش و کثرت سب فضول ہیں، وہ بے تعداد دولت جمع کرکے بڑے بڑے پیٹ پھیلا کر گدی، تکیوں، کوچوں، آرام کرسیوں کو دن رات تکلیف دیا کرتے ہیں،

انسان اور انسانی مصروفیت

انسان کا کام دولت پیدا کرکے اُسے محفوظ کردینا نہیں بلکہ اس کا کام یہ ہے کہ خدا کی بخشی ہوئی زندگی کی پوری حفاظت کی جائے، اور جو کام کرے، اس میں یہی راز پنہاں ہو، انسانی زندگی کا نصب العین صحت قائم رکھتے ہوئے ضروریات کے موافق مال و دولت پیدا کرکے فلاح انسانی میں کوشاں ہونا ہے،

منزل اولین کی صید افگنی

دہلی کی ریل چھوڑنے والی گرمی نے دماغ کو مختل کردیا تھا، اس وادی [illegible] پہاڑوں کی صحبت میں بیٹھ کر [illegible]

تحریک ہونے، طبیعت کام کاج میں پہلے ہی لگی تھی اس لئے ارادہ ہوا کہ اس سیزن میں نہ فقط دماغی نشوونما پر زور دیا جائے، بلکہ ۲۴ گھنٹوں میں سے ایک آدھ گھنٹہ شکار پر نثار کیا جائے، میں نے اپنا یہ شوق سردار صاحب پر ظاہر کیا، پانچ شکاری بمع لوڈنگ بنادیق، معہ کافی کارتوسوں کے صبح ۵ بجے آ حاضر ہوئے، گھوڑے تیار تھے، ہم جب صبح صبح کے وقت اس آبادی سے نکلکر جنگل میں داخل ہوئے، تو وہ صبح صبح بنارس سے خوشتر معلوم ہوئی، ایک میل کے فاصلہ پر جا کر ہماری ۲۲ آدمیوں کی پارٹی بصورت لائن جنگل عبور کرنے لگی، جنگل میں تیتروں اور دیگر جانوران کی جنگل کی خوش الحانی سے ایک خاص سماں پیدا ہو گیا تھا، ایک جھاڑ سے دو تیتر اُڑے، اور ہم نے آگے بڑھ کر دونوں قابو کئے، پھر تو بندوق کی سنسناتی ہوئی آواز سے چار خرگوش نکل بھاگے، وہ بھی ہمارے فتراک میں لٹکائے گئے، ۹ بجے تک دس تیتر اور ۶ خرگوش شکار کئے،

اگلی صبح میری خواہش کے موافق بڑے جانوران کے شکار کیلئے جانا تھا، چنانچہ ہم بیروالہ کھول میں ۳ میل کے فاصلہ پر ۵ بجے پہنچ گئے، جسطرح سے آم کی پیداوار کی موسم میں آموں سے درخت لدے رہتے تھے، ٹھیک اسیطرح یہ جنگل سوروں، بارہ سنگوں، چیتل، چیتے، جنگلی مرغ، ککڑ، پاڑہ، گھورل، تیتر، خرگوش، ہرن سے بھرپور پایا گیا، شیر اور چیتا بھی کبھی آجاتا ہے، پہلی جھاڑ میں بیس سوّر اپنے ماند سے نکلکر ایک خشک نالہ میں آ کھڑے ہوئے، ایسا نادر موقعہ شاید ہی کسی شکاری کو ملا ہو، ہمنے تاک کر نشانے کئے، وہیں سے ایک کا فیر خالی گیا، مجھے یوں تو ہمیشہ شکار کھیلنے کا موقعہ ملا تھا، مگر عرصہ ۴ سال سے ادھر توجہ کم ہو گئی تھی، اسلئے پریکٹس بھی کم تھی، اگر جب صف پنہاں عیاں ہوا تو میری قادر اندازی کی سب نے داد دی، ہم بندوق آگے تھے چار بارہ سنگے اپنے لمبے لمبے خوبصورت سینگوں کو دائیں بائیں درختوں میں پھنساتے کلیلیں کرتے تھوڑے فاصلہ پر نظر آئے، بعد میں نے دیکھا تو چار کے بجائے ۹ شمار ہوئے، شوق شکار اسیوقت دو بالا ہو گیا، اسوقت میں نے سب کو بندوق چلانے سے روکدیا اور تنہا اپنے حمید پور گھوڑے کا نام ... سوار ہو کر انکے سامنے جا نکلا، پھر تو انہوں نے بھی راہ فرار اختیار کی، اُن میں جو سب سے بڑا وہ قد آور اور بڑے سینگوں کا تھا، اسکی طرف شست قائم کر کے دونوں کارتوس لمحہ لمحہ کے عرصہ میں خالی کر دیئے، وہ تو زخمی ہو گیا، دوسرے کی ٹانگ میں گولی لگی تھی، ایک میل کے فاصلہ پر جا کر نیچے چھپا بیٹھا تھا، ہم انکے طول سینگوں کی پیمائش کر رہے تھے

کوہِ سوالک کے پنہان خزائن سنگین ڈھانچے

"ٹائمز آف لندن" میں امریکن محققین کی "فوسل" کی تحقیقات کا ایک سبق آموز کارنامہ چھپا ہے، اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ چند اشخاص کی ایک پارٹی لکھو کھا روپیہ لیکر کروڑوں زمین کی کھدائی میں مصروف ہوگئی، آخرش اُنہیں زمین کے نیچے سے ایسے ڈھانچے ملے، جو قد میں ۱۰ فٹ طویل تھے، اور آجکل ایسے حیوان کی نسل کا دُنیابھر میں نشان نہیں ہے، اُنکی اس گرانمایہ تحقیقات و دریافت سے بزمِ علموں میں تہلکہ مچ گیا، کروڑوں روپیہ کی آمدنی اُن کی تصاویر و حالات سے ہوئی، اور علم حیوان میں خاص اضافہ ہوا۔

ایک ہم ہندوستانی ہیں کہ دُنیا کی ہر شے کی ماہیت و اصلیت پر گھر میں کتابیں موجود ہیں، اور ہر شے پر قبضہ ہے، لیکن اُن کے مفاد سے قطعی ناواقف رہکر اُنہیں بنظرِ حقارت دیکھتے ہیں، اور جو حقارت کے لائق ہیں، اُن سے رغبت و اُلفت رکھتے ہیں، نہ زائد اصراف کی پروا، نہ نقصان کا خیال، نہ راحت و آرام کا دھیان، نہ دیسی پردیسی پر غور، خدا سمجھ دے،

سوالک کی اُفتاد

ہمالین بیان کرتے ہیں کہ جب پرلے آئی ہمالیہ کی چوٹیوں اور دامنوں سے ایک ریگ ساداہ ہزاروں گز اونچا دیوار کی طرح نیچے کی طرف بشکل سیلاب رواں ہوا اور اُسکے غرب میں دو ہزار میل تک عرضاً خلقِ خدا کو غرق کرتا دس میل تک بڑھتا چلا آیا، کیا انسان، کیا حیوان، کیا نباتات دم کے دم میں اُسکے نیچے دب گئے، نیچے کا سانس نیچے اور اوپر کا سانس اُوپر رہگیا، اُن پر چار فرلانگ تہ جم گئی، اور وہ تمام اشیاء اُسکے نیچے دب گئیں، کروڑوں برس گذر گئے، بے تعداد قرنوں دبی رہنے سے سب بشکل پتھر منتقل ہوگئیں، اُنہیں "فاسل" کہتے ہیں۔

وہ ریگ کی گار ہمالیہ کے دامن میں دائرہ کی صورت میں پھیل گئی، اور ایک خشک پہاڑ کی شکل میں منتقل ہوگئی، اِسی خصوصیت کی وجہ سے سوالک نام پایا، جغرافیہ میں کوہِ سوالک اسی منجمد گار کا نام ہے،

عقلمندوں کی جہالت

آج سے پچاس سال قبل کوہ سوالک میں سخت بارش ہوئی، اس وقت سے چوٹیوں کی چوٹیاں نیچے آپڑیں، متصل سٹیشن دریائے گھگر آبادی کا اصلی سطح کھل آئی ہر قسم کا "فوسل" بارشوں سے دُھل کر نالوں میں آگیا، گوالے، مویشی چرانے جاتے تھے، وہ اور تو کوئی "فاسل"

شناخت نہ کر سکے ۱۵ انچ لمبا دانتوں کا اوپر کا جبڑا دیکھ کر ڈر گئے اور گھر جا کر کہا کہ راکھشو کا جبڑا جنگل میں پڑا ہوا ہے، لوگ گئے اور ۲۰ سیر پختہ وزنی سالم جبڑا اٹھا لائے، گاؤں کے دروازہ پر رکھ کر تماشہ بنا دیا۔

انگریزی تحقیقات نے ہندوستانیوں کو "فاسل" کی زندگی سے با خبر کیا، پھر تو لوگوں کو انکی اہمیت معلوم ہو گئی، سینکڑوں من جمع کر کے عجائب گھروں میں پہنچائے، نمائشوں میں سجائے،

ایک انگریز ریلیں بھر کر لے گیا

جب کوہ سوالک کی اس دولت پنہاں کا یورپ میں غلغلہ بلند ہوا تو ایک انگریز، ڈپٹی کمشنر انبالہ کی چٹھی لیکر سرار صاحب رامگڑھ کی ریاست میں بہانہ شکار بغرض فراہمی "فوسل" آیا، موضع موگی نند میں ڈیرے ڈالے شکار کھیلنے کے لئے نالوں، کھوہوں، ڈھالوں، دامنوں، اور کھڈوں میں گھومنے لگا، دہاتی تماشبین ساتھ ہو گئے، جنگل میں گوالے، چرواہے، پالی، بچے انگریز دیکھ کر پاس گئے، "صاحب" نے جنگل میں "فوسل" ان لوگوں کو دکھلائے، اور فی دو پیسہ انعام مقرر کر کے خود کیمپ میں آ داخل ہوئے، پہلے ہی روز ڈھیر لگ گیا، اگلے روز ایک "فوسل" کی قیمت ار، اسی طرح ایک ایک آنہ روزانہ اضافہ کر کے ایک روپیہ تک قیمت پہنچا دی، جمع ہوتے گئے، اور گڈے بھر بھر کر ریل کی گاڑی روانہ کرتا رہا، اسکا یہ عمل ایک ماہ جاری رہا،

اسوقت کے لڑکوں اور آج کل کے جوانوں نے بیان کیا کہ اسکو ۹۰ اقسام کے "فاسل" ملے، جن میں درختوں کے پتوں وغیرہ کی بہت سی اقسام تھیں،

رامگڑھ (ریاستگارہ) سے بیجا (ریاستگاہ)

(میدانی رقبہ سے پہاڑی رقبہ میں)

آفتاب کی تمازت اور گرمی کی حدت ناقابل بیان تھی، ماہی بے آب کی طرح انسان تڑپ رہے تھے، خبریں پہنچیں کہ شدت گرمی سے شملہ میں بھی دو اموات ہوئیں، گرمی کا اسی پر اندازہ ہو سکتا ہے۔ میں رامگڑھ سے کھگر اسٹیشن پر آیا، اور گھوڑا ملازمین بوات پختہ سڑک کالکا روانہ کئے، ۵ بجے کے

۲ بجے کی دوپہر آتشیں دوپہر تھی، گاڑی میں بیٹھا، اور فرحت کا گلاس پیکر صورت اطمینان پایا، موٹروں کی کثرت نے ریل خالی کر رکھی تھی، کالکا لالہ مراری لال کے ہوٹل میں اترا، شام کو سیری ہوٹل کا منیجر نے بیان کیا کہ اوّل تو کالکا کی رونق ریل کے نکلنے پر جاتی رہی ہے، رہی سہی ۳ سال سے موٹروں نے برباد کر دی، اب کالکا میں جو سواری موٹر سے اترتی ہے یا ریل میں آتی ہے، موٹر والے دبوچ لیتے ہیں، ہر چند سواری کہتی ہے، کہ بھائی پانی پینا ہے اور کچھ کھانا ہے، ڈرائیور کہتا ہے کہ راستے میں برف سا پانی ملیگا، اور کھانے سے ریلوں اور موٹروں میں قے ہو جاتی ہے، وقت تھوڑا ہے، جلد سوار ہو جاؤ، غرضکہ موٹر ڈرائیور مسافر کو کالکا کی ہوا تک لگنے نہیں دیتا، پھر ایسی صورت میں دو ہزار دکانوں کی رونق کیونکر قائم رہ سکتی ہے، جہاں پہلے تاتھوں ٹمٹم قیبلڈر کو چبانوں کی کثرت تھی، وہاں اب موٹر ڈرائیوروں کی کمائی سگرٹ کی طرح آگ کی نذر ہو رہی ہے، اور شراب کی مانند انکی آمدنی کھا رہی ہے +

لالہ مراری لال میرے ۳۰ سالہ پرانے واقف کار تھے، آپ نے اتنے پرانے تعلقات پر بڑی محبت سے آرام پہنچایا اور بے جا جانے کے لئے ایک رہبر اور اسباب کیلئے خچریں بہم پہنچائیں، میں صبح کے ۵ بجے چلدیا، بانس کے جنگل طے کرتا ہوا موضع بارگو دام پہنچا صبح کا وقت تھا، سہانا سماں تھا، دیس سے جنگل کی طرف قدم پڑ رہا تھا، پانی میں خنکی پیدا ہو گئی تھی، لو کے ظلم سے بچے ہوئے درختوں کی شاخیں اور پتے سبزی کی بہار دکھا رہے تھے، وہاں سے موضع گنیادی حدود ریاست بے جا میں داخل ہوا، باؤلی کا پانی برف میں لگا ہوا تھا، اس کے پینے سے ایک خاص لطف حاصل ہوا، آگے بڑھے اور ندی عبور کرکے ایک آبشار ملا کہ جس کے نیچے پہاڑیوں کے ۵ بچے نہا رہے تھے، آبشار کے اوپر سرسبز درختوں نے شامیانہ تان رکھا تھا، ان پہاڑی مقامات میں اگر کوئی فرحت اور دلبستگی کی اعلیٰ جگہ ہے تو وہ یہ آبشار ہی ہیں، یہ آبشار عادل راجہ کی راجدھانی کی طرح باعث تسکین قلب ہیں، جو راحت و اطمینان، سرور و انبساط بر کنار یہ آبشار ہے وہ اور کہاں نصیب ہو سکتا ہے،

آگ سے نکل کر، شعلوں میں چل کر، گرد و غبار کو عبور کرکے، روح فرسا اترائیوں اور چڑھائیوں

پر چڑھ کر بیجا کے چوگان میں داخل ہوا، یہ وہ چوگان ہے کہ جس سے ریاست کی وقعت ظاہر ہوتی ہے، جسقدر بڑا چوگان ہوگا اُسی قدر ریاست کی شان ہوگی، یہ ہمارے دیس کے چوک سمجھنا چاہئیں - قدیم پہاڑی راجگان ان چوگانوں میں اپنی ہر طرح کی مجلسیں منعقد کیا کرتے تھے،

حکمران اور حکومت بیجا

نقشہ ملاحظہ ہو:—

نام حکمران	تاریخ پیدائش	تاریخ مسند نشینی	رقبہ مربع میل	آبادی ریاست	آمدنی	کیفیت
ٹھاکر پورن چند	۲۰ دسمبر ۱۸۹۹ء	۲۰ جون ۱۹۰۵ء	۴ میل	۹۴۳	۱۱ ہزار	

حکمران

یہ ریاست گو آمدنی کے لحاظ سے شملہ کی ۱۸ پہاڑی ریاستوں میں ۱۵ ویں درجہ پر ہے، مگر بلحاظ رقبہ سب سے چھوٹی ہے، دارالخلافہ کی حیثیت وسیع محلات اور دیگر مکانات کی تعمیر سے بہت سی ریاستوں سے فوق لیگئی ہے، جسقدر حکمران گذرے، عمارات کے شوقین تھے، ریاست کی آمدنی کے سوا ساہوکارہ کا عمل پھیلا ہوا تھا، مالیہ سے بقدر دوگنی، آور دولت پیدا کر لیتے تھے، حکمران نیک مزاج ہے کاروبار اپنے بھائی کنور پیرودمن سنگھ پر چھوڑ رکھا ہے، ۱۹۱۷ء میں لالہ سالگرام جو اب شیوگ میں منیجر ہیں بطور منیجر قائم تھے، وہاں کا بندوبست قانونی آپ کی یادگار ہے،

با اقتدار ہستی کی برباد شدہ یادگار

جیون رام پہاڑی سکنہ بیجا حاتم دوران مہاراجہ راج اندر سنگھ بہادر مرحوم والئے پٹیالہ کی قدردانی کا شہرہ سنکر پٹیالہ پہنچا، کامیاب ہوا، دنوں میں راجہ بنگیا، میجر کا خطاب پایا، ریاست کے ارباب حل وعقد نے اپنی مطلب براری کا آلہ بنایا، دوسرا بھائی کندن لال بھی شہزادوں کی طرح پرورش پانے لگا، مہاراجہ بیکنٹھ باشی کے انتقال کے بعد کونسل آف ریجنسی نے کوٹھی اور سامان ضبط کر لیا، گذارہ بند کر دیا، گوکل چند دہلوی کی نظر انتخاب پڑی، اُسے دنوں میں قلاش بنا دیا، ہیرے اور موتیوں کے زیورات دہلی پہنچگئے، بھوکے مرتے کو موت نے سہارا دیا۔ بھائی اپنے وطن بیجا میں غریبانہ زندگی بسر کرنے لگا، پھر سات سال تک گورنمنٹ میں ملازمت کی اور وزیرستان فرنٹیر میں شور کیپر رہا،

آجکل ٹھاکر صاحب بےجا کا سررشتہ دار ہے خدا کی قدرت کہ جو ہستی کسی زمانہ میں پٹیالہ کے ارباب حل وعقد پر فوق رکھتی تھی آج اسکی یہ حالت ہے، ریاستوں میں تاجداروں کے انتقال پر بڑے بڑے انقلاب ہوتے ہیں اور ہونا بھی چاہئیں، عروج وزوال دونوں ہی میں حاصل ہوتا ہے، آجکل یہ عروج وزوال مُرغی کے بچوّں کی مانند ہے،

بےجاؔ (دارالریاست) سے کوٹھار (ریاستگاہ) تک

(۲۰ میل رُوح شکن چڑھائی اور اُترائی)

کسی نازک مزاج نے اُونٹ کے بے ڈھنگے پن کو دیکھ کر پوچھا :-

"اُونٹ رے اُونٹ تیری کونسی کل سیدھی؟" - میرے ہمراہ ایک ایسا ہی نازک مزاج ملازم تھا، جب چڑھائی آئے چار قدم چلے اور بیٹھ جائے، اور جب اُترائی اُترے قدم قدم پر ٹھوکریں کھائے اور بعض اوقات قدم ایسا خام پڑے کہ دس دس قدم تک لُڑھکتا چلا جائے، اُسکی دلداری کے لئے مَیں نے اُونٹ والی ضرب المثل سُنا کر اور پہاڑی اُترائی چڑھائی کے روشن پہلو بیان کرکے کہا کہ بھائی جیسے کسی ناواقف نے اُونٹ سے پُوچھا ایسا ہی تم پہاڑ سے پُوچھو کہ "پہاڑ رے پہاڑ تیری کونسی کل سیدھی" وہ ہنس پڑا، اور پھر بلا کسی گلہ وشکایت سفر طے کرنے لگا -

سفرِ کوٹھار

ارادہ تھا کہ بےجاؔ سے ریاست میلوگ ہوکر کوٹھار جاؤں اگر راہبر نے رہبری کی کہ یہ راستہ طولانی ہے، کوٹھار سے میلوگ جائیے، چنانچہ میں بےجاؔ کے غلط کار اشخاص کے مشورہ پر ٹھیک ۱۲ بجے دوپہر چل پڑا، ۲ ہزار فیٹ کی چڑھائی اور کھڑے بیہڑ راستہ بڑے بڑے پتھروں، سنگین تیز نوکیلی چٹانوں سے پٹا پڑا تھا سوائے تھوہر بشر طیکہ اُسے درخت سمجھا جائے اور کوئی درخت نہ تھا، پہاڑیوں کا یہ ۴ میل کا راستہ ہم سب کے لئے منزلِ ہفتخوان بنگیا، مربٹ کر تین گھنٹے میں طے کیا، اور نصف راستہ پیدل،

پہاڑی سڑکیں اور پولیٹیکل افسر کے دورے

کہنا پڑتا ہے کہ ٹھاکر صاحب کو ذرائع نقل و حرکت کی سہولیت کا مطلق خیال نہیں، یہ وہ سڑک ہے (جسے سڑک کہنا بے جا ہے) کہ جو ایک دارالریاست سے چھاونی کسولی سی مشہور ضروری مقام تک جاتی ہے، پہاڑی اور عام اشخاص ریاست کی اس حالت سے نالاں پائے گئے، پہلے ڈپٹی کمشنر دورہ کرنے آجاتے تھے اسلئے سڑکیں درست ہوجاتی تھیں، اب حکومت بھی کسولی پہنچکر دورہ شمار کر لیتی ہے، حالانکہ کسولی کے دوروں نے ریاست کی مالی حالت تباہ کردی، اگر ڈیڑھ دو سال یہ پولیٹیکل افسر اپنا دورہ ملتوی کردیں تو سب سڑکیں تیار ہوجائیں، کیا گورنر پنجاب گورنمنٹ کے اس اعلان پر توجہ کرینگے کہ جو ڈالی دینے لینے کی ممانعت میں نافذ ہوا ہے، اور کیا ایسی دورہ کی رقومات پر غور کرتے ہوئے ان غریب ریاستوں کو جبریہ شاہی مہمانداری سے معاف نہیں رکھینگے، کہ جو رسم ڈالی سے زیادہ تباہ کن ہے،

پانی کی نایابی

سڑکیں کھدنے، سرنگیں لگنے، اور ہر طرح کے دھماکوں صدمات پے درپے نے اس کوہستان کی بالائی چوٹیوں کے پانی کے سوت بند کردئے پانی سب زیرین حصہ میں چلا آیا، سب جگہ یہ حالت ہے کہ سڑک کے نیچے پانی کی افراط ہے، لیکن اُن کے اوپر اور چوٹیوں پر پانی نہیں ملتا، پہلے آبشار خشک ہوگئے اور انہوں نے اپنا راستہ تبدیل کرلیا، اس راستہ میں بے جا سے چلکر منزل مقصود تک پانی حکم عنقا رکھتا تھا، کسولی کے نیچے بستی (ریاست پٹیالہ) کے دکاندار نے ایک آبشار نہایت اعلےٰ پختہ بنوالی ہے، اہل کسولی اسی سے پانی لیتے ہیں۔

چڑھائی کی سختی اور کسولی میں قیام

میں نے جب بے جا سے کسولی دیکھی، چڑھائی سے دل ہل گیا، ملازم رہ گئے، اسلئے مجبوراً کسولی ٹھہرا، ٹھاکر صاحب بے جا نے اپنے ایجنٹ کوٹھیات کے نام حسب ذیل رقعہ تحریر کردیا تھا:۔

"رام رتن کنسٹیبل ماموره سوبره (کسولی)

رئیس ہند کا سامان کسولی پہنچتا ہے، اُسکو کوٹھی میں رکھوا دینا اور شام کو وہ بھی پہنچینگے، آپکی رہائش کا انتظام معقول کرا دینا کسی قسم کی تکلیف نہ ہو اور کوٹھار جانے کے لئے باربرداری کا کافی انتظام کردینا۔"

چنانچہ میں کسولی پہنچکر ٹھاکر صاحب کی کوٹھی سوبرہ میں ٹھہرا، وہاں کے چوکیدار نرائنو نے حکم شاہی کی بڑی دلچسپی سے تعمیل کی، یہاں رات کو معمولی خنکی تھی،

کسولی کی بے رونقی

میں نے ۳۰ سال کے بعد کسولی دیکھی، بازار، ہوٹل، سڑکیں، رکشا گھر اور قلی خانے سب خالی پڑے ہیں، اور جائداد بھی ایک روپیہ کی بقدر ۱۲ آنہ رہ گئی ہے یہ سب ریلوے لائن کی برکت ہے، اور دوسرے مُلک کے روزافزوں افلاس نے سب کاروبار تباہ و برباد کردئے، کسولی میں رائے بہادر لالہ چرنجی لال پٹیالہ کی صحبتیں بڑی یاد آئیں،

گڑکھل اور اسکول سناور

کسولی سے گڑکھل پہنچا، جہاں بیسیوں علاقے درزیوں کی پچاسوں دُکانیں تھیں، اب وہاں سودافروش، جفت ساز، پان والے، ٹھیکیدار بازار کی رونق کا باعث ہیں، یہاں پہلے گھوڑوں کا خاص زور تھا، اب جاتا رہا، اسکول سناور ترقی پر ہے اور وہاں ایک میگزین سناورین بڑی خوبی سے نکلتا ہے،

جگجیت نگر ڈیویلپمینٹ

میں نے جب کسولی میں کوٹھار کی منزل کی بابت اپنے گائیڈ سے دریافت کیا، تو معلوم ہوا کہ رانا کوٹھار جگجیت نگر کے نام سے ایک جدید آبادی آباد کرنا چاہتا ہے اور اُسکا پروگرام عملی صورت اختیار کر رہا ہے، چنانچہ وصلہ باکر گڑکھل سے جگجیت نگر تک ۴ فٹ چوڑی پٹڑی کی سڑک ۵ میل ۴ فرلانگ تک تیار ہوگئی جس پر موٹریں چل رہی ہیں، پرمیشر رانا صاحب کی اس اولوالعزمی کو پورا کرے،

میں گڑکھل سے اس جدید سڑک پر ہولیا اُسکا آغاز نہایت باحوصلہ پایا،

شکتی گھاٹ سے کوٹھار راستہ کا جنگل

میرا رہبر اور ہمراہیان تو آہستہ آہستہ چل رہے تھے، مگر سڑک کے عمدہ ہونے کی وجہ سے میں ذرا تیز چل رہا تھا اسلئے شکتی گھاٹ اُن سے پہلے پہنچا، یہاں سے میں نے سڑک چھوڑدی اور پگڈنڈی کا رستہ لیا، کوٹھار یہاں سے ۳ میل کا سفر ہے پیدل ہی آیا، اس رستہ میں جا بجا سرد پانی کے آبشار ملے راستہ کا جنگل تاجدار کی بےخبری سے اُسکا ممنون پایا گیا، اُتر کھنڈ میں بالعموم جنگل کٹ گئے، اور ہماں کی جگہ تہوہ

اور پھول لکڑی وغیرہ پودے پیدا ہوگئے، ہزاروں روپیہ جنگل کی حفاظت پر خرچ ہو رہا ہے، لیکن جنگل سے خس و خاشاک دُور نہیں کیا جاتا، حتیٰ کہ اب ساری کی ساری کے جنگل ایسے ہی ناکارآمد پیداوار سے سرسبز ہیں، مگر اس حکمران نے اپنے جنگلوں سے تھوہر اور دیگر ناکارآمد روئیدگی کا استیصال کرادیا،

کوٹھار کا منظر

جیسا کہ شملہ اور کسولی مسافر کو دُور ہی سے نظر آجاتے ہیں، کوٹھار نظر نہیں آتا، مگر اس کے وسیع کھیتوں کا طولانی سلسلہ شاہی آبادی کا پتہ دیتا ہے، تقریباً دو میل طے کرنے پر کھنڈ کے اوپر زرخیز رقبہ کے پُرفضا کھیت ہیں، ایک گھاٹی طے کرنے پر کوٹھار نظر آیا، اس کے بعد دس منٹ میں کوٹھار میں داخل ہوگیا،

تاجدار کوٹھار

نقشۂ ذیل ریاست کی اہمیت ظاہر کریگا :-

نام حکمران	تاریخ پیدائش	تاریخ مسند نشینی	رقبہ بحساب مربع میل	آبادی ریاست	مالیہ	کیفیت
رانا جگجیت چند	۷ اپریل ۱۸۸۶ء	۱۹ اپریل ۱۸۹۶ء	۲۰ میل	۳۸۴۱	۳۸۰۰۰	

تاریخی کوائف

تاریخوں میں لکھا ہے کہ آپ کے بزرگ جموں سے ترکِ وطن کرکے ان پہاڑوں میں آئے، مزید حالات بہم پہنچانے کا رانا صاحب نے وعدہ فرمایا ہے۔ مگر پورا ہوتا نظر نہیں آتا، افسوس کہ یہ اپنے کارناموں سے غافل ہیں،

خدمتگار و آقا کی فرض شناسی کا نوحہ

مَیں پنجاب کے ایک رئیس سے ملنے گیا، فراش فرش صاف کرچکا تھا، مَیں ڈرائنگ روم میں بیٹھ گیا، دیکھا کہ ایک گوشہ پر دیک کا دان ہے، چھوٹے سے قالین کو اٹھایا، نظر آیا کہ نیچے کی جاپانی چٹائی دیمک چٹ کرچکی، قالین کا نچلا حصہ کھاچکی اور اب اندر ہی اندر اس کی خطرناک نگرانی جاری ہے، مَیں نے قالین اسی طرح بچھا دیا، فراش کو بلایا، پوچھا کہ تم کو کتنی تنخواہ ملتی ہے، کہا پندرہ ماہوار اور روٹی، پندرہ بیس روپیہ بالائی آمدنی ہے،

پارچات بھی ملجاتے ہیں جسکے عوض روزانہ دو گھنٹہ صبح وشام صفائی کرنی ہے، باقی وقت تاش کھیلتا ہوں، اور سگرٹ پیتا ہوں، آرام سے پڑا رہتا ہوں، میں نے کہا کہ صفائی کیسی کرتا ہے؟ کہا مکان جھاڑ کر فرش صاف کردیتا ہوں، میں نے کہا مہینے میں کتنی دفعہ فرش اٹھا کر صاف کرتا ہے، اُسنے کہا کہ ہماری سرکار کی دیتی پہاڑ پر اکتوبر میں فرش بچھا دیا جاتا ہے، اور اپریل میں جب وہ پہاڑ پر جاتے ہیں فرش اکٹھا کردیا جاتا ہے، میں نے پوچھا کہ کیا سات ماہ میں کبھی بھی اٹھایا نہیں جاتا، اُسنے کہا کہ سامان فرنیچر زیادہ ہے اس طرح بار بار فرش اٹھانے سے سامان بگڑ جاتا ہے، میں نے کہا کہ کیا دیمک وغیرہ فرش کو نہیں لگ جاتی۔ اُس نے جواب دیا کہ یہاں دیمک بہت زیادہ ہے، مگر آدمیوں کے چلتے پھرتے رہنے سے دیمک مرجاتی ہے، میں نے اُسی وقت قالین کھینچکر نصف کمرہ کا قالین اکٹھا کردیا تو نیچے سے دیمک کے دَل کے دَل نکل آئے، چٹائی سالم مٹی ہوچکی تھی، چونکہ قالین ایرانی دبیز تھا اسلئے اُسکا زیرین حصہ چار گز دیمک کی خوراک ہوچکا تھا، وہ گھبرایا مگر ہاتھ باندھ کر کہا کہ حضور بڑے آدمیوں کو کیا پروا ہے، اگر اس طرح سے نگرانی کی جائے غربا کی پرورش کیونکر ہو۔

یہ ہے ہندوستانیوں کی فرض شناسی اور حقِ نمک کی ادائگی، جہاں ایسے ایسے فرض نا شناس ملازم اور نگرانِ حال اُس زمیں سے ہوں تو پھر کیوں لاکھوں کا گھر خاک نہ ہوجائے، ایسے خدمتگار روزانہ دونو گردن زدنی ہیں، اور افسوس ہے کہ ایسے گردن زدنیوں سے مُلک بھرا پڑا ہے، وہ بیکاری میں لطفِ زندگی پاتے ہیں، اور کام سے گھبراتے ہیں، انگریزوں کی مصروفیت دیکھکر بھی عقل نہیں آتی،

نگرانِ حال تحقیق کی عام نگرانی

میں نے اپنے دو یوم کے قیام میں رانا کو نگرانی اور تحقیقات کرتا پایا، وہ ہر صبح ۸ بجے پیدل نگرانی کرتا کرتا دُور نکل جاتا، جہاں ۱۰ بجے گھوڑے پر سوار ہوکر محل میں آجاتا ہے، اپنی نگرانی میں اپنے ٹیکہ کو تعلیم و تربیت دی ہے اور کام بھی سپرد کردیا ہے، یہ ہے عقلمندی کی کارروائی، ایک یاست ٹھیوگ ہے کہ باپ بیٹے میں قلبی عداوت ہے اور ایک دوسرے کے جانی دشمن ہیں، کہاں ہے تمام مجمن کی نظیر؟

پہاڑیوں کے کالے کوس

پچھلی سیزن میں زیادہ سفر پختہ سڑکوں کے ذریعہ کیا گیا تھا لیکن اس دفعہ پہاڑی راستوں، پگ ڈنڈیوں پر ہوا، کیونکہ جو راستہ اختیار کیا گیا تھا ادھر سڑک نہ تھی، آغاز و انجام سفر تک بیسیوں آدمیوں سے منزل کا فاصلہ دریافت کیا جاتا تھا، تو وہ کوسوں میں بیان کرتے تھے، میں نے کوٹھار سے چنڈی (دارالریاست جہلوگ) کا فاصلہ پوچھا، سب نے چار کوس بیان کیا، جب میں اُن کے حساب میں ۳ کوس فاصلہ طے کر چکا جو غالباً ۹ میل سے کم نہ تھا تو وہاں سے بقیہ فاصلہ پوچھا، جواب ملا، ۳ کوس، جب ایک کوس اور طے کر کے پُوچھا، پھر جواب ملا کہ نصف میں پہنچ گئے، غرضیکہ خواہ کسی قدر پوچھ تاچھ اور پڑتال کی جائے پہاڑی کوس کے معنی سمجھ میں نہیں آتے، کبھی تو ۲ میل کا کوس ہے کبھی سوا میل کا، کبھی ایک میل کا، اسلئے ہر مسافر و سیاح کو اُن کے بیان کردہ فاصلہ پر اپنا سفر شروع نہ کرنا چاہئے، اگر سفر کا اندازہ کرنا ہو تو گھڑی سے بآسانی ہو سکتا ہے، دیسی آدمی پہاڑ میں زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ میں تین میل چل سکتا ہے ۔

(ریاستگاہ) کوٹھار سے چنڈی (دارالریاست جہلوگ) تک

(۹ میل اچھی سڑک، اور رُوح فرسا سخت اترائی)

ریاست جہلوگ کی مہتم بالشان اہمیت

تاریخ قدیم

ہندوستان کی قدیم و جدید تاریخ میں سورج بنسی اور چندر بنسی دو خاندان ایسے ہیں کہ جب تک سورج و چاند درخشان و منور رہینگے اُنکی اولاد بھی کرۂ ارض پر اپنی دادِ انصاف سے نمایاں روشنی پھیلاتی رہیگی،

کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری

آج دُنیا میں وہ کون سا خاندان ہے کہ جو اپنے مُورث اعلےٰ کے انتساب پر مفتخر ہو جبکہ کتنے ہو گئے دنیا گذر گئی اور یا جدید پیدا شدہ دنیا سے ظہور پذیر ہوا ہو؟ لیکن ہندوستان میں آج بھی لاکھوں ایسے منفرد

و ممتاز خاندان ہیں کہ جو صحیح طور پر سورج بنسی اور چندر بنسی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، اور قرن گذر جانے پر آج تک کم و بیش اُن ہی صفات کی جھلک پائی جاتی ہے،

کوہستانِ شملہ کے راجگان

شملہ میں اسوقت ۲۰ سے زائد تاجدار ہیں، اور وہ سب کے سب اِن ہر دو برگذیدہ دسر آوردہ ممتاز ترین خاندانوں کی یادگار ہیں جو عالم کے قائم ٹھنڈی نیند کے مزے لے رہے ہیں، اور اُس فخر کا انہیں مطلق احساس نہیں کہ دُنیا میں کوئی قوم بھی اُن کے نسلی امتیاز کے ترازو میں کوئی وزن نہیں رکھتی۔

رئیسِ ہند کی خصوصیات

ہندوستان میں اسوقت سینکڑوں جرائد ہیں اور اُن میں بڑی بڑی ریاست جیسے بیسیوں بدو طیرہ ذلیل پرچے ہیں کہ جو خدا کے بنائے ہوئے اپنے حاصل شدہ سوراج کو برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں، مگر ملک میں اسوقت ایک واحد پرچہ رئیسِ ہند ہے کہ جو اُنکی احیا و ابقا کا جان و مال سے زیادہ خیال رکھتا ہے، چنانچہ اُس نے اپنے نام اور کام کی حیثیت سے آجتک اپنے آپ کو اُن کا صحیح قائم مقام ثابت کیا، نہ فضول تصاویر سے لوگوں کو ٹھا، نہ مجرمانہ حرکات سے اخبار چلایا، اور نہ اپنی طمع نفسانی سے کسی تاجدار کی ہجو لکھی، نہ کسی کی طرفداری کا ٹھیکہ دار ہوا، نہ اپنے موضوع سے منحرف ہوا، نہ علاقہ انگریزی کے معاملہ سے تعلق رکھا، نہ مخربِ اخلاق فحش اشتہارات سے خسارہ پورا کیا، بلکہ اُس نے ہزاروں روپیہ خرچ کرکے کروڑوں، لاکھوں، ہزاروں سال کی پرانی تاریخیں راجگان کی لکھ کر اُن میں ایک حرکت پیدا کی، آج اِسی دعویٰ کی ایک صحیح دلیل ملاحظہ ہو۔

صاحبزادگانِ والاتبار

لَو اور کُش، سری رام چندر جی مہاراج کے دو صاحبزادے تھے، کُش نے ہندوستان کے شمال کی طرف حکومت پھیلا دی اور اپنا دارالخلافہ کشمیر اپنے نام پر آباد کیا، لَو جنوبی حصہ کی طرف نزول فرما ہوئے، اور اپنا دارالحکومت اپنے اسم مبارک پر لاہور بسایا،

قرنوں کی حکمرانی

ہندی تاریخ نگاری کچھ اور شان رکھتی تھی، اسلئے فضول واقعات کا قلمبند کرنا فاضلوں کا کام نہ تھا، یہ وہ واقعات قلمبند کرتے تھے کہ جس سے دُنیا کی فلاح ہو، اور پاکیزہ جذبات

پیدا ہوں اسلئے شاستر کاروں نے اس خاندان کی کروڑوں برس کی تاریخ تحریر نہیں کی مسلمان مورخوں نے واقعات قلمبند کرنا شروع کئے اسلئے مروجہ تاریخ اُن کے عہد سے شروع ہوتی ہے چنانچہ جہلوگ سکیڈتھی خاندان میں اُس زمانہ کی ایک پوتھی اتفاقاً سامی سے حالات ذیل معلوم ہوئے :-

محمد غوری کا آخری حملہ اور راجہ سری پال کی جنگ آزمائی

محمد غوری کی دہوکہ دہی سے مہاراجہ پرتھی راج کا راج برباد ہوا اگر میتی جانتے تو دغاباز کی عاجزی پر کبھی بھی اعتبار نہ لاتے، محمد غوری مہاراجہ کو اسیر کرکے دہلی کو غارت کرنے گیا واپسی پر وَبا کی طرح ہندی راجگان پر گرا، اب جو ضلاع سہارنپور، مرادآباد، بریلی کے نام سے مشہور ہیں اُس خطہ میں اُسوقت راجہ سری پال سرپال کے حکومت تھے، اور راجپوتوں کی جنگجو فوج پر بڑے نازاں تھے، غوری نے شبخون مارا، قلعہ کے بہتسے راجپوت بستروں پر شہید ہوئے، اگرچہ چاونی کے راجپوت اپنے قیام گاہ سے لشکران غازیوں پر جا پڑے، جب غازیوں نے مقابلہ میں ان راجپوتوں کو پایا، تو قلعہ کا محاصرہ چھوڑکر ان پر جھپٹے، غضب کا رن پڑا، ایک ایک راجپوت نے دس دس غازی ہلاک کئے، مگر ان کی جماعت مختصر تھی، دو گھنٹہ میں ملک کے ننگ و ناموس پر شہید ہوگئے۔

اہل قلعہ کو یہ دو گھنٹے کی مہلت اُن کو سرفروشی پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہوئی، سب نے کیسر کے تلک لگائے، سفید لباس پہنا، بال بچوں کو پرمیشر کے سپرد کیا، عورتوں کو رسم جوہر پر نثار کیا، اور پھر سب نے سری دیوی جی کے مندر پر آکر بلیدان کے لئے قسم کھائی، راجہ سری پال نے بھی پرانی یہ سب دو گھنٹہ میں لے کرکے غازیوں پر شیر کی طرح جھپٹے، ۴ سو نفوس تھے، جنہوں نے ۲ ہزار غازی اپنے ٹھکانے پہنچائے، اور خود وہیں شہادت کی یادگار قائم کی، جہاں اب تک میلہ لگتا ہے۔

نابالغ ٹیکہ

راجہ سرگباشی جوان عمر تھا، ٹیکہ خورد سال تھا، جب جنگ کا یہ انجام سنا خیر خواہوں نے بہتان پر پلٹا کر اور لاش کی صورت بنا کر ہردوار کے پہاڑوں میں جا چھپایا، چونکہ حکومت، ریاست، مال و دولت اور خیر خواہ سب شہید ہوچکے تھے، اسلئے جنگلوں میں پرورش پائی، وہیں شادی ہوئی، جب یہ ٹیکہ پیدا ہوا آپ نے رانی کو وصیت کی کہ اگر میرا بیٹا زندہ رہا اور جوان ہوگیا،

تو تم میری زبانی اُس کو کہہ دینا کہ اگر راجپوت ہے اپنے دادا سری پال کی پُشتینی حکومت کے حاصل کر لینے کے لئے جان لڑا دینا، دیوی جی نے مجھے بشارت دی ہے کہ مفقود ملک واپس ملجائیگا، آپ نے پھر سنیاس دھارن کیا۔ اور علائق دُنیا سے قطعی بے تعلق ہو گئے،

مہاراجہ جگت چند

معصوم و یتیم ہردوار کا بالک جل پی کر اور بنا سپتی کھا کر راجپوتانہ عروج پانے میں کامیاب ہوا، راج رشی گوبند سے بکشا پائی کہ جس نے سری پال کا عروج و زوال دیکھا تھا، اُس نے اُسکے باپ کی وصیت بڑے پُر اثر پیرایہ میں سنائی، اور اُسکی والدہ سے تصدیق کرائی، راجپوت شاہزادہ اپنے خاندان کی قسمت کی خوبی سے پریشان ہوا، جرأت و ہمت مفقود نہ ہوئی تھی، اسلئے جذبات نے اُبھارا، عزت اور ننگ و ناموس سے مانوس تھا اسلئے ملک میں ہمدردی عام تھی، اور یہ ظاہر ہے کہ جہاں یہ ہے وہاں سب کچھ ہے،

کُنبھ کا تیرتھ واپسی سلطنت کا باعث ہوا

اُسی اثنا میں کُنبھ کا بھی میلا آپڑا، وہ بھی اشنان کرنے گیا، موتی گودڑیوں میں چھپے نہیں رہتے، آفتاب پر ململ کا پردہ کام نہیں دے سکتا، جب یہ نوعمر شہزادہ اشنان کے لئے ہر کی پوڑی پر اترا تو دادا کی خیرخواہ رعایا کی بھیڑ سے گذرا، اُسکا نسلی جلال سب پر غالب آیا اور سب تعظیم کے لئے جھکے، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ تو ہمارا ہی اَن داتا ہے، بالاعلام فرائض مذہبی سب جُدا جُدا ہو گئے، مگر چار ہزار ہندی اس شہزادے کے پیچھے پیچھے ہو لئے، اور جب کھلے میدان میں پہنچے، اُن میں سے ایکنے بڑھ کر عرض کیا کہ آپ کا ملک مالک سے خالی پڑا ہے، طوائف الملوکی نے ظلم برپا کر رکھا ہے مسلمان مسلمان کو کھا رہا ہے، اور لوٹ مار کے جذبہ سے مجبور ہو کر یہ حکومت ہر سال ایک مسلمان کے قبضہ سے نکلکر دوسرے مسلمان کے قبضے میں چلی جاتی ہے، فصلیں کاشت نہیں ہوتیں، مویشی ناپید ہو گئے، شادیاں بند ہو گئیں، سب مندر بھرشٹ کر دیئے گئے، غلہ نابود ہو گیا، قحط اور وبا نے الگ ظلم برپا کر رکھا ہے، ایماندار مسلمان بھی تباہ کُن حکومت سے تنگ آگئے، اگر آپ ہماری رہبری فرمائیں تو چل کر اپنا ملک سنبھالیں، آپ کا نام سنتے ہی سب علاقہ آپکا ساتھ دیگی، شہزادہ مجھے ملتا

سنگ میں شریک ہو گیا، سہارنپور پہنچکر ایک کمشنر پر دربار منعقد کیا اور وہیں جنگ کا اعلان ہوا۔ صوبہ دار دہلی گیا ہوا تھا، اہلکاروں نے معمولی مقابلہ کیا، مگر مغلوب ہوئے، اور پھر آپ تاعمر اپنے موروثی ملک پر باطمینان تمام حکمرانی کرتے رہے، آپ اس خاندان میں مہاراجہ کہلاتے۔

مہاراجہ ہریش چندر کی فتوحات بیدریغ

چونکہ دو پشت خاندان میں زوال کی حکومت تھی، تیسری پشت میں زوال کا اقبال ہبوط میں آیا، اب چوتھی پشت کا کام تھا کہ بقیہ کام پورا کرے، چنانچہ آپ کے فرزند رشید مہاراجہ ہریش چند سمت ۱۱۸۳ بکرمی میں سریر آرائے سلطنت ہو کر اپنی خاندانی بہادری کے جوہر دکھانے لگے، آپ نے ۱۰ سال فوجی تیاریوں اور ذخائر کی فراہمیوں میں صرف کئے، اور پھر سمت ۱۲۰۳ ب ایک فوج قاہرہ لیکر دریائے جمن سے کھنڈا ڈیشہ (کوہستان ہمالیہ متصل کسولی) تک نو لاکھ روپیہ مالیہ کا علاقہ فتح کیا، اور تمام ملک میں حالت اچھی پیدا ہو گئی۔

پہاڑ کا سفر اور کالکا دیوی کا سفر

آپ نے علاقہ میں جب اپنا اثر و رسوخ دیکھا تو انبالہ سے پہاڑوں کی طرف بڑھے، کالکا میں کالکا دیوی کی پوجا کی، اُسوقت پجاری نے آپ کو پیتل کا ایک پتر دکھایا جس پر سنسکرت حروف میں لکھا تھا۔

"یوں آئینگے، مندر توڑنے کی جرأت کرینگے، مگر اے شہد کی مکھیو یاد رکھو، یہ مندر تمہارے سپرد ہے، ایسا حملہ کرنا کہ سب مر جائیں[۵۲]"۔

آپ نے پڑھ کر پوچھا کہ کیا یہاں مکھیوں کے چھتے بھی ہیں، پجاری نے کہا کہ ہزاروں برس سے مندر کے اندر باہر چاروں طرف گھوڑے گھوڑے قد کے چھتے ہیں، ہم نے ان سے کبھی بھی شہد حاصل نہیں کیا، مگر جب کبھی کوئی بد اعتقاد مندر کے احاطہ میں آتا ہے، تو یہ سب [illegible]

۵۱ رؤسائے پنجاب صفحہ ۲۹ مؤلفہ ایچ۔ ڈی۔ کریک۔

۵۲ فدائی خاں نے دہلی سے نکالے جانے پر پنجور کی راجدھانی غارت کی، ایک سال بعد اسکے ایک دستہ نے زر و جواہر لوٹنے کے شوق میں کالکا دیوی جی کے مندر پر حملہ کیا کہ یکدم کروڑوں مکھیاں چھتوں سے اُڑیں اور سب پر چمٹ گئیں، گھوڑے اور آدمی بھاگے، مندر محفوظ رہ گیا

اُڑ جاتی ہیں، آپ نے فرمایا کہ "جسقدر رہتے ہیں اُسیقدر پانی کے حوض بنواؤ، اور روزمرہ گنگا جل سے پوتر کیا کرو، یہ سب تمہاری رکشا کرینگی"

دیوی جی کا بھوانے میں راجدھانی بنانا

رات کو بشارت ہوئی کہ بھوانے کے ٹیلہ پر اپنی راجدھانی بناؤ جب سلطنت کا نام قائم رہیگا"، آپ نے بشارت پاکر بھوانہ کے بلند ترین ٹیلہ پر ایک عالیشان محل کی بُنیاد رکھی، سنگین قلعہ بنوایا، اور وسیع خندق کھدوا کر تمام باولیاں اُس سے پیوستہ کیں، آم، آڑو، انار، سیب، ناشپاتی، خوبانی، آلوچہ، کیلہ وغیرہ پھلوں کے درختوں سے میلوں تک باغات لگائے تھے، اور موتیا، چمبیلی، رائے بیل، جوہی، زرد جوہی، گلاب سے گلزار کھلا دیا، وُہی پھل اور پھول لگائے جو زمین کے موافق تھے،

کوروں پانڈوں کے عہد کا باغ پنجور جو بالکل خستہ حالت میں تھا جدید تعمیر اور تجویز سے نمونۂ بہشت بنایا، بودھوں کے ہزارہا مندر اِس نواح میں تھے، شاید اُن کا یہ گڑھ تھا، اُن کو بھی معافیاں بخشیں، غرضکہ چند سال میں بیس کوس تک ایک پُر رونق بستی آباد ہوگئی -

۲۵ پُشت

آپ کے بعد ۲۵ پشت تک اِس خاندان نے اپنی معدلت گستری و انصاف پروری سے علاقہ کو فیض پہنچایا، ایچ۔ ڈی۔ کریک سرکاری تحقیقات کی بنا پر لکھتا ہے :-

"یہ لوگ کار اجپوت خاندان شاہی کئی سو سال سے کوہستان میں آباد ہے، اِس خاندان کا بانی سرہ ایند صاحب سے یہاں آیا تھا اور یہاں میں سکونت و حکومت قائم کی تھی جو اکیس پشتوں سے برابر ریاست کا مستقر حکومت چلا آتا ہے"

بھوانہ کی مرطوب آب و ہوا ریاست کی کمزوری کا باعث ہوئی

نواح بھوانہ اور پنجور اپنی مرطوب آب و ہوا اعلیٰ انسانی دل و دماغ دو چار پشت میں کمزور کر دیتے ہیں اور نسلی خصوصیات قائم نہیں رہ سکتیں، اسلئے یہاں کی آبادی قدیم بالکل جنگلیوں اور پست ہمت و فطرت انسانوں سے معمور ہے، جہاں کسی خاندان کو اِس خطہ

مرغوب میں صدیوں تک نشو و نما پانے کا موقعہ ملے وہاں کے اثر سے وہ خاندان کیسے اثر لو پیدا کر سکتا ہے بیان کی ضرورت نہیں،

۲۶ ویں پشت کے راجہ سکھپال کی زُود اعتقادی ریاست کی بربادی کا باعث ہوئی

راجہ سکھپال ۲۶ ویں پشت میں ایسے کمزور طبع پیدا ہوئے کہ اپنی عالیشان حکومت کے سنبھالنے سے قطعی معذور تھے، آپ کے والد کی شادی راجہ سرمور کی شہزادی سے ہوئی تھی، راجہ سرمور طبعاً ہوشیار اور ملک گیر واقعہ ہوا تھا، انہوں نے اپنے ہمشیرہ زادہ (راجہ سکھپال چند) سے کہا آپ بے فکر ہو کر آرام فرمایئے، ریاست کا انتظام میں بخوبی رکھونگا، چنانچہ اس زُود اعتقاد مہاراجہ نے اپنے ماموں کی یہ درخواست منظور کی، چونکہ سرمور کے دربارِ مغلیہ سے مخلصانہ تعلقات تھے، اسلئے دربار شاہی سے نالی دول کے سمیت کُل ریاست اپنی جاگیر میں شامل کرالی، اور پھر آپ نے راجہ سکھپال چند کو حکومت سے معطل کر کے اپنا عمل دخل جما لیا۔ راجہ سکھپال چند اپنی دانست میں سُکھ کی نیند سوتے رہے،

فدائی خاں صوبہ دار کی ظلمرانی انکی خاندانی حکومت کے زوال کا باعث ہوئی

صاحب خلاصۃ التواریخ اپنی مستند اورنگزیبی عہد کی تاریخ میں لکھتے ہیں:—

"جب فدائی خاں اور سیف خاں پر عتابِ شاہی نازل ہوا، حاضری دربار سے محروم کر دیئے گئے، حکم ہوا کہ کسی علاقہ میں جا کر اپنی زندگی گذارو، دونو بھائی انبالہ کی طرف بڑھے، فدائی خاں نے پنجور پہنچکر وہاں کے پشتینی راجہ کو بیدخل کیا اور علاقہ پر خود قابض ہو گیا، آپ صدیوں کی آبادانی اور حکومت چھوڑ کر ترک مکانی پر مجبور ہوئے، کروڑوں کا پیسہ کا زر و جواہر، لاکھوں روپے کے سونے چاندی کے ظروف، اربوں کا علاقہ، سجے سجائے محلات پر ان ظالم و غاصبوں نے قبضہ پایا، آپ نے اپنا مرافعہ شاہ دہلی (اورنگزیب) کے پیش کیا، مگر ایک پیش نہ چلی *

بھوانے کی تاخت وتاراج

فدائی خاں نے کوروں پانڈوں کے سمترولعہ راجہ ہرش چند کے مرقعہ باغ کو اپنا محل بنایا، وہاں سامنڈل تیرتھ بھرشٹ کیا، اور اُسکے اوپر ایک مسجد تعمیر کی، قلعہ اور آبادی بھوانہ کی خزائن و دفائن کی جستجو میں اینٹ سے اینٹ بجادی اور اُسکے کل نشان مسمار کردیئے گئے، جسکے کل پتھر پنجور کی جدید آبادی کے کام میں لائے گئے، چونکہ اُس مغلیہ سردار کے عیش و عشرت کے لئے ایک ہزار حرم تھیں اسلئے باغ کی پہلی چاردیواری مسمار کراکر مندروں، قلعہ اور آبادی کے تمام تراشیدہ پتھر جدید طولانی چاردیواری میں لگاکر اپنی ایمانداری کا ثبوت دیا۔ ۳ سو برس گذرجانے پر اسوقت مورتیاں والے پتھر اس چاردیواری میں شناخت کئے جاتے ہیں، اور جسقدر قدآدم پرتمائیں تھیں وہ اوندھی کرکے باغ کے زینوں میں لگوائیں، بھوانہ تباہ و برباد ہوگیا، اب سوائے کھنڈراتِ قلعہ، نشاناتِ باغ، مسمارہ شدہ کوٹ کھائی اور کچھ نظر نہیں آتا، نام آجتک بیتطیر چلا آتا ہے اور راجہ کے متعلق بیسیوں روائتیں مشہور ہیں،

خانماں بربادوں کی سرگزشت

شاہی خاندان مع چندجاں نثاران سلطنت پراگندہ برباد فاقہ کشی کی مصیبتیں اُٹھاتا، متعقبین کے ظلم سہتا، پہاڑوں کو پھاندتا، درندوں سے بچاندی نالوں کو چیرتا اپنی حکومت سے ۴۰ میل دُور ناقابلِ گذر پہاڑوں میں داخل ہوگیا، ایک شام مقام کوٹ[1] قیام پذیر ہوا،

---

[1] کہوت کچ اپنے زمانہ میں اکثر شموں سے زیادہ زبردست اور جابر تھا، وہ اس علاقہ پر قابض تھا، اس وجہ سے اسکا نام اُسکے نام پر مشہور ہوا، جب اس ظالم شہزادہ کی ظلم زنیوں کی حد ہوگئی تو سری چندی دیوی جی نے اسکا مع اُسکے خاندان بیدوبنس کردیا، اور اُسکی والدہ میرنیہ رکھنی کے مندر اب تک اس گاؤں میں موجود ہیں، اباس جگہ کا نام کہوت ہے، سری چندی دیوی جی مالک رانی کہنت شملہ سے پلک کے اسی زینہ پر پہنچیں کہ جوان کے نام سے چنڈی مشہور چلا آتا ہے، وہاں انکا مندر بنا، جس پر صدیوں سے پیپل کا ایک تنا ور درخت سایہ فگن ہے۔ رانا دُرگا چند رئیس حال نے یہ مقام اپنا گرمائی صدر مقام تجویز کرلیا ہے اور بہت سی عمارات تعمیر ہوگئی ہیں، یہاں ہوا اور خنکی کی انتہا نہیں، عجیب مقام ہے، مجھے بڑا لطف حاصل ہوا،

مختصر شاہی جماعت کی مختصر راجدھانی

اِس مختصر شاہی جماعت نے جب یہاں قیام فرمایا تو پہاڑیوں نے پر ارتضا کی کہ آپ یہاں ہی ٹھیریئے اور ہمارا انصاف کرتے رہیئے، جو پیداوار ہوگی شاہی حصّہ ہم ادا کرتے رہینگے، یہ دیکھ کر کہ یہاں پناہ مل سکتی ہے، یہیں ٹھہر گئے اور اپنی راجدھانی قائم کی اپر پیشر کا شکر بجا لاکر مختصر رقبہ پر شاہی اختیارات استعمال میں لاتے رہے، راجگی کے ٹھاٹھ جاتے رہے تھے اسلئے لوگ رانا کہنے لگے۔

رانا گھردیوچند

راجہ صاحب کے لڑکے رانا گھردیوچند ہوئے جنکی شادی کیونتھل کے شاہی خاندان میں ہوئی، آپ نے اپنی قوتِ مردانہ سے نالی، ڈروں، کھدبادر، گھڑسیایگ چار پرگنوں میں اپنی حکومت دراز کی،

بعد کی ۴ پشتیں

چونکہ مرطوب مقام کی آب ہوا، دل و دماغ پر اپنا کامل اثر ڈال چکی تھی، اصلاحی تدابیر سے طبائع خالی رہے، اسلئے اُنکی وفات سے ۴ پشت تک اُنکے وارثان اِس رقبہ پر اطمینانی حکومت کرنے پر قانع رہے، این ہم غنیمت است،

ٹھاکر سنسار چند کا عہد اور گورکھوں کا عمل و دخل

نیپال اپنے اصلی راجپوتی جوہر کا مالک رہا ہے، جب اُن میں طاقت کی رُوح پیدا ہوئی، اُنہوں نے نیپال سے اُٹھ کر ہمالیہ کے جنوبی حصّہ پر اپنا تصرّف جمایا اور بڑے بڑے مستحکم قلاع و مکانات بناکر ہندوستان پر چڑھائی کی طیاریوں میں مصروف تھے، اُدھر اتفاق سے انگریزی کمپنی پنجاب کے سربرآوردہ تاجداران سے تعلق پیدا کرکے ستلج تک اپنی پولیسی کی توسیع کے لئے میدان صاف کرچکی تھی،

اُنہوں نے اِس زبردست طاقت سے خائف ہوکر پنجاب کے رؤسا کی اِمداد برائے نام ایک جنگ کی مُلک کا بہت سا حصّہ حقے بخرے کیا جاکر اِدھر کا اُدھر اور اُدھر کا اِدھر کردیا گیا، ٹھاکر سنسار چند اتحادیوں میں تھے، یہ اپنے علاقہ پر بااختیار[1] تسلیم کئے گئے، اِس طرح سے اپنی کھوئی ہوئی ریاست پھر پالی، آپ نے ۴۴ سال حکومت کرنے کے بعد جس حالت میں ریاست سنبھالی تھی اُسی حالت میں اپنے جانشین

[1] سند مورخہ ۴ دسمبر ۱۸۱۵ء جو بنام پلاسی عطا ہوئی۔

کے سپرد کی اور ۱۸۴۹ء میں یہ ناپائدار سنسار چھوڑ دیا،

ٹھاکر دلیپ چند آپ کا ولی عہد ۱۸۳۰ء میں پیدا ہوا تھا اور اسوقت آپکی عمر ۹ سال کی تھی، آپ ۱۸۴۷ء میں ریاست کے کاروبار کرنے لگے، اُن کے عہد میں ریاست اچھی حالت میں ہی، آپ بڑے دھرم آتما اور درویش مزاج تھے،

رانا رگھناتھ چند آپ کی پیدائش ۱۸۶۲ء میں ہوئی تھی، آپ بڑے ذہین تھے اسلئے آپ کو ۱۸ سال کی عمر میں اختیارات شاہی حاصل ہوئے۔ آپ شکل شباہت، وجاہت و لباس سے ایک خاص راجپوتی شان رکھتے تھے، افسوس عمر نے دغا کی اور بارہ سال حکومت کے بعد ۱۹۰۲ء میں خاندان کو سخت صدمہ پہنچایا، آپ کو خصوصیت کے ساتھ ذاتی طور پر رانا کا خطاب دیا گیا، ریاست کی موجودہ صورت نقشہ ذیل سے ظاہر ہوگی :-

نام حکمران	تاریخ پیدائش	تاریخ مسند نشینی	رقبہ بحساب مربع میل	آبادی ریاست	مالیہ	کیفیت
درگا چند	۱۸۹۷ء	+	۳۲ مربع میل	۸۹۶۸	۵ ہزار	

رانا درگا چند جوقت رانا صاحب نے داغ جدائی دیا آپ کی عمر محض ۵ سال کی تھی، انتظام ریاست کے لئے چار اشخاص کی ایک کونسل مقرر ہوئی کہ جو ۱۹۱۰ء تک کاروبار کرتی رہی، مگر پھر گورنمنٹ نے کونسل توڑ دی اور جدید سکیم کے موافق منیجر مقرر ہوا،

تعلیم و تربیت آپ کو چیفس کالج میں داخل کیا گیا جہاں آپنے ۰ ۱ سال تک باقاعدہ تعلیم حاصل کی، اور میٹرک کا تمغہ حاصل کیا، پھر اپنی ریاست میں منیجروں کے ہمراہ کام کرتے رہے ۱۹۲۱ء میں منیجر علیحدہ کیا گیا اور آپ اپنی ریاست کا خود کام کرنے لگے۔

شادی اور اولاد آپ کی شادی شاہی خاندان موربیج میں ہوئی۔ جن کے بطن سے ٹیکہ نرانند سنگھ جی اور کنور مہندر سنگھ جی ہیں +

رشتہ داریاں

آپ کے اعلیٰ خاندان ہونے کی وجہ سے ہندوستان کے بڑے بڑے اعلیٰ نسل راجگان مہاراجگان سے تعلقات رشتہ داری ہیں، چنانچہ آپ کی ہمشیرہ کی شادی اواگڑھ (یو-پی) میں ہوئی۔

خصائل و فضائل

چند ذمیمی خصائل شرارت وعیاری سے پاک ہوتے ہیں، یہی اصل نسل کی شناخت ہے، اور آپ کے شاہی خاندان کا یہی طرۂ امتیاز ہے، چنانچہ آپ کی ذاتِ مبارکہ ہر طرح کی تصنع و بناوٹ سے پاک ہے، اور ظاہری نمود و نمائش سے مستغنی، وہ ہر وقت اپنی رعایا کی فریاد سننے کیلئے تیار ہیں، نہ کوئی پہرہ، نہ کوئی رکاوٹ۔ صبح و شام رعایا کا مجمع اُن کے دربار میں جمع رہتا ہے۔

ناخلف کنوّر

چونکہ آپ کی طبیعت قلعی بے ضرر واقع ہوئی ہے، اسلئے عیار اور چالاک نفس کے بندے آپ کو دق کرتے رہتے ہیں، اُن میں ایک کنور شب سنگھ بھی ہے، وہ ہمیں رام کے سلئے راون ہے، علاقہ انگریزی میں ملازم ہوگیا ہے، بدمعاش لوگ اپنے ہاتھ سے کوئی موقعہ ایسا نہیں دیتے کہ جو آپ کی عزت و آبرو پر دست درازی نہ کریں،

ریاست کی خباثت

چنانچہ جھلوگ کے متعلق اخبار ریاست نہایت بیجا اور کمینہ حملے کرتا رہتا ہے، اور اس میں کچھ تعجب نہیں، کیونکہ اس خبیث کا یہی طریقہ ہے وہ نابھہ کی گدی سے بھائی گورچرن سنگھ کو علیحدہ ہوتا ہوا دیکھ کر چاہتا ہے کہ ہندوستان کی کوئی تاجدار سلامت نہ رہے۔

جس طرح سے دیوانہ سگ اپنے پرائے کی تمیز نہ کرتا ہوا سب کو ہلاک کرنا چاہتا ہے، ٹھیک اسی طرح یہ ریاستوں کی بربادی کا مفتون اپنی ۸ رجون کی اشاعت میں اسطرح بھونکتا ہے:—

"مزدور پیشہ جماعت کے برسر اقتدار ہونے کی صورت میں ایک اہم سوال ہندوستان کے والیانِ ریاست کا ہے، یہاں کے مہاراجے (جیسا کہ بھائی گورچرن سنگھ تھا) اور نواب اس قدر مطلق العنان اور اپنی رعیت کی حالت سے بے نیاز ہیں کہ دنیا کے ہر شریف انسان اور ہر فرض شناس گورنمنٹ کو اس سے خفا ہونا چاہیئے"

"مگر کنسرویٹو گورنمنٹ چونکہ اُمرا کا ایک مجمع تھا، اسلئے ہمیشہ اُس نے یہ سمجھا کہ والیانِ ریاست کو اپنی رعیت پر ظلم کرنے کا پیدائشی حق ہے، اور اس میں دخل نہ دینا چاہیئے (بدگو کسقدر گستاخ ہے)۔ انگلستان کی

لبرل پارٹی نے بھی کبھی توجہ نہ دی، اور اُسے اینگلو انڈین حضرات کے رحم پر چھوڑ دینا ہی مناسب سمجھا گیا، اب مزدور جماعت کے برسراقتدار ہونے کی صورت میں ریاستوں کی رعایا اس گورنمنٹ سے توقع کرتی ہے (معمولی بھائی جی اپنے آپ کو ہندوستان کی کُل ریاستوں کی رعایا کا پریسیڈنٹ اور سرگروہ سمجھتا ہے) کہ اگر وہ ہندوستان کو آزادی نہیں دے سکتی یا دینا نہیں چاہتی تو کم از کم ریاستوں کے موجودہ مظالم پر تو انہیں تھوڑی سی توجہ دینی چاہئے، والیان ریاست کی موجودہ مُطلق العنانی دُنیا کے کسی حلقہ میں بھی جائز نہیں قرار دی جا سکتی جہاں انسانوں کے ساتھ بھیڑ بکریوں کا سا سلوک کیا جاتا ہے"، (اسی وجہ سے بھائی گورچرن سنگھ معزول کیا جا کر جلاوطن کیا گیا)

یہ ہے اُس بدخواہ مشتِ قلم ریلی کی دلی آرزو، عرصہ ۵ سال سے اسی نامراد کوشش میں لگا ہوا ہے مگر خدا کا ہزار ہزار شکر ہے، کہ ہمارے تاجدار اب اس کی ذلیل کوششوں اور نامراد آرزوؤں سے آگاہ ہو گئے ہیں، **قلمرو نظام، حدود ریاست پٹیالہ**، دھولپور میں اسکا داخلہ قطعاً ممنوع ہو چکا ہے اور دیگر جگہ جہاں پڑھا جاتا ہے، یہاں سے ہزار ہزار بے نقط گالیاں سُنائی جاتی ہیں، اور حیرت ظاہر کی جاتی ہے کہ افسوس انڈین پرنسس پروٹیکشن ایکٹ کس مرض کی دوا ہے،

ریاستوں میں ریاست کا داخلہ ممنوع قرار دیا جانا چاہئے

چونکہ یہ بدنہاد پرچہ تاجداروں کے خلاف دارالخلافہ میں نہایت سخت وبائی زہر پھیلا رہا ہے اور حکومت خاموش ہے اسلئے ہندوستان کے درباروں کو چاہئے کہ اسکا داخلہ عام طور پر اپنی اپنی ریاستوں میں ممنوع فرما کر اپنی امن پسند غریب رعایا کو اس وبا سے ملوث نہ ہونے دیں۔

چنڈی (دارالحکومت بھلوگ) سے دارالریاست کُنھیار تک

(۹ میل - ۳۵۰۰ فٹ بلندی پر)

موسمی برسات

چنڈی میں موسمی برسات کے بادل، دل باختہ عاشق کی طرح، جان و دل قربان کرنے پر آمادہ ہانکے گئے، رات کے ۱۲ بجے سے بارش شروع ہوئی اور اگلی صبح تمام دن ہوتی رہی - اس سے

موسم میں بھی غیر معمولی خنکی پیدا ہوگئی، وہ پہاڑ کہ جو ۵ ماہ کی امساک باران رحمت سے اُجاڑ ہوگئے تھے، اور بہاڑ معلوم ہوتے تھے یکدم روح افزا سبزی میں تبدیل ہوگئے۔ لوگوں نے بیان کیا کہ جیسی اس دفعہ گرمی پڑی ہے، چند سالوں میں نہیں دیکھی،

دریائے گھمبر "شکار مچھلی"

میں حسب معمول صبح ۵ بجے کُنھیار کے لئے چل پڑا، ۵ میل طے کرنے پر دریائے گھمبر میں اُترے یہ اپنی تباہ کُن روانی اور مچھلیوں کیلئے نزدیک و دُور مشہور ہے، بارش کے ہو جانے سے پانی خاصہ تھا، چونکہ ابھی صبح کا وقت تھا، اسلئے دل بہلانے کیلئے مچھلی کے شکار میں مصروف ہوگیا، پہاڑی لڑکوں نے اس شکار میں اپنا کمال دکھایا کہ میں محو حیرت ہوگیا، پانی کیطرف ٹکٹکی لگائے رہتے تھے، جہاں مچھلی نظر آئی دونو ہاتھوں سے دبوچ لی، اور خشکی پر پھینک ماری، ہمارا نہ جال کام آیا، نہ کانٹا، اُنہوں نے آدھ گھنٹہ میں ۳۰ سیر مچھلی کا ڈھیر لگا دیا، گھمبر کے حسین منظر نے مجھے مجبور کیا کہ میں چند فوٹو لوں،

سپیلوں کا فن

یہاں سے ڈھائی میل چڑھائی تھی، سب رہ گئے، راستہ میں ایک سپیلا ملا، اور ہمیں اپنا فن دکھانے پر بڑی غربت سے آمادہ کیا، ہم اُسکے ساتھ ہولئے، اُس نے ایک میل کے فاصلہ پر جاکر جنگل میں بین بجائی، ۱۰ منٹ کے بعد ایک سانپ نمودار ہوا تین گز لمبا، تین انگشت سے زیادہ موٹا، وہ بڑی ہوشیاری اور چُستی سے بین بجاتا رہا، سانپ پانچ گز کے فاصلہ پر آکر ٹھہر گیا، اُس نے بین پر بڑا زور دیا، اور ہمہ تن بین بن گیا، ذرا ذرا بڑھنا شروع کیا، جب زد میں آگیا ایکدم اُسکا سر مٹھی میں پکڑ لیا، اور بڑی جلدی سے وہ مٹھی اپنی تھیلی میں داخل کر دی، پھر اُسکا منہ دوسرے ہاتھ کی چُٹکی میں باہر سے پکڑا اور سالم سانپ تھیلی میں ڈال لیا،

کُنھیار میں داخلہ

ابھی میں کُنھیار سے دُور تھا کہ مجھے ایک جدید سڑک نظر آئی، دریافت سے معلوم ہوا کہ اس سال رانا صاحب نے رفاہ عام کے لئے کئی کام کئے،

(۱) یہ سڑک خاص اجدھانی سے دیوی جی کے مندر واقعہ بنی[۱] تک ۳ میل گئی ہے، وہاں سے ۲ میل

[۱] یہ اس اجدھانی میں نہایت پُر فضا مقام ہے، ایک اعلیٰ باغیچہ ہے جس میں ایک خوبصورت بارہ دری بنگلہ بنی ہوا اور سرکاری کا ایک میلہ بھی ہوتا ہے

LATEST PORTRAIT OF



RAJA SURENDAR SINGH SAHIB BAHADUR,

Ruler of Baghat State, (Punjab).

The block of this picture is specially made for the Proprietor, *Rais-i-Hind*, Delhi, who has special arrangements for making all kinds of blocks.

سبا تھو ہو جاتا ہے، اگر یہ ٹکڑہ بھی تیار ہو جائے تو کنہیار تک "موٹر سروس" جاری ہو سکتی ہے، دربار کا یہی ارادہ ہے، رانا صاحب کو یہ اولالعزمی مبارک ہو،

(۲) پڑاؤ ہاٹ کوٹ میں ایک دو منزلہ پختہ سرائے جس میں نہایت آرام دہ چھ کمرے ہیں تیار کرادی جو مسافران مہلوگ، نالاگڑھ، روپڑ، ہوشیارپور، جاتے ہیں بڑا آرام پاتے ہیں۔

(۳) کنول تال ۹ بیگہ اراضی پر پھیلا ہوا ہے، اسکی چار فٹ کی کھدائی کرائی گئی، اب وہ دس فٹ گہرا ہے، بیان کیا گیا ہے، کہ سینکڑوں برس ہوئے آبپاشی کے لئے جھیل بنائی گئی تھی جس سے کل قصبہ سیراب ہوتا تھا، اور اسکی بڑی گہرائی تھی، اب مٹی سے بھر گیا، اور اسکا کام اس سے نہیں لیا جاتا، اگر اسکی گہری کھدائی ہو کر زمانہ سابقہ کی طرح آبپاشی کی جائے سونا پیدا ہو، لالہ مانک چند پرائیوٹ سکرٹری کو جو بڑے ذی فہم اور خیرخواہ ہیں ضرور توجہ کرنا چاہیئے۔

(ریاست) کنہیار سے آرکی (ریاست باگھل)

انتظامِ حکومت راجہ صاحب کو بعد حصولِ تعلیم و تربیت، اختیارات درجہ دوم گذشتہ سال سے عطا ہو چکے ہیں، رعایا و برایا آپ کی ذہانت، رحمدلی، ہمدردگی اور سادگی کی ثنا خواں ہے، عدل و انصاف آپ کا شیوہ ہے، جناب کرم لالہ خان چند کو یہاں آئے ہوئے تقریباً ڈیڑھ سال ہونے کو ہیں، آپ ہر پہلو سے ریاست اور رئیس کے خیرخواہ ہیں، اور وفاداری وغیرہ، آپ سے رعایا کے لوگ مانوس ہیں، ریاست کو انکی خدمات مغتنمات سے سمجھنا چاہئیں، کیونکہ ارزاں شاہرا اور خرچ پر آپ ریاست کو ملگئے ہیں، راجہ صاحب کو ایسے تجربہ کار، ذی لیاقت شخص سے ہر طرح اپنی تعلیم و تربیت مکمل کرنا چاہیئے،

لالہ متھرا داس اسسٹنٹ کلکٹر ریاست کے قدیم خاندان سے ہیں، آپکا خاندانی عہدہ ریاست میں بخشی گری کا ہے، آپ تعلیم یافتہ ہیں، آپ کے طرزِ عمل سے آپکے خاندان کو ریاست کی خدمات کے

لئے بڑی مددل رہی ہے، ریاست اور راجہ صاحب کو ایسے قدیم خاندانوں کی ہمیشہ حفاظت فرمانی چاہئے،

راجہ کشن سنگھ کا فیل خانہ

ابتدا میں راجپوت پہاڑی راجگان، اپنے دیس کے جذبہ کے تقاضے، ان پہاڑوں میں بھی ہاتھی رکھنے لگے، چنانچہ راجہ کشن سنگھ کو ہاتھیوں کا شوق ہوا، راجہ دھیان سنگھ کے شوق نے انتہا کر دی، آپ کے فیلخانہ میں چار ہاتھی جھومتے رہتے تھے اور ان کا چارج ہیر بخش فوجدار کے سپرد تھا، راجہ صاحب کے سرگباش ہونے پر فیلخانہ تخفیف میں لایا گیا، راجہ صاحب ہردوار کی یاترا میں پرلوک سدھار گئے، اُسوقت سے فوجدار مذکور ریاست کی خدمات میں مصروف ہے، جہاندیدہ اور ہوشیار آدمی ہے جس نے ریاست کا بڑا زمانہ دیکھا ہے،

ریاست باگھل کی اہمیت

کسی زمانہ میں ریاست باگھل ایک عالیشان ریاست تھی، راجگان کے پے درپے انتقال اور کونسلوں اور منیجروں کی تقرری نے تباہ و برباد کر دی، اب لالہ خان چند کے عہد مبارک میں اُمید کی جاتی ہے کہ ترقی حاصل کریگی، کیونکہ ان کو مالک لائق ملا ہے، پہاڑی رؤسا کو حکومت اعلیٰ ہر طرح تعاون کرنا چاہئے ۰

(ریاست) ارکی سے (دارالریاست) دھامی

موسم کی خشکی

موسم بدستور خشک ہے، پہاڑ تپ رہے ہیں، آبشار اور نالے پانی سے خالی، درخت مرجھا گئے، بلکہ اُن مقام پر جہاں ہمیشہ سرد ہوا چلا کرتی تھی، لو چلی، کوٹھار میں مکان کے اندر ۲ بجے دوپہر حرارت کا درجہ ۹۹ تھا، اور لو چلتی تھی، راستہ میں جنگل بے رونق تھی، اور وحشت پیدا ہوتی تھی، شاید زمانہ کے ساتھ رتو بھی بدل گئیں،

خوشگوار سفر

مگر اس سفر کی ایک خصوصیت تھی کہ جو مجھے بلا کی گرمی، سخت چڑھائی، موسم کی سختی، ہمراہیوں کی نالائقی سے بے نیاز کئے ہوئے تھی، وہ خصوصیت شہزادہ والا تبار رانا دلیپ سنگھ بہادر والئے ریاست دھامی کی شفقت تھی، اور ملاقات کی کیفیت، میں نے ستمبر ۱۹۲۳ء کی سیاحت میں دھامی ریاست کے مجمل حالات لکھے تھے کہ جو رئیس ہند اکتوبر میں شائع



This Photo is the exact reproduction of the ancient painting of Shri Ráná Goverdhan Singh Bahádur of Dhámi State, (Punjab), The conqueror, Gorkhá War 1815, A.B.

The block of this picture is specially made for the Proprietor, *Rais-i-Hind*, Delhi, who has special arrangements for making all kinds of blocks.

ہو چکے ہیں۔ قابل پسند اصحاب نے اندازہ لگایا ہوگا، کہ ریاست اور تاجدار کی کیا کیا خصوصیتیں ہیں، اور موجودہ تاجدار اپنے خاندانی قوائے عقلی و ذہنی کی پُرشان وراثت کا کیسا شاندار تاجدار ہے۔

تاجدار کی خصوصیتیں

آپ نے ملک کے مختلف دارالعلوم میں و کرانکی ڈگریاں پائیں، اور بُرائیوں سے مُنہ موڑا، پہاڑ میں سگرٹ کی وبا عام ہے، مگر آپ مطلقاً سگرٹ کے روادار نہیں، شراب خانے بھی ان کی دلی نفرت کا باعث ہے، خواہ مخواہ کی آزادہ گردی، انگریزی شہروں کی پیمائش، ہوٹلوں، سینماؤں، تھیٹروں اور ڈراموں سے پرہیز ہے، توہمات باطلہ کے قائل نہیں، تدبیر اور تقدیر کی حمایت میں ہیں، طبیعت میں سکون اور دل میں آزادی و خودداری کے جوہر ہیں، زندگی کا ماحصل قابلِ داد ہے۔ غرضکہ یہ شہزادہ سب کی نظر میں ایک محبوب شہزادہ ہے۔

پُر فضا سپنس گراؤنڈ

جب میں پچھلے سال آیا تھا تو ڈاک بنگلہ کے جنوبی حصہ میں ایک بے ہنگم قطعہ تھا، اس دفعہ جب میں یہاں پہنچا، تو ایک پُر فضا منظر نظر آیا، پہاڑ کاٹ کر ایک معقول گراؤنڈ بنایا گیا، دھامی کا یہ قطعہ اپنے صحت افزا محلِ وقوع، شاندار و سرسبز باغ، عالیشان کوٹھی، اور کرکٹ گراؤنڈ سے ایک چیز بن گیا ہے،

جُبّل کو تھرورچ سے کوئی نسبت نہیں

جُبّل کی تجارتی زندگی، مہاجنی عادات، اور بے جا پولٹیکل سرگرمیاں دن بدن اُسے گرا رہی ہیں، کیونکہ اُس رئیس کی مصروفیت کمرشیل لائن میں آ جانے سے اُسے شانِ راجگی سے دُور لیگئی ہے، آجکل اِن تمام پہاڑی ریاستوں میں بلحاظ تمول ریاست تھرورچ کا رانا صورت سنگھ ممتاز سمجھا جاتا ہے،

اظہارِ اقبالمندی

اُس کی شہزادی سے آپ کی شادی ہُوئی ہے پچھلی گھروں میں پرمیشر نے ولیعہد بھی عطا فرما دیا ہے،

کثرتِ شکار اور حفاظتِ کامل

دھامی اپنے محلِ وقوع، پُرشان جنگلِ محفوظ، اور شملہ کے قریب ہونے کی وجہ سے ایک مشہور شکارگاہ بنادی گئی ہے، کیونکہ وائسرے سے لگاکر ایک معمولی انگریز تک ہر سال یہاں کثرت سے شکار کھیلنے آتا ہے، جنگل ہرا بھرا

مورچے بنا دیئے گئے ہیں، اور ہر طرح کے شکار کی بڑی حفاظت کیجاتی ہے، میں نے اپنے اس دورہ کی چھ ریاستوں میں بکثرت شکار کھیلا اور لطف یہ کہ مادہ شکار نہیں بنائی، کیونکہ اُس کے کھانے کا حکم نہیں، مگر دھامی میں موقعہ نہیں ملا،

شیروں کا شیروں سے مقابلہ

۲ سال ہوئے کہ وائسرائے اور گورنر بنگال معہ لیڈی صاحبان دھامی کے شکارگاہ میں شکار کے لئے آئے، جاڑے[1] ایک تنومند خونخوار زبردست چیتا نکلا، وہ ہر چند سامنے آیا، مگر شکار نہ کیا گیا، نہ آگے نکلنے کی جگہ، نہ پیچھے بھاگنے کا مقام، اُس نے مجبور ہوکر ایک پہاڑی کی ٹانگ پکڑلی، اسپر رانا صاحب جھپٹے، مگر خزانچی دیوی رام نے بڑھ کر دائیں ہاتھ سے چیتا کا سر اور بائیں ہاتھ سے پاؤں پکڑکر ۵ منٹ تک لیرا گشتی کی، اتنے میں رانا صاحب نے آکر کلہاڑی سے چیتا کا سر توڑ دیا اور بندوقوں والے کھڑے دیکھتے رہے، رانا صاحب ہر سال ۹۰ چیتے شکار کر لیتے ہیں۔ میاں درگا سنگھ ریخبر رانا صاحب کا خاندانی وفادار ہے، اور بڑا شکاری ہے،

دھامی سے سونی (دار الریاست بھجی)

(۱۱ میل۔ ہزاروں فٹ اُترائی اور چڑھائی)

میں نے رئیس ہند اگست ۱۹۲۸ء میں ریاست کی ابتدائی تاریخ کے چند واقعات لکھکر واضح کر دیا تھا، کہ یہ ریاست اپنے جوانمرد، شہ زور اور غیور راجپوتوں کی بہادری سے بڑی نامور رہی ہے، اُس کے تاریخی حالات مُردہ دلوں کو زندہ کرنیوالے ہیں، میں اب زیادہ تفصیل میں جانا نہیں چاہتا، کیونکہ یہ میرا کام نہیں، صورتِ موجودہ کا اظہار بہا ضروری ہے،

دھامی سے سونی جدید راستہ

اب انگریزی عہدِ حکومت میں طرح طرح کے نقص نکالے جاتے ہیں، اور اُس کے خلاف ہندوستان کی روایات کے خلاف سخت سے سخت مظاہرے کئے جاتے ہیں، لیکن کیا کوئی بتلا سکتا ہے کہ آجکل جہاں جہاں سوراج حاصل ہے وہاں رعایا کی بہبودی عامۂ خلائق کی بہتری کے لئے کیا کیا جاتا ہے، بعض غاصب سوائے آرام و آسائش اور تن پروری کے اور کوئی کام نہیں کرتے،

[1] جنگل بریلی

نتیجہ بھی دیکھ لو، کہ آجکل چاروں طرف اُن کے خلاف سخت جہاد ہو رہا ہے، اور ہرسال کوئی نہ کوئی مرتبان ہے!

انگریزی حکومت نے خواہ کچھ کیا، مگر اُسکی برکات بھی بیشمار ہیں، ذرائع نقل و حرکت ہی پر غور کرو، خصوصاً ان پہاڑوں میں کہ جہاں جانور بھی چل پھر نہیں سکتے تھے موٹروں کی سڑکیں بنا دیں، چنانچہ کالکا سے شملہ جانے کے لئے پُرانی سڑک۔ کارٹ روڈ۔ ریلوے روڈ ہر وقت اچھی حالت میں رہتی ہیں، ایک سڑک کالکا سے ریاستہائے کوٹھار، چنڈی، حلوگ، کُنھیار، ارکی، دھامی، بھجی ہوتی ہوئی شملہ جاتی ہے، اور اسکی کئی شاخیں ریاستہائے منڈی، سکیت، بلاسپور، نالاگڑھ، روپڑ وغیرہ وغیرہ مقامات پر ہر مسافر کو بآسانی لیجاتی ہیں، اسپر انگریزوں کو گاڑیاں نکالی جاتی ہیں،

میں نے اس دفعہ سفر کے لئے یہی سڑک اختیار کی، چنانچہ دھامی سے بھجی جانے کے لئے میں نے یہی راستہ پسند کیا، سڑک صاف، ہموار، باقاعدہ اور کافی کُشادہ ہے، گھوڑا خچر برابر سے گذر سکتے ہیں، حلوگ (دارالخلافہ دھامی) سے ایک فرلانگ طے کرنے پر سخت اترائی آتی ہے کہ جو میل تک انسان کی جان کھائی چلی جاتی ہے، کھڈ سہنج پر اسکا خاتمہ ہوتا ہے، جو پرلطف مقام ہے،

کھڈ سہنج کی دلچسپی

یہ کھڈ سنجولی کے پہاڑوں کے پانی سے بنی ہے، اور ۳۰ میل کے قریب پہاڑوں کو کاٹتے ہوئے دریائے ستلج میں (موضع سندھرج علاقہ ریاست بھجی) جا ملتی ہے، اس میں ہمیشہ کافی پانی رہتا ہے، کیونکہ اور بہت سی کھڈوں کا پانی اس میں شامل ہو جاتا ہے ڈیڑھ سو کے قریب پن چکیاں چلتی ہیں جن میں ۸۰ کے قریب ریاست بھجی کی ہیں، راستہ میں اس کے اوپر پنڈت لائق رام لائق مینیجر ریاست بھجی نے پُل بنوا دیا ہے، چونکہ دھامی سے پروگرام کے موافق اسباب روانہ نہ ہوا تھا، اسلئے مجھے یہاں، بجے پہنچنے کے بجائے ۱۲ بجے پہنچنا پڑا۔ کھڈ کا مقام ہونے کی تیزی، موسم کی سختی، دوپہر کا وقت، ہوا کا بند ہو جانا، میری صلاح کا باعث ہوا کہ میں یہاں دوپہر گذاروں، جب میں پُل پر سے گذرا تو ایک شخص پنڈت ٹیکرام نامی بڑی محبت اور ملنساری سے مجھے ملا اور اُس نے میرے چند گھنٹہ کے آرام کے لئے بڑی بھاری آسائش پیدا کی، حالانکہ وہ مجھ سے ناواقف تھا، میں پُل عبور کر کے کنارے پڑ گیا، اور وہاں کچھ کھانا کھایا نیند آگئی،

پہاڑی عورتوں کے گیت

پہاڑ میں بالعموم دوپہر کے وقت دیہات کی عورتیں اپنے اپنے بچوں کو "تالوڑ" دینے کے لئے تالوٹے پر آجاتی ہیں، چنانچہ بہت سی پندرہ عورتیں یہاں جمع ہوگئیں، اور چونکہ آجکل بارش ہونے کی وجہ سے گرد و نواح کے گھراٹ بند ہیں اسلئے علاقہ بالکل، دھامی اور بیجی کی تقریباً ۶۰ مرد عورتیں جن میں عورتیں زیادہ تھیں آٹا پسوانے کے لئے آئی ہوئی تھیں وہ بھی وہاں جمع ہوگئیں، ان میں حسن و رعنائی مشرقی دنیا کی ملکہ مشہور تھی، وہ سب غریب مزاج، آزاد تھیں، جیسا کہ پہاڑ میں ہیں، ان میں سے بعض مجھ جیسے اجنبی کو دیکھنے کے لئے جمع ہوگئیں، کہنا پڑتا ہے کہ یہاں پریوں کا مجمع ہے، یہاں پہ پریوں کا جمگھٹا ہے، میرے ہمراہی پہاڑی دیوی رام نے گانا شروع کیا، مگر شرم کھا کر اسپر ملکہ حسن نے اسکو کہا کہ تو اچھی طرح کیوں نہیں گاتا، میں نے کہا کہ اگر یہی خوشی ہے تو آپ ہی گا کر سنائیں، اس پر پانچ عورتوں نے ملکر پہاڑی گیت ایسے گائے کہ جنگل گونج اٹھا، اور کوئی آدمی اس پنچ کی کھنڈ میں ایسا نہ تھا کہ جو وہاں نہ آگیا ہو، انسان، جانور بلکہ بلا مبالغہ درخت تک اس دلکش نغمہ سے مسحور ہو رہے تھے، اور ایک ایسا لطف پیدا ہوا جو میرے دل سے پوچھا جائے، پہاڑی عورات جب خدشہ سے دور رہتی ہیں، اور انہیں کسی کی آبرو ریزی یا زبردستی کا خوف نہیں ہوتا، تو وہ ایسا سچا پریم ظاہر کرتی ہیں، کہ جو لاکھوں برس قبل ہندوستانیوں میں پایا جاتا تھا، میں نے معمولی طور پر گانے کے لئے کہا تھا، مگر چونکہ وہ صورت المیتان میں ایک مسافر کو محظوظ کرنا چاہتی تھیں اسلئے انہوں نے گانے کا سلسلہ جاری کر دیا، چند گیت جو انہوں نے گائے ترجمہ کرتا ہوں۔

(۱) "اے برہمن کے لڑکے میرا اور تیرا بہت سچا پریم ہے" — اب تو اس میں خلل ڈالتا ہے"
"تو جو ہمارے پاس اب آیا ہے" — "تو ناراض ہو کر مت جا، کھانا کھاؤ"

(۲) "اے برہمن کے لڑکے جب سے تو شملہ گیا — میرے دل کو تڑپا گیا، مجھے چین نہیں،
جلدی آکر درشن دے، تا کہ چین آئے — میں چکور کی طرح تیرے چاند سے مکھڑے کی منتظر ہوں

(۳) "اے برہمن کے لڑکے دنیا میں تیرے بغیر میرا اور کوئی نہیں" — آ! سچی محبت دنیا میں بڑی چیز ہے"
"سچ کے سہارے ہی آسمان کھڑا ہے — سچائی ہی سے انسان کی قدر ہے"

ملاحظہ فرمایئے کہ معمولی زبان میں زر و جواہر کا دریا بہادیا۔ دو اَور گیت سُنئے ؛ -

(۴) "اے پرمیشر تو میرے دل کی آرزو پوری کر" — "میں اپنی بھگتی کے صلہ میں تجھ سے یہ بَر مانگتی ہوں"
"دیوی کی کھڈ میں پانی ایسا بہہ رہا ہے جیسے گنگا" — "تم اس کے کنارہ بیٹھ جاؤ اور پھر پوچھو کہ کیا چاہئے"؟

(۵) "اگر کوئی مجھ سے پوچھے تو میں یہ کہوں" — "کہ مجھے میرا پیارا خاوند جلد ملجائے"
"کیونکہ اُسکے بغیر میں ایسی بے حال ہوگئی" — "کہ جیسے پہاڑوں پر بارش نہ ہونے سے پہاڑ"

جب یہ پہاڑن گیت گا چکیں، تو میں نے کہا کہ اگر کوئی غزل کسی کے یاد ہو سُنائے ؛ چنانچہ انہوں نے لہجے اور سُریلی سروں میں جب یہ غزل گائی ، تو دُنیا کے بہشت کا مزا پایا ،

درد سے واقف نہ تھے غم سے شناسائی نہ تھی — وہ بھی کیا دن تھے طبیعت جب کہیں آئی نہ تھی
بیقراری کیوں نہ ہو، تازہ شکارِ عشق ہوں — چوٹ وہ کھائی ہے دلپر، جو کبھی کھائی نہ تھی ،
یاد ہیں وہ دن کہ تم کو دلبری آئی نہ تھی — آنکھ میں جادو نہ تھا لب پر مسیحائی نہ تھی
یاس کا عالم نہ تھا بیکسی چھائی نہ تھی — سو بلائیں تھیں شبِ غم، ایک تنہائی نہ تھی
میری بدنامی سے تم کو خوش نہ ہونا چاہئے — قیس رُسوا تھا تو کیا لیلےٰ کی رسوائی نہ تھی

اِک نظر دیکھی تو پھر مجنوں کی سی وحشت ہوئی
پھر تو لیلیٰ خود تماشہ تھا، تماشائی نہ تھی

یہ پُر لطف و سرور محفل ۱۲ بجے سے دوپہر کے ۴ بجے تک بڑی شان سے قائم رہی ، اور مجمع دم بدم مجھ سے مایوس ہوتا ملا تھا، میں نے اُن کو گانے سے بند کیا اور جو مناسب سمجھا گیا اُن کو دیا گیا ، ایک سرتاپا حُسن و شباب نے پاس آکر کہا کہ آپ پتھروں پر پڑے ہیں، اگر ہمارے گھر ہوتے تو کپڑے بچھاتے ، ہم سب جنگل سے یہی درختوں کی پتی لاکر بچھاتے ہیں، آپ اُس پر آرام کریں مگر میں نے اُن کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ دی ، جب میں نے روانگی کا ارادہ ظاہر کیا تو سب نے بضد کہا کہ ابھی سخت دھوپ ہے، آرام کرو ، چنانچہ میں شام کے ۵ بجے تک ایک ایسے مجمع باصفا اور بے ریا میں کہ جس میں تکلف زدگی حائل ہوگیا ، اور دگرد پریم ، سچی محبت ، سچا اخلاق ، اور سچا شوقِ صحبت تھا ، ایسی صحبت

ہزاروں روپیہ خرچ کرنے پر بھی نصیب نہیں ہوتی،

راناصاحب دھامی کی توجہ کے قابل ریاستہائے دھامی و باگھل کے علاقہ میں اگر عورات گھروں میں آٹا پیستی ہوتیں، یا یہ دو ریاستیں "فلور مل" چلا دیتیں، تو بڑا فائدہ رساں تھا، پھر اُن کی سو بیٹیاں دُور دراز پن چکیوں پر آکر آوارہ نہ ہوتیں، جیسا کہ یہاں کی بابت خصوصیت سے مجھے تحقیق ہوا ہے،

تاجدارِ حال خوش خصال رانا بیرپال
والئے بھجی

اسوقت سری بیرپال بھجی کے تاجدار ہیں، آپ میں وہ تمام راجپوتی اوصاف پائے جاتے ہیں؛ کہ جو صدیوں پہلے راجپوتوں میں تھے، ایام نابالغی میں متفرق منیجروں نے کام کیا، مگر سب بدنام گیان سنگھ تھا کہ جس نے ریاست کو طرح طرح نقصان پہنچایا، وہ پچھلے سال یہاں سے نکالا گیا، اور شاید اُس کو اب پہاڑ میں جگہ نہ ملے،

تعلیم و تربیت آپ نے کالج میں داخل ہو کر مروجہ کورس بڑی قابلیت اور خوبی سے پڑھے، اور کامیاب ہوئے، آپ کو انگریزی، اُردو، بھاشا، سنسکرت کی اچھی دستگاہ ہے، اور اپنے خاندانی ورثہ کے مالک ہونے کی وجہ سے تربیت نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا، مطالعہ کا بیحد شوق ہے، اسلئے امور ریاست کی کافی واقفیت ہو گئی، آپ کی اس عمر میں ایسی پختہ اور مدبری کی رائے ہے کہ میں حیران ہو گیا، بلاشبہ آپ بیحد ذہین اور صائب الرائے ہیں، جسے تمام پہاڑ میں تسلیم کیا جا رہا ہے،

خصائل و فضائل بالائے سرش ز ہوشمندی + مے تافت ستارۂ بلندی، مدوحین اپنے ممدوح کی تعریف و ثنا میں مبالغہ سے کرتے ہیں، وہ ظاہر ہے، لیکن میری سچائی کے مقابلہ میں نظام الد والسنرائے کی بھی پروا نہیں کرتی، میں بلامبالغہ دعویٰ کرتا ہوں کہ جو خصائل و فضائل رانا بیرپال کے ہیں وہ ہندوستان کے ۱۱۶ تاجداروں میں بمشکل ملینگے، آپ کو جملہ منشیات سے قطعی نفرت ہے،

پاک بازی آپ کی صفتِ اوّلین ہے، اِسی وجہ سے اربابِ حل وعقد آپ پر دل سے مہربان ہیں،

اخلاقِ صحیحہ | صحیح اخلاق کے لئے قدیم ہندی مشہور تھے، کیونکہ تکلّف اور ریاکاری سے بری تھے، دل آزاری گناہگاری سمجھی جاتی تھی، اب صحیح اور اصلی اخلاق مفقود ہوگیا، ریاکاری کا اخلاق زوروں پر ہے، اگر ایک طرف ایک افسر ایک چٹھی میں ماتحت کو سخت سست لکھتا ہوا اُسکی موقوفی کا اُسکو دلی خوشی سے مژدہ سُناتا ہے ([illegible]) تو خاتمہ پر اپنے آپ کو اُسکا نوکر لکھتا ہے، میں ایک روز لالہ راج بہادر ایم۔اے ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم کے پاس بیٹھا ہُوا تھا، آپ ایک موقوف شدہ مدرّس کے عذرات غلط ثابت کر رہے تھے، آخرش اُسکی درخواست نامنظور کر دی، بات ختم کر کے پان لگایا اور مدرس کو دیا، وہ حیران ہُوا، بولا، مہاراج آپ مجھے پان کیا دیتے ہیں، میرا تو خون خشک ہوگیا، آپنے فرمایا کہ موقوفی اور چیز ہے اور پان اور چیز، غرضیکہ آجکل کے اخلاق کی ایسی شرمناک حالت ہے کہ جسے اخلاق کہنا ہی لفظ اخلاق کی توہین ہے، جس نے ظاہرداری میں ذرا آؤبھگت کی، نادانوں نے فوراً فتوی لگا دیا کہ بڑا خلیق ہے،

میں مندرجہ بالا لفظ "اخلاق" کی تشریح کرنے کے بعد ایسے وطیرہ کی نسبت کہونگا کہ جو ظاہرداری میں آؤبھگت کرے، اُسکو خلیق کہنا ستم ہے، بلکہ کہنا چاہئے کہ اُسکی ظاہرداری اچھی ہے، پس میں لفظ "اخلاق" کو اُسکے اصلی معنوں میں استعمال کر رہا ہوں، رانا بیرپال بہادر نے صحیح اخلاق کا مکمل خزانہ پایا ہے، اور اُسے ہر کس وناکس پر بیدریغ خرچ فرمایا ہے، خود بینی، غرور بادشاہوں کو ذلیل و رسوا کرتے ہیں، کسر نفسی خاکساری اور ادب تختِ تمکین پر بٹھاتے ہیں، قدرت نے رانا صاحب کو اسقدر ادب اور انکساری بخشی ہے کہ بڑے بڑے مدبّر بھی آپ کی اِس کشش کے سامنے جھک جاتے ہیں ع ادب تاجیست از لطفِ الٰہی،

اثر و رسوخ | لاہور وغیرہ شہروں میں رہنے سے بیسیوں امرا اور شرفا سے ملاقاتیں ہو جاتی ہیں جسے زمانہ بلوغت میں بہت بھول جاتے ہیں، یا کم یاد رکھتے ہیں، مگر رانا بیرپال بہادر کا حلقۂ احباب بڑا وسیع ہے وہ اُن سب اصحاب کی دل سے قدر کرتے ہیں کہ جو زمانہ نابالغی کے شناسا تھے، بلکہ اپنی عالی طبیعت کے اوصاف سے سینکڑوں شرفائے ملک سے جدید مراسم دوستانہ پیدا ہوگئے ہیں، اور شملہ کی اعلیٰ سوسائٹی میں آپکی دل سے قدر و منزلت کیجاتی ہے، اگر پہاڑ کے تاجدار اپنی تعلیم و تربیت حاصل کریں تو پھر کوئی خطرہ نہیں،

شکار اور شکاری | بھجی کا علاقہ شکار ہر قسم سے بھرا پڑا ہے، آپکو بچپن سے شکار کا شوق ہے اور ایسے تا مند انداز ہیں کہ بیٹھا ہوا جانور شکار کرنا بیجا سمجھتے ہیں، شاید ہی کوئی فیر خالی جاتا ہو،

شہسواری | آپ فطرتاً شہسوار واقع ہوئے ہیں، مگر چیفس کالج کیڈٹ میں شمولیت کی وجہ سے آپ کامل شہسوار ہو گئے، تا رشل لا کے دنوں میں پنجاب لائٹ ہارس کے ساتھ شامل رہ کر کارِ نمایاں کئے،

بحیثیت سپورٹس مین | چیفس کالج لاہور مردانہ کھیلوں کی اعلےٰ تعلیم دیتا ہے، آپ کالج کے کھیلوں میں ممتاز سمجھے گئے اور آج تک اُسکے ممبر ہیں، (باقی دارد)

لالہ سالگ رام منیجر | جب مورث راجگان کانگڑہ نے اپنی فتوحات سے کانگڑہ کی پرشان ریاست قائم کی اُس وقت بانی ریاست نے آپکے جدِ اعلیٰ لالہ روپ لال صاحب بھٹناگر کو پونا ستارہ سے بُلا کر امورِ ریاست سپرد کئے، اُسوقت سے تاجداران کانگڑہ کی مسلسل خدمات انجام دیتے رہے، آپکے بزرگان کی خدمات شاہجہان بادشاہ دہلی کو پسندیدہ معلوم ہوئیں، اور قانونگو مقرر کئے گئے، جس کا حلقہ نصف کانگڑہ تھا،

آپ ۱۹۰۶ء میں ڈپٹی کمشنر شملہ کے آفس میں داخل ہوئے، زاں بعد بطور ہیڈ رجسٹرار ہرسنا (حال ہوم سکرٹری گورنمنٹ آف انڈیا) ریاست رامپور بشہر میں کام کیا، پھر نالاگڈھ کے اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوئے، اور جہاں بطور وزارت بھی کام کیا، اب جنوری حال میں بھجی کے منیجر ہوئے تھے، اُمید کی جاتی تھی کہ آپ گیان سنگھ کی پیدا کردہ تمام خرابیوں کو دور کرینگے، اب آپ ٹھیوگ مامور کئے گئے، مگر وہاں تو آگ لگ رہی ہے،

بھجی کی قابل ہستی | بھجی ابتدا سے ہوشیار اور ذی فہم آدمیوں کی پیدائش میں مشہور ہے، اور اُس نے بڑے بڑے مشہور اشخاص پیدا کئے، اُن میں سے ایک ٹھاکر نرائن سنگھ جی ہیں کہ جو بہت عرصہ تک پولیس میں نیکنام ملازم رہے، یہ بڑے متواضع ہیں، اور خوبی یہ کہ گورنمنٹ قیصری اور دربار کے خیرخواہ ہیں، جنگ عظیم میں آپنے اُس علاقہ سے کہ جو جنگ کے نام سے کانپتا تھا بہت رنگروٹ بھرتی کرائے، اور یہ اُسوقت ہُوا جبکہ آپنے برادران عزیز جنگ کی قربان گاہ کی طرف روانہ کئے (باقی دارد)

رئیس الکلام

نوید بسنت مبارک سمت ۱۹۸۵

مہاراجہ ادھیراج پٹیالہ ایام بسنت مبارک دہلی میں گذار رہے تو اس مبارک
تقریب پر جناب بہار رسا می مدظلہ نے حسب ذیل دعائیہ قصیدہ بارگاہ خسروی میں پیش کیا۔ ایڈیٹر

"اقبال تو ہمیشہ در فزوں باد" دعائیہ　　"دشمن تو ہمیشہ سرنگوں باد"
بل بل کے نغمے گاتے ہیں گلشن میں بلبلیں　　"آمد بسنت کی ہو مبارک سرِ جنود"
اقبال و جاہ و دولت و ثروت کا ہو وفور　　اور خاندانِ شاہی کا بڑھتا رہے شعور

پرماتما سے یہ ہے دعا خاص و عام کی
ہر حال میں روانی ہو صحت کے جام کی

سردی کی سختیوں سے اماں سب نے پائی ہے　　اک سال بعد دل کی تمنا بر آئی ہے
موسم نے خوشگوار یہ صورت دکھائی ہے　　آیا بسنت جوشِ طرب کی چڑھائی ہے

ہر دم لب بہار سے آتی ہے یہ صدا
پھولا پھلا رہے یہ چمن پھول کا سدا

مژدہ بہار سمت ۱۹۸۶ بکرمی

موسم بہار موسموں کا راجہ ہے جو برکات راجہ کی ذات سے رعایا پر نازل ہوتی ہیں وہی برکات اس موسم میں دنیا والوں پر گویا اس کا نزول مہاراجہ بکرماجیت کے عہد حکومت سے بھی زیادہ بابرکت ہے اک زمانہ ہے کہ راجگان کا وجود بے سود سمجھا جانے لگا۔

مگر ہمارے معزز سرپرست جناب سردار دیوان رائے بھگونت رائے صاحب بہار شاہی ایم اے، ایس بی - ایم پی ایچ، ایس، مدظلہ العالی راجگان ملک کو اب بھی وہی درجہ دیتے ہیں، آپ نے ترقی بانا کی موزونی سے حسب منظوری بتقریب دربار عام جیا کی مبارک مہاراجہ ادھیراج پٹیالہ کو حسب ذیل مژدہ سنایا اور ساتھ ہی کل ہندوستان کے تاجداران کو انکی برکات سے باموقع آگاہ فرمایا، ہر شعر کی خوبی سمجھنے سے تعلق رکھتی ہے، اب کوئی خواہ سمجھے خواہ نہ سمجھے "ایڈیٹر"

بہار کا ہے جو جوبن بہار پر آیا — ہر ایک شاخ ہے پھوٹی تو گل ثمر لایا
نہ ہے بہار کا موسم نہ ہے عروج بہار — کہ مرغ بریاں لگی جس سے بے بال و پر لایا
کھلا ہے دل کی کلی، ہو ہزار پژمردہ — اثر بہار یہی، زیر اور زبر لایا
مہک گیا ہے یہ گلشن جو نکہت گل سے — نوید عنبریں یہ شمس اور قمر لایا
نمو سبزی تری کی ہے آب سے موسم — خزاں کی جڑ کے لئے تیز اک تبر لایا
شکستہ مردہ طبائع کو ہے یہ آب حیات — خزاں کی جان کا قاتل یہ اک زہر لایا
ہزار لطف بہاری بہار میں پنہاں — مگر خبیث طبائع پہ اک قہر لایا
بہار راجہ ہے بے شک ازل سے تو دل کا — گل مراد اسی عہد میں شجر لایا
غواص بحر معانی فدائے فکر عمیق — بہار پر یہ در شہوار سے ہنر لایا
بہار مردہ کی خاطر یہ مژدہ اک لایا — لہر ہزار نہیں، لاکھ یہ لہر لایا
نئی نوید کا مژدہ نئی بہار میں ہے — ہے تازہ سال، شگوفہ یہ تازہ تر لایا
نہ فکر رنج ہو مطلق، جو ہو نشاط و ظفر — خزاں بہار سے خائف ہو کے قہر لایا

ہر ایک شام سرانجام ہو بعیش و نشاط
بہار خاطر بہار آج کیا! سحر لایا

ایک خستہ حال خاندانی

کے خیالات

(خاکسار [illegible])

خدا نے حسن نادانوں کو بخشا | زر بخیلوں کو
خردمندان را نانِ خشک بخشا | دیا حلوا رذیلوں کو
خدا نے دلبر یا معشوق بخشا | دل کے مُردوں کو
زنِ بدبخت بد طینت یہی بخشی | دل کے رنگینوں کو

قندِ پارسی

در نعتِ خواجۂ کائنات فخرِ موجودات ابو القاسم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مخمّس

تتبع حضور نظام سلطان دکن خلد اللہ ملکہ، از کلامِ بلاغت انجام حضرت فانی شیرازی علیہ الرحمۃ

اگرچہ حضرت فانی اس دارِ فانی سے راہیِ عالمِ جاودانی ہو گئے" اور اب تک مرحوم کا کلام کبھی زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہوا" نیازمند سے مرحوم کو جو محبت و انسیت تھی اس کا تقاضا ہے کہ جوہر شناس حضرات فارسی سے دلچسپی رکھنے والے ناظرین رئیس ہند کی ضیافتِ طبع کیلئے مرحوم کا کلام نعتیہ بطور نمونہ ہدیۂ ناظرین کیا جائے۔ (خاکسار میر بشارت حسین زیدی نامہ نگار سندھ از خیرپور سندھ)

یا رسول اللہ بدرگاہت اماں آوردہ ام | در حضورت داد از دورِ زماں آوردہ ام
خونِ دل از دیدہ چوں چشمۂ رواں آوردہ ام | پیشِ تو من داستانِ خونچکاں آوردہ ام

شکوہا از انقلابِ آسماں آوردہ ام

نغمۂ شہباز ترک و کردوزابل درگذشت رنگ از گل رونق از گیسوئے سنبل درگذشت
از گلستان نغمہ و آہنگ بلبل درگذشت آسماں می گویدم کاں موسم گل درگذشت

من بہارت را پئے صرف خزاں آوردہ ام

در گلستاں می سزد از دستِ جاناں جام مُل فصلِ فروردین حضورِ انورِ سلطانِ گُل
اندراں فرخندہ آیا سیکا اندر رُوئے مُل عالمم گوید کہ من بہر تو از شاہ رسل

سرفرازی ہائے لطف بے کراں آوردہ ام

کے تواں بر خویشتن کردن اولئے نذر تو از تو می خواہم بقا اندر وفائے نذر تو
جاں چہ باشد تا نمایم من فدائے نذر تو چیست در دستم کہ آرم از برائے نذر تو

یک دلِ پُر درد با آہ و فغاں آوردہ ام

آنانکہ نورش صبح اوّل عالم آرائی کند با نجی اللہ و براہیم ملجائے کند
با کلیم اللہ اندر طور گویائی کند زندہ گردم او چو آہنگِ مسیحائی کند

در حضورش شکوۂ دردِ نہاں آوردہ ام

محرمے غیر از صداقت اندریں درگاہ نیست تارکِ راہ شریعت محرم ایں راہ نیست
نام مایوسی بدرگاہ رسول اللہ نیست رنج ناکامی و محرومی بہ بزم شاہ نیست

شادمانم گر دلِ ناشادماں آوردہ ام

تا غمش رہبر بود کے حالِ من گردد تباہ کے شوم گمراہ تا عشقش مرا بنمودہ راہ
فاطمیا خوش گفت سلطانِ دکن آں پنہاہ اے زہے قسمت کہ من عثماں پئے عفو گناہ

رو بسوئے درگہ شاہ شہاں آوردہ ام

رئیس ہند کا شرح چندہ حسب ذیل ہے:-

قسم خریدار صاحبان	مہاراجگان بہادر	راجگان بہادر	اُمراء و رؤسائے نامدار	عوام	طلباء	مابعد
شرح چندہ	یکصد روپیہ		صہ	عہ	صہ	[illegible]

رئیسِ ہند کلب

محمد فاروقی حیدرآباد دکن کو معلوم ہو کہ آپ کا ایک طولانی مراسلہ مشتمل برب تعصبی حضور نظام موصول ہوا، آپ نے جس قدر واقعات لکھے ہیں، اُن سے سوائے ادائے حق گزاری اور کوئی نتیجہ پیدا نہیں ہوتا، واقعات و حالات خود بخود روشنی میں آجاتے ہیں، اگر نظام بے تعصب ہیں، تو یہ اُن کی سلطنت کی بقا کا موجب ہے،

ٹھاکر پرتاپ چند ریاست سانگری شملہ کو واضح ہو کہ آپ نے جو ٹھاکر صاحب سانگری کی بے تعداد ظلم رانیوں کی طویل داستانیں لکھی ہیں، وہ بلا دلیل و تصدیق ہیں، اسلئے رئیس ہند اپنے تاجداران پر خواہ مخواہ الزام عاید کرنا نہیں چاہتا،

گمنام نامہ نگار رام پور بشہر (شملہ) متنبہ رہیں، کہ آپ نے اپنے طول و فضول مراسلہ میں راجہ صاحب اہلکاران اور رائے صاحب پنڈت چتر سنگھ وزیر اعظم بشہر واس آنریری مجسٹریٹ کیخلاف مجرمانہ مضامین بھیجے ہیں، وہ رئیس ہند میں ہرگز ہرگز شائع نہیں ہو سکتے، گمنام رہنا اور بے جا سفت رائیگاں پر الزام محض لگانا، آپ کی شرارت طبعی کا ثبوت ہے، آپ کا تمام مراسلہ کمینہ الزامات، قانون شکن اتہامات اور گندی زبان سے مملو ہے، اور جو واقعات درج کئے ہیں، وہ بجائے خود سنگین الزامات ہیں، اگر آپ کو اُن کی اصلیت کا دعوے ہے، تو کیوں اپنے دستخط سے صاحب سپرنٹنڈنٹ ہل اسٹیٹس کی عدالت میں مرافعہ دائر نہیں کر دیتے، تاکہ ہر دو کی حقیقت منکشف ہو جائے، اور آپ کو بھی قدر عافیت معلوم ہو جائے، ہم یہ سنگین الزامات اس صورت میں چھاپ سکتے ہیں، کہ تحریری ثبوت کے ساتھ اپنا نام و نشان مفصل دیں، اس کے ساتھ ہی ہم دربار رام پور بشہر کو آگاہ کرتے ہیں، کہ آپ کے خلاف ۸ دفعات میں نہایت سنگین الزامات لگائے گئے ہیں، مگر جنہیں ہم یہاں درج کرنا حق وقائع نگاری کے خلاف سمجھتے ہیں، آپ خود کریں،

کھلی چٹھی بنام بابو دیوان سنگھ ایڈیٹر اخبار ریاست دہلی

دیوان سنگھ بعدہ بھائی دیوان سنگھ پھر بابو دیوان سنگھ اب سردار دیوان سنگھ مفتون کی جو ذاتی حیثیت ہے گو عوام اُس سے ناواقف ہوں، مگر وہ خوب جانتا ہے کہ سوسائٹی میں اُس کے گھرانے کی کیا کیفیت ہے اُس کی علمی قابلیت اس کی تحریرات قلمی آئینہ سی پیش ہے چاند صیبی اُس کی حیثیت، جس سوسائٹی میں یہ مفتون چلا پنا وہ نا سمجھی ہی کی نہیں بلکہ ہماری کل ریاستوں کی بربادی کی ذمہ دار ہے۔

بھائی گوردچرن سنگھ کو ناجہ کی گدی کی اپیل سے اور بچوں کی طلمرانی کی تنخواہ سے ستم کے لئے ہزاروں کی رقم سے "ریاست" جاری ہوا، اور اس نامراد پارٹی کے پروپاگنڈا کا یہ نتیجہ ہوا کہ بیچارہ اپنی خاندانی حیثیت سردار سے گر کر بھائی جی رہ گیا، اس پارٹی نے جہاں اپنے آن داتا کی یہ خدمت کی، وہاں دیگر تاجدار بھی اُن کے فیضِ عام سے کب محروم رہنے لگے تھے، چنانچہ اس چنداں چوکڑی نے ہمارے قابلِ تعظیم تاجداران کی جناب میں وہ وہ شرمناک حرکات کیں، کہ ایک دنیا بلبلا اُٹھی، یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ اُن کی حرامخوریوں کے لئے روپیہ کی بارش ہوتی ہے، چنانچہ ایسا ہوا، مگر اِن کے دوزخ کہاں بھر سکتے تھے، اب بعض اخبارات کا وطیرہ ہو گیا ہے کہ ایک ریاست کے خلاف جو دل میں آیا، لکھنا شروع کیا، قانون کا خوف نہیں، جانتے ہیں کہ نالشیں نہ ہونگی مگر پبلک نے اُن گندہ دہن اخبارات کو جانچ لیا ہے، چنانچہ بابو دیوان سنگھ کی کاغذی ریاست کے متعلق ذیل کی چٹھی بڑی دلچسپی کیساتھ پڑھی جائے گی، جو ہمیں حیدر آباد دکن سے اِسی ماہ میں موصول ہوئی ہے۔ ایڈیٹر

جنابمن، آپ کے اخبار نے جس قدر ترقی کی وہ محض اِس بنا پر کہ جھگڑوں سے آزاد اور مہذب تھا، مگر افسوس ہے کہ اس کی پوزیشن بھی عام ہو چلی، اور آپ کو بھی آخر اُسی تعصب اور طمع کی عینک لگانی پڑی، کئی ہفتہ سے آپ والیانِ ریاست کے نام نوٹس جاری کر رہے ہیں (باقی)

مشاغلِ علمی و تقریظات

کرشن سندلیہ | سائز ۲۲×۱۸/۸ صفحہ ۵۰ مؤلفہ منشی محمد حشمت علی صاحب قادری ریٹائرڈ انسپکٹر پولیس پٹیالہ۔

مندرجہ بالا تالیف پٹیالہ کے خاموش اور قابل پولیس افسر منشی محمد حشمت علی صاحب انسپکٹر کی جدت طرازی کا نمونہ ہے، کہ ایک ایسے موضوع پر قلم اٹھایا، جس پر بظاہر آجتک ہندستان میں کسی علم دوست کی توجہ نہیں ہوئی، قابل مؤلف نے فراخدلی، منصف مزاجی، صلح کل، پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت آزادی سے سری گیتاجی اور قرآن شریف کے ہمعنی احکام و مختلف مذاہب کے بزرگان کے مماثل اقوال بڑی تلاش اور محنت سے بہم پہنچا کر ایک مسلسل لیکچر کی صورت میں ترتیب دیئے ہیں، موجودہ پُرآشوب زمانہ میں دو بڑے مذاہب کے اتحاد و آشتی کے لئے اس کتاب کی اشد ضرورت تھی، دیباچہ کا ایک فقرہ ملاحظہ ہو:۔

"اس تالیف میں ہم نے گیتا کے ادھیائے ۱۲ عالم و عقل کے مندرجہ مسئلہ وحدت الوجود یا ہمہ اوست کے ہمرنگ و مطلب احکام قرآنی و احادیث جناب پیغمبر صاحب و دیگر بزرگانِ اسلام و ہنود کے اقوال یکجا و ہم ربط فراہم کر کے دکھائے ہیں جس وقت معزز ناظرین اصل تالیف ملاحظہ فرمائیں گے، تو حیران رہ جائیں گے کہ اس درجہ مماثلت و ہمرنگی مختلف مذاہب کے احکام و اقوال میں کیونکر آئی، اگر نام کتاب یا بزرگ کے نام کے ساتھ تحریر نہ کیا جائے، تو ایک دوسرے میں تمیز بھی نہ ہو سکے گی، کہ یہ کس صدف کے نکلے ہوئے موتی، اور دُر کونسے معدن۔ جواہرات ہیں، اس لئے یہ مخزن حکمت تالیف بھی مختصر ہے، اور یہ تھوڑا سا عطر مجموعہ ہم نے آٹھ ماہ کی سخت تلاش و کاوش کے بعد تیار کیا ہے"

نفسِ مضمون کی خوبی ملاحظہ ہو:۔

"پھر سری کرشن نے فرمایا کہ اے ارجن اگر تجھ کو یہ دنیا پیاری ہے، تو دنیا کے آدمیوں کے ساتھ مل، جن کے ملنے سے شہوت (کام) پیدا ہوتی ہے، اور شہوت سے غصہ (کرودھ) اور اس سے نادانی اور نادانی سے عقل کا زوال کو زوال آتا ہے، اور پھر ایسے شخص کو دونوں (نرک) ملتا ہے، جیسا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے (مؤلف)

(حُبّ الدنیا راس کل خطیئۃ وترک الدنیا راس کل عبادۃ)

یعنی سنسار کا موہ کل پاپوں کا مول ہے، اور اس کا تیاگ کل بھگتیوں کی جڑ"

مؤلف اس کتاب کو معمولاً طبع کرا سکتے تھے، مگر اہمیت تالیف کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کا خیال ہے، کہ جیسی لاثانی یہ کتاب ہے، اعلیٰ درجہ کے آرٹ پیپر پر اور موٹے خط کے ساتھ اور وہ بھی کسی معتقد و علم دوست رئیس کی طرف سے ہے،

ہم رؤسائے ملک سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس بے نظیر تالیف کو شاہی مصارف سے نہ صرف طبع کرائیں، بلکہ منصف مزاج مؤلف کی قدردانی بھی فرمائیں، "نقاد سنامی"

نمونہ کا پرچہ مفت

مفت خوری کے پرستار، حقیقی وقائع نگاری کے دشمن، ملک کے بدخواہ آدھ آنہ کا ایک پوسٹ کارڈ، بڑے بڑے امدادی وعدوں کے ساتھ دفتر ہذا میں "رئیس ہند" کے نمونہ کے لئے روانہ کرتے ہیں، اور ایسے تمام خطوط اسی وقت چاک کر دیئے جاتے ہیں، جو صاحب نمونہ طلب کرنا چاہیں، ایک روپیہ بذریعہ منی آرڈر روانہ کر کے نمونہ ملاحظہ فرما سکتے ہیں،

تیمونت رائے چیف منیجر رئیس ہند

دہلی

ہمارے حاصلِ شدہ سوراج

رقت آمیز داستانِ جلا وطنی

مظلوم مہاراجہ بھرتپور

راجگان کیلئے درسِ عبرت

ستارہ جو سمجھتے ہیں غلط فہمی یہ اُن کی ہے
فلک پر آہ پہنچی ہے مری چنگاریاں ہو کر

۲۷ اگست ۱۹۲۸ء کی شام رؤسائے ہند کے لئے درسِ عبرت تھی ' اُس کی ظلمات مادہ سیاہ کی ایک دوات تھی ' سورج کی پرنور درخشانی صفحات قرطاس ' معتدل خطوط واقعات عبرت ' وائسرائے کی چٹھی بھرتپور کے کیمپ شملہ میں پہنچی کہ تمام ریاستی مخالفتیں اور افواہات بند کر دیئے گئے ' بھرتپور سے ۱۰ میل دور رہو " چٹھی کے صادر ہوتے ہی شملہ کا خوشگوار موسم ' شام غریباں میں منتقل ہو گیا ' جو صدمہ مہاراجہ بھرتپور اور خوشی الحرام حاشیہ نشینانِ مہاراجہ کو ہوئی اُسے کون جانتا ہے ؎

لطفِ اُلفت کے نہ ہرگز ہم نشیں سے پوچھیے   یہ ہمیں کچھ جانتے ہیں ' یہ ہمیں سے پوچھیے

اگر ایک طرف راز سے آگاہ ہو کر گلزار پھول کی طرح مرجھا گئے اور نقشہ عشق کھا گئے " نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن " کا معاملہ تھا ' تو دوسری طرف عیش و عشرت کے دوست ' شراب و کباب کے ہم نشینی ' مارِ آستین دل ہی دل میں خوش خوش ہو کر اپنے آقا مہاراجہ کو اُس کی حالت پہ چھوڑنے اور خود بھرتپور روانہ ہونے کے اسباب باندھنے لگے

میں اس وقت اتفاق سے مہاراجہ کی ملاقات کے لئے ڈرائنگ روم میں بیٹھا تھا مہاراجہ نے خبر پہنچائی کہ ایک چٹھی کو سربمہر کرکے ابھی آپ سے ملتا ہوں، میں نے پریشانی کا جو عالم دیکھا، فوراً سمجھ گیا، کہ یہ کوئی جدید آفت ہے، ایک نمک حرام اے ڈی سی سے سلسلۂ تکلم شروع کیا، وہ بدمعاش رنگین کا سوٹ پہنے، آپ ٹو ڈیٹ جنٹلمین بنے ۵۵۵ کا سگرٹ سلگائے ہوئے، ہشاش بشاش نظر آیا، میں نے پوچھا کہ آخر تو خیر ہے؟

اے ڈی سی (بڑی بے پروائی سے) مہاراجہ دہلی جا رہے ہیں، اور وائسرائے کو چٹھی لکھ رہے ہیں،

میں: شملہ کا موسم تو اب آیا ہے، دہلی میں تو سخت تکلیف ہوگی،

اے ڈی سی:۔ (سگرٹ کا بڑی خوشی سے کش لگا کر) مہاراجہ بڑے ضدی ہیں،

میں:۔ ہر نمک خوار کا فرض ہے، کہ مالک کو نیکی بدی سے آگاہ کرے، آپ نے اپنا فرض ادا کر لیا، یا سوٹ بوٹ یوں ہی پہن رکھا ہے،

اے ڈی سی:۔ ہمیں کیا ضرورت پڑی اور ہماری سنتے کب تھے،

میں:۔ آپ کا یہ فرض نہ تھا اگر ایسا تھا، آپ الگ ہو جاتے، تاکہ نمک حرام نہ سمجھے جاتے،

اے ڈی سی:۔ ہمارا کیا بگڑا! آپ بگڑ گئے، ہمیں تو اپنی تنخواہ سے مطلب تھا،

میں:۔ آپ بھی دہلی جائیں گے،

اے ڈی سی:۔ ہم تو سرکاری نوکر ہیں، اپنی نوکری پر جا کر حاضر ہوں گے،

اتنے میں گھنٹی بجی، وہ بھاگا اور مالک کی تلاش میں اِدھر اُدھر گھوما، چٹھی تیار ہوئی اور مہاراجہ مرحوم نے ہمیں بلایا، جو بیمار جسم، مظلوم صورت، پژمردہ دل و دماغ، چست و چالاک، مصنوعی توانائی، شرافت و اخلاق کی تصویر تھی، دو شہزادے آنے والی مصیبت سے ناآشنا برآمدہ میں چاند سورج کی طرح نور افگن تھے، اندر آکر باپ سے لپٹ گئے جب وہ سب سے ہاتھ ملا کر رکشا میں بیٹھ کر ریلوے اسٹیشن پر جا پہنچا، تو ہمراہیوں نے بھر تیوری کا

اختیار کیا، یہ ہے انجام اپنے خانہ زادان کی بربادی اور عنصر غیر کے اعتماد کا، جب دہلی میں دم نکلا، زیورات وجواہرات سنبھالنے والا تو کیا ہونا تھا، کوئی پانی پلانے والا نہ تھا، خدا کرے سمت گنگا کا بھلا ہو گئے

اندور کی خوش قسمتی

یہ صحیح خبر نیک حلقوں میں بڑی مسرت سے سنی جائیگی، کہ آئندہ ماہ دسمبر میں نوجوان مہاراجہ اندور عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لینگے، مسٹر ایس، ایم - بانیا وزیر اعظم ہزار ستائش کے مستحق ہیں کہ آپ نے طوفان کا مقابلہ بڑی دانشمندی سے فرمایا،

ریاستہائے اور اخبار دہلی

شرمناک انکشاف

مسٹر پی - ایس - ایئر کا ایک حیرت انگیز مراسلہ اخبار دربار (انگریزی) مورخہ ۲۵ فروری میں چھپا ہے، جس نے اخباری شرارت کی قلعی کھولکر رکھ دی ہے، تمہید ملاحظہ ہو:-

"اکثر اوقات پیشہ ور مہمانوں کے ریاستوں کے مہمان خانوں پر حملے ہوتے ہیں، جو رئیسوں کے لئے نفرت انگیز اور رعایا کے لئے ایک بار ہیں، کبھی کبھی ایسے ایسے اڈیٹران ایسے مہمان خانوں میں بڑی آؤ بھگت سے دیکھے گئے ہیں کہ جنہیں گھر پر تو دال ہے نہ روٹی، وہ شاہی دسترخوانوں سے نہ صرف اپنا تو شکم گرم کرتے ہیں، بلکہ مہمانداری کی اشیائے پسماندہ کے ٹکڑے بھی اپنے دور دراز دفتروں میں پہونچانے کے مشتاق ہیں، یہ امر قابل افسوس ہے کہ باوصف قرب محلات شاہی وہ اپنا عز ووقار کھو بیٹھتے ہیں، جس سے اُن کی جبلی عادت ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی، یہ اخلاق وتہذیب کے مدعی ہر طرح کی ریفارم کے ساتھ اپنی زندگی کا نہایت ذلیل نمونہ پیش کرتے ہوئے دیکھے جاتے ہیں"

مندرجہ ذیل خطوط دہلی کے ایک ہفتہ وار اخبار کے مجرم اڈیٹر کی طرف سے اپنی پیاری زوجہ کو بڑے اشتیاق اور جذبہ بوسہ بازی کے ابھار پر لکھے گئے ہیں، یہ اخباری سفر زپیشہ کا نہایت ہی شرمناک اور ذلیل ترین نمونہ ہے،

یہ شرمناک خط وکتابت مندرجہ ذیل دلدادہ نے لطیفوں کو زندگی کا نمونہ پیشکا ترجمہ خالی از دلچسپی نہیں، یہ چھپیات جرقار

اور ایک بی اور ایک ڈی ریاست کے مہمان خانوں سے لکھی گئی ہیں، اگر یہ چٹھیات صحیح ہیں تو حرف آر رامپور سمجھنا چاہئے، حرف ڈی دتیا، کیا یہ ہر دو ریاستیں ان پر روشنی ڈالینگی (اڈیٹر)

چٹھی نمبر ۲ | "مہمان خانہ بی ریاست ۱۷ جنوری ۱۹۲۸ء ...... میں نے اس سے پہلے کسی ریاست کی ایسی مہمانداری نہیں دیکھی، گذشتہ شام رولز رائس موٹر میں سیر کرنے کے بعد سینما کی سیر کی ..... میں ڈنر میں شامل ہوا، افسوس کہ شکم سیر ہونیکی وجہ سے میں دل بھر کر نہیں کھا سکا، پان، میوہ، شیرینی بافراط ملی، اُسے پیاری "تمہیں نہیں تمہارے لئے جمع کر رہا ہوں، مجھے خوف ہے کہ سنگترہ میرے تمہارے پاس پہنچنے تک سڑ جائینگے، کھانے کے بعد رنڈیوں کا مجرا ہوا" (ایسی ایسی گراوٹ کے انسان اخبار نویس ہیں)،

چٹھی نمبر ۳ | "مہمان خانہ ریاست ڈی مورخہ ۲۰ جون ۱۹۲۷ء میں ریاست کے مہمان خانہ میں ٹھیرا ہوا ہوں، شریف دیوان صاحب نے بڑے اعلے پیمانہ پر انتظام مہمانداری کیا ہے، میں انگریزی کھانا کھا رہا ہوں ...... مجھے یہ مہمانداری دیکھ کر تم ہر وقت یاد آتی رہتی ہو، یہاں پہنچنے پر مجھے خیال آیا کہ کاش میں تم کو بھی اپنے ساتھ لاتا، یہاں دو بستروں کے کمرے عیش و عشرت کے کرنے کے لئے ہیں، میرے خیال میں یہ نہ تھا کہ میرے لئے ایسے سامانِ آسائش مہیا کئے جائینگے (دیوان صاحب کی مہربانی کا نتیجہ ہے) اگر مجھے یہاں کی آسائش کا حال پہلے معلوم ہوتا تو تمہیں اپنے ہمراہ ضرور لاتا، پیاری جان تمہاری علیحدگی میرے لئے شاق ہے، تمہارے بغیر یہاں کا عیش و عشرت میرے لئے باعث مسرت نہیں، میں چاہتا ہوں کہ تم ہمیشہ میرے ساتھ رہکر ایسی عیش و عشرت کی زندگی گذارو" (یہ گورچرنی چنڈال چوکڑی کے جذبات بھی معلوم ہوتے ہیں)

چٹھی نمبر ۴ | "مہمان خانہ ریاست آر ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۷ء ...... نواب صاحب بڑا اشراف ہے ..... تمہیری جان تمہاری وہاں کیسے گذر رہی ہے، مجھے تمام رات تمہارے خواب آتے رہتے ہیں جو واپسی پر بیان کروں گا" (ایسی شرمناک خط و کتابت اپنی زوجہ سے کی جانی خاص اسی کا حصہ ہے)

چٹھی نمبر ۵ | "آج میں نے خانسامہ سے دوستی پیدا کی، اور اسکی معرفت مہمانخانہ میں عورت منگائی اور پانچ روپیہ اسکی خرچی میں دئے، پیاری جان بڑا سستا سودا تھا" (آپکو [illegible] معلوم ہو گی) اخبار بین اصحاب سمجھ جائینگے کہ کون حضرت ہیں، یہ وہی ہیں کہ جو ایسی عادات کے عادی ہیں؛

آپ اس کے مقابلہ میں انکے اخباری لہجہ ناصحانہ پر بھی غور کرو، جو ہر ہفتہ شیخ سعد اللہ ... کا بہروپ بنا رہے تھا۔ کہ یو۔پی کا ایک اخبار لکھتا ہے:—

"کچھ عرصہ سے بعض اخبارات نے یہ وطیرہ اختیار کیا ہے کہ وہ اپنے اکل و شرب کا ذریعہ محض سب و شتم کو بنانا چاہتے ہیں، مدیران اخبار کی حالت اس زمانہ میں عجیب و غریب ہے، ہر کوتاہ معاش علم سے بے بہرہ یہی سوچتا ہے کہ اخبار نکال کر معاش پیدا کرے، اور جب عنان ادارت ہاتھ میں آجاتی ہے تو پھر اسکو یہ فکر دامنگیر ہوتی ہے کہ کسی والئے ملک کے منہ آئے، والیان ریاست یہ خیال کرتے ہوئے کہ کون جواب دے خاموشی اختیار کرتے ہیں، اور بعض اوقات ..... مدد خدا یہ کی بھی مثل صادق آتی ہے دہلی کے دو اخبار۔ اخبار طاقت اور اخبار ریاست کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے دیسی ریاستوں کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا ہے، اگر حقیقت میں ایسا ہے کہ تو نہایت ہی پاک اور عمدہ خیال ہے، اور اگر کسی ذاتی غرض سے کسی والئے ملک کے خلاف قلم اٹھایا جائے تو ہم یہ ضرور کہینگے کہ یہ بات ننگ صحافت ہی نہیں بلکہ ننگ انسانیت ہو جاتی ہے"۔ (اخبار ...)

کلکتہ میں موٹروں اور ٹرامکاروں سے ہلاکتیں اور ریاستیں

فرد حساب سے پتہ چلتا ہے کہ سنہ ۱۹۲۸ء میں محض ایک شہر کلکتہ میں موٹروں، لاریوں، ٹرامکاروں کے نیچے دب کر ۱۰۷ اشخاص ہلاک اور ۲۳۵۷ مجروح ہوئے، سنہ ۱۹۲۷ء میں ۱۲۵ مقتول اور ۱۸۲۰ مجروح ہوئے تھے، سنہ ۱۹۲۸ء میں مجروحین کی تعداد میں جو اضافہ معلوم ہوتا ہے اسکا باعث ٹرام ٹیکسی اور لاریاں ہیں،

ٹرام کاروں نے ۱۷ اشخاص کو ہلاک اور ۹۱۴ کو مجروح کیا ٹیکسی کی بدولت ۱۶ اشخاص نذر اجل ہوئے اور ۶۳۷ زخمی، دیگر گاڑیوں سے ۵ ہلاک ہوئے اور ۱۱۱۷ زخمی، موٹروں سے ۷۱ ہلاک ۲۶۳ مجروح ہوئے، اب یہ وبا ریاستوں میں بھی پھیل رہی ہے، کہ جہاں بمقابلہ حکومت انگریزی قانون کا ڈنڈا بڑا کمزور ہے، اب خدا غریبوں کے حال پر رحم کرے، کیونکہ امرا تو ہر پہلو کی جانوں کے گاہک ہوتے ہیں، پھر جدید ایجاد انسانی جان کی سخت دشمن ہے،

راجگان کی کثیر الاولادی
مہاراجہ اورچھا اولاد کی جلادی
شکاری اخبارات کی صیادی

متین اخبار اخبار فرشتہ آگرہ اپنی یکم اپریل کی اشاعت میں کیا خوب لکھتا ہے
"مہاراجہ بہادر اورچھا ایک نیکدل والئے ریاست ہیں، آپ کی
ہر دلعزیزی منتظم مزاجی کی نہ صرف ہندوستان میں ہی بلکہ غیر ممالک
میں بھی شہرت ہے، آپ حکومت کے سچے بہی خواہ اور وفادار دوست ہیں، ریاست کا موجودہ اسٹاف
نہایت قابل اور منتظم ہے، خصوصاً صاحب الدو دستار لوچن سنگھ پرائم منسٹر کی خدمات پر ریاست
اورچھا جسقدر بھی ناز کرے وہ کم ہے، آپ ایک نہایت ہی متین شریف الطبع، منتظم المزاج بزرگ ہیں،
ہر وقت ریاست کی فلاح و بہبودی میں منہمک رہتے ہیں، بعض ہمارے معاصرین جنہوں نے اپنے
اخبار کو کاسہ گدائی بنا رکھا ہے اور جو ناجائز دباؤ ڈالکر طرح طرح بہتان لگاکر اپنی جیبوں کے گرم
کرنے کے عادی ہیں انہوں نے فرمانروائے اورچھا جیسے فرشتہ خصلت انسان کو بھی نہیں
چھوڑا، کچھ عرصہ سے ہمارا ہمعصر "ریاست" جو دہلی کا ایک نہایت لغو اخبار ہے اپنی ہر اشاعت
میں مہاراجہ صاحب پر طرح طرح کے بہتان لگاکر اپنی خباثت کا ثبوت دے رہا ہے، حالانکہ ہم اس سے
پہلے بھی اپنے دوست کو اسکی ذمہ داری کا احساس دلا چکے ہیں، مگر غریب اپنی فطرت سے مجبور ہے، ایسا
کہ ہمارا معزز ہمعصر رئیس ہند لکھتا ہے کہ "پچھلے دنوں "ریاست" کے دفتر کے ایک معتمد نے یہ مسرت
خوشخبری سنائی تھی، کہ جب سے "مفتون" ریاست پٹیالہ کے پنجہ میں پھنس کر آزاد ہو گیا، اس نے
قسم کھائی ہے کہ آئندہ کسی ریاست یا رئیس کے برخلاف کوئی معنوی یا زرطلبی کے لئے کوئی بدنامانہ
پروپگنڈہ نہ کریگا، ہمیں بھائی جی کے اس بیان پر شبہ تھا، کوا روز غلاظت کھاتا ہے اور وہی اسے
من بھاتا ہے، کیونکہ وہ اسکی نسلی اور خاندانی غذا ہے، اسکے بغیر اسکا گذارہ نہیں،
"ریاست" کے تازہ پرچوں سے وہی ریاکاری، وہی غلاظت اور وہی ہوس زرطلبی کی بو آتی
ہے، مہاراجہ الور کے خلاف کوئی بات نہ ہو، لیکن ضروری ہے کہ وہ ہر ہفتہ کوئی نہ کوئی تازہ بکواس
کرے، یہی امر مہاراجہ پٹیالہ کی توہین پر مبنی ہے، پس ان رؤسا کو سمجھ لینا چاہئے کہ اگر کوئی
گدھا ان کے لات مارے، تو اسکا یہی علاج ہے کہ اس سے دور رہیں، کیونکہ کوئی نہلے کا دہلا نہیا

مل جائیگا کہ اس مسجد کے ٹھکے کا مزہ چکھا دیگا۔

ہم پھر اپنے معاصر کو دوستانہ مشورہ دیتے ہیں کہ وہ آیسے غلط اور لغو رپورٹ لکھکر اس معزز پیشہ کو بدنام نہ کرے، اور اپنے پڑوسی ہمعصر طاقت سے ایک سبق حاصل کرے"

دنیا میں گراں باری اولاد غضب ہے،

رئیس ہند یہ انکشاف کردینا ضروری سمجھتا ہے کہ جب حکمران اپنی شہوت پرستیوں سے بے شمار ناخلف اولاد پیدا کرتا ہے تو شیکہ اور کنور اسکی اخیر عمر میں اُسکے دشمن جان ہوجاتے ہیں وہ اپنی مغربی تعلیم کی ناخلفی سے ایسے ایسے ناخلفانہ الزام لگاتے ہیں کہ خدا کی پناہ، اولاد پیدا کرنا، اُسے کسی کام کا اہل نہ بنانا، ریاست کے دستور العمل کے خلاف گذارے اور روزینہ دینا، ایسے شاہ کے لئے اور مجرزنیب پیدا کرتا ہے، آجکل کے کنور رام لچھمن نہیں بلکہ برادران یوسف ہیں، مہاراجہ اور رعیہ ہی پر کیا منحصر ہے، دیکھو لو جہاں جہاں ولیعہد جوان اور بے تعداد کنور ہیں وہاں تاجداران کی زندگی وبال جان ہے، مہاراجہ اودے پور - نواب ٹونک وغیرہ تاجدار اسی بیماری کے بیمار اور آیسے ہی خکاریوں کے شکار ہیں، جہاں بشل کپور تھلہ انتظام ہے وہاں نیکی کے آثار نہیں، مگر سب کے سب اسی جال میں پھنسنے کے لئے تیار ہیں، بعض جگہ تاجدار ہوشیار رہیں اور ایسے ناخلفوں کے پردہ دار ہیں تو انہوں اُدھر ایک ملکا اختیار تر ہیں، کہ جو ملکی خدمت کے نام پر ایسی خاک اُڑانا اپنی شکم پُری سمجھے ہوئے ہیں۔

تاجداران کی لاجنب وفاداری اور قربانیوں کا صلہ گورنمنٹ کی بٹلر کمیٹی کی تجاویز ہیں

ملک کے سوراج کے خیرخواہ بند کمینڈ کے ہر دلعزیز اخبار "عزیز ہند" بھاگ بٹلر کمیٹی کی تجاویز پر اس طرح مدبرانہ رائے زنی کرتا ہے:-

"والیان ملک اور گورنمنٹ"

بٹلر کمیٹی کا انجام

پچھلے دو تین سال سے برٹش ہندوستان میں پبلک کا رجحان والیان ملک کی طرف سقدر بڑھ گیا ہے کہ خود والیان ملک کا ناطقہ بند ہورہا ہے، بعض وقت کی زیادہ عقلمندی بھی مضر ثابت ہوتی ہے، چندعالی دماغ

والیانِ مُلک نے مسٹر مانٹگو کے خوش کرنے کو چیمبر آف پرنسز کی بنا ڈالی، اُسی وقت تجربہ کار افرادِ ریاست کو یہ خطرہ ہُوا تھا کہ اس انجمن کے قائم ہونے سے بڑے بڑے خطرات پیدا ہونگے، بقول شاعر ؎

ہمیں کھٹکا ہُوا تھا جب بنائے کعبہ پڑتی تھی کہ یہ جھگڑے میں ڈالیگا بہت گبر و مسلماں کو

پہلے چیمبر میں باہمی غلط فہمیاں اور سازشیں ہُوئیں بڑے بڑے رؤسا نے شرکت سے انکار کیا چھوٹے رؤسا کو اپنی شخصیت بڑھانے کا موقع مِلا، اور جن لوگوں نے شرکت نہیں کی اُنکے ساتھ مخالفت اور غمازی کیگئی، یہ تو ہم بار ہا لکھ چکے ہیں کہ اسی چیمبر کی بدولت والیانِ مُلک کی شاہی عزت اور وقار کا خاتمہ ہو گیا، اور سب حضرات بارہ پنسیری چھوٹے چھوٹے جاگیرداروں سے لیکر بڑے بڑے رؤسا تک ایک ہی ترازو میں تولدئے گئے اور نریندر منڈل میں کالج کے طالبعلموں کی طرح بنچوں پر بیٹھ کر مساوات کا مزہ چکھنے لگے - ہنوز اسی ذلت و خواری کا نشہ پُورے طور پر نہ اُترا تھا کہ مہاراجہ پٹیالہ و دیگر چند رؤسا کو یہ خیال پیدا ہُوا کہ ایک کمیشن کے ذریعہ سے اپنے مراتب و حقوق کی حفاظت کرادیں، چنانچہ بٹلر کمیٹی مقرر ہُوئی اور سر ہارکورٹ بٹلر کے پچھلے کارناموں کو دیکھتے ہوئے یہ اُمید کی جاتی تھی کہ رئیسوں کے واسطے نتیجہ اچھا نکلیگا، لیکن بقول شاعر ؎

جسطرف جاتا ہوں تقدیر یہ چلاتی ہے آرزو کیوں لئے آتا ہے اِدھر کچھ بھی نہیں

سر ہارکورٹ بٹلر نے بھی وُہی کیا جسکا زمانہ کا رنگ دیکھتے ہُوئے ہر شخص کو خیال ہو گیا تھا اور بٹلر کمیٹی کی رپورٹ نے صاف صاف بتادیا کہ نہ اب کسی کی خود مختاری کا زمانہ ہے اور نہ کسی کو اُمید رکھنا چاہیے کہ والیانِ مُلک کی وہ شان اور آزادی قائم رہیگی جسکے وہ متوقع ہیں - اس کمیشن کے قائم ہونے سے ہندوستانی پبلک اور برٹش انڈین لیڈران کو ریاستوں سے خاص قسم کی کچھ خلش پیدا ہوگئی ہے اور اُنہیں یہ خدشہ ہو گیا ہے کہ والیانِ مُلک انگریزوں کا ساتھ دیکر اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد جُدا بنانا چاہتے ہیں - بقول شاعر ؎

کوئے جاناں سے خاک لائیں گے اپنا کعبہ جُدا بنائیں گے

اور اسطرح برٹش انڈیا میں جو حکومت خود مختاری کی کوششیں ہو رہی ہیں اُن کو نقصان پہنچایا جائیگا سر ہارکورٹ بٹلر نے یہ لکھ کر کہ والیانِ مُلک کا تعلق آئندہ تاجِ برطانیہ سے ہے اور سوراج گورنمنٹ سے علیحدہ

رکھے جاویں ایک ایسی چنگاری چھوڑی ہے کہ جس سے آئندہ کو بڑے بڑے شعلے پیدا ہونگے ، ہم یہ کہتے ہیں کہ جب گورنمنٹ اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ والیانِ ملک اپنے عہدناموں کے ذریعہ سے اپنی ریاستوں کے خودمختار ہیں اور اندرونی معاملات میں دست اندازی کا ہر وقت اختیار رہے تو پھر والیانِ ملک کو برٹش تاج سے واسطہ رکھنے میں کیا فوائد حاصل ہونگے ، جو خواہ مخواہ اپنے اہلِ وطن سے لڑائی جھگڑا پیدا کریں ، ہندوستانی پھر بھی رعایت اور مروت کا برتاؤ کریں گے ، اور ایسی حالت میں جب کہ رؤسا ہند کو برٹش گورنمنٹ نے کچھ بھی آئندہ کے واسطے سہارا نہیں دیا بلکہ اُن کا پوزیشن مقابلہ پہلے کے اور بھی زیادہ کمزور کر دیا تو یہ امر قابلِ غور ہے کہ والیانِ ملک کو آئندہ اپنی قسمت لارڈ اروِن کے ہاتھ میں چھوڑنا چاہئے یا موتی لعل نہرو کے ،

ہم دیکھ رہے ہیں کہ اسوقت والیانِ ریاست کے ساتھ برٹش پبلک کی آنکھیں بھی بدل رہی ہیں کہیں فرضی اور خیالی رعایائے ریاست کی کانفرنسیں ہو رہی ہیں ، کہیں اخباروں کے ذریعہ سے رؤسا کی جا و بیجا نکتہ چینی کی جا رہی ہے ، گورنمنٹ دُور سے تماشا دیکھ رہی ہے ، پولیٹکل افسر اپنے اپنے دلوں میں خوش ہو رہے ہیں - ایسی حالت میں والیانِ ملک کو ہم یہ صلاح دیتے ہیں کہ وہ برٹش انڈیا میں اپنے تعلقات کم کریں ، اور اس ہوس کو کہ وہ برٹش انڈیا کے لیڈر اور سرتاج ہیں ترک کریں ، جو واقعہ حال میں مہاراجہ الور کے ساتھ بمبئی میں پیش آیا اُس سے والیانِ ملک کو سبق لینا چاہئے اور خود اپنی پرائیویٹ لائف کو سدھارنا چاہئے جس میں کسی کو اُن پر انگشت نمائی کا موقع نہ ملے ، بقول شیخ سعدیؒ ع

تو پاک باش برادر مدار از کس باک

اگر ہمارے راجہ مہاراجہ اپنی زندگی کو اخلاق اور انسانیت سے منور رکھیں تو کوئی اُن کا ذرہ بھی بال بیکا نہیں کر سکتا ، نہ اُن کو پھر برٹش گورنمنٹ سے ڈرنے کی ضرورت ہے اور نہ سوراج والوں سے " ، ہم بٹلر رپورٹ کا گہری نظر سے مطالعہ کر رہے ہیں آئندہ لکھیں گے ، اڈیٹر ،

کھلی چٹھی

بخدمت

مہاراجہ رنبیر سنگھ صاحب، والئے جیند

ڈھینگرہ ڈاکٹر، موجودہ عملی فرمانروا ریاست جیند کے مظالم اور دراز دستیوں کے متعلق رعایائے ریاست مذکور کے فریادیوں نے بے تعداد اپنی اپنی داستانہائے مظالم دفتر ریکس ہند میں ارسال کی ہیں، جن کے پڑھنے سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ مہاراجہ جیند کی حالت قابلِ رحم اور ریاست کی حالت قابلِ افسوس ہے۔ ایک معزز رکنِ ریاست نے ذیل کی کھلی چٹھی بھی ارسال فرمائی ہے، بوجہ قلتِ گنجائش نوٹ اگلی اشاعت میں کیا جائیگا۔ اڈیٹر :-

" کھلی چٹھی بنام مہاراجہ صاحب والئے ریاست جیند۔ ست سری اکال۔

میں حضور کی رعایا و خیر خواہ ہوں، حضور کے خلاف باتیں سن کر میں برداشت نہیں کرسکتا کہ وہ باتیں حضور کے کانوں تک نہ پہنچاؤں۔ مختصر طور پر ذیل میں عرض کرتا ہوں :-

(۱) ڈاکٹر بہاری لعل ڈھینگرہ جس کو آپ نے اپنی عادت کے موافق بھروسہ کرکے تمام اختیارات دے رکھے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ اُنہوں نے ایجنٹ گورنر جنرل صاحب پنجاب اور سکرٹری صاحبان السرائے صاحب بہادر ہند کی توجہ اسطرف دلائی ہے کہ میں سبکدوش ہوں کہ ریاست میں روپیہ نہیں ہا سرکار کے اخراجات حد سے بڑھ گئے ہیں۔ علاوہ تین لاکھ روپیہ سالانہ جیب خرچ کے ڈنکا رود روڈیڑھ لاکھ روپیہ اور ڈاگ شو اتنی بڑا سفر خرچ انگلینڈ تین لاکھ روپیہ۔ قیمت گھوڑے پانچہزار روپیہ ہر ایک کے علاوہ اور بہت سے سپیشل خرچ ہیں جن کا بار ریاست کو اُٹھانا مشکل ہے۔ ایسی صورت میں انتظام ریاست ہرگز قائم نہیں رہ سکتا۔

(۲) ایک طرف اخبارات مجھ کو بدنام کررہے ہیں۔ دوسری طرف سرکار کے کان سننے سے مجبور ہیں۔ اسلئے میں اپنی مجبوریوں کو حُکام کے نوٹس میں لاتا ہوں تاکہ میں حکام کی نظروں میں نالائق نہ ہوں۔

(۳) آئندہ انتظام کی شکل یہ ہوا سکے آئندہ کوئی نہیں کہ سرکاری مصارف مقرر کئے جائیں، خواہ وہ پیدا

کونسل مقرر کی جائے اور مجھ کو پریسیڈنٹ مقرر کیا جائے۔ تب مجھے کو بھی جمع کر کے دکھلاؤں اور بے خوف ہو کر رعایا میں کسی قسم کی تحریک پیدا نہ ہونے دوں۔

(۴) میں دعوے کے ساتھ حضور کو توجہ دلاتا ہوں کہ جس شخص پر آپ نے اعتبار کیا ہے وہ ایسے اعتبار کے قابل نہیں، اُنکی خود غرضی اور ہوس اس درجہ بڑھ گئی ہے کہ پرما نند برہمن۔ پنڈت نرسنگھ داس جنرل پولیس۔ پنڈت تلک رام پوسٹ ماسٹر جنرل وغیرہ اپنے گورگوں کی معرفت اپنے خیالات میں خوب معروف ہے۔ اور بھگوان سنگھ جج ہائیکورٹ کو بھی علیحدہ کرنا چاہتا ہے۔

(5) یہ بات قبل از وقت حضور کے نوٹس میں لاتا ہوں کہ موضع موڑاں تحصیل سنگرور میں سردار اجیر سنگھ کی تین ہزار بیگھے زمین بھی اب منتقل ہوا چاہتی ہے۔ اسکی پیشبندی میں عیدار سنگھ کو اس ماہ اپریل میں بجائے تین پُشت کے سات پُشت تک کے حقوق دیکر خوش کیا گیا ہے۔ اور مثالات کے حقوق بھی اُن کو دیئے ہیں تاکہ وہ واویلا نہ کریں۔ مہاراجہ صاحب آپ کو اپنی تین لاکھ رعایا کی جان و مال کی حفاظت کرنا چاہیئے، آپ تو اپنی بھی خبر نہیں لے سکتے۔

(6) اُنکار ناتھ کا نستھ نوجوان بچے کے ساتھ جو سلوک کیا گیا ہے وہ اخباروں میں چھپ چکا ہے اور والئسرائے صاحب بہادر ہند کے دفتر میں اسکا ریکارڈ موجود ہے ٹھیکیدار کا آشنا تھا جس کے فوطوں پر تیزاب ڈالا گیا تھا۔ اور اب وہ شہر وطن چھوڑ کر دلی میں دکان کرتا ہے۔

(7) جو کچھ میں نے اوپر عرض کیا ہے ان باتوں کی تحقیقات خود حضور والا فرمادیں یا ایک کمیٹی خیر خواہ اہلکاران ریاست کی بنا کر کل معاملات کو صاف کرالیں تاکہ حضور پر تمام حال ظاہر ہو جاوے۔ ایشور حضور کو سلامت رکھے۔ زمانہ اور گورنمنٹ ہند کی توجہ اور رفتار کی طرف بھی حضور توجہ فرمالیں جو بڑی پالیسی سے کام لے رہی ہے،

پٹیالہ سے سنام موٹر میں

یہ قدیم برباد کردہ شہر پٹیالہ سے ۴۰ میل پختہ سڑک پر ملتا ہے، پندرہ ہزار کی آبادی سے ۵ ہزار رہ گئی ہے، سڑک کارخانہ ریاست کی نگرانی سے بہت اچھی حالت میں ہے، اب چار سال سے موٹر چلتی ہیں، اگر شیولا چھی ہو دو گھنٹہ میں پہنچا دیتی ہے مگر موٹر ڈرائیوروں کی غفلت اور حرامخوری سے کوئی موٹر ایسی باقی نہیں کہ جو رستہ میں جیٹھ اساڑھ کی کڑکتی ہوئی دھوپ کا مزہ نہ چکھاتی ہو، کیونکہ گھنٹوں خرابی کی وجہ سے کھڑی رہتی ہیں،

یہ ضلع کا صدر مقام ہے اور میر جمیل حسین ناظم ہیں، جن کی شہرت بہ نسبت بھگونت سنگھ و میجر بلونت سنگھ نہایت بہتر ہے، شیخ حبیب اللہ نائب ناظم دیوانی ہیں جو بلحاظ قابلیت و دیانتداری ہردلعزیز ہیں۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس سردار بہرپور سنگھ ڈھلوں ہیں آپ پولیس کے انتظام کے لئے خاص شہرت رکھتے ہیں، شریف و نیکدل سردار بلونت سنگھ افسر مال ہیں، بقایا کام کی صفائی کے لئے میر محمود کی مشہور کارگزار سشن جج مقرر کئے گئے ہیں، شہر کی صفائی نہایت ناقص حالت میں ہے، جابجا غلاظت کے انبار جمع ہیں، روشنی بند کردی گئی ہے، چونکہ شہر ایک مرتفع قطعہ پر آباد ہے، قدیم پختہ خشتی بازار برباد ہوگئے، اسلئے چاروں طرف ہاتھی قد سے زیادہ غار پڑگئے اگر یہی حالت رہی تو پچاس برس کے اندر اندر قطعاً برباد ہوجائیگا، حالانکہ یہ وہ شہر ہے کہ جہاں کی خاک نے بانیان ریاست پیدا کئے، اور مسلمان فقراء کی وجہ سے ہندوستان کا مکہ سمجھا جاتا تھا، (سیاح)

مرزا محمد اسمٰعیل ایڈیٹر میسور محسود وزیر پرست اڈیٹر

پرسنلی انڈیا کا بدوضع ایڈیٹر پیلے اخباری برادری میں ایک بے شرم ہستی ہے، وہ قید ہوجانے کے بعد ۱۹۲۷ء میں ہمارے نمائندہ کو جالندھر ملا، نواب رامپور کے سکرٹری کا تار دکھا کر کہا کہ تم ہیں نواب کی برائی چھاپو، اور میں تردید چھاپوں گا، اور پھر میں وہاں جاکر چال چلونگا، اسپر جو ملیگا وہ نصفا نصف بانٹ لینگے، ہمارے نمائندہ نے نہایت حقارت کے ساتھ اس بلیک میل کی سازش کو باعث شرم قرار دیا، مگر اسقدر معلوم ہوگیا کہ آجکل اخبار کیسے کیسے گمراہ آدمیوں کے ہاتھوں میں ہیں، دہلی کے عطار وغیرہ پتوں کی بجائے اخبار خرید لیتے ہیں، پرسنلی انڈیا کا ایک پلندہ غلاظت

کی نالی میں بہ چلا، دکاندار نے خاکروب سے کہا کہ اسے تو لیجا، اُسنے جاروب سے باہر نکالا اور جھاڑو مار مار کر غلاظت دور کی، جب نفضلہ اتر گیا جو جلی حروف میں پرسنلی انڈیا پڑھا گیا، کھول کر جو پڑھا تو میرزا صاحب کے خلاف محض حصولِ زر کی خاطر ناجائز حملے پائے گئے، دکاندار تھا صاحبِ ضمیر، خاکروب کو کہا کہ مہتر صاحب، اسے اسی مقام پر رہنے دیجئے کیونکہ اسکا یہی مکان ہے، یہ ہے انجام ایسی پلید ہستیوں کے نام اور کام کا،

ناہن کا شکار

(۱) ریاست کا کونسا اہلکار بدر کیا گیا؟ (۲) کس کے خلاف سازش کیگئی ہے؟ (۳) کون کون سے نئے ٹیکس لگے ہیں؟ (۴) کون کون سے لوگ جبر سے اُجڑ گئے؟ (۵) لالہ صاحب نے اپنا کونسا رشتہ ملازم کرایا ہے؟ (۶) کون کون عورتوں کا سلسلہ قائم ہوا؟ (۷) سپرنٹنڈنٹ پولیس کی لیاقت ظاہر نہیں زیادہ قابل ہیں؟ (۸) برہمن پارٹی ذلیل سمجھی جاسکتی ہے؟ یہ سوالات ہیں جو بدخواہانِ سرمور سے پوچھے جاتے ہیں اڈیٹر

گورنمنٹ اور پہاڑی راجگان کے لئے مقامِ شرم

ناہن ریاستہائے کوہستان و کمارسین و بھجّی ایک قطعہ مشہور کوٹ گڈھ ۱۲ مربع میل برکنارہ ستلج واقعہ ہے اس کی آبادی ایک صدی قبل ۱۲ ہزار نفوس کی تھی، گورنمنٹ نے قبضہ میں لیلیا، کاشت میں ترقی ہوئی، خوشحالی بڑھی، تعلیم لازمی کردیگئی، ایک ہائی اسکول اور تین مڈل اسکول ہیں، اسوقت اسکی آبادی ۵ ہزار کی ہے، ۵ سو طلبا زیرِ تعلیم ہیں، محکمہ جات ایگریکلچر اور انڈسٹریل جاری ہیں، تعمیر مکانات کے لحاظ سے یہ ایک شملہ کا چھوٹا سا بچہ ہے، تارگھر، ڈاکخانہ، شفاخانہ، ہوٹل، ڈاک بنگلے اور اعلیٰ سڑکیں ہیں، غرضیکہ مُردوں میں ایک زندہ آبادی ہے،

جب شملہ آباد نہ تھا، سبا ہٹو میں حکومت تھی تو پادری سوٹل جبرمن نے یہاں گرجا تعمیر کرکے سکونت اختیار کی اور زراعت و باغبانی کو جو اُن کا معیارِ زندگی ہے اپنا شغل بنایا، خوش قسمتی سے آبادی کو زراعت کی طرف مائل کردیا، چنانچہ اسوقت یہ قطعہ باغات کے لحاظ سے کشمیر کا ثانی ہوگیا،

قریباً ۲۰ ہزار من پختہ پھل کی درآمد ہے، سیب، ناشپاتی، خوبانی، آلوچہ، سٹابری وغیرہ اعلےٰ نسل کے پھل پیدا ہوتے ہیں،

پھر مسٹر شوکس امریکن رئیس نے یہاں سکونت اختیار کرلی، قدرتِ خدا سے وہ ایک سچا رہبر مل گیا، رائے صاحب دیو یداس نے یہاں کی ترقی میں خاص حصہ لیا ہے، گورنمنٹ ریاستوں میں اپنی روز روز مداخلت سے کیا خوبی پیدا کرسکی، اور تاجداران کوہی نے خود کیا کیا؟ دونو کے لئے مقامِ شرم ہے

حاسدانِ دیوان عبد الحمید

؎ شور بختاں بآرزو خواہند۔ مُقبلاں را زوالِ نعمت و جاہ

وہ اصحاب جن کا دامنِ مُراد جرم و آرزو سے پاک ہے کبھی بھی اپنا ضمیرِ ناپاک نہیں کرتے، "بلیک میل" کے بندے اخبار جاری کرکے ایسی ہستیوں کے مُنہ آتے ہیں کہ جن کے جوتے کے تسمہ کھولنے کی بھی اہلیت نہیں رکھتے، بدذات جب اُنکی ذات وصفات میں کوئی نقص نہیں پاتے تو چار پانچ ماہ بعد غلط اور گمراہ کن خبریں چھاپتے ہیں کہ وہ کشمیر جاتے یا گورنمنٹ میں آتے ہیں، ایسی بدذاتیوں سے اپنا تنورِ شکم گرم کرتے ہیں، افسوس صد افسوس،

شور بختانِ مالیر کوٹلہ

نواب مالیر کوٹلہ اپنی اولوالعزمی، سخاوت اور نیکدلی کی وجہ سے بدذات اخبارات کا شکار ہو رہے ہیں، اگر وہ ان بھیک منگوں کو خیرات نہ دیتے تو اچھا رہتے، اب اُن کے مُنہ لہو لگ گیا ہے، اور "دیوانہ سگ" کی طرح اُنکے حضور زہر گھولتے رہتے ہیں، گورنمنٹ عالیہ نے سینکڑوں بدمعاشیوں کے انسداد کے لئے قانون نافذ کئے کیا اس بدمعاش فرقہ کے ذرائع آمدنی کی پڑتال کرتے ہوئے کوئی سخت ایکٹ جاری نہیں کرسکتی ○

پنجۂ بھوپال

جس طرح نواب بھوپال نے اپنے آہنی پنجہ کی قدرت کا اندازہ کرکے "طاقت" کی طاقتوری کا پُرشان طریق پر ہمیشہ کے لئے خاتمہ کردیا، اور اُس کے ہنگام کارکنان کو ذلیل ترین معافی پر مجبور کیا، کیا ملک کے دیگر تاجدار اُسکی پیروی نہیں کرسکتے کہ جو ہر ذلیل سے ذلیل اور کمینے سے کمینے حملہ کرکے اپنا دوزخ بھرنے کا نامراد تردد کیا کرتے ہیں ○

سکوتِ پٹیالہ

پٹیالہ پر چاروں طرف سے بمباری ہو رہی ہے، اور اُدھر پٹیالہ نے اپنی تھیلیوں کے مُنہ کر دئے، اب دیکھنا چاہئے کہ کس کی پالیسی کامیاب ہوتی ہے۔

دربار سرمور کی ابتری

ان بم بازوں نے تقریباً ۲ سال سے دربار سرمور کو اپنا نشانہ بنا رکھا ہے، ہر طرح کے اخبارات دیکھتے ہوئے کہنا پڑتا ہے کہ حالت خطرناک ہو گئی ہے، دفتر رئیس ہند میں لالہ موہن لال سکرٹری کی حمایت و شکایت میں بے تعداد مراسلات خاص سرمور ناہن سے وصول ہوئے، مگر ہم ایسے ہر دو مراسلات ابھی چھاپنا نہیں چاہتے، بہی خواہان سرمور کو جلد انتظام کرنا چاہئے، ہمارے کالم ریاستوں کی خیر خواہی کیلئے ہمیشہ کھلے ہیں،

لوہارو کی بدمعاشیاں

ریاست لوہارو اپنی آمدنی اور رقبہ کے لحاظ سے کوئی وقعت نہیں رکھتی مگر اسکے گذشتہ حکمرانوں کی علمی و ادبی قابلیت کی وجہ سے وہ مشہور ہوئی، اب بڑھاپے میں "مشرقی رنگ رلیاں" عروج پر ہیں، خاص لوہارو کے ایک مراسلہ سے معلوم ہوا کہ کسقدر روپیہ طوائفوں پر خرچ کیا جا رہا ہے، کیا ریجنٹ صاحب بہادر اپنے نابالغ نبیرہ کی یہی تعلیم و تربیت کر رہے ہیں اور نادہندگی کب دور ہوگی۔

بھائی گورچرن سنگھ نابھہ والا

شملہ سے ہمارا معزز نامہ نگار لکھتا ہے کہ بھائی گورچرن سنگھ پر مزید پابندیاں ہونے والی ہیں، اور اُسکے حساب کے کاغذات ایک افسر کے ہاتھ لگے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گدی نابھہ سے معزول کئے جانے کے بعد کس قدر روپیہ اخبارات کے ذریعہ پروپاگنڈا پر لٹایا گیا، عجب لطف ہو جب اُن اخبارات کے نام ظاہر ہوں،

نابھہ کی غلط کونسل

رئیس ہند نے گورنمنٹ عالیہ کی توجہ کے لئے پچھلے نمبر میں ایک تاریخی نوٹ دیا تھا، افسوس ہے کہ نہ تو صاحب ایجنٹ گورنر جنرل پنجاب اسٹیٹس نے کوئی جواب دیا، نہ پولیٹیکل سکرٹری کا، اب ہم خط و کتابت کا سلسلہ بالائے طاق رکھکر ان ہر دو صاحب سے معزولی کی سفارش کرنے والے بنگئے ہیں

شملہ کی ریاستوں کا پولیٹیکل افسر

حکومتِ قیصری نے اپنے قصرِ سیادت کے تعمیر ہوتے ہی ریاستوں پر پولیٹیکل افسران کے ذریعہ حکومت قائم کی، اس وقت کوہستانِ شملہ کی کل ریاستوں کا ڈپٹی کمشنر شملہ ہی پولیٹیکل افسر بنایا گیا، چنانچہ آج تک یہ سیادت قائم ہے۔ شروع شروع میں بڑے بڑے خاندانی انگریز ہندوستان میں بھیجے جاتے تھے کہ جو شاہی نسل سے شاہوں سا برتاوٴ رکھتے تھے، گذشتہ ۴۰ سال سے امتحانِ مقابلہ نے یہ خوبی زائل کر دی، نتیجہ یہ ہوا کہ ان ریاستوں میں ہر طرح کی اندرونی کمزوریاں پیدا ہو گئیں، منیجر آزاد ہو کر حکومتِ بااختیاری کا ڈنڈا چلانے لگے، اور ہزاروں برس کے شاہی خون کو ہر معاملہ میں ناجائز طور پر دباتے، حتیٰ کہ ان کی نابالغی میں ان کو ہر طرح ذلیل و رسوا کیا گیا، تاکہ بالغ ہونے پر بھی وہ اپنے شاہی اختیارات سے محروم رہیں اور ایسا ہی ہوا،

مگر مقامِ شکر ہے کہ گورنمنٹ نے مسٹر ... کو شملہ کی ڈپٹی کمشنری پر مامور کیا، اس شخص کی نسبت تمام پہاڑی راجگان کی رائے نہایت خوشگوار ہے، اس کا طرزِ سلوک کیفیت ایک جوہری کی ہے کہ جو گوہروں کو کامل شناخت رکھتا ہے، اس زمانہ میں جبکہ گورنمنٹ کے خلاف ملک بھر میں منافرت پھیل رہی ہے، ایسے خاندانی اور شریف انگریز کا شملہ مامور ہونا سب کے لئے خوشی کا باعث ہے، روٴسا کو چاہیے کہ اپنے اپنے معاملات بے تکلف اپنے مہربان پولیٹیکل افسر سے بیان کر دیا کریں۔ اور ان سے مشورہ لیا کریں کہ جو فیس لینے والے لیڈروں سے بدرجہا بہتر ہوگا۔

کون کون سے اشتہارات لئے جاتے ہیں

ملک میں اخبار نویس تہذیبِ اخلاق کے مدعی ہیں، اگر ان کے اخبارات کے اشتہارات دیکھے جائیں تو وہ خود مخربِ اخلاق ہی نہیں بلکہ حیا سوز دیکھیں گے، الحمد کہ اس طرز و روش میں ریاست کی بھی کسی طرح ... [illegible] کی خواہش ہے انہیں جو اشتہار مخربِ اخلاق ہیں، ان کے متعلق ... [illegible] بھی نہ پہنچا جائے۔

چیف منیجر ریاست ہند دہلی،

مرآۃ الغیب

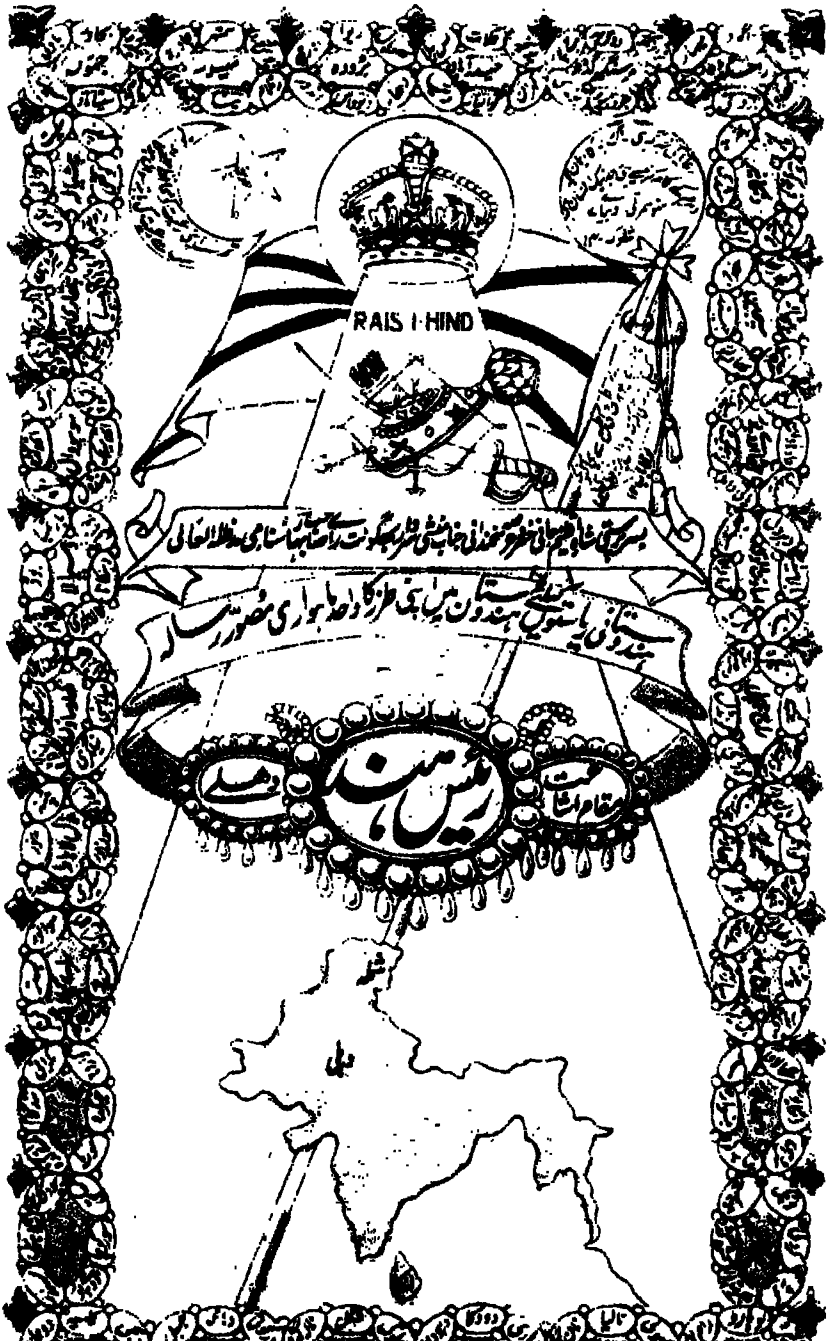
ع

بھدر گو سنگت کا اردو ترجمہ

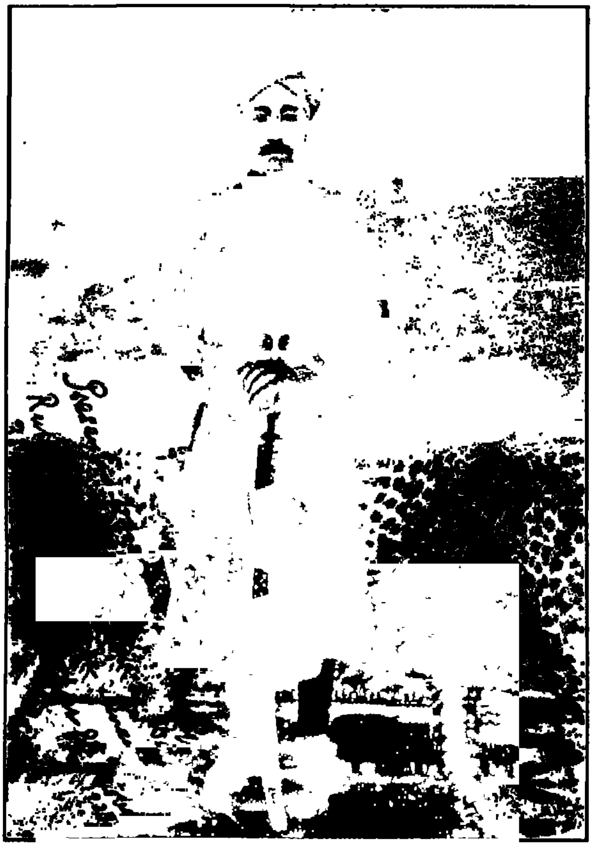
یہ سنسکرت کی طرز جوتش کی مشہور کتاب کا اردو ترجمہ ہے جس
میں خاندانی نفع و نقصان دولت و ثروت عمر کے متعلق راحت
تجارت کا نفع و نقصان بیاہ شادی شگن معلوم کرنے کے
طریقے مستحسن اور دوستوں اور دشمنوں کا حسن و قبح
بآسانی معلوم ہو سکتا ہے تیز سنسکرت اردو دیباچہ میں
سنسکرت کی پرانی کتابوں کا خلاصہ اور دیگر مفید باتیں
جوتش کا پنڈت جاننے کے طریقہ سے لکھنے سے انسان
رنج و راحت سے واقف ہونے کے طریقوں سے محبت کا تیل
تیکا کر لکھی گئی ہے سینکڑوں نقشے اشکال رستارگان وغیرہ
کمال محنت سے فراہم کئے گئے ہیں عمدہ کاغذ پر خوشخط
چھاپی گئی ہے۔ **قیمت** ایک روپیہ چار آنہ عہ

چند جلدیں باقی رہ گئی ہیں

مطبوعہ بکوشش ... پریس دہلی میں پنڈت پیارے لال شرما پرنٹر و پبلشر نے چھپوا کر شائع کیا


RAIS I-HIND
ہندوستان میں اپنی طرز کا واحد ماہواری مصور رسالہ
رئیس ہند
مقام اشاعت
دہلی
شملہ
دہلی

Latest Portrait of:—



Sri Raná Harder Singh Bahádur, Ruler of Kunhár State (Simla Hills).

(The Block of this picture is specially made for the Proprietor, *Rais-i-Hind*, Delhi, who has special arrangements for making all kinds of Blocks).

دستر خوان رئیس ہند

جلوس سن ہم	آراستہ دارالسلطنت دہلی ، جولائی ، اگست ، ستمبر ۱۹۲۲	دور باہم مطبع تاسیم
قصائد بطالت	راناصاحب بہادر کنشیا پور ، مہاراناصاحب بہادر سرکار ریاست [illegible]	[illegible]

رئیسِ ہند

[illegible] جناب سردار دیوان [illegible] بھگونت رائے صاحب بہارستانی ایڈیٹر [illegible]

جلوس نہم | منعقدہ دار السلطنت دہلی، جولائی اگست ستمبر ۱۹۲۹ء | جلد ہفتم تا نہم ۹

رموزِ مصلحت رئیس

تلسی میٹھے بچن سے سکھ اپجے چو اور
بسی کرن یہ منتر ہے تج دے بچن کٹھور

دنیا میں سکھ حاصل کرنے کے لئے شیریں کلامی سے بڑھکر کوئی اور نسخہ نہیں، یہ ایک تسخیر ہے، قہری شیر افعی بھی اس محبت کے جال میں پھنس جاتے ہیں، پس جو شخص دنیا پر فتح پانا چاہتا ہے، اسے بھی تلسی داس جی کے بچنوں پر ہمیشہ اور ہر حالت میں عمل کرنا چاہئے +

"بہارستانی"

بالشویک خیالات کی دلپذیری کے اسباب

رؤسا و امرا کی عیش پسندی و غفلت میں

آن پہنچی سر گرداب فنا کشتیٔ عمر
ہر نفس باد مخالف کا ہے جھونکا ہم کو

جنگ عظیم کی غضبناک شعلہ زنی کے بعد، بے خبروں نے رُوس کے بالشویکوں کے خیالات سے آگاہ ہو کر یہ کہہ کر آسمان سر پر اُٹھا لیا کہ اس طبقہ کے انسان اُمرا و رؤسا کی تباہی و بربادی کے دل سے متمنی ہیں، اور دُنیا میں یہ ایک جدید فرقہ پیدا ہوا ہے، اِسے نیست و نابود کر دینا چاہیئے ورنہ شخصی سلطنتیں، حکومتیں، وزارتیں، امارتیں اور ریاستیں پامال ہو جائینگی۔

اِس پولیٹیکل غوغائے خود غرضی نے طبقہ رؤسا و اُمرا میں ہیجان پیدا کر دیا، اور اسکے ساتھ ہی غربا اور عوام میں اِن خیالات کی اشاعت جاذب پیدا ہو گئی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عرصۂ دس سال میں قطب شمالی سے قطب جنوبی تک، عوام بالشوک کے پیرو ہو گئے، ہندوستان جو شاہ وقت اور متوفی کے تخت و قبر کی پرستش کرتا تھا آج رؤسا و اُمرا کی شکل دیکھنے کا روادار نہیں،

بالشویک کیا جدید فرقہ ہے؟

قدیم علم تمدن آریہ ورت نے حل کیا تھا، جب زور آوروں نے مُلک کی دولت اپنے قبضے میں کر لی، تو رشیوں کو الہام ہوا، کہ علم روحانی کے ذریعہ بالشویک اشخاص کو طبقہ امرا میں شامل کیا جائے، اور ان کے درمیان حدود مقرر کر دی جائیں، وہ دونو اپنے اپنے حلقہ کے اندر اندر رہ کر کمائیں اور اُسی انداز سے کھائیں سرتاجہ رعایا سے اُسی قدر وصول کرے کہ جیسا ایک دھرم آتما اپنے گائے سے دو تھنوں کا دودھ لیتا ہے اور تیسرے پہ ہاتھ ڈالنا حرام سمجھتا ہے، اور یہ حق بھی اسی وجہ سے حلال کیا گیا تھا کہ وہ گائے کو چارہ

ڈالتا ہے، دانہ دیتا ہے، پانی وقت پر پلاتا ہے، علاج معالجہ کرتا ہے، اور ہر طرح نگہداشت رکھتا ہے یہ اسکا حق الخدمت ہے، اگر زیادہ دودھ نکالیگا، گائے کمزور ہو جائیگی، بچہ مر جائیگا، اور دودھ بے اثر رہ جائیگا، نقصان اِس مفاد کے مقابلہ میں معمولی ہے مگر ؎

کرتا ہے وہی دل میں رہا کے جو ٹھنی ہے
سمجھانے کو سمجھاتے ہیں سب اپنے پرائے

اسی طرح سے اگر رعایا کو زیادہ دوہا جائیگا، تو ایسی تمام آمدنی حرامکاری میں خرچ ہوگی، اور رعایا بیدل ہو کر یا تو بگڑ جائیگی یا ایسے خود غرض راجہ سے تخت خالی کرائیگی، گویا بالشویکوں کی ہندی نسل میں مذہب کی سخت قیود سے وجود ہی اڑا دیا گیا تھا، جب راجہ اور رعایا دونوں اپنی اپنی حدود کے اندر رہینگے، تو پھر بالشویک خیالات پیدا ہی کہاں ہو سکتے ہیں؟

تمدن کا بگڑ جانا بالشویک خیالات پیدا کرتا ہے

پہلے حکم تھا کہ ہر پیشہ ور اپنے اپنے پیشہ کے لحاظ سے روپیہ پیسہ پیدا اور خرچ کرے۔ جن پیشہ وروں کی آمدنی کا ذریعہ محدود اور قلیل تھا، انکے اخراجات بھی محدود کر دئے گئے تھے، تاکہ زاید اخراجات میں دب کر بالشویک خیالات پیدا نہ کریں، سب سے کم آمدنی خاکروبوں کی تھی کیونکہ صنعت و حرفت، زمینداری و تجارت اور سیاست و حکومت سے انہیں بڑی عقلمندی سے دُور رکھا گیا تھا، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر انہیں اِدھر رغبت دلائی گئی تو یہ اپنا کام چھوڑ دینگے، دوسرا کوئی کر نہ سکیگا، اس ابتری سے ملک متعفن ہو جائیگا، خلق خدا کی جان و مال خطرہ میں پڑ جائیگا اور عام وبائیں پیدا ہو کر نہ فقط راحت و اطمینان جاتا رہیگا، بلکہ نسل انسانی بھی مفقود ہو جائیگی -

قدیم خاکروب

چنانچہ ان کے حق الخدمت کے صلہ میں ان کو نقدی دئے جانے کا حکم نہ تھا، بلکہ کھانے کے لئے روٹی، پہننے کے لئے کپڑے، جوتے ملتے تھے، جن کا آج تک کم و بیش رواج ہے، انہیں مذہباً اپنے گھر کو آباد رکھنے اور رنگین پارچات پہننے نیز طلائی و جواہرات استعمال کرنے سے قطعاً روک دیا گیا تھا، غرض کہ ہر طرح انکی ضروریات محدود کر دی

گئی تھیں، وہ صابر اور قانع رہ کر دنیا میں بہشت کے مزے لیتے تھے، اور اُن کی ایمانداری کی یہ انتہا تھی کہ لاکھوں روپے کے مال سے صبح و شام واسطہ پڑتا تھا، لیکن کیا مجال کہ کوئی شے درہم برہم ہو جائے، دُنیا بھر کی بہو بیٹیوں کو اپنی ماں بہن سمجھتا تھا، اور صبح و شام دُعائیں دے دے کر اپنے لئے تلطف و ہمدردی کا گرہ پیدا کرتا تھا، اپنی خدمت کے علاوہ ہمارے باجہ نواز بھی تھے۔

مہذب سوسائٹی کے خاکروب

آپ کسی چھاؤنی کے آجکل کے کسی خاکروب کی کوٹھی کا ٹھاٹھ دیکھئے، اُس میں وہی سامان نظر آئیگا، کہ جو اُن کے آقا انگریز استعمال کرتے ہیں، اُنکی روزانہ ضروریات ایک بے ملک نواب کی خرچیلی زندگی سے بھی بڑھی ہوئی ہیں، وہ پان کھائے بغیر گذارہ نہیں کرسکتا، سگرٹ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا، جُراب بوٹ کے بغیر چل نہیں سکتا، چاء، سوڈا، لیمونیڈ، ٹھرّا پیئے بدوں کام نہیں کرسکتا، جب باہر نکلتا ہے تو ضروری ہے، کہ کالر نکٹائی کے سوا بوٹ بھی نیا ہو، چپاتیوں کی دال ہوئی یا باسی روٹی کھانا سوء ہضمی کا موجب ہے، ہوٹل کی مرغن اور طرح طرح کی ترکاریوں کے بغیر وہ ایک دن گذارہ نہیں کرسکتا، جہاں آقا جی کی آنکھ چوکی کوئی نہ کوئی چیز چُرائی، چھریاں کانٹے، پلیٹیں، گلاس، کٹھالیاں وغیرہ اسکی روزانہ کی دستبرد سے پناہ مانگتی ہیں، اعلیٰ طبقہ کی مستورات سے فلرٹ کرتا ہے، وہ شہر کے ہر بازار اور ہر دُکاندار کا مقروض ہے، اسلئے وہ ہر روز نئے بازار اور نئے دُکاندار کی دُکان سے بلا ضرورت بیدھڑک سودا خریدتا ہے، وہ ہفتوں اپنی ملازمت سے مجبوراً غیر حاضر رہ کر جرائم کا مرتکب ہوتا ہے، کیونکہ ڈگریدار کی نشاندہی سے بچنا پڑتا ہے، اور جب زیادہ دق کیا جاتا ہے، تو وہ شہر چھوڑ کر دوسرے میں جاکر اُسی شان سے پھر اپنی زندگی گذارنے لگتا ہے، ایکسال کی رہائش میں ہزاروں روپیہ قرض چڑھا کر جو کبھی ادا کرنے کی نیت سے نہیں لیا جاتا نقلِ وطن کرتا ہے، اُسے اُنکی طرزِ زندگی مجبور کرتی ہے کہ وہ حکومت کے خلاف نفرت پھیلائے، اور خود مساوات کے حقوق پر رائے زنی کرکے شریف اعلیٰ اقوام پر طعنہ زنی کرے اور یہ سب کچھ اپنی حیثیت سے باہر ہو کر کیا جاتا ہے، تعجب ہے [illegible]

تحریر و تقریر کے کامل حق آزادی کی حمایت کرتے ہوئے بھی ہم اُس ذلیل اور شرمناک صحافت کی حد سے زیادہ مذمت کرتے ہیں جس کا مقصد والیانِ ریاست کو بدنام کرنے کی دھمکی دیکر اُن سے ٹکے وصول کرنا ہے، والیانِ ریاست کی پوزیشن بطور خود قابلِ فخر نہیں ہے، اور گورنمنٹ عالیہ نے اُنکے اختیارات کو بہت بڑی حد تک زائل کر دیا ہے، ان میں سے زیادہ تر راجوں اور مہاراجوں کی پوزیشن شاہ شطرنج کے مترادف ہے۔ اور اُنہیں ادنیٰ ترین باتوں پر دست برداری کے لئے مجبور اور حکمرانی سے معزول کیا جاتا ہے، اور قدیم عہد ناموں اور اقرار ناموں کی ردی کاغذ سے زیادہ وقعت نہیں کی جاتی، ایک طرف تو گورنمنٹ ان کے ساتھ اس سختی کا برتاؤ کرتی ہے، اور دوسری طرف اُن ہی کے ہم وطن اُنکی بیخکنی کی تدابیر کیا کرتے ہیں، ہمارا یہ مطلب نہیں ہے کہ کُل والیانِ ریاست فرشتہ خصلت، نیک، پارسا اور بے عیب ہیں، اور اُن کے کسی فعل کی مذمت نہ کرنا چاہئے۔ اگر ہم سچائی اور ایمانداری کے ساتھ کام کریں تو بڑے سے بڑے والئے ریاست یا دُنیا کی بڑی سے بڑی شخصیت کی بے قاعدگی اور بے اصولی پر اعتراض کرنے کا ہمیں حق ہے، مگر افسوس تو یہی ہے کہ ایمانداری اور سچائی کا اُن اعتراضات میں شائبہ تک نہیں پایا جاتا، جو متعدد اخباروں کے کالموں میں والیانِ ریاست پر کئے جاتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ دیسی ریاستوں کے خلاف پراپیگنڈ کرنے کی ایک منظم سازش ہے جس میں ہندوستان کے مختلف صُوبوں کے تقریباً ایک درجن اخبار شریک ہیں، اور اُن کا یہی پیشہ اور شیوہ ہے کہ وہ صحیح حالات کو ظاہر کرنے کے لئے نہیں بلکہ والیانِ ریاست سے رقم اینٹھنے اور نقدی وصول کرنے کے لئے، اُنہیں بدنام کرنے کی داستانیں گڑھا کرتے ہیں، اور حکومت عالیہ کو اپنی ریشہ دوانیوں سے رئیس متعلقہ کے خلاف بدظن کرنے میں بہت بڑی حد تک کامیاب ہو جاتے ہیں، اس کے بعد دوسرا دور شروع ہوتا ہے، اور یہ کارروائی والئے ریاست کی رسوائی، ذلت، معزولی، دست برداری، اختیارات کی تخفیف یا گورنمنٹ کی نظروں میں مورد عتاب ہونے کے بعد، بدنام کرنے والوں کے رحم اور ہمدردی کے جذبات کو ہیجان میں لاتی ہے، اور معتدبہ شخصیات ریاستوں کی وحشت ہوتی ہے

سیرالآثار

یعنی

حقائق التاریخ

ہمارے سفیر کا سفر

تاجداران اُترکھنڈ کی راجدھانیوں میں

پچھلی ریاستوں کی عورات، پہاڑیوں کی بیکار عادات، انگریزوں کی مصروفیات، قدیم روایات، نیچروں اور سادھوؤں کے فسادات

کیفیتِ چشم اُس کی مجھے یاد ہے سودا
ساغر کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں

پچھلی ریاستوں کی نچلی رہنے والی عورات

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دلِ ما را
بخالِ ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

"اے پاکباز عورت تجھے اپنی طاقت کی خبر نہیں، توپ بندوق تلوار تیر سب تیرے قبضہ میں ہیں، شیر اور دریا، سمندر تیرا پانی بھرتے ہیں، امرت، زہر، سرور، تیری آنکھ کے تابع فرمان ہیں، پھر نہ تجھے اس حقیقی حُسن ستاں میں کیوں تلاش نہ کروں"، بہار ستانی

حُسن ستاں کا آغاز

مروّت بھی ہو تیری آنکھ میں کاش پنشیلی ہے رسیلی ہے بڑی ہے

دراصل جہاں سے پہاڑ شروع ہوتا ہے وہاں ہی سے حُسن بھی شروع ہو جاتا ہے - کالکا سے شملہ تک حسن کم ملتی ہیں مگر شہر زیادہ، اور باقی اُس سے کچھ زیادہ - پانگو وام حسین عورتوں کا

گودام ہے، ایک ساٹھ سالہ بڑھیا جو گلاب کا پھول گوندنی کی طرح سونے سے لدا ہوا گھنیانی کے نالہ پ
بلا مصنوعی رعنائی، جوانی کے دنوں کی حالت، عیاشیوں کے سارٹیفکیٹ چہرہ پر نمایاں تھے، اُبری باتیں
کرتی رہی، کہنے لگی میں نے تمہاری دہلی بھی دیکھی ہے، میں نے قیافہ شناسی سے مدد لیکر کہا کہ تم نے تو
کلکتہ بھی دیکھا ہوگا، ہیرے کی انگوٹھی دکھاکر کہا، کہ کلکتہ میں ایک مہاراجہ نے ہملٹن کی دکان سے
یہ انگوٹھی لاکر پہنائی تھی، میں نے کہا کہ اگر ایسی انگوٹھیوں کا شوق نہ رکھتی، تو آج کندن سا بدن چمکتا
بنے جاکی عورات حسین، مگر اوباش کم، کوٹھار کی عورات عیار، بلکہ سراسر مکار، مگر دلداری میں طاق
سباٹھو نے ان پر خوب خراد چڑھایا ہے، چنڈی میں حسن اُبل رہا ہے، پہاڑ کا بھولا پن برس رہا ہے
کنھیار کا کیا کہنا، دیس اور پہاڑ کا معجون مرکب ہے، اور عجب ملاحت و ذہانت ہے، باگھل
کی عورات حسین سلیقہ مند ہیں، خانگی عیاشی کی کثرت ہے، یہاں کے زمیندار مع عورات شیر فروشی
کے لئے شملہ آجاتے ہیں، یہاں آکر عورات کا چال چلن بگڑ جاتا ہے، وہاں بہت حسین عورات
دیکھی گئیں، وہ از قوم زدیلہ یعنی چماری، کولن، ڈومنی، چنالی، لوہاری، تکھانی تھیں، حسن کے
ساتھ رعنائی اور سلیقہ نے منہ پھوکا ہے، چونکہ یہ علاقہ انگریزی علاقہ سے دور ہے، اسلئے پہاڑی
بدمعاشی ہے، پھر بھی حسن اور قدرے پاک بازی بھی ہے، کوٹی تو سراسر شملہ کے زیر پشت ہے،
اسلئے یہاں کی عورات ہر طرح شہرہ آفاق ہیں،

میں نے سینکڑوں عورتوں میں سے دو عورات ایسی دیکھیں کہ جن کی پوجا کی جانی چاہئے، اگر مجھے
خوف ہے کہ وہ بھی جلد بگاڑ دی جائینگی، افسوس ہے کہ راجگان اپنی عزیز رعایا کی سوشیل اصلاح
سے بے خبر ہیں۔

عورتوں کا مینا بازار اور میلہ جات کا انعقاد

اس سفر میں سولن کے میلے سے میں دُور تھا، دوسرا کوئی میلہ ان دو ماہ میں نہ ہوا، مجھے معلوم ہوا کہ ۱۲ جولائی کو رہالی کا میلہ منڈھور گھاٹ میں ہوگا، میں تیار ہوا، عزیزی شفیق کنور گوپال سنگھ جیسے شریک سفر ہوئے، شملہ سے ... میل کی مسافت اترائی ... کی

ویسی ہی موج فرسا چڑھائی تھی، اپنے "حمید" پر نظر ڈالتے اور مینا بازار کے شوق دید نے آسان کر دی، گھوڑے اُڑائے اور ۱۲ بجے جا پہنچے،

منڈ ہور گھاٹ کا دلچسپ منظر

جیسا کہ نام سے ظاہر ہوتا ہے ایک پُر فضا چوٹی ہے، یہاں سری دیوی جی کا ایک نہایت پراچین مندر ہے، راجگان ریاست چمبہ نے وقتاً فوقتاً اسکی تعمیر و درستی میں اپنی خوش اعتقادی کا ثبوت دیا ہے، ایک لمبا چوڑا لمبی شکل کا تالاب ہے، پیپل کا درخت بہار دے رہا ہے ہوا اور سردی نے سیاحین اور یاتریوں کے لئے دسترخوان عام کھول رکھا ہے، دُور دُور کا نظارہ دلِ غمگین کو بھی مسرور کر دیتا ہے۔

حُسن اور دلبری کا بازار

ہمارے پہنچنے سے قبل ریاستہائے باگھل، دھامی، بھجی، مانگل اور سکیت کی عورات اور مرد، بچے سے بوڑھے تک آنا شروع ہو گئے تھے، پہاڑی دروں، چوٹیوں، کھنڈوں، گذرگاہوں اور راستوں پر سیکڑوں رنگ برنگ شوخ لباس سے گلزار خوبی کھلا رہی تھیں، ہلکی ہلکی بارش پڑ رہی تھی، اور یہ چھتری لگائے تیتریوں کی طرح لپک لپک کر میلہ کی طرف بڑھی چلی آ رہی تھیں، میدان میں حُسن و دلبری کا دادائی، آزادی کی گرم بازاری، جنس کی گرانی، عصمت فروشی کی ارزانی، شراب کی کثرت، مردوں کی ذلت، عورتوں کی حرامکاری، بدمعاشوں کی عیاری میلہ کی رونق تھی،

دورِ شراب اور عورات

ان میلوں میں خاوند کے جرد و ضرور جاتی ہے، وہ شراب پی کر بدمست ہوتا ہے، اور یہ حرامکاری کا لُطف اُڑاتی ہے، خوب پلاتی اور پیاتی ہے آپ پرہیز کرتی ہے، جب وہ بیہوشی کا عالم ہو جاتا ہے تو پہلے پہلے اللہ جاری رکھ کر اسے مُردہ بنا کر ایک گوشہ میں بٹھا دیتی ہے اور خود سے

مہ جبیں شام نہ جھاڑی کی آڑ میں — اُٹھائی میں یاروں سے پہلو میں

[illegible] نظروں سے بچ کر جانے نہیں معلوم تھا، ان کی تحقیقات سے حرامکاروں کے [illegible]

[illegible] بہت اظہار وقت اسی تعلیم [illegible] کی گو ناشناس مسافر کی بوچھیاں [illegible]

ملاشونی کے ہاتھ میں ہوتا تھا جس سے نہایت اعلےٰ پارچات تیار ہوتے تھے اب نہایت ادنیٰ الونی
نا قص ولایتی پارچات جو اُنہیں سخت گراں قیمت پر ملتے ہیں استعمال میں لاتے ہیں، ہندوستان کے گرجتے
ہی تمدنِ قدیم بھی برباد ہو گیا، یہ بدنصیب شملہ میں رہ کر اور دیکھ کر "انگریزی معروفیتِ زندگی"
کا ذرا بھی خیال نہیں کرتے،

پہاڑیوں کی کاہلی

اس علاقہ کے پہاڑی اپنے گھر میں تو کچھ کام کر لیتے ہیں، مگر
جب دوسری جگہ جاتے ہیں تو ہاتھ ہلانا حرام سمجھتے ہیں، تھالی
میں روٹی کھائی اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا، جب کسی نے صاف کرنے کے لئے کہا تو محض ایک چیز وہی
اُٹھائی اور معمولی صاف کر کے جھوٹے برتنوں میں رکھ دی -

انگریزوں کا دستور العمل زندگی

"جو قومیں کاروبار میں مصروف رہتی ہیں وہی زندہ رہتی ہیں"
ذوالقرنین بدایوں میں لندن کی عورت کے
روزانہ اشتغال کی چشم دید کیفیت شائع ہوئی ہے اُسے ہم اس وجہ سے رئیسِ ہند میں چھاپتے
ہیں کہ ہمارے ہندوستانی مرد و عورات بھی کچھ کام کرنا سیکھیں، اُن کو معلوم ہونا چاہئے کہ
کسی زمانہ میں ان کے بزرگ اس سے بڑھ کر معروفیت کی زندگی رکھتے تھے -

"انگریز مردوں کی مصروفیت کو تو سب جانتے ہیں، میں اسوقت ایک انگریز عورت کے
کام کی مثال دونگا، جس سے ہندوستانی عورتوں اور مردوں کو معلوم ہو جائے کہ انکی
ہمجنس دُنیا کے دوسرے حصہ میں کیا کام کر رہی ہیں اور وہ کام نہ کرنے کی وجہ سے خود
اپنے کو اور ان کو جن سے اُن کا واسطہ ہے کیسے مفید ثابت ہونے سے باز رہتی ہیں،
یہ مثال کسی نوکرانی کی نہ ہوگی بلکہ اُس عورت کی ہے جس کا شمار مالداروں میں ہے نمونے
طور پر میں اُس ہی خاتون کا کام لکھتا ہوں جس کے گھر میں رہتا ہوں، بقیہ سب ہی
یہاں کی اتنا ہی کام کر لیتی ہیں - اچھا اب اس عورت کا کام سنو - صبح ہی جب ... جب
... [illegible]

سب کے واسطے گرم پانی رکھ دیا، اسکے بعد ہم تین شخصوں کا ناشتہ تیار کیا جو نو بجے رخصت ہو جاتے ہیں۔ ناشتہ میز پر رکھینگی اور باقی دیر میں ہم لوگوں کے بستر اور کمرہ ٹھیک کر گئی اسکے فوراً ہی بعد ایک انگریز کا ناشتہ تیار کیا اور اسکے بعد ایک ہندوستانی کو ناشتہ دیا جو ساڑھے دس بجے کھاتا ہے، ناشتہ ہر ایک کا علیحدہ اور تازہ ہوتا ہے جب تک کھانے والا میز پر نہ بیٹھ جائے اُسوقت تک اسکا ناشتہ تیار نہیں کیا جاتا اور عموماً ہر ایک ناشتہ علیحدہ علیحدہ کرتا ہے، اس گھر میں کوئی ملازم نہیں ہے صرف ایک ہفتہ میں دو مرتبہ ایک نوکرانی چند گھنٹہ کے واسطے مکان کو صاف کرنے کے واسطے آتی ہے اسی اثنا میں دودھ والا آتا ہے، اُس سے دودھ لیا، ڈاک آئی ہے ڈاک لی اور سب کو تقسیم کی، اور اگر دھوبی آ گیا جو عموماً ہفتہ میں ایک مرتبہ صبح کے ہی وقت آتا ہے، تو غریب سب کے کپڑے نکالکر انکو لکھ کر فوراً دیتی ہے، اگر کسی نے دروازہ پر گھنٹی دی تو اُسکو بھی دیکھا، اب ہر ایک جلدی میں بھاگا چلا جا رہا ہے اور اپنے اپنے جوتے طلب کرتا ہے جو شب کو کمرے کے باہر صاف کرنے کے واسطے رکھ دئے جاتے ہیں اور صبح ہی خود صاف کرتی ہے، بہرحال گیارہ بجے تک یہ سب کام کئے۔ اُسوقت تک ہم سب لوگ یکے بعد دیگرے باہر چلے جاتے ہیں اسکے بعد اُس نے کُل کمروں کو صاف کیا، سب کا پیشاب پھینکا، پانی پھینکا، دوسرا پانی رکھا اور جو کپڑے ادھر اُدھر پہلے چھوڑ جاتے ہیں اُن کو قرینے سے رکھ دیا، غرضکہ کمرہ آئینے پر آئینہ کے مانند ملتا ہے، اگر کسی کا موزہ کہیں پھٹا پڑا ہے تو اُسکو بھی بغیر کہے رفو کریگی اُس کے بعد اُس نے اپنے واسطے دوپہر کا کھانا تیار کیا، علاوہ کمروں کے کُل گھر کی صفائی کرنا، تیسرے پہر روزانہ بازار جانا اور وہاں سے دو گھنٹہ میں واپس آنا، پھر شام کو دس آدمیوں کا کھانا پکانا اور سب کو کھلانا، سب کی ڈاک تقسیم کرنا، کُل کمروں میں آگ جلانا اور اُس کو قائم رکھنا اسکے بعد خود کھانا کھانا، یہ اسکے سہ پہر اور شام کے معمولات ہیں۔ سب آپ لوگ سمجھتے ہونگے کہ یہ آفت کی [illegible] عمر [illegible] سال ہے بڑی [illegible] نہیں ہوتے

بعدہ یہ اپنے کپڑے دھوتی ہے : نہ صرف اپنے بلکہ تمام وہ کپڑے بھی جو ہمارے استعمال میں ہیں یعنی ہمارے بستر کی چادر، تولیا وغیرہ، قریب گیارہ بجے تک یہ فارغ ہو کر لوٹ جاتی ہے، اچھا اب سنو کہ یہ رہتی کیسے ہے، سب سے اوپر کے حصہ پر اسکے پاس تین کمرے ہیں ایک اسکا ڈرائنگ رُوم ہے، دوسرا اسکے سونے کا کمرہ ہے اور تیسرا اسکے لڑکے کے سونے کا کمرہ ہے، کُل گھر کی ذمہ دار ہے، اگر کوئی شخص کمرہ دیتا ہے تو اسکا سامان دوسرے کمرے میں رکھنا، اور کسی کا سامان آتا ہے تو اُسکو لے لینا اور اُسکو قاعدے سے رکھنا، بقیہ اور چھوٹے موٹے کام کرنا کسی کے جوتے بازار سے ٹھیک کرانا، کسی کا پارسل بنانا اور کسی کا پتلون ٹھیک کروا کر لانا، یہ تو یہاں کی عورتوں کے کام کا پروگرام ہے اچھا بھلا آدمیوں کے کاموں کا کیا ٹھیک، گاڑی میں بیٹھ کر سب لوگ اخبار پڑھا کرتے ہیں اسٹیشن پر اگر ایک منٹ بھی گاڑی کے آنے میں دیر ہوتی ہے، لوگ اخبار یا کتاب پڑھنا شروع کر دیتے ہیں

ایک مبصر کوی نے چار کبتوں میں شملہ کے غربی آبادی کے عادات و اطوار کا نقشہ کھینچکر رکھ دیا ہے :-

ہری پور میں ہیں ننگے سا آری میں بنگالہ (ندی نالہ)
جتوگ میں کُتا ہے، تمام ذات شملہ

بھجی میں پتھر دھامی میں بکھار (ناقابل گذر پہاڑ)
باگھل میں پاگل ہیں، مہر اگنہار

میاں میلوگ، کاٹھا کو ٹھار
جنگہ میں چتر ہیں، کوٹی میں گنوار

ہنڈور میں سُور ہیں، بیجا میں بجو (نالا گڑھ)
منڈی میں رنڈی ہے ہکیت میں پیٹ

ملک تو کانگڑہ الخ

کونسلیں، ایڈمنسٹریٹر اور منیجر

؎ فتنہ فساد و رشک تغافل غرور و ناز
اِس کے سوا ہے آفرتری انجمن میں کیا!

ریاستوں کا انتظام بحال رکھنے کے لئے واضع قوانین آنجہانی سری منوھار راج نے ہدایت کی ہے کہ تاجدار کی عدم موجودگی، نابالغی، اور بلوغت میں کونسلوں کے ذریعہ خلق خدا

کی خدمت کی جائے، رقبہ اور مالیہ کے لحاظ سے کونسلوں کے ممبران کی تعداد ہو، اُن ممبران کی کثرت رائے تاجدار کو تاج سے محروم کر سکتی ہے، یہ تشریح طولانی ہے، جسے شوق ہو وہ منوسمرتی میں دیکھ سکتا ہے،

اُسی پراچین رواج کے موافق دُنیا بھر میں ابتدا کونسلوں کے ذریعہ مُلک میں اودہی کا طریقہ تھا، اور یہ طریقہ قطعاً بے خلل ہے، جب ہندوستان میں اسلامی حکومت کا دَور دَورہ ہوا تو جمہوری طرزِ حکومت کا نوحہ پڑھا گیا، شخصی حکومت حکمران ہُوئی، ہر بادشاہ نے بڑی آزادی اور بیخوفی سے اپنی بیگناہ رعایا اور برایا کو بڑی جلادی اور بے رحمی سے ہزاروں کی تعداد میں خاک و خون میں ملایا، لیکن وزرا اُف تک نہ کر سکے، بلکہ ہر طرح حوصلہ افزائی کی، کیونکہ شیخ سعدی نے اُنہیں یہ سبق پڑھایا تھا ؎

اگر شہ روز را گوید شب است ایں ‌ ‌ ‌ بباید گفت اینک ماہ و پروین

اِس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ یہ سلطنت بُری طرح برباد ہُوئی، اور دُنیا بھر کے ممالک ہندوستانیوں کو ذلیل و بے حیثیت بلکہ جانور سمجھنے لگ گئے، اور جب تک سر منوجی مہاراج کی تلقین کے موافق مُلکوں پر حکمرانی نہ ہوگی، ایسی ایسی بے جا حرکتیں، نالائقی و بربریت کے نظارے ہونگے،

کمپنی بہادر انگریزی دَورِ حکومت سرتاپا اگر غلط طریق کار پر ہونے کی وجہ سے سری منوجی مہاراج کی تلقین کی تعمیل ہے، ولایت کو جانے دو ہندوستان میں میدان خالی تھا، اولوالعزم قوم کیلئے ہر طرف بڑی جگہ تھی، دانشمند قوم کے افراد نے کمپنی یعنی کونسل بنائی اور اتفاق و اتحاد کا خمیر دیا، ہندوستان بھیجا، لوہا، پیتل، کانچ، لکڑی، سُوت بیچتے بیچتے کُل ہندوستان پر قبضہ کر لیا، اور سب کی کانچ نکال دی، جو بات ہوتی ہے مشورہ سے ہوتی ہے، اگر کوئی نہیں مانتا تو کثرت رائے کے مقابلہ میں بڑی خوشی سے علیحدہ ہو جاتا ہے، لارڈ کرزن جیسے برگزیدہ شخص نے جب دیکھا کہ میری بات نہیں مانی جاتی، جھٹ علیحدہ ہو گیا، یہ اعلےٰ صداقت اور ضمیر صافی کی دلیل ہے، جو روپیہ پیسہ

عزت و توقیر کے لئے ضمیر کا خون کرتا ہے وہ ذلیل ہے، اور یہ ذلت ہندوستانیوں پر عام ہے کیا کوئی مجھے بتلا سکتا ہے کہ لارڈ کرزن سی حیثیت کا تو کیا معمولی حیثیت کا ہندوستانی اپنی ضمیر کا مالک ہے، ریاستوں میں دُنیا بھر کی اوباشیاں، بدکاریاں، اور شرمناک حرکتیں دن رات ہوتی ہیں، وزرا اور درباری اپنے نان و نمک کی خیر منانے ہوئے شرمناک جذبات کی بدل و جان تعمیل کرتے ہیں، سخت ذلتیں اُٹھاتے ہیں، بدنام کئے جاتے ہیں، طرح طرح کے الزام لگائے جاتے ہیں، بُری طرح دِق کئے جاتے ہیں، مگر یہ سب ذلت و رُسوائی شیرِ مادر سمجھ رکھی ہے، ان کا موٹو ہے ؎

مرا نان دہ کفش بر سر بزن

ملکہ معظمہ کوئین وکٹوریہ کی مادرانہ شفقتیں

چونکہ ہندوستانی اپنا شیرازہ بکھیر چکے تھے، اسلئے اِس قوم سے بجائے فائدہ اُٹھانے کے نقصان اُٹھایا، اور حکومتِ قیصری مستقل طور پر قائم ہوگئی، حکومت برائے نام منتقل ہوئی اور برائے نام ملکہ معظمہ ہندوستان کی حکمران ظاہر کی گئیں، مگر جو کام کیا گیا پارلیمنٹ کے ہاتھوں سے ہوا، شخصی حکمران نہ ہوا،

پھر ہمارے تاجداران سے معاہدات ہوئے، ہر جگہ تاجدران نے خواہش ظاہر کی کہ بحالت بلوغت کونسلیں کام کریں، چونکہ سلطنت قیصری خود اِس کی قائل تھی اسلئے یہ شرط منظور ہوئی، مگر تاجداران کی فرعونیت اور مطلق العنانی اُس حد تک رہنے دی کہ جہاں تک گورنمنٹ کو اپنے پولٹیکل مفاد کا خطرہ تھا، اِس اعلیٰ دانشمندی سے یہ ایک آزاد سانپ بنا دئے گئے کہ جو اپنے بچوں کو تو ہر وقت بے خوف کھا سکتے ہیں، مگر گورنمنٹ کے ہتھکانتا قابلِ تعمیل رُوح فگن حکم کی تعمیل ٹھیک اُسی طرح کرتے ہیں کہ جیسے ایک قیدی سانپ سپیلے کے ہر حکم کی تعمیل بڑی عاجزی و دِل لگی سے کرتا ہے، وہ سپیلے کے جابرانہ اور بے رحمانہ احکام کی خلاف ورزی کا خیال خواب میں بھی نہیں لاتا، غرضیکہ اپنی جان اور اپنی رُوح اُس سے

شب و روز کے احکام کی تعمیل میں قربان کردیتا ہے۔

یہ طرزِ حکمرانی حکومت عالیہ نے دانستہ ہی رکھی، ورنہ بادشاہ انگلستان کی طرح نہیں بھی شاہِ شطرنج بنا دینا کچھ مشکل کام نہ تھا،

سانپ اور سپیلہ کی حکمرانی

آریہ ورت کی سبھائیں خواب و خیال ہوگئیں، مسلمانی عہد کی راجگی جاتی رہی، اب سانپ اور سپیلہ کی سی حکمرانی ہے،

انتظامِ ایامِ نابالغی تاجدار

گورنمنٹ نہیں چاہتی کہ ہندوستانی طرزِ حکومت جمہوری ہو، کیونکہ شخصی حکمرانی اُسکے لئے مفید تر اور فائدہ رساں ہے پہلے بڑی بڑی ریاستوں میں معاہدوں کے موافق کونسلیں ہُوا کیں وہ ریاستی مفاد کی محافظ تھیں اور گورنمنٹ کی خواہشات کے ناموافق، اسلئے اب گذشتہ ۲۵ سال سے ان کونسلوں کی بنیاد نہایت کمزور کی جاکر شخصی حیثیت میں تبدیل کردی گئی، ارکان پر امورِ سلطنت تقسیم کردئے گئے اور اُسے اُس شاخ کا پُورا پُورا کرتا دھرتا بنا دیا گیا، گویا ایک ریاست کے تین یا پانچ فرمانروا ہوگئے، جس کا نتیجہ دائمی لڑائی جھگڑا، نفاق و بغض، ظلم و ستم، نقصانِ رعایا، خود غرضی پارٹی بندی پر ختم ہوگیا، یہ انتظام نابالغی میں بڑی باریکی اور کامل نکتہ چینی سے دیکھتا ہے تو خاموش ہے، اختیار پانے پر سب انتظام درہم برہم کردیتا ہے، اُن کے آدرد سے نکال دئے جاتے ہیں اور جدید مشفقِ نابالغی بھرتی کئے جاتے ہیں، کونسلوں کے ارکان اور اُنکے خاندان کے افراد پر عتابِ شاہی نازل ہوتا ہے، اس طرح ایک عام مصیبت اور تباہی پیدا ہوکر ریاست کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچتا ہے۔

گورنمنٹ کی جدید تباہ کُن پالیسی تاجداران کی ایامِ نابالغی میں

چونکہ یہ کونسلیں تجربہ سے کسی حد تک گورنمنٹ کے مفاد کے خلاف ثابت ہوئیں اسلئے اب گورنمنٹ نے تقرری کا سلسلہ ہی قطع کردیا، چنانچہ اب ایڈمنسٹریٹر بطور منیجر مقرر کرتی ہے،

گویا تاجدار کی جگہ دوسرا رقیب تاجدار بر سر حکمرانی کر دیا جاتا ہے، اور طرفت کے مشیر مشتے ہی اپنے معتمد ارکان ریاست بنائے جاتے ہیں اس سے رئیس اور ارکان کے درمیان نافرت اور مغائرت کی خلیج اور وسیع ہوگئی اور مفاد ریاست عنقا،

پہاڑی ریاستوں میں کونسلوں کے بجائے منیجر

چونکہ کونسلوں کو اب گورنمنٹ ناپسند کرتی ہے، اسلئے جہاں کہیں کونسلیں قائم تھیں، وہ کسی نہ کسی حجت پر توڑ دی گئیں، چنانچہ مہلوگ کی کونسل توڑی جاکر منیجر مقرر کیا گیا، اسیطرح اور ریاستوں میں ایسا عمل جاری کیا گیا،

اب اسوقت ریاست ہائے باگھل میں لالہ خان چند، بھجی میں رائے صاحب لچھو مل[1] ٹھیوگ میں لالہ سالگ رام منیجر ہیں، پہلے یہ دولت ڈپٹی کمشنر صاحب کے کلرکوں میں تقسیم کیجاتی تھی، چنانچہ ایک نہایت معمولی حیثیت اور ذلیل و کمینہ عادات کا انسان گیان سنگھ پہاڑی ریاستوں کی سبزہ زار پر چرتا چگتا نظر آیا، پھر بھجی میں خاک اڑائی، جو رعایا اور راعی میں ہر طرح مردود سمجھا گیا، اُسے نہ تو جوڈیشل کا تجربہ تھا، نہ مال کا، ہاں چالاکی اور عیاری حصہ میں پائی تھی، اور انگریزی افسروں کے خوش کرنے کا مادہ بھی تھا، ریاستوں کا ہزاروں روپیہ اُن کی خوشنودی کے لئے پانی کی طرح بہایا، "سردار صاحب" کا خطاب پایا اور اپنی انگریزدانی کا نسخہ خوب آزمایا۔

جدید قابلیت کے منیجر

خوشامدی تقاضائے زمانہ نے نیست و نابود کر دئے۔ اب تقریباً ریٹائرڈ تحصیلدار منیجری پر لگائے جاتے ہیں کہ جو بلحاظ قابلیت و تجربہ بہترین افراد ہوتے ہیں، مگر وہ ریاستوں میں جاکر ہمیشہ مجبور و معذور ہو جاتے ہیں،

---

[1] آپ کا ویش خاندان قدیم شرفائے دہلی میں مشہور ہے، بزرگ مغلیہ سلطنت میں اہل قلم دفتر نام پاتے رہے، لالہ چنا مل مرحوم ضلع کے پہلے انسپکٹر تھے، آپ کی زیر تربیت رائے صاحب پکڑ آپ سپرنٹنڈنٹ دفتر فوجداری ضلع دہلی میں مامور ہوئے، پھر تحصیلداری پر ترقی پائی، جنگ عظیم کی خدمات کے صلہ میں مربعجات عطا ہوئے، سند اسے اعزاز بڑھایا گیا، رکروٹنگ میں جانفشانی کی خدمات نے متعدد بار... انتظام بہتر تھا، سرکار نے رائے صاحب کا خطاب بخشا گیا، آپ ریٹائر ہو چکے ہیں۔

ریاستوں میں ہمیشہ پارٹی فیلنگ کا زور ہوتا ہے، بعض حکومت کے بن جاتے ہیں بعض حکمران کے، اِن دونو کا کام یہ ہے کہ چغلخوری اور غمازی کریں، جلد ہی منیجر اور رئیس میں شکر رنجی کرا کر اپنا اُلّو سیدھا کرتے ہیں، اِس لئے انتظام میں خلل، رعایا میں بےچینی پیدا ہو کر ایک دوسرے کو گرا دینا چاہتا ہے، جیسا کہ کونسلوں کو تلخ تجربات اُٹھانے پڑتے ہیں، وُہی منیجروں کو مگر ایک حکومت ہے کہ یہ تماشہ بڑی دلچسپی سے دیکھتی ہے اور منیجروں کی تاک میں رہتی ہے

رئیس و منیجر کی شکر رنجیاں

آج تک کوئی ایسا ذریعہ پیدا نہیں ہوا کہ جس سے یہ تباہ کُن شکر رنجیاں پیدا نہ ہوں، چنانچہ ایک سال کے اندر اندر بھجّی میں تین منیجر آ چکے، اگر اِن شکر رنجیوں کے کل صحیح صحیح حالات ڈپٹی کمشنر کے توجہ میں لائے جائیں تو کوئی خرابی پیدا نہ ہو، مگر افسوس کہ ہم ہندوستانی اُنکی غلط رائے قائم کرا کر اور غلط راستہ پر لا کر پورا پورا گمراہ کرتے ہیں، اور اِسکی کبھی اصلاح نہیں ہو سکتی یہ جھگڑا یہ فساد یہ بدظنی ہمیشہ رہیگی اور ہمیشہ نقصان پہنچائیگی، ہمارے منیجروں کو نہایت عقلمندی کے ساتھ اپنے تعلقات خاندان شاہی سے جاں نثارانہ قائم رکھنا چاہئیں ہر دو کو کمینہ آدمیوں سے قطعی پرہیز رکھنا چاہئے، تحقیق و ضبط سے کام لینا چاہئے، غرضیکہ دونو کو خادم و مخدوم کی سی حیثیت رکھ کر اصلی آریہ سپوت ثابت کرنا چاہئے ۔

شملہ کا شرقی حصّہ

مندرجہ بالا کوائف شملہ کے غربی حصّہ کے ہیں، اب شمالی اور شرقی رقبہ کے کوائف ملاحظہ ہوں، شملہ چاروں طرف پہاڑی ریاستوں سے گھرا ہوا ہے، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ وہ اِن ریاستوں کی قطع و برید سے بنا ہے

سراہی گیاں محلات کی بےحرمتی اور دربار سرمور

یہاں آجکل مفتون بابو دیوان سنگھ کی شرارتوں کی بڑی شہرت ہے مہاراجہ سرمور کی سراہی گیاں محل کی تصویر چھاپ کر ایک بڑا اخلاقی اور دواتفاقی جرم کیا ہے۔ اخلاق سرمور کی بھاری ٹکر دی ہے [illegible] کے خلاف جو [illegible]

اصلاح کرائیں، تاکہ دیگر دیوانے گتے بس زہر سے متاثر نہ ہوں، واقعہ قتل دیار مصر پر ہو کتا یا ہم

پردہ نشین ہندو خاتون کا استغاثہ، بغیر رضامندی فوٹو شائع کرنے پر ہرجانہ کا مطالبہ۔

کلکتہ ۔ ۲۰ اگست ۔ سوشیلا بالا داسی نے جو پردہ نشین خاتون ہونے کی مدعی ہے اور جس نے ایشیا ٹریبیون کی گائیڈ بک میں اپنا فوٹو شائع ہونے پر دفتر ہند پر ہرجانہ کا دعویٰ دائر کر رکھا ہے آج جسٹس پیکاک کی عدالت میں درخواست پیش کی ہے، کہ فیض آباد میں مستغیثہ کے گواہوں کے بیانات قلمبند کرنیکی غرض سے کمیشن کا تقرر عمل میں لایا جائے، مستغیثہ نے بیان کیا کہ یہ گائیڈ بک میں اسکا فوٹو اسکی رضامندی کے بغیر شائع ہوا، جسکی وجہ سے ہندو سوسائٹی میں مستغیثہ کی بدنامی ہوئی ہے، جسٹس پیکاک نے کمیشن کے تقرر کا حکم دیدیا۔

شملہ میں پہاڑنوں کی شیر فروشی
گلر خانِ کوہی کی عصمت فروشی

علی الصبح مردم بکار و بار روند

بلا کشانِ مبالغہ بکوئے یار روند

ہندی دھرم شاستر میں شیر فروشی سخت معیوب ہے، کیونکہ اسکا معاوضہ یا بدل سگرٹ، پان، تمباکو، پارچہ تو کیا زر و جواہر بھی نہیں ہوسکتا، مگر خدا کی شان دیکھیے کہ کبھی جہاں ایک ادنیٰ گوالہ تک شیر فروشی کو گئو ہتیا کے برابر سمجھتا تھا، آج اعلیٰ نسل کے برہمن، راجپوت اور کنیت، غرضیکہ سب ہی ورن کے لوگ دودھ بیچنا رامائن کی کتھا کا پھل سمجھے ہوئے ہیں، نتیجہ بھی دیکھ لو، جہاں بھیم و ارجن پیدا ہوتے تھے وہاں آج ایسے تیس مارخاں ہند کی آبادی بڑھا رہے ہیں جنکی نہ صورت، نہ جسم نہ اخلاق، نہ ادب، نہ حافظہ، اور نہ طاقت، ہاں بابو دنیا ضرور ہیں،

آج سے نصف صدی پیشتر کوہستانِ شملہ کے پہاڑی دھرم شاستر کے پورے پورے پابند تھے، سب چیز مل جاتی تھی، لیکن دودھ نہ ملتا تھا، دیس سے مسلمان ڈوگرا گوجر گوالے مویشی لاتے تھے اور شیر فروشی کرتے تھے، مگر اب صورت حالات علی الزعم ہے، شملہ کے ہر چہار اطراف سے دو ڈھائی ہزار نفوس صبح اور اسی قدر شام شیر فروشی کے لئے بلا ناغہ آتے ہیں، بعض تو ۹-۸-۱۰ میل کا دھاوا مارتے ہیں، اس تعداد میں نصف کے قریب انکی عورتیں اور لڑکیاں ہیں وہ ہر کوٹھی پر چکر لگاتی ہیں اور مقررہ وزن میں دودھ دینا شروع کر دیتی ہیں، قیمت کا بھی روزانہ مطالبہ نہیں، ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ پر حساب

صاف کر جاتی ہیں، وہ نہایت صاف ستھرے لباس میں بن ٹھن کر گھر سے نکلتی ہیں سگریٹ پان پیتی آتی جاتی ہیں، یہ کوٹھیوں والے اُن سے ارتباط پیدا کرتے ہیں اور وہ اپنی خرچی مقرر کر لیتی ہیں، اس طرح سے عصمت فروشی ہوتی ہے، اور دودھ کا محض بہانہ ہے،

چشم دید واقعہ

اس دفعہ راقم اتفاق سے شملہ کے کسی ہوٹل یا خاص شملہ میں نہیں ٹھیرا، بلکہ کیتھو کی طرف ایک تاجدار مہربان نے ایک کوٹھی دیدی، کہ جہاں پہلے بنگالی صاحبہ ٹھیرے ہوئے تھے، شام کے ۴ بجے ہمارا ملازم رسد لینے گیا، وہاں سے دودھ بھی لے آیا، مگر شام کے ۶ بجے کے قریب ایک پریزاد بقول اوئی قیم چندے آفتاب چندے ماہتاب دلیرانہ وار کوٹھی کے برآمدہ میں نمودار ہوئی، ۱۶ سال کا سن، سر سے پیر تک حسن، پاک صورت، پاک لباس، جوبن پھٹا پڑتا تھا، اللہ رے حسن کی دل آویزیاں کہ کوٹھی کے جملہ نفوس یہ نمونہ فطرت دیکھ کر مبہوت ہو گئے، سب کاروبار چھوڑ دیا، دراصل جلوۂ حسن کے آگے کوئی اور صورت برقرار نہیں رہتی، اُس نے رسوئیے سے پوچھا کہ آج جو بابو صاحب آئے ہیں اُن کو صبح و شام کسقدر دودھ کی ضرورت ہوا کریگی، وہ بیچارا ایسی تریاچرتر سے قطعی ناآشنا تھا کیا جواب دیتا، اردلی نے کہا کہ ہمارا نوکر بازار سے دودھ لے آیا، اب دودھ کی ضرورت نہیں اُسنے کہا کہ بازار کا دودھ خراب ہوتا ہے ہم سے لیا کرو، اور یہ کہہ کر آدھ سیر دودھ برتن میں ڈالکر کہا، پہلے بازار کے دودھ کا ایک گھونٹ پلا دینا پھر اسے پلانا، اگر ہمارا خراب ہو ایک پیسہ نہ لینگے، اور بتاؤ کہ صبح کسقدر چاہئے، اردلی نے یہ واقعہ مجھ سے بیان کیا، میں باہر آیا وہ دودھ دیکھے، واقعی اسکا دودھ تھا، میں نے کہا کہ ایک سیر صبح اور ایک سیر شام دیجایا کرے اور قیمت روز کے روز لیجایا کرو، اُس نے کہا کہ حضور قیمت کی کوئی جلدی نہیں، آپ یہاں کسقدر عرصہ ٹھیرینگے، چونکہ میں اسوقت اپنا سفرنامہ لکھ رہا تھا، بلا جواب دئیے اندر آگیا۔

رات کے ۱۱ بجے کام تحریر ختم ہوا، اُسوقت میں نے غور کیا، کہ اگر ہندی یا اسلامی عہد کی [illegible] کو ایسی آزادی ہرگز نہ ہوتی، اور ہمارا ملک بے پلو نہ ہوتا، ایسے میں ہمارا بھی

کی بڑی بڑی بدچلنیاں فیشن میں داخل ہوگئیں اور بالغ عورات ہر طرح کی آزادی سے برباد ہوگئیں اس سے بدتر حالت ہمارے ملک کی ہوگئی، کیونکہ وہاں تعلیم و تربیت کے ساتھ حرامکاری ہوتی ہے، یہاں حالتِ معصومی و تنگدستی میں، چنانچہ مجھے پہاڑی عورات کے جدید طرزِ زندگی کی پڑتال کرنا تھا اسلئے میں نے ارادہ کیا کہ صبح خود اسکی زبانی سرگذشت سنا چاہئے

مسماۃ سنہرو کی آپ بیتی

سنہرو جب آئی تو بڑی بے خبری کی ہوا میں تھی، جو عیاشی اور حُسن فروشی کی رَو میں ہوا کرتی ہے، میں نے اُس سے پُوچھا کہ:- تمہاری شادی ہو چکی ہے؟

سنہرو:- مَیں ابھی شادی نہیں کراؤنگی، اور پہاڑی سے تو ہرگز نہ کراؤنگی،

مَیں:- کیوں، میری رائے میں تم کو کسی پہاڑی ہی سے شادی کرانی چاہئے، دیس کے آدمی پہاڑی عورات سے بُرا سلوک کرتے ہیں۔

سنہرو:- مجھ سے اب پہاڑیوں کی خانہ داری کے انتظام نہیں ہوسکتے، نہ اب میں وہ کاروبار کرسکتی ہوں،

مَیں:- تمہارا اصلی وطن کہاں ہے، یہاں کس طرح آئے، تمہارا یہاں کوئی اور بھی ہے؟

سنہرو:- ہمارا وطن سکیت ہے، میری والدہ یہاں آئی تھی، میری دو بڑی بہنیں یہاں ہیں جن کی شادی ہو چکی ہے،

مَیں:- تم اور تمہاری دونو بہنیں یہاں کیسے؟ دیکھو سنہرو مجھے تمہاری جوانی کے برباد ہونے کا بڑا رنج ہے، مَیں چاہتا ہوں کہ ہماری عورتیں اپنا دھرم قائم رکھیں، اس سے انکی صحت، عزت اور دولت میں ترقی ہوتی ہے، عیاشی کی آمدنی، چار دن کی چاندنی اور پھر اندھیری رات ہے، تمہاری اِس عمر تک شادی کا نہ ہونا، اور گلِ گلاب کا دوپہری دھوپ سے مُرجھا جانا تمہاری واپس نہ آنے والی جوانی کا پتہ دیتی ہے، اب بھی کچھ نہیں بگڑا، دو سال تک تمہاری تمام جسمانی بہار، خزاں میں تبدیل ہو جائیگی، یہ رنگین اور چلبلا سنہری بڑھتی

گھوڑی بلا لگام کا مصداق ہوگی، پھر تم لوگوں کی طرف متوجہ ہوگی اور وہ توجہ نہ کریگے کیونکہ حقیقی رنگ روز روز جاتا رہیگا، اگر اب بھی شادی کر لو، تا عمر لطف زندگی حاصل کرو،

ستھرو:- میں نے ہر چند اپنے آپ کو سنبھالا، مگر بچپن میں میری شادی کر دیگئی، نالائق خاوند ملا، چار سال ہوئے، ریت کا روپیہ میرے سیٹھ نے ادا کر دیا وہ مجھے اپنے پاس رکھتا ہے، اور میری بڑی بہن مجھے ناجائز آمدنی پر مجبور کرتی ہے اُس سے چھوٹی بہن ایک ٹھیکہ دار نے اپنی زوجہ بنالی، اُس نے اپنے شباب میں شملہ کے ایک ٹھیکہ دار سے ایک شب کا دو ہزار روپیہ لیا، ہزاروں کمائے، اب بھی دیکھنے کے لائق ہے، وہ بڑی عیار اور زبان دراز ہے، اکثر اوقات وہ بھی مجھے مجبور کرتی ہے، کل آمدنی میری دونوں بہنیں مجھ سے لے لیتی ہیں، مجھے کپڑا اور کچھ نقدی ملتی ہے، شادی کا نام نہیں لیتے، چار سال سے شملہ کے ڈاکٹروں، ٹھیکہ داروں، نوجوان وکیلوں اور مالدار سیاحوں کو عشق و عاشقی کا مزہ چکھا چکی ہوں، ایک دفعہ صبح ایک دفعہ شام محض پندرہ پندرہ منٹ ٹھیر ٹھیر کر دو دو سو روپیہ لا کر دیئے ہیں، چار بھینیں خرید رکھی ہیں، اُن کے لئے جنگل سے چارہ لاتی ہوں، دن رات اُنکی خدمت کرتی ہوں، صبح و شام ۲۰ سیر خالص دودھ کوٹھیوں پر فروخت کرتی ہوں، رات کے ۱۱ بجے تھک کر اور چور ہو کر پڑ رہتی ہوں، اگر تم میری شادی کسی شملہ کے رہنے والے سے انتظام کر دو، تو میں اس حرامکاری سے توبہ کرتی ہوں، میرا باپ سکیت میں ہیں، اور میرے سیٹھ کی طرف سے ریت کا روپیہ دیئے جانے کی وجہ سے اُن کا مجھ پر کوئی حق نہیں رہا، اب میری حیثیت ایک جانور کی سی ہے، کماؤ میں حق اِن کا،

میں:- افسوس کہ میں شملہ سے جلد جا رہا ہوں، اور تمہاری شادی کا کوئی انتظام نہیں کر سکتا، مگر جب تک تمہاری شادی نہ ہو حرامکاری سے قطعی پرہیز رکھنا، جب تمہاری بدخواہ لالچی بہنیں تمہیں حرامکاری کیلئے کہیں بیمار پڑ جانا، یا کوئی اور بہانہ بنا دینا،

باہمی گفتگو پر اور بہت سی باتیں ہوئیں، مجھے یہ ظاہر کرنے میں بڑی خوشی محسوس ہوتی ہے کہ [illegible] نے اُس روز سے [illegible] سنگار ترک کر دیا، اور شیر فروشی ترک کر دی [illegible]

میں زخم لگالیا، اور گھر پڑ گئی، دونوں بہنیں اور دیگر دالہ اُسے مجبور کرتی ہیں کہ وہ دھے بیچنے جاؤ، مگر وہ
اُس سے مس نہیں کرتی۔ میرے پاس کہلا کر بھیجا کہ اگر آپ میری شادی کا انتظام نہ کرینگے تو میں زہر کھالونگی،
کیونکہ تمام گھر والے اب میری جان کے دشمن ہوگئے ہیں، اور مجھے شیر فروشی پر مجبور کر رہے ہیں،
میری شادی کسی دیسی آدمی سے کرا دیں جو پہاڑ پر رہے +

معائنہ دفاتر گورنمنٹ انڈیا و پنجاب

ع اِس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

آج سے پچاس سال قبل رعایا کا راعی کے خلاف ایک معمولی کلمہ ادا کرنا کفر سمجھا جاتا تھا، اگر کوئی ایسی حرکت کر بیٹھتا تھا تو بزرگ جان کھا جاتے تھے، اور اعلیٰ افسران اُس کے خون کے پیاسے ہو جاتے تھے، ادب، تہذیب، حق نمک اِس تحریک پاک کے محرک رہے،

بزرگوں کی صحبتیں اُٹھ گئیں، مکتبوں اور پاٹھ شالاؤں کی تہذیب و تعلیم و تربیت پیوندِ خاک ہوگئی، کالجوں، اسکولوں کے نکلے ہوئے نامکمل انسان، ایسے ہی لوگوں میں پرورش پائے ہوئے دہقان سوسائٹی میں رُوشناس ہوئے، اور اب سب جگہ تقریباً یہی پود پائی جاتی ہے، جو پنشن پا چکے ہیں، یا تیار ہیں جو برسرکار ہیں جدید تہذیب کے کھلونے اُن کا مذاق اُڑاتے ہیں -

میں نے شملہ کی عام سیر کے بعد ارادہ کیا کہ ارباب بست و کشاد سلطنت قیصری کے دفاتر کی بھی سیر کرنا چاہئے، اور دیکھنا چاہیے کہ جدید تہذیب ہندی جو انہیں تحہ ہلاکت میں دھکیل رہی ہے، آیا وہاں کیا رنگ لا رہی ہے،

دفاتر افسرانِ گورنمنٹ آف انڈیا

میں گورنمنٹ انڈیا کے سنٹروں کے دفتروں میں گیا، اور ونڈیٹر روم میں بیگانہ وار جا بیٹھا و بجے پہنچا، اردلی آنا شروع ہوئے جن کے پرانے فیشن کی نہایت گندی داغدار بے ڈھنگی پگڑیاں تھیں، اگر کسی کا بٹن کھلا تھا تو دوسرے کا ہک لٹکتا تھا، بیسیوں طرح کے پاجامے تھے، دوپٹے تو دنیا بھر کے طرز لباس کا خاکہ کھینچتے تھے، میں سمجھا کہ شاید لباس کے خلاف خیالات

میں یکرنگی ہو، مگر جب اُن سے باتیں ہوئیں تو دو طرح کے خیالات پائے گئے :-

الف :- وہ بزرگ تھے کہ جن کی عمر ۵۰ سال سے تجاوز کر چکی تھی، اُن کا چلنا پھرنا، اُٹھنا بیٹھنا اَدبِ قدیم کا پتہ دیتا تھا، خیالات میں شائستگی، اَدب، بُردباری اور خاکساری کی جھلک تھی، وہ گو قانع نہ تھے، مگر فریاد کُناں بھی نہ تھے، خود بینی اور غرور سے قطعی مبرا تھے، مُلک کی شرحِ گراں کے زیادہ نالاں نہ تھے، کیونکہ رواجِ قدیم کے موافق اُنکی ضروریات آئین کے اندر رہتیں، کاروبار کی زیادتی سے چُور چُور رہتے، جو افسر آتا تھا جُھک کر سلام کرتے تھے اور جواب پر خوش ہوتے تھے،

ب :- دوسرے وہ لونڈے تھے جو جدید بھرتی میں منتخب ہوئے تھے، یہ بالعموم پہاڑی یا ایسے ہی اُجڈ ناصحبت و تربیت یافتہ تہذیب جدید کے نمونے تھے، نہ اُٹھنا جانتے تھے، نہ بیٹھنا، نہ چلنا جانتے تھے نہ پھرنا، نہ بات کرنا جانتے تھے نہ جواب دینا، خود بینی اور خود ستائی کے سوا دوسرا کام نہ تھا، میں نے امتحاناً ایک سے پوچھا کہ کیا صاحب آگئے؟ بے رُخی سے کہا کہ ابھی آمرتے ہیں، میں نے دوسرے کا قیافہ شناسی کے علم سے شریف خون دیکھ کر امتحان لینا چاہا، گو وہ عام ہندوستانی ملازمین کی طرح "جلد بازی" کا غلام تھا، مگر میرے خطاب پر ذرا رُکا، میں نے پوچھا، کہ تمہاری کیا تنخواہ ہے، اور گھر کا گذارہ ہو جاتا ہے، کہنے لگا کہ "سرکار گھر کا تو کیا ذکر ہے میرا بھی گذارہ نہیں ہوتا"، میں نے کہا کہ اگر اس تنخواہ میں گذارہ نہیں ہوتا کوئی اور کام کرو، وہ بولا کہ: "مہاراج گھر سے دُور نہیں جا سکتا"، میں نے سمجھایا کہ دیکھو انگریز رزق کی تلاش میں ہزاروں میل گھر سے نکل آتے ہیں اور لاکھوں روپیہ پیدا کر کے گھر کو واپس جا کر لُطف اُڑاتے ہیں، تم بھی وہی اعضار رکھتے ہو، پھر کیوں انگریزوں کی عقل نہیں سیکھتے، حالانکہ اُن میں رہتے سہتے ہو، اُن کو کام کرتے دیکھتے ہو، بڑے حیا کے لہجہ میں کہا کہ "حضور وہ انگریز ہیں"،

ان خیالات اور جذبات سے وُہی نقص یہاں بھی پائے گئے کہ تمام ہندوستان

میں پائے جاتے ہیں :-

الف :- مزدور پیشہ گرانی سے بیزار ہیں، اور حقیقۃً یہ شکایت صحیح ہے۔

ب :- ہندوستانی اب تک سفر سے مانوس نہیں، نہ گھر چھوڑنا چاہتے ہیں۔

ج :- بیکاری ان کا عام شغل ہے،

د :- پست حوصلہ اور برباد ہمت ہیں،

ہ :- تدبیر، تقدیر پر قربان کر رکھی ہے،

پنجاب سکرٹری ایٹ

میں نے فون سے سردار جوگندر سنگھ بہادر سے ملاقات کا وقت مقرر کر لیا تھا، ۲۰ منٹ پہلے پہنچا کہ سکرٹریٹ کے مینیل سٹاف کی حالت کا اندازہ کروں، دیکھا کہ تمام اردلی بیکاری کے شغل میں مصروف ہیں، ۱۰ بجنے پر حرکت پیدا ہوئی، ۱۱ بجے بھاگ دوڑ شروع ہو گئی، میں نے ایک چپڑاسی پر نظر رکھی، ڈیڑھ گھنٹہ میں اوپر جانے اور نیچے آنے کے ۸۰ چکر شمار کئے، ۴ بجے شام تک کے چکر کون شمار کر سکتا ہے میں نے سوچا کہ اگر اسے ۱۰ بجے صبح سے ۴ بجے تک پورٹر (ریلوے قلی) سمجھ لیا جائے تو اس کی مشقت اور خدمتگزاری کم از کم چار سو چکر پر بھی ختم نہیں ہو سکتی، فی چکر ار کے حساب سے ان چھ گھنٹوں کی مزدوری صہ؎ ہوئی، ملازمت کرنے سے بالعوض ایک روپیہ، یہ دل میں اپنی اور قلی کی مشقت اور آمدنی پر خیال کرتا ہوا، حکومت کو ضرور ملزم گردانتا ہوگا، اور یہی خیالات ایسے لوگ ملک میں پھیلاتے ہیں، اب میں صاف الفاظ میں کہتا ہوں کہ :-

گورنمنٹ خود بالشویک پیدا کرتی ہے

سرکاری ملازم اور مزدور

آریہ ورت قدیم کا طرز تمدن اونیٰ و اعلیٰ اشخاص کی ذلت و توقیر ہی تخصیص نہ کرتا تھا، بلکہ ہالی ہالی ہر ایک میں بھی صورت امتیاز رکھتا تھا، انگریزی تہذیب میں یہ نہیں، بلکہ صورت برعکس ہے، ... اعلیٰ خاندان کی شریف بی بی اور بھی پیدا نہیں کر سکتی، ایک خوبصورت گھنٹہ ... [illegible]

اور سوسائٹی اُسے بُری نگاہ سے نہیں دیکھتی، پہلے اعمال و افعال کی عزت تھی اب مال و اموال کی ہے، یہی وجہ ہے کہ ادنیٰ اعلےٰ کو دبا رہا ہے، اسی مذموم حرکت کا نام بالشویک ازم ہے جو طبقۂ اعلیٰ کی لاپروائیوں اور نفس پروریوں سے روز بروز ترقی کر رہا ہے، اسکا علاج اب کیا ہو سکتا ہے، ع چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی،

صنعت وحرفت کی برکات

محنت اور عاقلانہ مشقت مٹی سے سونا، کوئلہ سے ہیرا، کانچ سے الماس، رُوئی سے ریشم، لوہے سے ریڈیم، پتھر سے نقرہ بنا ڈالتی ہے - یہی کمالِ صنعت ہے، ڈھاکہ کی ململ کا تھان جو دس تولہ رُوئی کا ہوتا تھا دو ہزار روپیہ میں فروخت ہوتا تھا، تیغ ہندی ایک ہزار میں خریدی جاتی تھی کہ جو پاؤ بھر لوہے کی ہوتی تھی، ہندوستانی قدیم صنعتیں برباد کر دی گئیں -

اب مغرب کا حصّہ ہے، مَیں نے ہملٹن اینڈ کو کی دُکان پر چار تولہ چاندی کی ڈبیا دیکھی جس میں محض ۳ روپیہ کی چاندی تھی، مگر مغربی نے صنعت کا روغن چڑھایا تو ۲۰۰ روپیہ کی بنا ڈالی، ایک گھڑی دیکھی جس کا وزن ۲ تولہ تھا، قیمت با ناری دو ہزار روپیہ، ایک گز مربع کاغذ قیمتی ۸ ر چھپیر ہو کے رنگ خرچ کئے گئے ہونگے، تصویر بن جانے سے ایک ہزار روپیہ ہو گیا، اور شاید یکصد سال گذر جانے پر یہی تصویر ہزاروں میں فروخت ہو، ہماری صنعت وحرفت برباد ہو گئی، ہمارا راج جا تا رہا، مغرب نے یہ کمال پیدا کیا، اور مالدار ہو گیا +

برتری تاجدار کمارسین

کوہستانِ شملہ کی ۲۲ ریاستوں میں ریاست کمارسین بڑی خوش نصیب ہے کہ جسے رانا ودیا دھر سنگھ صاحب بہادر سا صفت موصوف حکمران ملا ہے، یہ تشریف ایک دو مضامین ریاست کی بابت ہیں کا پہلا تین ہندوستان زمین ہند میں شائع ہوا اور اللہ تعالیٰ سے کمارسین نمبر با تصویر تیار کر رہے ہیں جو نہایت دلچسپ و عجیب ہوگا اور ایک نئی بات ہوگا، شائقین منتظر رہیں + المعلن چیف ایڈیٹر زمین ہند،

کون کون سے اشتہارات لئے جاتے ہیں

ملک میں اخبار نویس تہذیب و اخلاق کے مدعی ہیں، اگر ان کے اخبارات کے اشتہارات دیکھے جائیں تو وہ نہ صرف مخرب اخلاق ہی نہیں، بلکہ حیا سوز دیکھیں گے، ان کی اس طرز و رنگی میں ان کی ہر طرح سے حصول زر اور ذل کی شرمناک خواہش ہے پس جو اشتہار مخرب اخلاق ہیں،، ان کے متعلق دفتر ہذا سے خط و کتابت نہ کی جائے ؂

چیف منیجر رئیس ہند، دہلی

قیمت دلخواہ دیجائے گی

فارسی، عربی، سنسکرت وغیرہ زبانوں کی پرانی کتب اور پرانی دستی تصاویر کی ہمارے ایک معزز علم دوست تاجر کو ضرورت ہے، جو صاحب ایسی خرید و فروخت کرنا چاہیں، خاکسار سے خط و کتابت کریں ؂

بتوسط

دکھاتے جیف منیجر، رئیس ہند، دہلی،

نمونہ کا پرچہ مفت

اگر آپ چاہتے ہیں، کہ رئیس ہند ملک کی خدمت بجا لاتا ہے تو وی۔ پی، یا خطایا یاددہانی کا انتظار نہ کر کے چندہ جلد روانہ فرمائیں، اکثر احباب "وی، پی" کی سفارش فرماتے ہیں، رئیس ہند "وی، پی" کرنا توہین سمجھتا ہے، اسلئے وی پی کا انتظار نہ کیجئے

چیف منیجر رئیس ہند، دہلی

بقیہ صفحہ (۸۰)

صاحب سپرنٹنڈنٹ ہل سٹیٹ کا شکریہ کارکنان و کارپردازان رئیس ہند کیطرف سے

چونکہ اثر کمنڈ کے دورہ میں بعض بعض جگہ انگریزی علاقہ بھی پڑتا ہے، اور چند افراد بعض ریاستوں میں ایسے بھی ہیں کہ جو علمی

امداد دینے میں بھی اپنی ناواقفیت سے پہلو تہی کرتے ہیں اسلئے دفتر کی طرف سے باضابطہ استمداد کیلئے صاحب موصوف سے استمداد کیگئی تھی۔ اسکی ڈاک میں صاحب چیف منیجر رئیس ہند نے صاحب موصوف کی چٹھی کی حسب ذیل نقل بھیجی :-

نمبر ۹۰۸-۲۰ منجانب جی، ورنیل صاحب او، بی، اے۔ آئی، سی، ایس۔ سپرنٹنڈنٹ ہل سٹیٹس شملہ

بخدمت چیف منیجر صاحب رئیس ہند، دہلی۔

مورخہ ۲۲ اگست ۱۹۲۹ء

صاحب من، آپکی چٹھی نمبر ۲۲ مورخہ ۱۳ اگست کے جواب میں آپ کو یہ اطلاع دینے کی عزت حاصل کرتا ہوں، کہ میرے نقطۂ خیال کی رُو سے شملہ کی ریاستوں میں آپکے قائم مقام کا دورہ کسی صورت میں بھی قابل اعتراض نہیں، اور مجھے اُمید ہے کہ یہ ریاستیں آپکو ہر طرح کی سہولتیں بہم پہنچائینگی۔

چونکہ میرا دورہ ریاستہائے بیجا، کٹھار، کُنہیار، باگھل، دھامی، بھجّی، مدھان، تھیوگ اور بلسن تک اپنے ذاتی اور شخصی تعلقات کی وجہ سے بڑے آرام اور اطمینان سے ہو چکا تھا، اسلئے یہ چٹھی اب کچھ زیادہ کارآمد نہ رہی تھی، اسلئے ڈاک میں رکھ کر میں نے لامتناہی زینہ طے کرنا شروع کیا، ۲۹۵ پوڑیاں طے کرکے چھوٹے سے بازار میں داخل ہوا، اور سیدھا محل کیطرف ہولیا۔

کنور رندھیر سنگھ صاحب کو میں پہلے ہی اطلاع دے چکا تھا، پروگرام کے مطابق دو دن یہ عاجز برلب دریائے گری اس قدیم ریاست کا عظیم الشان تاریخی محل ہے اسی میں ٹھیرایا گیا۔

برباد کردہ ریاست کوٹکھائی قدیم ٹھکرائی

اب شملہ کی پہاڑی ریاستوں میں کوٹکھائی کا نام نہیں آتا، حالانکہ یہ ریاست ایسی ہی قدیم ہے جیسی کہ کمارسین، کب سے کب تک یہ ریاست رہی؟ کیطرح بگڑ گئی؟ کس طرح

بکھری؟ کس کا قصور ہے؟ کس کی زیادتی ہے؟ کس کا جبر ہے؟ یہ سب کوائف اپنے اپنے سلسلہ میں منسلک ہونگے،

شجرۃ الانتساب تاجداران کوٹکھائی

تاجداران ریاست کوٹکھائی کا شجرۂ نسب عہد انتقال مکانی سے درج کیا جاتا ہے،

جو ریاست کے خاندانی بھاٹ کے پاس محفوظ ہے۔ اس سے قبل کا شجرہ ۲۴ پشت کا قلم انداز کیا جاتا ہے، جو راجدھانی گیاجی و قنوج سے تعلق رکھتا ہے:-

مہارانا کیرتی سنگھ

پرتاپ سنگھ — پہاڑ سنگھ (مورث اعلیٰ ریاست کوٹکھائی)

مورث اعلیٰ ریاست کا رسین

۲۴ پشت کے بعد

نراین سنگھ ۲۴ - مادھو سنگھ ۲۵ - دھرم سنگھ ۲۶
سبل سنگھ ۲۷ - بھیم سنگھ ۲۸ - بہادر سنگھ ۲۹ - پردیپ سنگھ ۳۰ - رنجیت سنگھ ۳۱

جسونت سنگھ ۳۲ — بھگوان سنگھ (لاولد)

گلاب سنگھ — رام سرن سنگھ ۳۳

مان سنگھ — گوپال سنگھ

شمشیر سنگھ — جے سنگھ ۳۴

بیرانند سنگھ — پدم سنگھ

دیوانند سنگھ — جگانند سنگھ — کنور رنمیر سنگھ — ٹیکہ مگنانند سنگھ ۳۵

(باقی دارد)

تمدنِ شملہ

ع ہر کہ آمد عمارتِ نو ساخت۔

میں اس سیزن میں کامل دو ماہ تک شملہ ٹھیرا، مجھے یہ خیال تھا کہ جہاں دنیا بھر کی متمدن اقوام شب و روز اپنی مصروفیتِ قابلِ آفرین سے ہم گئے گذرے ہندوستانیوں کو علمی ادبی درس و تدریس دے رہی ہے، وہاں شاید انکی شب و روز کی صحبت کے اثر سے کچھ حاصل کر لیا ہو، خدا گواہ ہے کہ میں شملہ کی تمدنی حالت دیکھکر ہندوستانیوں کی ترقی سے قطعی مایوس ہو گیا، ذرا تشریح سنیے :-

تجار

جس قدر ہندوستانی دکانیں ہیں گراں فروشی کی علت میں گرفتار ہیں، جب کہا جاتا ہے کہ قیمت زیادہ ہے، تو جواب دیتے ہیں، کہ فلاں انگریز کی دکان پر جاکر قیمت پوچھو، قیمت کچھ بتلاتے ہیں، لیتے کچھ ہیں، مال کے دکھانے میں بڑی عیاری کرتے ہیں، اور حتی الوسع ادنےٰ ترین چیز دیتے ہیں، دیانتداری اور صداقت جو ہندوستانیوں کا دھرم تھا، شملہ کی ان دکانوں سے اڑکر کچھ تو غریب آدمیوں کے حصہ میں آگیا، جو باقی بچا مغرب پہنچ گیا۔

خدمتگار پیشہ افراد اور بابو

اپریل کے شروع ہونے سے پیشتر کانگڑہ، بلاسپور، حدود پٹیالہ، انبالہ اور گڑھوال سے سینکڑوں آدمی بابوؤں، دکانداروں، ہوٹلوں، اور دیگر ملازمتوں میں ملازمت کے لئے آجاتے ہیں، جن کے ٹھکانے ہیں اور گزشتہ سیزن کے بہتر تعلقات ہیں، وہ اپریل مئی تک ملازمت کر لیتے ہیں، جو بددیانت چور ہیں وہ بیکار پھرتے ہیں، جہاں آجکل کا کوئی فیشن ایبل نادان بابو شملہ پہنچتا ہے، ایسے چوروں سے اسکا واسطہ پڑتا ہے، بابو صاحب ۷ بجے صبح اٹھکر ایسے ملازم کو جگاتے ہیں، وہ جاگتا ہے لیکن پھر سو جاتا ہے، اتنے میں بابو صاحبؒ اپنی کتاب میں مشغول ہیں، یا چائے کے لئے شور و غل کرتے ہیں جب ملازم نہیں آتا، جاکر پھر جگاتے ہیں، ایک گھنٹہ ہے۔ اس عرصہ میں بابو صاحبؒ صبح کا کل کام ہر ایک انجام دے لیتے ہیں، پھر نوکر آتا ہے اور چائے کی ایک پیالی چائے سے بھر کر مقدمہ کی خوشبو دیتا ہے، اُسے جاکر برتن

اُٹھاکر باورچی خانہ میں لے آتا ہے، نہ دوسری پیالی کیلئے پوچھتا ہے۔ نہ "بابو صاحب" اتنی جرأت رکھتے ہیں کہ دوسری پیالی مانگ لیں، پھر "بابو صاحب" حمام کے فرائض انجام دیتے ہیں، اور ملازم باورچی خانہ میں آکر جائے کی صفائی کرتا ہے، دس بجے کے قریب "بابو صاحب" دفتر یا کمپ کیلئے نکل جاتے ہیں، پانچ بجے واپس آتے ہیں، ایسا ملازم، گھنٹے تک اُنکے اسباب کی پڑتال کرتا ہے جو چیز چاہتا ہے، الگ کرلیتا ہے، رُوکھی سُوکھی چوتھی ناپاک غذا کہ جس میں غذائیت کا ایک ذرہ نہیں ہوتا، "بابو صاحب" کے ماتھے ماری جاتی ہے، "بابو صاحب" کُڑھ کُڑھ کر زہر مار کرتے ہیں، اگلی صبح جب "بابو صاحب" دفتر جاتے ہیں یا آتے ہیں رکھانے پکانے کے حکم کی تعمیل میں ملازم کہتا ہے، حضور گھی ختم ہوگیا، آٹا کس قدر لاؤں، کوئلے بار بار لانے سے من بھرنے آتا ہوں، مصالحہ بھی نہیں رہا، مٹھائی رات بلّی کھاگئی، "بابو صاحب" بھیگی بلّی کی طرح خاموش ہوجاتے ہیں، عیار بدقماش ملازم کی عیاری کو کچھ صحیح سمجھتے ہیں، کچھ غلط سمجھتے ہیں، چڑچڑا کر اشیاء کی خرید کے لئے دام دیدیتے ہیں، یہ ہے شملہ کے ملازمین ادنےٰ کی سرگذشت، کہاں ہندوستانیوں کی یہ حالت تھی، کہ ایک چور چوری کرتے وقت چینی سمجھ کر نمک کھا گیا، پاسِ نمک اس قدر غالب آیا کہ سب دیگر مسروقہ اشیاء وہیں چھوڑ کر بھاگ گیا آج جس قدر زیادہ نمک کھاتے ہیں اُسی قدر زیادہ نمک حرامی کرتے ہیں، یہ قصور ملازمین کا نہیں بلکہ کُلیتہً "بابو صاحب" کا ہے، کہ جنہیں ٹوٹی پھوٹی انگریزی بولنے اور بے تمیزی سے انگریزی لباس پہننے کے جنون کے سوا اور کچھ نہیں آتا۔

کاغذی حکومت

آجکل ہر جگہ کاغذی حکومت ہے، ولایت میں تو اس کے بغیر گذارہ ہی نہیں، مگر شملہ بھی اس خیال سے کم نہیں، ہر چند مکانات صاف کراتا ہوں، مگر "جناب کاغذ صاحب" کہیں نہ کہیں تشریف رکھتے نظر آہی جاتے ہیں، خدا اس کاغذی حکومت سے بچائے۔ یہ مضمون طولانی ہے، بخوف طوالت اب یہی اشارہ کافی ہے یہ آپ ہی دیکھ لیں کہ کاغذ روپیہ ہے، کاغذ پانی ہے، کاغذ پیٹ ہے کاغذ دال ہے کاغذ ترکاری ہے، کاغذ مٹی ہے، کاغذ ایمان ہے، کاغذ جان ہے، اسی کو دنیا قربان ہے۔

شملہ کی رکشا اور رکشا قلی

شملہ میں ایسا کوئی ہی معزز سیاح آیا ہوگا کہ جس نے "رکشا" کی سواری نہ کی ہو، یہ سواری ایک ٹم ٹم کی شکل کی ہے جس کا ایک بم ہوتا ہے، بالعموم دو قلی آگے اور دو پیچھے لگتے ہیں، سواری کو بٹھا کر حیرت انگیز طریق پر اترائی میں بھاگتے ہیں، چڑھائی میں رہ جاتے ہیں، اِسکے جا بجا اڈے ہیں، اور ہر وقت موجود رہتی ہیں، میونسپل کمیٹی اسے خوب نچوڑتی ہے، اور حقیقتہً انتظام بھی خوب کرتی ہے، ورنہ رکشا قلی جو قانون بن جانے پر بھی مسافرین کو دِق کئے بغیر چین نہیں لیتے، سفر مشکل بنا دیتے، اِس سیزن میں کم و بیش دو ہزار رکشا شملہ کے ساکنین کی سواری کے کام میں آرہی ہیں، یہ اپنے اپنے سٹینڈ میں کھڑی رکھی جاتی ہیں، جن کا اُن سے کرایہ لیا جاتا ہے، کرایہ کا نرخ بڑے غور و خوض سے تجویز کیا گیا ہے نقشہ ذیل سے صراحت ہوگی :-

نمبر شمار	عرصہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	بمقام	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۱	ایک گھنٹہ تک	۲ر	۱۳ر	[illegible]	مشوبرہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۲	ایک گھنٹہ سے زائد دو گھنٹہ تک	۳ر	[illegible]	[illegible]	مہاسو	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۳	دو گھنٹہ سے زائد ۳ گھنٹے تک	۴ر	[illegible]	[illegible]	کفری	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۴	۳ گھنٹہ سے زائد ۴ گھنٹے تک	۵ر	[illegible]	[illegible]	پھاگو	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۵	۴ گھنٹہ سے زائد ۵ گھنٹے تک	۶ر	[illegible]	[illegible]					
۶	۵ گھنٹہ سے زائد ۱۰ گھنٹے تک	۷ر	[illegible]	[illegible]	نالدیرہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۷	۱۰ گھنٹہ سے زائد ۱۲ گھنٹے تک	۸ر	[illegible]	[illegible]	جنگہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۸	۱۲ گھنٹے سے زائد ۲۴ گھنٹے تک	۱۲ر	[illegible]	[illegible]	تارا دیوی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

سلہ شرح قلی اس سے زائد چوہدری کمیشن دیا جانا چاہیے +

دستخط اے۔ جی۔ [illegible]
لائسنس افیسر شملہ

شملہ کے ٹیکس ہندوستانیوں کے ہاتھوں سے

کردیا ٹیکس نے اے یار نکمتو مجھ کو
جاؤں انگلینڈ کو جانے تو ٹھٹو مجھ کو

یوں تو ہندوستان بھر میں انگریزی دور دورہ کی وجہ سے انگریزی علاقہ سے گذر کر اب ہماری ریاستوں میں بھی ٹیکسوں کی بھرمار ہے، مگر شملہ کی غریب آبادی ٹیکسوں کی زیادتی اور گرانی سے سخت زیر بار ہے، خدا معلوم یہ ٹیکس کیوں لگائے جاتے ہیں، اگر خدا اپنا ٹیکس جاری کردے تو پھر کون ادا کرسکتا ہے، پھر ظل الٰہی کے ٹیکس کیسے؟ شملہ کے ٹیکس شمار کیجئے:-

گراؤنڈ ٹیکس، ہاؤس ٹیکس، انکم ٹیکس، واٹر ٹیکس، ہورس ٹیکس، ڈوگ ٹیکس، ملشیاں کا ٹیکس وغیرہ وغیرہ۔ اور ٹیکس تو جو ہیں سو ہیں، مگر شملہ کی میونسپل کمیٹی کیا ہمیں بتلاسکتی ہے کہ گھوڑے اور دیگر مویشیان پر ٹیکس لگائے جانے سے شریف و غریب آبادی پر کسقدر ظلم ہے، اس لئے کہ مجوزہ ہمارے ہندوستانی بھائی ہیں، مگر جہاں اسقدر ٹیکس ہیں، وہاں شملہ کی دیسی گلیوں کی کیفیت پریسیڈنٹ یا سکریٹری میونسپل کمیٹی کو کسی صبح یا شام پیدل پھر کر دیکھنا چاہئے۔ تاکہ انکو معلوم ہو جائے کہ رعایا کی پسینہ کی گاڑھی کمائی کا کسقدر روپیہ نالیوں میں بہایا جارہا ہے، انہیں ہوٹلوں، کوٹھیوں، پاخانوں، پیشاب خانوں، نالیوں، اور سڑک کے کناروں کی صفائی ضرور دیکھنا چاہئے، انکے علاوہ مزدوروں، رکشا والوں، نادار لوگوں کے حجروں پر بھی نظر ڈالنی چاہئے۔

شملہ میں شہریاروں کا حصول نیاز

میرے دوران قیام شملہ میں مہاراجہ صاحب میسور۔ مہاراجہ صاحب پٹیالہ، نواب صاحب بہاولپور، نواب صاحب مالیرکوٹلہ، مہاراجہ صاحب جے پور۔ معصوم مہاراجہ صاحب بھرتپور، نواب صاحب لوہارو، پہاڑی راجگان میں رانا صاحب جھلوگ۔ رانا صاحب درکوٹی، اور رانا صاحب بھجی شملہ میں قیام فرماتے، میری طبیعت فطرتاً شاہ پسند واقع ہوئی ہے، اسلئے میں نے ترددات حسب ذیل ایک کوشش کی:-

مہاراجہ میسور

میں مال روڈ سے گذر رہا تھا، کہ مہاراجہ میسور وائسرائے کی لینڈو میں وائسریگل لاج سے (چھوٹے شملہ) اپنی کوٹھی کی طرف جارہے تھے، میں نے دیکھا کہ آپ متردد تھے، چونکہ رئیس ہند کا شملہ کی اعلیٰ سوسائٹی میں کافی شہرہ تھا اسلئے سوامی پرمانند نے اُن سے ذکر کیا، اور مجھے بُلایا گیا، مہاراجہ نہایت شریف طبیعت، غریب مزاج، اور خاموش انسان ہیں، اُن کی ریاست میں کچھ عرصہ سے نارضگی پھیلی ہوئی ہے، جو روز بروز بڑھتی چلی جاتی ہے، اور اندر ہی اندر خرابی پیدا کر رہی ہے، چونکہ قائمقام وائسرائے شملہ میں رہے تھے، اسلئے مہاراجہ صاحب معاملات کے تصفیہ کیلئے تشریف لائے ہیں، مگر اُمید نہیں کی جاسکتی کہ معاملات کی صورت رُو باصلاح ہوجائے، ہم اُمید کرتے ہیں کہ میسور کے دیوان میرزا محمد اسمٰعیل اِس گُتھی کے سلجھانے میں فراخدلی سے کام لیتے ہُوئے جلد از جلد ابتری اور بے اطمینانی دُور کردینگے، مہاراجہ صاحب کو بھی پُوری پُوری مستقل مزاجی سے کام لینا چاہئے۔

مہاراجہ پٹیالہ

مہاراجہ صاحب پٹیالہ محض ایک روز کیلئے تشریف لائے تھے، وائسرائے سے ملاقات فرماکر اگلی شام چائل تشریف لے گئے، اُسی شام ہمارا بھی سلام ہوا، اُسوقت ایجنٹ گورنر جنرل پنجاب سٹیٹ، دیوان گیان ناتھ سکرٹری، نواب سکندر حیات خاں، نواب صاحب لوہارو وغیرہ وغیرہ معزز اصحاب ملاقاتیوں میں تھے، مہاراجہ صاحب نہایت بشاش اور فرحاں وشاداں تھے، بدذات فرقہ اخبار نویساں کی پھیلائی ہوئی شہرت کی قطعی تکذیب کی تحقیق ہوگئی، ہم سے بہت عرصہ مخاطب رہے، ایسا ذہین زودفہم نکتہ رس، آزاد مزاج، زندہ دل انسان شاذ ہی پیدا ہوتا ہے۔

نواب بہاولپور

نواب صاحب کی نسبت پہلے سے کم الزامات لگائے جاتے ہیں، آپ نوجوان اور اپنے جذبات پر فریفتہ ہیں، ریاست کے حالات کی ابھی اصلاح نہیں ہوئی، آپ ابھی تک [illegible] میں سرگرداں ہیں، آپ کو بھی دیگر تاجداروں کی طرح کتوں اور موٹروں کا شوق ہے، اور اس شوق سے خزانہ کو سخت نقصان پہنچا ہے، نوجوان تاجدار بھی ہمارے [illegible] جوانی

رکھتے ہیں، اگر ان میں بے اعتدالی ہو جائے تو اُسکا انسداد جاں نثار اور سر وش رجال دولت کے ہاتھ میں ہے، مگر آجکل نہ تاجدار کسی کی سُنتے ہیں، نہ اہلکار ہی جرات کرتے ہیں، یہی سب سے زیادہ خرابی ہے، آپ شریف و امیر مزاج ہیں +

والئے مالیر کوٹلہ

رئیس ہند کے کالموں میں بارہا لکھا جا چکا ہے، کہ نواب صاحب ممدوح حقیقتہً "نواب" ہیں، وہ انتظام کی رُوح ہیں، اور اپنے وزراء پر کامل اعتماد فرماتے ہوئے اُنکی پوری پرورش کا خیال رکھتے ہیں، آپ کا اخلاق وسیع، اور تجربہ کامیاب ہے۔ آپ کے عہد میں مالیر کوٹلہ ایک ریاست بنگئی، وائسرائے کی ملاقاتیں، عمارت کی نفاست، حکام عالی سے ارتباط، رعایا و برایا سے محبت، عہد جدیدہ کی برکات ہیں، مجھے تقریباً ایک گھنٹہ کی ملاقات میں وہ وہ نصائح فرمائیں کہ میں عمر بھر نہ بھولونگا، مجھے اُن نادان اور بےپرت اخبارات پر افسوس ہے کہ جو کسی غرض فاسد کی خاطر ایسی عالی وار فع ہستی کو بدنام کرتے ہیں، شیخ بشیر حسین پرائیویٹ سکرٹری عملدوست احباب میں سے ہیں، آپ کو فارسی، اُردو اور انگریزی میں مہارت تامہ حاصل ہے۔

مہاراجہ جیپور کا حُلیہ

نوجوان والئے جیپور دیکھ کر سری مادھو سنگھ جی کا حلیہ یاد آگیا، آپ نرس کے ہمراہ کرشان بنے جیپور کی قدیم روایات کا مضحکہ اُڑا رہے ہیں، اب ولایت بھیجدیئے گئے، وہاں جا کر جو مزید تبدیلی ہوگی بیان کی ضرورت نہیں؟

معصوم شہزادگان بھرتپور

یہ راجپوتانہ کے آبدار موتی انگریزوں کے زیر نگرانی گھوڑوں پر سیر کرتے پائے گئے، آداب تو اور سلام و دُعا لیتے ہوئے بھی خوف کھاتے تھے، شاید ہندوستانیوں سے ملنے پر تنبیہ کی جاتی ہوگی۔

نواب لوہارو

معصوم و شریف طبیعت نابالغ شہزادہ لوہارو ہونہار معلوم ہوتا ہے، اور طبیعت خدا کے فضل سے بُری آزاد پائی ہے، اگر شباب کی جوانی کے جذبات سے چال و چلن نہ بگڑا، تو لائق فرمانروا ہوگا +

Portrait of:—



Late Sri Rani Bishno Chand Bahadur, Ruler of Madhan State (Simla Hills).

(The Block of this picture is specially made for the Proprietor, *Rais-i-Hind*, Delhi, who has special arrangements for making all kinds of Blocks).

رانا مہلوگ و درکوٹی شریف طبیعت اور ملنساری کا مرقع ہیں، سادگی زیور، شملہ آتے ہیں تو مجبوراً آتے ہیں، جس کا ذکر کبھی کیا جائیگا، رانا صاحب درکوٹی ایک پنڈت منکسر المزاج انسان ہیں، اور پوجا پاٹھ کے پجاری۔

رانا بھجی پورا راجپوت شہزادہ ہے، اور راجپوتی جوہر رکھتا ہے، اخلاق وسیع، اور اخلاق بے ریا، پرمیشر برکت دے۔

شملہ سے کیاری (دارالریاست دھان)

(۱۰ میل ۲۲۵۰ فٹ بلندی سے ۶۸۰۰ فٹ سطح پر)

پھاگو، مہاسو کی پُر فضا بلند ترین چوٹیوں کا نظارہ

(کوہستان شملہ)

دھرم راج کا سفر ریاست مدھان کی سیر سیزن ۱۹۲۸ء میں ہوا کی سی پرواز سے کی گئی تھی، اسی لئے نہ تو دربار، مادۂ تاریخ فراہم کرسکا، نہ میں کچھ لکھ سکا، اس دفعہ سب مادہ جمع کئے جانے کا وعدہ تھا، اور تمام کوہی راجگان کے دعوتی رقعوں سے قبل سری رانا صاحب بہادر کا دعوتی کارڈ پہنچ چکا تھا، اسلئے پروگرام میں شملہ کے بعد مدھان رکھا گیا تھا، جب میں شملہ پہنچا، تو دربار کے پے در پے تقاضوں نے مجبور کردیا کہ شملہ کی تفریح چھوڑ کر دربار میں حاضر ہوں، چنانچہ میں ۱۱ اگست کو برسات کی پوری بہار میں شملہ سے چلدیا،

مکمل برسات دیکھنے کا میری عمر میں یہ پہلا موقعہ تھا کہ قدرت نے اپنی رحمت سے اپنا جلوہ جنت دکھایا، چنانچہ جو دیکھا، دکھانے کی کوشش کرتا ہوں، مگر کون ہے کہ جو فطرت کی رحمتوں کا نقشہ کھینچ سکے، اسلئے جو کمی رہگئی ہے معاف فرمایا جائے۔

سوراج کی منزل ابھی دُور ہے

آریہ ورت کے رشیوں نے مطالعۂ فطرت کے بعد سمجھا قائم کیں، اور اُسی کے موافق اُمورِ دُنیوی سرانجام دینے کا اہتمام کیا، کروڑوں برس گذر گئے، لاکھوں اقوام کو عزل ونصب نصیب ہُوا، ہزاروں نامہا پیغمبر، ولی، برگذیدہ، منتخب وچیدہ اصحاب بڑے بڑے دعوے کر کے گئے گزرے، مگر سیدھی سی بات نہ کوئی سمجھ سکا، نہ سمجھنے کی کوشش کی، اُسکا جاری وبرقرار رکھنا تو درکنار حقیقت ونتائج مطالعۂ فطرت سے انکار کیا گیا، مفید اور کار آمد نعمت سے بیخبری، ہر طرح کی تکالیف ونقصان کا موجب ہے، چنانچہ دُنیا جو آجکل گرداب تعجیل وترقیاتِ مادّی میں مصروف ومنہمک ہے، وہ سب اسی رنج وغم، مصائب وآلام میں، نادانی کے ساتھ خودنمائی، جہالت کے ساتھ ہمچناں دیگرے نیست، بیوقوفی کے ساتھ کے ساتھ خودرائی کا دور دورہ ہے، اور نئی نسل تو اِس سے بھرپور ہے، اکو دن مصفٰی ہیں، اُس جہاندیدہ کی تو کیا سُننا تھا، ماں باپ جب نصیحت یا کوئی اچھی بات کہتے ہیں، صلواتیں سُناتے ہیں، جب دماغ وذہن کی یہ حالت ہے تو سمجھ لیجئے کہ سوراج کی منزل ابھی دُور ہے"۔ ع

قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا

موسمِ برسات کی برسات اُترکھنڈ کے پہاڑوں میں

رحمت اور زحمت

رشیوں اور مہاکویوں نے برسات کو اوّل رحمت اور پھر زحمت قرار دیا ہے، آجکل نادان، خوش پوش کہ جن کا باطن ہر طرح کی آلودگیوں سے ملوث ہے، پانی کے ایک چھینٹے سے بے قرار ہو جاتے ہیں، کیونکہ اُنہیں اپنے سوُٹ کے بگڑ جانے کا احتمال ہے، مگر یہ خود غرض رحمتِ آلہی سے محروم ہیں، اس عجیب الخلقت فرقے کے سمجھانے کے لئے مجھ پر موسمِ برسات کی رحمت نزول ہُوئی، اگر ممکن ہوتا تصویر کھینچتا، اِس لئے خدائی حکم سمجھ کر اوّل اسکا سراپا لکھتا ہوں، قلم ہمارا اسمیں بھی نئی نئی بہار پیدا کریگا۔

پچاس سال قبل کی بارشیں

آج سے پچاس سال قبل برسات کی جھڑی لگ جاتی، شگفتہ کیا کرتی تھی۔ ہفتوں بارش بند نہ ہوتی تھی، کہتے تھے کہ بار اتوار کی جھڑی ہے، اب سُنتے ہیں کہ پچاس

میں بڑی بارش ہوتی تھی، آجکل جو توڑی اور چرّی کا نرخ ہے وہ غلّہ کا ہوتا تھا، اب یہ سُنتے ہیں کہ بارشیں بند ہو گئیں، دریا خشک ہو گئے، گھاٹ تبدیل ہو کر تیرتھ جاتے رہے، پہاڑوں پر بھی ٹھنڈک کم ہو گئی، گرمی اپنا جوبن دکھانے لگی، مچھروں کی گونج پیام تبدیلِ موسم لانے لگی۔

سمت ۱۹۸۹ کی برسات

دیس میں برسات کی جو حالت ہے اُس سے قلم بہار بے خبر ہے مگر پہاڑ میں اِس سال سالوں بعد کامل برسات کا لُطف دیکھا، طبیعت دیس کی گرم مزاجیوں سے پژمردہ تھی، ابتدائی برسات کے لُطف سے شگفتہ ہو گئی، برسات جاری ہی اور طبیعت بحال ہوتی گئی۔

۴۸ گھنٹے کی مسلسل جھڑی

میں شملہ کے قیام سے محظوظ بھی ہوتا تھا، اور تنگ بھی آ گیا تھا، اعلیٰ سوسائٹی، اشیاء مطلوبہ کی دستیابی خیط وافر کا باعث تھی، خرچ کی زیادتی سوہانِ روح تھی، اُدھر دورہ کا موسم گذرا چلا جا رہا تھا، اسلئے ۱۱ اگست کو حسبِ معمول صبح ۴ بجے اُٹھا، گو تمام شب بارش ہوئی، مگر اسوقت بھی جاری تھی، ملازمین نسلِ عالیہ کو جگایا، میں حوائجِ ضروریہ سے فارغ ہوا، گھنٹہ کے بعد جب باہر آیا، تو پانچوں کے پانچوں ملازم خوابِ راحت میں مدہوش پائے، پھر جگایا، اسباب رات ہی کو باندھ دیا گیا تھا، بستر بیٹا، اور خچروں پر بار کرا کر ہلکی ہلکی پُھہار کے زیرِ رحمت گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

درگا باڑی شملہ سے کیاری بارش کی دل آویزیاں

شملہ سے سنجولی تک بارش کا لُطف بے لُطفی میں تبدیل ہو گیا، کیونکہ صفائی پسند انگریزوں نے مال روڈ تک کو کے پلستر سے واجد علیشاہ کے صابون کے فرشِ قہقہہ کا نمونہ بنا دیا ہے، تاکہ نازک مزاج، پری اندام، معشوقانِ فرنگ کا پاؤں سیر گشت کے وقت سڑک پر اچٹا بیٹھا نہ پڑے، ڈاکخانہ صدر سے ہملٹن کی دُکان تک گھوڑے کا پاؤں پانچ جگہ رپٹا، دانشورانِ فرنگ کی جدید اختراعات و ایجادات کے طفیل "رحمت" "زحمت" سے تبدیل ہو گئی، جب وادیٔ قطوریال کی سڑک پر چڑھا تو سرسبز و شاداب جنگل رحمتِ باری سے

باغِ شدّاد بنا پایا ہے، آسمان پر نیلگوں بادل حدِ نگاہ تک چاروں طرف بلا درغ ہر رنگ شامیانہ تانے قطراتِ بارش یا موتی بکھیرنے کے لئے کنیاں والی بنے راجہ کرن کا روپ دھارن کئے تھے، پانی ہر قطرہ خوش خرام معشوق کی طرح گرہ فلک سے چلکر کہیں تو فلک شکوہ پہاڑ کی بلند ترین چوٹی کے منڈ سنہری کلس پر موتیوں کی جھالریں لٹکاتا ہے، کہ جن کی صفائی اور بناوٹ پر خلیج مینار کے موتی نچھاور ہوتے ہیں، کہیں گلنار ٹول کی جھنڈیاں اِن قطرات سے سیراب ہوکر موتیوں کی لڑیاں جمال پر نثار کر رہی ہیں جب ہوا ذرا تیز ہو جاتی ہے تو نگہ ہائے ابر اپنے روپ میں پارچہ حریر بنکر مقدّس مسند کا غلاف بنجاتے تاکہ کوئی بداعتقاد نکتہ چینی کی نگاہ نہ ڈال سکے، لیکن دفعتہً وہ غلاف ایسا چاک چاک ہو جاتا ہے کہ آجکل کی مستورات سے حیا کا برقع، قطراتِ ادنے گھاس اور درختوں کی پتّیوں پر جوشِ محبت سے دیوانہ وار لپٹے جا رہے ہیں، وہ بھی ایسے فرض شناس بن گئے ہیں کہ انہیں اپنے سر پر جگہ دیں اور اپنی اپنی محبت کے تقاضے و اندازہ کے موافق کُلّی یا منتخب جگہ پاتے ہیں، اِن دونوں اتحادِ قلبی سے دونوں کی حیثیت لاجواب ہوگئی،

یہ عاشقِ دل باختہ جاں نثارِ قُدرت کی ساختہ یا وضع دار یا سبز پتّیوں سے لُطفِ وصل لے رہے ہیں، لیکن حقدار محض اسی قدر ہیں کہ دوسرے کی آمد سے قبل زمین پر گر کر اپنی ہستی ناپائیدار یا شکل میں تبدیل کر لیتے ہیں۔

موسلا دھار بارش

اب موسلا دھار بارش برسنے لگی، یہ دیوانہ عاشق کی طرح لطفِ وصل سے خود بھی محروم رہی، اور دوسروں کو بھی محروم رکھا، بلکہ خود بھی برباد ہوئی، اور دوسروں کو بھی برباد کیا، مکانوں کی چھتوں، منڈیروں، سنگین چٹانوں، سڑک اور سخت قطعات پر جو اِک طوفان کا سماں ہے، کہ یہ سب غضب میں آکر اُسکو چار چار پانچ پانچ فٹ اُچھال کر اپنے اپنے جسم کی طاقت و توانائی کے موافق نیزہ بازی کا لُطف دکھلاتے ہیں، دونوں کا جنگ ہوتا ہے، اور وہ اُسوقت تک ختم نہیں ہوتا جب تک کہ اُسکا زور کم نہیں ہوتا، کھڈوں اور نالوں میں بہا کر پڑی ہوئی ہے، پہاڑ کے ہر حصّے سے پانی کے چشمے اُبل رہے ہیں، نالوں میں

زور شور اور اس کی روانی قیامت ڈھا رہی ہے، چٹانیں، ڈھنگے، پہاڑ، مکان گر رہے ہیں، اور راستے بند ہوگئے ہیں، باقی مخدوش ہیں، وہ جب کھٹن سے گذر کر دریا میں ملتا ہے تو اپنے راستے کے بیڈول پتھروں کو ایسی شکل میں گولائی اور صفائی دیتا ہے کہ صدیوں بعد وہ بھی ایک چیز بن جاتے ہیں جو زیادہ مشقت اُٹھاتے ہیں وہ لیجائے جا کر مندروں میں استھاپن کئے جاتے ہیں، جو ہمیشہ کی معیت سے نجات پاکر معبود کی زندگی بسر کرتے ہیں، اور ہر صبح گنگا جل سے اشنان کرتے ہیں، تازہ پھول چڑھائے جاتے ہیں، سچ ہے ؎

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا
سَو بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہوا

بیلیں اور پھول پتّی

مسلسل و متواتر بارش سے اُوپر تو اور پتھر تک سرسبز ہوگئے، چٹانیں کہ جن پر مٹی کا نشان تک نہیں، مختلف طرح کی نباتات سے سنگِ مرمر بن گئیں، کیلوں، کیل، پچیل، رو، اخروٹ، رلی، بان، چلوں، اور مہرو کے تناور درخت اور چٹانیں چھپیلا کی روئیدگی سے مرصّع بنے ہوئے ہیں، اُن پر پھولدار بیلوں نے بڑی محبت سے بغلگیر ہو کر انہیں سر تا پا نخلِ بہار بنا رکھا ہے، اُن میں سے بعض اسقدر سر چڑھی ہیں کہ اپنے معشوقوں سے بھی اوپر نکل گئی ہیں، بعض اوپر پھیل کر چاروں طرف زمین سے مستانہ وار سرگوشیاں کر رہی ہیں، تمام پہاڑ صانع قدرت کی صنعت کا نمائش گاہ بن گئے، کوئی جگہ ایسی نظر نہیں آتی جو خوشبودار پتیوں، سینکڑوں طرح کے پھولوں سے خالی ہو، ہر طرح اور ہر رنگ کے پھول کھل رہے ہیں، پانچ منٹ میں ۲۰۰ طرح اور رنگ کے پھول فراہم کئے، اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ خود رو پھول لاکھوں قسم کے ہونگے، ککرونڈا کا درخت اپنے گہرے سبز سرخ اور نیلگی پتوں سے نوشہ بنے جنگل کو رونق دے رہا ہے، اُس کے سر پر سُرخ پتوں کی شاخیں تاج گل بنی ہیں غرضیکہ جس طرح خوبرو معشوق کا ہر عضو ایک نئی کشش رکھتا ہے، ٹھیک اسی طرح پہاڑ کا ہر قطعہ چومنے کے قابل ہے۔

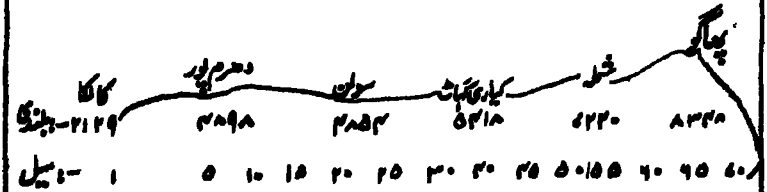
تقریباً دو ہفتے کے لئے بادل پھٹ جاتے ہیں، اور آسمان اپنی اصلی نیلگوں رنگت کا نکھرا ہوا

جوبن دکھلاتا ہے، جب وہ حصہ آفتابِ عالمتاب کے آگے آتا ہے تو شعاعِ سورج کی ضیا جس پہاڑ پر پڑتی ہے بقعۂ نور بنا دیتی ہے،

بارش بند ہو جاتی ہے اور بادل اوپر چڑھ جاتے ہیں، فدا دیر کے لئے ہوا بھی رُک جاتی ہے، پہاڑوں میں سے مسلسل بادل اُٹھتے ہیں، پھیلتے اور بلند ہوتے چلے جاتے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی سنیاسی کی دُھونی سے دھواں نکل رہا ہو، یا کسی باخبر گھرستی نے ہون گنڈ روشن کیا ہو، مگر انکا سلسلہ رفتہ رفتہ ایسا جاری ہوتا ہے کہ دھواں ہر جگہ سے نمودار ہوتا ہے، اور پندرہ بیس منٹ کے اندر اندر وہی دھواں بادلوں کی ایسی گہری گھنی دیوار حائل کر دیتا ہے کہ پانچ فٹ سے پرے کچھ بھی محسوس نہیں ہوتا، پھر وہ ایسے پھیلتے ہیں کہ مکانوں کے اندر تک کی خبر لاتے ہیں، ان سے پھر بارش شروع ہو جاتی ہے اور پھر وہی سلسلہ قائم ہو جاتا ہے،

پھاگو مہاسو چوٹیوں کی دلفریبیاں

پہاڑی کہتے ہیں کہ کُفری (شملہ سے ۸ میل پر) پہاڑ ہے، اور واقعی جس نے یہ اوپر کا پہاڑ دیکھا ہے وہ اُن کے بیان کی صداقت پر ایمان لائیگا، کُفری پہنچ جانے پر عملیاتِ قدرت کی شکل قطعاً تبدیل ہو جاتی ہے، اس سلسلۂ کوہ کے سمجھنے کے لئے نقشہ ذیل مرتب کیا جاتا ہے:-



بیکھلٹی سے کیاری

کُفری میں کفر کی سردی پڑتی ہے، پھاگو مہاسو کی چوٹیاں ہندوستان تبت روڈ پر ہمالیہ کی بلند ترین چوٹی گوری شنکر کی قائم مقام ہیں، جب دسمبر اور جنوری میں برف پڑتی ہے تو یہاں سے گذرنا کارِ دارد ہے۔

شملہ سے پھاگو ۱۲ میل، اور پھاگو سے بیکھلٹی ۲ میل ہے، اس سے ایک فرلانگ طے کرنے پر دا نحالفہ مدعان پہنچنے کیلئے مشکل ہتی ہے، کہ جسپر دیسی گھوڑا بھی بے تکلف چل سکتا ہے، میں اسپر ہو لیا، ۲۰ میل معمولی چڑھائیوں اور اترائیوں کے طے کرنے کے بعد کیاری دارالریاست میں داخل ہوا، معلوم ہوا کہ تاجدار اپنے گرمائی صدر مقام دھرم پور میں قیام رکھتے ہیں، چونکہ ہم سب سفر کی درازی، باران رحمت کی متواتر و مسلسل زحمت سے تھک کر چور ہو گئے تھے اور شام کے ۵ بج چکے تھے اسلئے رات وہاں ہی بسر کی، صبح ہی تاجدار کے پرائیویٹ سکرٹری کا خط ملا :—

"جناب دیوان صاحب - جے رام جی کی

جناب کی تشریف آوری کی اطلاع جب سری رانا صاحب بہادر کو ہوئی، نہایت محظوظ ہوئے، فرمایا ہے کہ اگر آپ کو راستہ میں کوئی تکلیف ہوئی ہو معاف فرمائیں، آپ کی سواری کیلئے شاہی گھوڑا اصطبل سے بھیجا جاتا ہے، آپ دھرم پور تشریف لے آیئے، مجملہ اختلاطات بڑی خوشی سے کئے جائینگے، اور اسباب باربرداری کے لئے جسقدر آدمیوں کی ضرورت ہو بھنڈاری کیاری سے لے لیجئے، غرضیکہ رانا صاحب بہادر نے ہر طرح کی آسائش کیلئے انتظام کر دیا ہے، جلد تشریف لایئے، بیقراری سے آپ کا انتظار ہے، زیادہ نیاز"

میں، بجے شاہی تانگن پر سوار ہو کر، اور اپنا "حمید" اپنے منشی کو دیکر کوٹھی سے چل پڑا، منشی نے کہا :- "حضور کل تمام دن بارش میں سفر کیا ہے، تمام رات بارش برسی ہے اور اسوقت کل سے زیادہ زور ہے، بارش ٹھیرنے پر چلنا چاہیئے"۔ میں نے اس نادان کی صلاح نہ سنکر گھوڑا تیز کر دیا، اور تقریباً ڈیڑھ گھنٹے میں یہ ۶ میل کا راستہ بڑے لطف سے کاٹا، سری رانا صاحب نے ہر طرح آؤ بھگت کی اور فرمایا کہ آپ کے گذشتہ سال کے دورہ کے بعد حالات کے اشتعال، اور اہتیاطی کا فساد کی بڑی سرگرمی سے پرتال کی گئی، پریشر کا شکریہ کہ امید سے زیادہ منصافانہ مل گیا - اب آپ ہماری تاریخ مکمل چھاپ دیجئے، میں خود نوٹ کراتا ہوں، چنانچہ جناب ممدوح نے میرے پاس تشریف رکھ کر نوٹ لکھوائے جن سے مضمون ذیل تیار ہوا :—

شجرۃ الانتساب مہاراجگان، راجگان و رانایان ریاست مدھان

۱ اودے چند	۲ گوکل چند	۳ دھرمش چند	۴ گنگا چند
۵ سہبت چند	۶ ظالم چند	۷ رنجیت چند	۸ کہر چند
۹ شب چند	۱۰ بھوانی چند	۱۱ کشن چند	۱۲ ہری چند
۱۳ دھیا چند	۱۴ خیال چند	۱۵ اجیا چند	۱۶ بہاؤ چند
۱۷ چیتا چند	۱۸ تیغ چند	۱۹ رن پت چند	۲۰ سام چند
۲۱ بھیم چند	۲۲ بختاور چند	۲۳ دھرم چند	۲۴ مگل چند
۲۵ سنسار چند	۲۶ بشنو چند		

۲۶ بشنو چند
- ۲۷ رانا رندھیر چند
- اودھم سنگھ
  - بسنت سنگھ

مندرجہ بالا شجرہ نسب لکھوانے کے بعد فرمایا کہ یہ مضمون "ٹانکرے" حروف یعنی قدیم پہاڑی زبان میں لکھا ہوا تھا، پہاڑی زبان کے ماہر آدمیوں کی امداد سے بمشکل پڑھا گیا پہلے شجرہ نسب محض ناموں ہی کا مرتب نہ ہوتا تھا بلکہ ضروری واقعات بھی ہر نام کے ہمراہ لکھے جاتے تھے، چنانچہ واقعاتِ تاریخی جو ذیل میں لکھے جاتے ہیں، اُسی شجرۂ نسب سے ماخوذ ہیں۔

۱ اودے چند

ان کے عہد میں مسمی کالو برہمن سکنہ موضع بہرا نا ریاست مدھان میں مشہور برہمچاری تھا، ایک دن اُسکی بھاوجہ نے اپنے لہنگے کا سایہ اُن پر ڈالدیا، وہ جنگل سے روٹی کھانے کے لئے آیا تھا، اُس نے کھانا نہ کھایا بھگوتی جی کے مندر واقعہ شیکر میں گیا، وہاں پرارتھنا کی، وہ اپنے یوگ بل سے اُسیوقت اژدہا بنگیا اور خونخواری پر اُتر آیا، بہت سے انسان نگل گیا، موضع شیلو کا ایک کنیت کہ جو موضع کیلوی میں بستا تھا، ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں ترسول لیکر اژدہا کے منہ میں داخل ہو گیا

اور اُسکا پیٹ چاک کرکے باہر نکل آیا، اُسکے پیٹ کے اندر سے ۳ مورتیاں بشکل انسان نکلیں، اور وہ تین مندروں میں جُداگانہ استھاپن ہوتیں، اب تک یہ مندر ریاست مدھان کی طرف سے پرستش کئے جاتے ہیں۔

یہ وہی کنور ہیں جو اس ریاست کے بانی ہوئے جن کے حالات رئیسِ ہند ابریل ۱۹۲۹ء میں چھپ چکے ہیں، جب کنور تھے بھوپ سنگھ کہلاتے تھے، راجہ بنکر مکھی چند نام تجویز ہوا۔

چتیانند

آپ مادر زاد نابینا تھے، مگر اپنے یوگ بل سے ترکال درشی ہو گئے تھے، ایک بار فرمایا کہ موضع کیلوہی میں سو آدمیوں کے لئے کڑھی تیار ہو رہی ہے اگر کھائینگے، مر جائینگے، فوراً ایک آدمی پہنچا، جس نے دیکھا کہ واقعی کڑھی پک رہی ہے اور آدمی کھانے کے لئے تیار ہیں، جس برتن سے چھاچھ نکالی گئی تھی اُسکے اندر سے ایک مردہ سانپ نکلا۔

اس مندر کے پجاری ایک بھجن گاتے ہیں، قدیم زبان، قدیم لہجہ، اور قدیم طرز بیان عجب پُر لطف دلپذیر پیرا رکھتا ہے، چونکہ ہر موقعہ پر بھجن گانے کی ممانعت ہے، اس لئے سرکار کی سفارش سے ایک پجاری نے مجھے یہ بھجن گا کر سنایا، ترجمہ سرکار والا نے خود فرمایا، ناظرین نتیجہ نکالینگے کہ اس روایت قدیم کا مخرج یہی بھجن ہے!۔

(۱) اصلی مطلب یہاں سے شروع کیا جاتا ہے (اسکے بعد بھگوتی کے گن برنن کئے گئے ہیں)

(۲) اپنی بھاوج سے کہا کہ میں ٹیکرے سے آیا ہوں اور بھیڑوں کو درختوں کے سایہ میں چھوڑ آیا ہوں

(۳) مجھے بہت بھوک لگی ہے، جلد کھانا دے تاکہ جلد واپس چلا جاؤں، اُس نے کہا کہ تو اپنی بھیڑوں کو مرنے دے، مجھے گائے کا دودھ نکالنے دے۔

(۴) وہ اپنا گھگرا ہلا کر بے ادبی سے اُسکے پاس سے گذری جس سے وہ بہت ناراض ہوا اور واپس لوٹ گیا۔

(۵) واپسی پر گوالوں نے پوچھا کہ کیا آپ روٹی کھا آئے یا بھوکے ہی آگئے، چونکہ وہ غضبناک تھے، اسلئے اُن کو سراپ دیا وہ معہ اپنے ریوڑوں کے پتھر بن گئے۔

(۹) اُس نے پرارتھنا کی اور اژدہا کی شکل میں تبدیل ہو گیا وغیرہ وغیرہ۔

یہ تاریخی گیت اِسقدر طوالانی ہے کہ ۲۴ گھنٹوں میں بھی مکمل نہیں لکھا جا سکتا،

شام چند ۲۰ش

آپ بے تعداد دولت رکھتے تھے، اور اپنا خزانچی موضع نُورَ کا ایک کنیت مقرر کر رکھا تھا، وہ بلا نشاندہی زر مدفونہ لاولد فوت ہو گیا، خزانہ کا پتہ نہ ملا کسی زمانہ میں اُس خزانہ سے دو ہزار ۲ سو اشرفیاں ایک شاہی شادی کی تقریب پر نکالی گئی تھیں، اُن میں سے تین باقی بچیں جو سرکار کی پوجا کے سنگھاسن میں موجود ہیں، ہم نے یہ تبرکات دیکھے عبارت پڑھی نہیں گئی۔

اِن کی یادگار ایک نقارہ بھی تبرکات میں سمجھا جاتا ہے جس پر آپ کا نام کندہ ہے۔

بختاور چند ۲۳ش

آپ کے عہد میں مذہبی امور سرگرمی پر تھے، راجہ سنسار سین والئے کیونتھل نے مندر واقعہ کیاری پر ایک نقارہ چڑھایا جو مندر میں ابتک موجود ہے،

سنسار چند ۲۵ش

سنسکرت کے عالم متبحر تھے، سر منو سمرتی کے موافق راج کیا، اور دھرم کا پُورا پورا پرچار کیا، ابتک کاوش کے رذیل نہیں چلا پایا، اُسوقت ہندوستان بھر میں پنڈت گنگا سہائے جی یو مڑی والا بلحاظ عالم با عمل مشہور تھا، اُنکو بُلا کر راج گورو مقرر کیا، اور سنسکرت کے عالمان کی بڑی قدر کی، اِن کے عہد میں ایک غلط ثالثی نامہ کی بنا پر ریاست کے ۵۰ گاؤں ریاست ٹھیوگ میں شامل کر دئے گئے،

بشنو چند ۲۶ش

آپ نے علاقہ کی حد بندی کرائی، ریاستوں سے اتحاد قائم کیا، سرسری پیمائش بھی کرائی گئی، اور دار الخلافہ کیاری سے دھرم پور بنایا کہ جو حدود ریاست کے عین قلب میں ہے، ہتھیاروں اور ہاتھی گھوڑوں کا بہت شوق تھا، شرط لگا کر نشانہ مارتے تھے، ریچھ اور چیتے ہمیشہ تلوار سے شکار کیا کرتے تھے، ایک عالیشان ٹھاکر دوارہ دھرم پور میں تعمیر کرایا، جو قلعہ معلوم ہوتا ہے، اسکی تعمیر کیلئے بڑے بڑے پتھر ہاتھیوں پر لائے گئے، آپ نے علاقہ میں سڑکیں بھی تیار کرائیں۔

قیافہ شناس اشخاص آپ کی تصویر دیکھ کر آپ کے فضائل و خصائل کا اندازہ لگائیں گے۔

حکومت پنجاب کی نامراد کوششیں

گورنمنٹ پنجاب[۱] نے ارباب بست و کشاد حکومت قیصری کی پالیسی کی اشاعت کیلئے ایک کتاب رؤسائے پنجاب چھاپنے کا اہتمام کر رکھا ہے، چنانچہ نوترمیم جلد ایچ۔ ڈی۔ کریک نے لکھی ہے، جو نہ فقط گورنمنٹ کی پولیٹیکل زیادتیوں کی پردہ پوش ہے، بلکہ رؤسا کو ہر طرح ذلیل و کمزور اور حکومت قیصری کو عادل و اعلیٰ ثابت کئے جانے کی ناکام و نامراد کوشش کیگئی ہے،

چنانچہ بنظر انصاف بطور مشتے نمونہ از خروارے ملاحظہ ہو کہ قلمرو ریاست موصوف کے دیہات کی تعداد ۷ سات لکھی ہے، ریاست کے کل دیہات کی تعداد تو کیا لکھی جائے، محض پرگنہ دھارٹی میں ۷۵ گاؤں ہیں، یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اسقدر دروغ بافی کی ضرورت کیوں ہوئی،

تاجدار کا حیرت انگیز حافظہ

میں نے پنجاب چیفس کے ملاحظہ کے بعد راناصاحب سے اُن کی ریاست کے گاؤں کی تعداد پوچھی، اُنھوں نے پرگنہ دھارٹی کا نام لیکر ۷۵ گاؤں شمار کرا دیئے، میں نے کہا کہ احتیاطاً کاغذات سے صحت کر لی جانی چاہئے، آپ نے معاً پرگنہ مذکور کے جملہ دیہات کے مسلسل نام شمار کرا دیئے اور پھر ہر گاؤں کے گھروں تک کی معہ اسمائے مالکان تفصیل سنائی، کیوں نہ ہو، حافظہ انکا خاندانی ورثہ ہے،

چند ضروری کوائف

بہت سی قطع و برید کے بعد اس وقت ریاست میں ۹ پرگنے، ۲۰ جنگل اور ۱۱ باسے یعنی مختلف مقامات پر محلات ہیں، دھامی، دسہرہ، دیوٹھن، دیوال اور بشو کے بڑے بڑے میلے ہوتے ہیں ؛

---

[۱] یہ تاریخی مواد گورنمنٹ نے اپنے پولیٹیکل مفاد کیلئے ستمبر ۱۸۹۶ء میں جمع کرنا شروع کیا، چٹھی ایچیسن [illegible] سکرٹری گورنمنٹ پنجاب مورخہ ۵ ستمبر ۱۸۹۶ء نمبری ۲۲۲۳ [illegible] بنام کمشنر [illegible] میں ہدایت ہے کہ [illegible] کے پاس حالات بھیجے جائیں۔ چیفس آف پنجاب [illegible] ۱۸۹۶ء

نام حکمران	تاریخ پیدائش	تاریخ مسند نشینی	رقبہ بحساب مربع میل	آبادی	آمدنی
رانا رندھیر چند	سمت ۱۹۲۳	سنہ ۱۹۰۴ء	۲۰ مربع میل	۴ ہزار	۱۴ ہزار

عہدِ دولت سری رانا رندھیر چند بہادر
والئے ریاست مھان

مسند نشینی رانا رندھیر چند بہادر آجکل کے ہندی تاجدار، ہندی کہلاتے ہوئے، ہندی شاستروں کی کھلے بندوں توہین وخلاف ورزی کرتے ہیں، مہاراجگان اودے پور، اوچھا اور دیگر تاجداران کہ جن کا ٹھکانہ سمسان بھومی ہے، اورنگ شاہی پر جان دئے ہوئے ہیں، حالانکہ خمسہ جوان کے بیٹے، پوتے پڑپوتے جوان ہو چکے، مگر خاص اپنے ولیعہد کو عملی تعلیم وتربیت دینا نہیں چاہتے، رانا بشنو چند نے جبکہ آپ کی عمر ۶۲ سال سے تجاوز کر چکی تھی، اپنے ولیعہد کو بلا کر فہمید شاہانہ فرمائی، اسکے بعد شبھو گھڑی اپنے روبرو ولیعہد کو راج گدی پر بٹھا کر ایک یگ رچایا اور پرجا کو کھانا کھلایا، خود تارک الدنیا ہو کر سنیاس کے مزے لوٹتے رہے، پرلوک سدھارنے سے ایک روز قبل متبرک تیرتھ مقام گیا جی رانی صاحبہ نے بیکنٹھ کا راستہ لیا،

انتظامِ ریاست رانا صاحب کے حصولِ اختیارات کے وقت ریاست کے کُل کاروبار زبانی طور پر سرانجام دئے جاتے تھے، حتی کہ مالیہ کی جمع وخرچ کے کاغذات نہ تھے، اور مالیہ بھی جنس میں وصول ہوتا تھا، کارندے جو چاہتے تھے کرتے تھے، کیونکہ ایمانداری حکم عنقا رکھتی تھی، آپ نے دفتری کاروبار علاقہ انگریزی کے موافق جاری فرمایا، اور قانونی بندوبست کرا کر ریاست بھر کو آئینی شکل بخشی، اور علاقہ بھر میں ذریعہ نقل وحرکت پر ہزارہا روپیہ صرف فرمایا۔

تعلیم چونکہ آپ اُردو، فارسی، انگریزی اور سنسکرت خوب جانتے ہیں اسلئے آپکو فطرتاً تعلیم کا شوق ہے، اپنی جاہل رعایا کو زیورِ علم سے آراستہ کرنے کیلئے گراں گراں مشاہروں پر علی پایہ کے معلم مقرر فرمائے اور اخراجات خرافدلی سے منظور فرما کر ۳ دفعہ اسکول جاری کئے، جب طلبا کی حاضری روز بروز کم ہوتی چلی گئی، تو ایک دربار منعقد فرما کر علاقہ کے سمجھدار اشخاص کو ہدایت کی کہ ہر گھر سے ایک لڑکا تعلیم حاصل کرنے کے لئے آئے، اُسکو دربار کی طرف سے خوراک اور کتابیں مُفت دی جائینگی، کوئی فیس نہیں لیجائیگی، اور تعلیم پانے پر ریاست کی ملازمت میں داخل کر لیا جائیگا مگر اسپر بھی جاہل نادانوں نے کچھ توجہ نہ کی، بہت سے لڑکے جو تعلیم سے بہرہ ور ہو چکے ہیں اُن کو ملازمت ریاست میں داخل کیا گیا +

انسدادِ ریت آپ انسدادِ ریت میں بے حد کوشاں ہیں اور کچھ کامیابی بھی ہو گئی ہے،

انسدادِ وارداتِ سرقہ جہاں بدنظمی ہو، وہاں ہر قسم کی واردات کا ارتکاب ہوتا ہے چنانچہ سرقہ کی واردات کا زور تھا، آپ نے اپنی بیدار مغزی سے کام لیکر سرقہ کا نام ونشان مٹا دیا۔

ڈاک خانہ پہلے ڈاک کا بھی کوئی انتظام نہ تھا، دھرم پور میں ڈاک خانہ بھی کھلوا دیا ہے،

رحمدلی کا عملی ثبوت معاملہ فصل ربیع سمت ۱۹۸۲ بکرمی خزانہ ریاست میں داخل ہونیکا سرکار کو اطلاع دیگئی کہ رعایا و زمینداران کی حالت کمزور ہے، چنانچہ ریاست کا مالیہ ۳ ماہ کیلئے ملتوی کیا گیا، یہ خاص رحمدلی کا نشان ہے،

انتظام جنگلہائے ریاست شروع شروع میں ہر ہندوستانی اپنے مذہب کے عقیدے کے مطابق درخت سے ایک پتہ کا توڑنا بھی مذموم فعل سمجھتا تھا، مذہب کا زور کم ہوا اور درندگی زیادہ ہوئی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جنگل کے جنگل جو ہزاروں برس سے محفوظ تھے، برباد ہوگئے یہی حالت

ریاست کے جنگلات کی بھی تھی۔ آپ جنگل میں جائیے اور دیکھئے کہ کسقدر پرانے ٹھنڈ اسکی شہادت دیتے ہیں، اِن جلّادوں کے ہاتھ سے پرانا درخت وہی بچا کہ جو انہوں نے اپنے لئے کار آمد نہ سمجھا، اِس تباہی کا نتیجہ یہ ہوا، کہ آمدنی کم ہوتی چلی گئی، اور جدید پود لگانے کا کسی نے خیال نہ کیا،

رانا صاحب حال اِس عام بربادی کے دلدوز نظارہ سے دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتے تھے، آپ نے اختیارات پاتے ہی انتظام جنگلات گورنمنٹ کے سٹینڈرڈ کے موافق کیا، ۱۹۱۶ء میں ایک فارسٹ ٹرینڈ افسر پنڈت منوہر لال کو انتخاب فرماکر جنگلات کے اہم نکات بتلائے اور اِس نوجوان نے حضوری خواہش کا بڑی تندہی، مستعدی اور قابلیت سے ایفا کیا، اب ریاست کے جنگلات ایک عالیشان جنگل میں منتقل ہو چکے ہیں، ہر سال اس نرسری سے کہ جو بڑی حفاظت سے طیار کی جاتی ہے جدید قطعات آباد کئے جاتے ہیں،

ریونیو ڈیپارٹمنٹ کی اصلاح

محکمہ مال کی ابتدا سے ابتری تھی، سری رانا صاحب کو اسکی اصلاح کا بھی خیال پیدا ہوا، بہت سے تغیر و تبدل کے بعد لالہ رگناتھ سروپ نے اوائل فروری میں محکمہ مال کا چارج لیا۔ آپ نائب تحصیلداری کا امتحان ابھی دیکر آئے ہیں، وہ دفتر ریاست کو جدید ضوابط کی شکل میں لانے کی کوشش کر رہے ہیں،

پولیس

کا انتظام ایک ٹرینڈ ہیڈ کانسٹبل کے سپرد کیا گیا ہے،

متفرقات

منشی سکھ نند، رانا صاحب کا سر رشتہ دار پہاڑی کا ہے، کہ جو نہایت تجربہ کار عمل ہے، منشی سوہن سنگھ سر رشتہ دار مال ریاست کا نوجوان کارکن ہے،

ریاست مدھان کی ممتاز شخصیت

اگر کنور اودھم سنگھ صاحب وزیر ریاست کی اعلیٰ شخصیت کا ذکر نہ کیا جائیگا تو تمام مضمون نامکمل رہ جائیگا، آپ رانا صاحب کے برادر صغیر ہیں، اور حقیقت تو یہ ہے رام کے لچھمن ہیں آپ ذی فہم تعلیم یافتہ اور نکتہ رس ہیں، اور ریاست کے لئے حقیقی کنور ہیں، آپ کے صاحبزادہ کنور بسنت سنگھ گورنمنٹ ہائی اسکول شملہ میں تعلیم سے فراغت پاکر علمی تجربات حاصل کر رہے ہیں *

پھانسی کے اختیارات کی ضرورت نہیں

گورنمنٹ نے رئیسوں کی تاریخیں مرتب کرتے وقت عہدنامجات کا ضروری ذکر قلم انداز کر دیا، مگر طول وفضول واقعات سے بھر دیا، "تاجداران کو ہی کہ اختیارات کے متعلق صراحت کی ہے کہ اختیارات پھانسی کے سوا اُنہیں کُل اختیارات حاصل ہیں، مگر مَیں گورنمنٹ کو چیلنج دیتا ہوں کہ ان تاجداران کو درحقیقت چلنے پھرنے، اپنی رعایا کے ادنےٰ فرد قصوروار کو معمولی سزا دینے، بغاوت دبانے، اور معمولی مقدمات کے انفصال کے اختیارات بھی نہیں، کیونکہ پولیٹیکل افسروں کی متواتر کی بیجا مداخلتیں اُن کے صدیوں کے پُشتینی اختیارات سلب کر چکی ہیں، مگر سری رانا صاحب کو سب طرح کے اختیارات حاصل ہیں، کیونکہ اُنہوں نے اپنی نیک دلی سے اپنا طرزِ حکومت ایسے سانچے میں ڈھال دیا ہے کہ پھانسی کی سزا دینے کا تو کیا ذکر ہے، کسی معمولی زجر و توبیخ کی بھی ضرورت نہیں۔

دیبی صاحبہ کی پیدائش مبارک

اُسے فضل کرتے نہیں لگتی بار
نہ ہو اُس سے مایوس اُمیدوار

بہت سی آرزوؤں اور اُمیدوں کے بعد نخلِ تمنا گذشتہ ماہ ستمبر میں بار ور ہوا، دیبی صاحبہ کی پیدائشِ مبارک شمعِ بزم کے روشن ہونے یعنی ولیعہد کی ولادت کا مژدہ ہے!

پہاڑی گیت اور برہمن کی اصلیت

اِس پہاڑی سفر کی منجملہ دیگر خصوصیات کے ایک خصوصیت یہ ہے کہ مَیں نے اِس دفعہ اُن کے گیت اُن کی زبان سے سُنے۔ آجکل برہمن کا گیت بڑے زوروں پر ہے۔ جو دھامی کے سفر میں لکھ چکا ہوں، مست رام برہمن سکنہ بھرانا (ریاست مدھان) نے مجھے کہا کہ برہمن کا گیت بڑا طلائی ہے، مَیں نے اُس سے پوچھا کہ یہ گیت کس نے بنایا؟ اور یہ برہمن کون ہے؟ اُس نے کہا ایک برہمن کا حسین لڑکا برہمن نام سے ارکی میں مشہور تھا، اُس سے ایک نوعمر برہمنی اڑوس پڑوس کی مدتوں کی عرصہ تک پاکیزہ محبت رہی، مگر عام آدمیوں کی طرح یہ برہمن حق الغرض محبت ادا نہ کر سکا، اور بیوفا ثابت ہوا، برہمنی اُسکے عشق میں دیوانہ ہو گئی، جب اِسکی شہرت مُلک میں پھیلی تو ارکی

کے ایک کوی نے یہ گیت جوڑا جو ایسا مشہور ہوا کہ کالکا سے رامپور تک ہر مرد و عورت کی زبان پر ہے، مجھے بھی یاد ہے، چنانچہ جو اس نے سنایا اسکا ترجمہ کنز صاحب نے کیا:-

(۱) اے برہمن کے لڑکے تیرے خیالات بے ایمانی کی طرف راغب ہیں
حالانکہ میرے دل میں ایمانداری کا جذبہ موجزن ہے، مگر تو دھرم پر قائم نہیں
(۲) میں ایک پہاڑ کے ٹیلے پر تیرے دھیان میں مگن ہوں،
میری یہ ریاضت کبھی بھی خالی نہیں جا سکتی،
(۳) تیری یاد میری اس قدر گریہ وزاری کا باعث ہوئی،
کہ میرے تن کے تینوں کپڑے آنسوؤں سے شرابور ہوگئے،
(۴) اے برہمن کے لڑکے میری اور تیری ایسی جوڑی ہے کہ جیسے جُرّہ اور باز
اے برہمن کے لڑکے روتے روتے میرا دن گذر گیا مگر تیرا دیدار نصیب ہوا،
(۵) اے برہمن کے لڑکے تیرے دانتوں کے دونو سنہری پھول میرے نکتہ نگاہ ہیں،
اے برہمن کے لڑکے تو جو باگھل سے خوبصورت برہمنی لایا ہے تو نے مجھ سے سخت بدنیانی کی
(۶) اے برہمن کے لڑکے رات کے وقت سفر نہ کرنا چاہئے کیونکہ دنیا بد معاش ہے کی
اے برہمن کے لڑکے تو مجھے فاحشہ نہ سمجھنا، اگر ایسا سمجھیگا تیرے دانت توڑ دونگی
(۷) اے برہمن کے لڑکے اگر میں فاحشہ کہلائی تو محض تیرے لئے
اے برہمن کے لڑکے تیری خاطر میں مَیں زندان بلا میں گرفتار ہوں،
(۸) اے برہمن کے لڑکے میں مرض عشق سے رنج و مصائب میں مبتلا ہوں،
اے برہمن کے لڑکے تیرے دانت موتیوں سے ہیں اور تیری آنکھیں شرارت سے بھری ہوئی ہیں
(۹) اس سے تو بد معاش اور بے ایمان معلوم ہوتا ہے،
میں یہ بات محض ایمانداری سے بیان کرتی ہوں،
(۱۰) اے لڑکے میں تیری صورت اور صفات کا کیسکو دیکھوں تو بے ایمانی پر اتر آیا،
تم جیسے صورت کے انسان کبھی بھی سچی محبت کی قدر نہیں کرتے،

(۱۱) اے برہمن کے لڑکے میرا اور تیرا دل ایک ڈبیا میں بند ہے آؤ
جتوگ میں دائرلیس ٹیلی گرافی دیکھنے کے لئے ہم تم دونو چلیں،

(۱۲) اے برہمن کے لڑکے میرے اور تیرے تعلقات پر تمام دنیا جلتی ہے
اب تیرا دھرم ہے کہ تو اصلی اور حقیقی محبت کو قائم رکھے،

(۱۳) اے برہمن کے لڑکے تیرے دانت سفید ہیں اور رنگ تیرا شام ہے
اس لئے تو مجھے کرشن کی مورتی نظر آتی ہے،

(۱۴) تیری صورت دیکھ کر میری چھاتی میں تیر لگتا ہے،
مگر اس کے اندر تو تو براجمان ہے، (باقی دارد)

دھرم پور سے ڈھیوگ (ڈاک بنگلہ)

(۱۴ میل ۔ ہزاروں فٹ کی اُترائی اور چڑھائی)

۲۴ رجولائی سے ۱۰ اگست تک اندر دیوتا نے اپنی رحمت اور زحمت کے بے نظیر جانفزا اور روح فرسا جلوے دکھا کر اپنا چارج سورج دیوتا کے سپرد کر دیا، جانداروں کی جان میں جان آئی، اور دنیوی کاروبار کے لئے ہر جاندار اپنے اپنے مامن سے نکلا،

میں نے رانا صاحب دھامی سے کہا کہ میں بعض وجوہ کے لئے آپ کے پاس آیا تھا آج نوال روز ہے، بارش بند ہو گئی مطلع صاف ہو گیا، آفتاب عالمتاب کی جان بخش شعاعیں کرہ ارض پر سطح پر گر کر تحریک سفر کر رہی ہیں، اجازت پاؤں تو آج چلا جاؤں، فرمایا یہ بارشوں کے دن چترماشہ میں سفر کی ممانعت ہے ایک جگہ ٹھہر کر کام اور آرام کرنا چاہئے، میں نے عرض کیا کہ صحیح ہے، لیکن میں آپ کو زیادہ تکلیف دینا نہیں چاہتا، ارشاد ہوا کہ تب ہے میرے نصیب آپ جیسا یکا ہمارے یہاں ریاست سے نکلا، میں نے جو آپ کو اس قدر عرصہ ٹھیرایا اس کا نقصان

کیا اور خود معاودت اُٹھایا، میری طبیعت آپ کی ملاقات سے سیر نہیں ہوئی، پندرہ میں روز ابھی آپ اور ٹھہرتے۔ میں نے معافی چاہی، پھر جب قسم دلائی، اقرار کیا واپسی پر یہاں ضرور ٹھہرونگا، کمال لطف، دلی اُنس، اور ہمدردی سے مشورہ دیا، کہ پہاڑی سفر ع

راہِ راست برو اگرچہ دور است

کے موافق کرنا چاہئے، آپ کو یہاں سے بیکلیٹی تک فلاں فلاں مقام پر خراب سڑک ملیگی، اس کے بعد صاف اور سیدھا راستہ ہے، مگر اپنے پریم اور قلبی تعلقات کی وجہ سے میں یہ دلی خواہش رکھتا ہوں، کہ اپنے کوچ و مقام، راحت و آرام کی کیفیت سے دو پیسے کے کارڈ کے ذریعہ اطمینان دلاتے رہئیے، میرے اور آپ کے تعلقات اب ایسے مربوط اور مضبوط ہو گئے ہیں، کہ ہر لحظہ خیر خیریت مطلوب ہے، میں اپنی مقدور بھر آپ کی خدمت کے لئے ہر وقت حاضر ہوں، کیونکہ آپ گرے ہوؤں کو اُٹھا رہے ہیں اور سوتوں کو جگا رہے ہیں،

ایسی بہت سی بزرگانہ اور شاہانہ شفقتوں اور عنایتوں کی بارش فرما کر بادلِ ناخواستہ بقیہ پروگرام پورا کرنے کی اجازت بخشی، میں خدا کا نام لیکر ہلکی ہلکی بارش کے زیرِ رحمت اختتام پروگرام کے لئے چل پڑا، دھرمپور سے توڑ کی کھنڈ تک ہری بھری گھاس، مکئی، آلو، باجرہ، باتھو، دھان، کنگنی، ماش، چنا، کودا، اور تلوں کے کھیت لہرا رہے تھے انکی جوانی کا جوبن دیکھ کر ہر مقام پر بیقرار ہو ہو کر ٹھہرنے کے لئے مجبور ہو جاتا تھا، اللہ رے جوشِ جوانی اور نوعمری، مصورِ فطرت قدرت کی گلکاریاں دیکھ دیکھ کر خود محوِ حیرت ہو جاتا ہے، نادان اپنی آنکھوں کے سامنے سب کچھ پاتا ہے، مگر کچھ دیکھ نہیں سکتا، سعدیؒ نے خوب کہا ہے

برگِ درختانِ سبز در نظرِ ہشیار

ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

سرویدگی کا یہ عالم مشوقانِ ترکستان، کشمیر، کوہستانِ ہمالیہ سے زیادہ خوشنما تھا کھوکا کھنڈ یعنی تین میل تک پہاڑ ہی چڑھ کر پہنچا اور فرحت بخش نظارہ مناظر کے کھنڈ میں پہنچ گیا

وہاں رواں تھا، بہنیں نہیں، پانی گز دن گھٹتا بڑھتا سینکڑوں من کے پتھروں سے ٹکراتا، انکو لڑھکاتا، گراتا، اٹھاتا، بہاتا، طوفان مچاتا، خوف دلاتا بڑی بے صبری کے ساتھ عاشق جانباختہ کی طرح وصل ستلج کے لئے دیوانہ وار رواں تھا، یہ سہمناک ہولناک زنگ کش، شیر دلوں کے دل ہلا دینے والی تھی، حمید جوان عرب کی طرح اس تلاطم کی کچھ پروا نہ کرتے ہوئے بے دھڑک کود پڑا، پہلا قدم ایسا پڑا کہ تنگ تک پانی پہنچا، آگے گز دن پانی تھا، میں نے لگام سنبھالی، اور مناسب راستے سے تین قدم چلکر پانچویں قدم پر صحیح سالم عبور کر گیا، خدا کا شکر بجالایا، ایسا خونی مقام، اور ایسا سامان طوفان، دو بار کے لئے یہ کچھ مشکل بھی نہیں، کہ معمولی پل بنادے،

میری آج کی منزل مقصود ڈاک بنگلہ بھیوگ تھا، اس مقام سے مقام مذکور تک سرتاسر چڑھائی ہی چڑھائی تھی، اور ایسی کہ رکشا کا تو کیا ذکر ہے، گھوڑا بھی قدم بڑھاتا ہوا ہچکچاتا تھا، موسم صاف ہو گیا تھا، اور زمین بہت جگہ سے خشک ہو چکی تھی، پھر بھی تین جگہ ناہمواری راستہ کی وجہ سے سخت مشکل پیش آئی، ایک دلدل میں تو گھوڑا دھنس ہی گیا تھا، غرضکہ دو ہزار فٹ کی چڑھائی سے آٹھ ہزار فٹ تک یعنی چھ ہزار فٹ چڑھائی تین گھنٹہ میں بمشکل طے کی، اب خدا خدا کر کے ہندوستان تبت روڈ لی، یہ اسکا چودھواں میل تھا، سڑکوں کی ہمواری، فراخی اور حفاظت میرے حمید کی بیحد پسندیدگی کا باعث ہوئی، یہاں سے ڈاک بنگلہ بھیوگ تین میل پانچ فرلانگ تھا، آبادی دور سے نظر آرہی تھی، یہ آراستہ سڑک بھی صدمات بارش سے جگہ جگہ سے پامال ہو چکی تھی، مگر ہر جگہ بارگاہ سرکاری کے ملازم اسکی درستی میں مصروف تھے، میں ڈاک بنگلہ میں پہنچا، مگر افسوس کہ میرا پرانا واقف خدا بخش خانسامہ میرے آنے سے پہلے بہشت میں جا پہنچا، اسکے دو جوان لڑکے دیکھ کر خدا کا شکر بجالایا، چونکہ طبیعت سخت منزل کیوجہ سے تکان محسوس کر رہی تھی، اور یہ مقام باعث آرام تھا، اسلئے یہاں ٹھہر کر ڈیڑھ یوم کی چھٹی منائی۔

ٹھیوگ سے (دار الریاست ٹھیوگ) پراله

(بیس ہزار دن فٹ کی رُوح فرسا اُترائی)

پے در پے مسلسل بارانِ رحمت، پہاڑ کے لئے باعثِ زحمت ہوگئی، اَفتاں و خیزاں کنکر سنگ کی رُوح بگڑگئی، نالیاں ٹوٹ گئیں، پانی کے راستے بگڑ گئے، پہاڑ کی بالائی نالیوں سے دریا پھوٹ پڑے، اور اپنے راستہ کے پہاڑ، نگیں چٹان، کھیت، میدان اور قصبات پاش پاش کر دیئے، کوئی نالی ایسی نہیں کہ جہاں سے پانی کی پُرشور اُترائی نہ ہو، بعض کا سفید دودھ سا پانی ہے، بعض کا ملگجی، اور بعض کا ملاگیری، راستہ میں جس جس قسم کی نئی مٹی اکھاڑی، پانی کا رنگ ویسا ہی ہوگیا، یہ سب نالیاں دریائے گری میں گر کر جلد ہی اپنی ہستی پُرشور فنا کر دیتی ہیں، یہ اعتدال کی ترقی تعمیلِ فنا سے محفوظ رکھتی ہے،

بارش بند ہوئے تین روز گذر چکے تھے، مگر پہاڑوں سے پانی کی نکاسی ختم نہ ہوئی تھی، میں نے یہ خطرناک اُترائی سڑک ہی کے راستہ سے ختم کی اور پراله دو گھنٹہ میں جا پہنچا۔

ٹھاکر ٹھیوگ اور ٹکہ کے فسادات

میں سیزن ۱۹۲۸ء میں ریاست ٹھیوگ کے چند دیہات کی سیر کر گیا تھا، لیکن ٹھاکر صاحب اور اُنکے ٹکہ صاحب کی زور آزمائی کے متعلق کچھ دریافت نہ ہو سکا، کیونکہ ٹھاکر صاحب ریاست میں موجود نہ تھے، چونکہ ان ہر دو کے فسادات سے تمام پہاڑ انگلیاں اٹھا رہا ہے، اور طاقت و عروج رکھتے ہوئے جیسا کہ عام ہندیوں کی رشک و حسد کی عادات ہیں، اپنے بھائی کی تباہی ٹھنڈے دل سے دیکھی جا رہی ہے، اسلئے ضروری معلوم ہوا کہ اس معاملہ کے متعلق تحقیقات کروں، اور پہاڑ کے دیگر رؤسا کو توجہ دلاؤں کہ اس قدیم ریاست کو تباہی سے بچانے کی کوشش کریں،

واقعی رعایا بر سرِ فساد ہے، اور ٹھاکر ان کو خوش نہیں کر سکتا، اُدھر باپ بیٹے میں جو عداوت ہے، باپ کہتا ہے کہ میاں دعویٰ نہ کرو، ماٹھو اور پھلوں ٹکہ کے تینوں علاقے

ردئے جائیں، وہ اُن کو اپنا جاں نثار سمجھتا ہے، ٹھیکہ چاہتا ہے کہ میں تعلیم و تربیت سے فراغت پاچکا، مجھے کام دیا جائے، حکومت نے رعایا کو بھڑکانے کا الزام ٹھیکہ پر لگایا ہے، اور اُسکا معمولی مشاہرہ تقریباً دو سال سے قطعاً بند کردیا گیا ہے، ٹھاکر نے بیان کیا کہ اس فساد میں میرا ایک لاکھ روپیہ خرچ ہوچکا، ایسا ہی ایک لاکھ کے قریب ٹھیکہ کا خرچ ہوگیا، اور معاملہ جوں کا توں ہی ہے،

گورنمنٹ پنجاب کا قابل تعریف رویہ

پنجاب کی کوہی ریاستوں اور اضلاع کے رؤسا کا پولیٹیکل تعلق ابھی تک گورنمنٹ پنجاب ہی کے سپرد ہے، اور رؤسا بھی اس حکومت کا ایک سٹور ہیں، سپرنٹنڈنٹ ہل سٹیشن ان سب کا مہاراجہ، تقریباً دو سال سے ریاست بھجوگ اپنے معمولی تنازعات سے تباہ و برباد ہوگئی، رعایا کی حالت اِس سے زیادہ خراب ہوگی، بجائے اسکے کہ گورنمنٹ پنجاب ثالثی نامہ کے ذریعہ اس قضیہ کا تصفیہ کرتی، وہ یہ تنازعہ ایک فوجداری مقدمہ کی صورت میں تصفیہ کرنے پر آمادہ ہے، پولیٹیکل سکرٹری اور وائسرائے کو دست اندازی فرماکر اس شاہی خاندان اور ریاست کو محفوظ رکھنا چاہئے، ورنہ گورنمنٹ کی نسبت سخت بدظنی پیدا ہونے کا احتمال ہے،

کلی رام منیجر کی پژمردگی

گذشتہ سیزن میں اِس بدقماش منیجر کا ذکر کیا گیا تھا، اور اُسکے عیاشی کے حالات سے اُسکو تنبیہ کی جاکر چشم پوشی کی گئی تھی، وہ آتشک کا سارٹیفکیٹ لیکر وہ بہت جلد جاکر اپنی یاد ریاستہائے کمارسین اور بھجوگ میں چھوڑ گیا ہے، صاحب سپرنٹنڈنٹ ہل سٹیشن کو ان ریاستوں میں اعلیٰ پایہ کے اشخاص کو مامور کرنا چاہئے اسکا کمارسین میں ہر دو چارہ دونوں کے لیے ڈوبنے کا ستھا ہی ہے بیشتر ہی

مرجھا گئے پھول رات بس کے اندر سبھا کی ٹریجڈی

سیزن ۱۹۲۸ء میں اندر سبھا کا نظارہ اِس شان کا دیکھا تھا کہ جیسے شاید اندر نے بھی نہ دیکھا ہو، مجھے اُسوقت خوف تھا کہ یہ بدطینیرہ ہے وہ بہت انجام جلد قابل عیاشی اندان وہ امدر بہ جلد ہی برباد کردیگی، اِسی لئے اُن کو مؤثر پیرایہ میں نصیحت

بھی لگی گئی تھی، مگر ع آسے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔

میں باوجود کثیر اخراجات برداشت کرکے اس خزینۂ حسن، منبعِ شباب، اس معدنِ حسن کی طرف شاداں و فرحاں روانہ ہوا کہ جس کی دید کیلئے ۳۶۵ دن سے آنکھیں ترس رہی تھیں، اور دل آرزومند تھا کہ وہی سماں اسی شان سے دیکھی جائے، مگر وہاں فرحت کے بجائے چاروں طرف نحوست ہی برس رہی تھی ایک واقف کار ملا، دونوں کی خیر خیریت اور موجودگی دریافت کی، وہ تھا عیار کہنے لگا "وہ ہیں مگر وہ نہیں ہیں"، میری طبیعت رنج و افکار کے اذکار سے نفرت کرتی ہے، مزید استفسار سے اجتناب کیا مگر سخت صدمہ پہنچا ؎

دل جو صدمے پڑا اٹھاتا تھا ایک رنگ آتا ایک جاتا تھا

میں کیمپ میں داخل ہوا، اور وہ دونو شرم کے مارے جنگل کو نکل گئے کبھی کبھی سامنے آکر بہانہ بنا کر چلے جاتے تھے، سرِ شام جذبۂ دل اثر ڈالنے میں کامیاب ہوا، آہنگ اور ڈھنگ تشویش خیز، آہٹ پیدا ہوئی اور معشوقِ نوخیز کی سی شرم و حیا سے مکان کا ذرا سا دروازہ کھلا اور ساتھ ہی آفتاب و ماہتاب کی جھلک دکھائی دی، میں تعظیم میں اٹھا، اور بازو پکڑ کر کرسیوں پر لا بٹھایا، کیمپ روشن تھا، مگر ان دونو کے نور کو گرہن لگ گیا تھا، لباس اس غلاف کے مشابہ تھا جو کسی زنگ آلود شکستہ کہنہ ملوث کلائی کی چمنی پر پڑا ہوا، آواز اور جوشِ شباب دونو مدھم، رعنائی اور شانِ دلربائی دونو اداس، چلبلاہٹ اور شوخی کے بجائے بے حسی اور مردہ پن، آنکھیں شرم سے زمین پر گڑی ہوئیں، آنچل بڑھے ہوئے، جسم کا ہر حصہ صدمۂ غم سے سکتہ میں، وہ زبان جو حسن و عشق کے نشتر تھے، وہ بیانِ محبت جو ملاحت سے بھر پور تھا، وہ مستانہ ادا کہ جو زاہد صد سالہ کو وجد میں لا کر ہے نابود، زبان پر مہرِ خاموشی، جب عرصہ تک یہ حالت رہی، میں نے پان بنا کر دئے، سگرٹ پیش کئے،

داستانِ غم و الم

میں نے بڑی عاجزی اور نرمی کے لہجہ میں کہا۔ جو ہونا تھا ہو چکا، اب یہ بتلاؤ کہ کیا آئندہ بھی یہی سلسلہ جاری رکھو گے، اگر تم نہیں بولتے، تو میں ابھی چلا جاتا ہوں کیونکہ میں تم کو دق کرنا نہیں چاہتا،

پہلی :- نہیں حضور یہاں ہی ٹھہریئے، اور ہماری بدنصیبی کا کوئی رنج نہ کیجئے، ہماری قسمت میں ہمارا اپنا یہی لکھا تھا،

مَیں: میں نے خبر منگوائی تھی، تم سردیوں میں شملہ، دہلی اور دیرہ دون اور دیگر مقامات پر لیجائے جاتے رہے

دوسری :- حضور کو معلوم ہے کہ ہم قید ہیں، جہاں لیجایا جاتا ہے جاتے ہیں، اور جو کہتا ہے کرتے ہیں،

پہلی :- (روکر) - حضور ہم دونو مرگئیں، ہمارا علاج کراؤ،

دوسری :- ہمیں زہر منگوادو، تاکہ اس قید سے رہائی مل جائے،

مَیں :- مجھے یہ بتلادو کہ یہ کسطرح اور کب ہوا، اور کیا کیا علاج کیا؟

پہلی :- حضور کے جانے کے بعد ایک مہینہ تک ہم دونو گھر کا کام کرنے لگے، اور کسی کو بری آنکھ سے نہیں دیکھا، ایک ٹھیکیدار لدھیانہ سے آیا، پانی کی طرح روپیہ بہایا، لیکن ہم کو نہ پایا، ہماری والدہ اسکے پیچ میں آگئی، والدین مولا کی بخشش سے شرابی واقعہ ہوئے ہیں، اسکی شراب کی بوتلیں کی بوتلیں پی گئی، گھر میں ٹھیکیدار کا آنا جانا ہوگیا، ایک روز کپڑا کا جوڑہ ٹھیکیدار لایا اور میری ماں کو دیدیا، اُس نے وہ جوڑہ مجھے پہنایا، جب میں اُتارنے لگی، اُس نے کہا کہ بیٹا یہ جوڑہ عروسی کا جوڑہ ہے، ٹھیکیدار صاحب نے پانچ پونڈ اسکے ساتھ دئے ہیں اب تم ایک روز کے لئے میرے ساتھ ٹھیوگ ڈاک بنگلہ میں چلو، دوسو روپے کا مال ایک دم مل جائیگا میں نے ہر چند حجتیں کیں، اور بہانے بنائے، مگر وہ بگڑتی گئی، والد بھی ناراض ہوئے اور شراب کے نشہ میں ہم دونو بہنوں کو مارا، ہم کو مجبوراً اسکے ساتھ جانا پڑا، ایک روز کا بہانہ تھا، دو روز ٹھہرا کر تیسرے روز رکشا میں بٹھا کر ہم دونو کو شملہ لیگیا، وہاں یاروں کی دعوت شروع کردی، ایک ماہ کے بعد اسکا ایک نوکر جو آتشک سے جلا پڑا تھا، ہم دونو سے ہمبستر ہوا، تیسرے روز زخم نمودار ہوئے، ٹھیکیدار نے شفاخانہ علاج کرایا، مگر اسکا زہر ایسا سخت تھا کہ تمام بدن پر چھالے پڑگئے، اور پھوٹنے لگے، اس عرصہ میں ٹھیکیدار نے بھی حرامکاری سے پرہیز کیا، اُسے بھی یہ آگ لگ گئی، جب ہمارا کچھ علاج نہ ہوسکا، تو ہم کو کوٹھی میں اکیلا چھوڑ کر

اور زیورات و پارچات لیکر غائب ہوگیا، ایک وکیل اسکا دوست تھا، ہم اُسکے گھر پہنچے، وہ دراصل حرامکاری کا دوست تھا، اُس نے ہمارا ستیاناس کردیا، کسی نے پولیس اور "وکیل" کے پاس ڈاکٹری چٹھی وکیل نے دس روز رکھ کر ہم کو گھر سے نکالدیا، ہم ابھی تھوڑی دور گئے تھے کہ پولیس نے گرفتار کرلیا چار روز زیر تفتیش زیر حراست رکھ کر ضمانت مانگی، ہمارے رشتہ دار نے ضمانت دیدی، خدا خدا کرکے روتے پیٹتے بھوکے پیٹ اپنے گھر پہنچے، یہاں آکر ہمارا تمام بدن پھٹ گیا، پچھلے بیساکھ میں بڑی تکلیف ہوئی، میں کیا بیان کروں کہ تمام رات روتے روتے گذرتی تھی، پیشاب بند ہوگیا، تمام بدن پر جو سیاہ داغ تھے زخموں سے تبدیل ہوگئے، پاؤ بھر مرہم روز لگتی تھی، پھر بھی زخم راضی نہ ہوئے ہمارا جمنا خاکروب جو بڑا پہلوان اور شہ زور تھا، ایک روز آکر کہنے لگا، کہ اب تو تم دین دُنیا سے جاتے رہے میری آرزو پوری کرو، وہ پانچ سال سے میرے گرد تھا، اُسکے جسم کی بناوٹ اور خوبصورتی پر میں دل ہی دل میں مرتی تھی، مجھے اُن ایام میں بڑی شہوت ہوتی تھی، مگر ڈرتی تھی، اُس روز اُس سے لپٹ گئی، تیسرے روز وہ روتا روتا آیا اور روپیہ سے بڑے بڑے داغ مجھے دکھائے، وہ پندرہ روز کے اندر دو من سے ایک من رہ گیا، اُسکا تمام جسم پھوٹ گیا، ریم کا قطرہ آنکھ پر لگا، اُسکی آنکھ جاتی رہی، اب جھونپڑی میں پڑا ہے، دو انگلیاں دائیں ہاتھ کی گل چکیں، زبان میں گنگناہٹ پیدا ہوگئی، کیونکہ ناک گل کر ناسور ہوگیا، تمام بدن سڑ گیا، پندرہ بیس روز تو زندگی باقی ہے، ادھر میری حالت اور بگڑی، گھر والے الگ ہوگئے، میں نے دق ہوکر افیون کی ڈبیا اُٹھائی اور چوری سے کھالی، مجھے اُمید تھی کہ گھنٹے دو گھنٹے میں جان نکل جائیگی، مگر مجھے جلاب شروع ہوگئے، صبح تک عمر بھر کا کھایا نکل گیا، گھر والے حیران ہوگئے، میں نے افیون کھانے کا ماجرا بیان کیا، والدہ نے جو ڈبی اُٹھا کر دیکھی تو وہ رسوت تھی، شام تک میرے جسم کی جلن کم ہوگئی اور زخموں میں ٹھنڈک پڑگئی، میں نے رسوت ہر روز کھانا شروع کی، [illegible] میں بالکل راضی ہوگئی، بھابھی کو بھی یہی کھلائی وہ بھی راضی ہوگئی، خاکروب کو ہر چند کہا کہ کھالے، مگر وہ حالت مرگ میں وصل کے لئے بیقرار ہے، یہ ہے انجام میری بدمعاشیوں کا، بچو! بچو!!

پرالہ (ریاست ٹھیوگ) سے دَہَا (ریاست بلسن)

(۱۲ میل حوصلہ شکن چڑھائی ۳ ہزار فٹ سے، ہزار فٹ پر)

دورِ تہذیب میں باربرداری کی مُشکلات

آریہ ورت میں شودر ہمیشہ سے سیوا کرتے چلے آئے تھے، اور اس سے یہ وہ پاتے تھے کہ جو آجکل گراں مزدوری لینے والے خیال میں بھی نہیں لا سکتے، ایک طرف اگر پریم اور جذبہ خدمتگزاری تھا تو دوسری طرف جذبہ احسان مندی اور انسانی ہمدردی، ہزاروں کا مال بلا رسید سپرد کر دیا جاتا تھا، اور منزل پر صحیح سالم وصول کر لیا جاتا تھا، آج نہ پریم ہے، نہ جذبہ خدمتگزاری، نہ احسان شناسی ہے، نہ انسانی ہمدردی، اگر کچھ ہے، تو پیسہ، اور اسپر بھی یہ حالت ہے کہ مال کی رسید لی جاتی ہے، رجسٹری کرائی جاتی ہے، بیمہ سے محفوظ کیا جاتا ہے، مُہریں لگائی جاتی ہیں، مگر ایک انسانی نیت ہے، کہ پھر بھی محفوظ نہیں [illegible] اِس نیت اور حالت پر غلط بند کیا جاتا ہے کہ "ہندوستان ترقی کر رہا ہے" حالانکہ حالات زبانِ حال سے کہہ رہے ہیں کہ:—

افسوس ہندوستان دُنیا کی سب مہذّب اقوام سے گر گیا اور اُس نے ترقی معکوس کی

چند سال ہُوئے فرانسیسی سیاح نے جب ہندوستان کا سفر کیا تو ہر ایک اسٹیشن پر اسکا مال چرایا جانے لگا، اس نے مجبوراً اپنے پیکٹوں پر لیبل لگائے۔ "بھک سے اُڑ جانیوالا مادّہ"،

گو ٹھیوگ بھر میں بدامنی ہے، جسے حکومت کیطرف سے بغاوت کہا جاتا ہے، مگر ٹھاکر صاحب نے باربرداری کا معقول انتظام کر دیا، وہاں بیگار کے خلاف سخت جدوجہد ہے، اور اسپر ہی کیا موقوف ہے، پہاڑ میں ہر جگہ بیگار سے سخت نفرت پیدا ہو گئی،

ٹیلو کا پل گری میں گرانے کیلئے

بیگاریوں نے میرا اسباب [illegible] کے موافق موضع ملکھار ریاست بلسن، پہنچا دیا، اسباب روانہ ہونے کے بعد [illegible] اور [illegible] میرا سفر شروع ہوا، تقریباً ایک میل اترائی کے بعد دریائے گری پر ٹیلو کا [illegible]

جس کی نسبت مجھے کہا گیا تھا، کہ "اگر آپ گھوڑے پر بخیریت عبور کر گئے، بالغیب سمجھئے" جب میں نے پل دیکھا تو صورتِ حال اُس سے بھی زیادہ بھیانک پائی، بوسیدہ پھٹی پھٹائی بیجان لکڑی اسافروں کو پھنسانے کے لئے تیار، بڑی بڑی درزیں مُنہ کھولے آدمیوں اور جانوروں کے پاؤں نگلنے کے لئے آمادہ تھیں، ٹھٹکا، اتنے میں ایک بیگاری کا پاؤں پل کے نیچے نکل جانے کی وجہ سے اسباب گرنے کا دھماکہ سُنائی دیا، اور وہ پتھر جو سوراخ کا ستر پوش تھا دھم سے گڑی میں جا گرا، چونکہ اسکے اردگرد کوئی جگہ نہ تھا، اسلئے ایک نگہبیٹھی نے لڑھک کر پتھر کا سا تھدیا، بکس چونکہ مستطیل تھا اسلئے پل پر اٹک گیا، میں نے پل پر سے گذرنے کا ارادہ ترک کر کے گھوڑا دریا کی طرف دھکیلا، مگر گڑی پایاب تھی، اور فتوں پانی سانپ کی طرح اُچھل اُچھل کر کھانے کو دوڑتا تھا، ڈرپوک لوگوں کی صحبت میں رہ کر حوصلہ نہ پڑا کہ یہ معمولی دریا عبور کر لوں، لوٹا، خدا کا نام لیکر اور جان ہتھیلی پر رکھ کر گھوڑا اُس پل پر ڈالدیا، کہ جو سٹا ید دریا میں گرانے کے لئے قائم رکھا گیا ہے، "مگر رام ہگ دھیان" پر عمل کر کے آخر ش بصحت و سلامتی عبور کر ہی لیا،

گورنر پنجاب کی توجہ کے قابل

مجھے معلوم ہُوا کہ سپرنٹنڈنٹ ہل سٹیشن پچھلے سال یہاں آیا تھا، ایسا منزہ فی سفر دیکھا ہوگا، اب ایک سال گذر گیا کہ آج تک یہ ضروری راستہ محفوظ نہیں کیا گیا، صاحب موصوف کو ریاستہائے گھونڈ اور ٹھیوگ پر زور دینا چاہیئے کہ وہ بیت المال اپنے ذاتی عیش و عشرت میں خرچ نہ کریں بلکہ ُ سے جائز اصراف میں صرف کریں، رؤسا اور وزراء اپنی رعایا کی بےچینی کو بغاوت سے تعبیر کرتے ہیں، لیکن اُن کو اپنا دامن داغدار ضرور دیکھنا چاہیئے، کہ وہ امین ہوتے ہُوئے کس طرح پبلک مال کی خیانت کرتے ہیں۔

پُل عبور کر کے چڑھائی لامتناہی سے واسطہ پڑا، میرے پہنچنے سے قبل اسباب بلگھا پہنچ چکا تھا کہ جہاں یاست بلسن کا باسہ ہے، بعد ازاں دوسیا کو ہدایت کر دی کہ اسباب وزیر[1] یار پہنچا دے

---

[1] پہاڑ میں وزراء کو بطور ادب و تعظیم "دربار" کہا جاتا ہے اور نام نہیں لیا جاتا۔

دو مشکل راستہ

معلوم ہوا کہ دربار جانے کے لئے ایک سڑک کا راستہ ہے ، گو بارش کی وجہ سے گھوڑے کیلئے بھی مشکل ہو گیا ہے ، دوسرا کھنڈ سے کہ جو ۱ میل ہے ، چونکہ کھنڈ چڑھی ہوئی ہے اسلئے ناقابل عبور ہے ، میں سڑک کے راستہ پر ہو لیا ، فصلیں مراد پر باغ گئیں ، اور سڑک قدم قدم پہ خراب ، مگر موسم نہایت خوشگوار تھا ، اور منظر بیحد دلنواز ، ایک میل چلکر بجڑ دلی کی کھنڈ آئی ، جسپر ریاست بلسن نے ایک مضبوط اور محفوظ پل لگوا کر ہشیوگ اور گھونڈ کو سبق بہبودی رفاہ عامہ پڑھایا ہے ، پل سے چڑھائی کا زور شروع ہوا ، اور پھر جائے قیام تک اترائی کا نام نہ آیا ،

راستہ کا جنگل

میں نے بڑے غور سے دیکھا کہ راستہ کا ہر جنگل محفوظ ہے ، اور ایسا کہ حیوان بھی بآسانی راستہ نہیں پا سکتا ، بلسن میں دیودار کے نہایت قدیم شاندار جنگل ہیں کہ جن کی بڑی حفاظت کی جاتی ہے ، -

داغدار گلرخان بلسن

ندی عبور کرنے کے بعد ، حدودِ بلسن میں جو مرد و عورت ملے وہ اپنی شکل و شباہت ، عادات و اطوار اور زبان گفتار کے لحاظ سے بالکل الگ ہیں ، اُن کا کتابی چہرہ ہے ، اوپر کا حصہ بھاری اور ٹھوڑی کی طرف ہلکا ، مرد اور عورت دونو قبول صورت ، عورات بد اطواری کی وجہ سے ۹۰ فیصدی مرض آتشک میں گرفتار ، اور دوسروں کو گرفتار کرنے کے لئے ہر وقت تیار اور ارزانی محرک ، خدا اِس بلا سے ہر ایک کو محفوظ رکھے ،

میں وہاں سے چار میل پیچھے تھا کہ جنگل میں دو خوبصورت بلائیں مویشی چراتے مجھے ملیں ، اُن میں سے ایک نے سگرٹ مانگا ، میرے پاس نہ تھا ، اتنے میں ایک ۔۔۔ سالہ لڑکی پریزاد آگئی ، اشارہ سے اُسنے بھی سگرٹ مانگا ، ثابت ہوا کہ وہ بھی مرض آتشک کی مریض ہے ، میں نے ہر ایک کو کچھ نقدی دیدی ، اُن میں سے ایک بولی ، کہ تم کہاں جا رہے ہو ، میں نے دربار کا نام لیا ، پھر اُس نے بخشیش بڑے ناز و انداز مانگنے کے لئے ہاتھ بڑھایا ، میں نے کچھ دیکر گھوڑا بڑھایا ، مگر وہ ساتھ ساتھ چلی ، مجھ سے کہا کہ ہم بد معاش نہیں ، میں نے ہاتھ باندھ کر کہا کہ مجھے معاف رکھو ، مجھے دیر ہوتی ہے ، وہ بولی کہ ایک بیوی ہمارے جنگل میں چھوڑ ، تب بابا جی گھوڑا بڑھا چلا گیا ،

بیقراریوں کا مظاہرہ اور دِہا میں داخلہ

اس طرح عجیب غریب، حیرت انگیز جذباتِ شہوت، یا افلاس و تنگدستی کے خیالوں و دلدوز مظاہروں اور فوری خلاملا کی آزاد ملاقاتوں سے بچ و فسوس، فرحت و انبساط کا خاتمہ کر تھوڑی دُور آگے بڑھا، مگر جب پیچھے نظر اٹھائی ان سب کو اپنی طرف بیقراری سے پھر متوجہ پایا، شام کے ۶ بج چکے تھے، منزل کی مسافت کا کچھ پتہ نہ تھا، نہ کسی شناسائی کا سہارا، اسلئے ہر دو طرف کے دلوں کو شوقِ ملاقات کا آرزومند چھوڑ کر یہ واردات حسن و عشق بیقراریوں کے سپرد کی اور اُن کو کچھ اور دیگر "حمید" کو آگے بڑھایا، خدا کا شکر ہے کہ ایک موڑ آگیا، جس سے قدرتی طور پر پردہ سنگین حائل ہوگیا۔

دُور سے دِہا کا سنڈا اور چند عمارات نظر آئیں، زخم خوردہ اور سفر زدہ طبائع کے لئے منزلِ مقصود کا نشان باعثِ تسکینِ قلب ہوتا ہے، مجھ سے بھی یہی سلوک ہوا، میں ۵ منٹ میں ایک باغیچہ میں داخل ہوا، جس میں دو خوش وضع مکانات اور چند دُکانیں تھیں، درمیان سے سڑک گذرتی تھی، تمام آبادی مجھے دیکھ کر باہر نکل آئی، مَیں نے پوچھا، کہ رانا صاحب کہاں ہیں؟ جواب ملا کہ یہاں سے ڈھائی میل آگے دربار میں ہیں، مَیں بادلِ ناخواستہ تھکا ماندہ دربار کی طرف ہو لیا، لالہ رام سرن دُکاندار دِہا آتا ہوا ملا، اُس نے کہا کہ "ٹیکہ صاحب" یہاں ہی ہیں، مَیں نے گھوڑا لوٹایا کہ ٹیکہ صاحب تعلیم یافتہ ہیں، پہلے یہاں ہی ٹھہرنا چاہیئے۔

رانی شیام سُندری کی بقا اور قیامِ دِہا

مجھے وہ شریف دُکاندار اپنے ساتھ لے آیا اور رانی شام سُندری کی معمرہ سرائے میں ڈیرہ کرا دیا، یہ خوش وضع تمام دو عمارت رانی صاحبہ نے بطور وقف تیار کرائی اور ایک باؤلی مسقف بصرفِ زرِ کثیر باموقعہ احداث و تعمیر کرا کر بقائے دوام کی بنیاد رکھی۔

مَیں نے اطلاعی کارڈ ٹیکہ صاحب کے پاس بھجوا دیا، مگر اگلی صبح ۹ بجے تک کوئی جواب نہ آیا، صبح معلوم ہوا کہ وہ کارڈ پہنچا ہی نہیں، مگر انتظام ڈیرہ دُکاندار مذکور کی شرافت سے خاطر خواہ ہوگیا۔

تاریخی کوائف ریاست بلسن

نقشہ ذیل سے ریاست کی اہمیت ظاہر ہوگی :۔

نام حکمران	تاریخ پیدائش	تاریخ مسند نشینی	رقبہ بحساب مربع میل	آبادی	مالیہ
رانا عطر چند	سنہ ۱۸۹۸ء	سنہ ۱۹۱۴ء	۵۱	۶۰۰۴	۱۵۰۰۰

ایمانداری کی ایماندارانہ ترجمانی

ریاست کے ابتدائی تاریخی حالات نہ تو کبھی مکمل لکھے گئے نہ کوئی اور مفصل یادداشت مرتب کی گئی، نہ اب کوئی مسن جہاندیدہ آدمی موجود ہے، نہ ریاست خاندانی کوئی ایسا ملا جو ابتدائی تاریخی حالات بتلاتا، میں نے سری رانا عطر چند بہادر سے یہ مشکلات بیان کیں، آپ بذات خود ایک زندہ ایمانداری کی تاریخ ہیں، اور ایسے کہ ایک لفظ بھی بیجا ادا نہیں ہوتا، جو کچھ ریاست کے تاریخی حالات معلوم ہوئے وہ سب اس ایماندار ہستی کی زبانی سنے، آپ نے اپنے پوتھی خانہ سے مجمل یادداشت کی ایک پوتھی سے بھی ان حالات کی تصدیق کرائی

رئیس ہند سرمور نمبر

ناظرین باتمکین کہ جو قوت حافظہ کے محافظ اور شایق تحقیقات جدید ہیں یاد رکھتے ہونگے، کہ دسمبر ۱۹۲۳ء میں اولوالعزم کارپردازان رئیس ہند نے سرمور نمبر چھاپا تھا، اُس میں قدیم تاجداران سرمور کی بربادی کی ایک روایت بھی درج ہوئی تھی، اُس کی صحت یہاں اسطرح ہوئی جو لطف سے خالی نہیں، کیونکہ ایمانداری کی جانچ ہے

روایت بربادی سرمور

ایک نٹنی نے تاجدار سرمور سے اپنا ہنر بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں گری ندی ایک رسی پر سے عبور کر سکتی ہوں بشرطیکہ نصف راج دیتے جانے پر ٹھہری، نٹنی جیسا کہ جگل نٹ عام طور پر تماشہ دکھاتے ہیں دو بانسوں میں رسہ باندھ کر دریا عبور کرنے لگی، جب نصف طے کر گئی، تو راجہ نے سمجھا کہ نصف [illegible]

ادنیٰ گوجری کی اعلیٰ روشن ضمیری

یہ بے ایمانی کا قیامت خیز واقعہ ایک گوجری دیکھ رہی تھی، وہ اُسوقت دودھ رڑک رہی تھی، عالم خیال اور وحانی ضمیر کے جذبات نے اُسکے دل پر اثر کیا، دُودھ رڑکتے رڑکتے وہ بیخود ہوگئی، جب ہوش میں آئی تو گاؤں والوں کو کہا کہ سرمور برباد ہوگا، جو بچنا چاہتا ہے بھاگ جائے، اور یہ گیت پڑھا ؎

آرکو کا پار کو کا   ڈوب گیا سرمور کا لوکا

بے تاج تاجداروں کی تاجداریاں

جو جو ایماندار اور باخدا ہستی تھی، وہ سرمور سے بھاگ جانے میں کامیاب ہوئی، اُن ہی میں تاجداران جیلسن کے مورث اعلیٰ ہیں، وہ گوجری کے خیالِ صادق سے ایسے متاثر ہوئے کہ اپنی مختصر جماعت کے ساتھ پہاڑوں کو چیرتے ندی نالے عبور کرتے، تلواریں چلاتے اِس مقام پر پہنچے کہ جو آجتک اس ریاست کا دارالخلافہ چلا آتا ہے قافلہ کی تعداد، اُنکے اسماء، راستہ کا سراغ، مدتِ سفر، مقام وکوچ، مشکلات ومصائب، وجہ نزولِ مقام، سب حالت لاعلمی میں ہیں۔ اُن کا نام نامی کنور الگ سنگھ تھا، اِس کنور نے بزورِ شمشیر علاقہ جیلسن فتح کیا اور اپنی راجدھانی پر باطمینان حکومت کرتا رہا۔

اِس گرانمایہ مصیبت زدہ بانصیب شہزادہ کی یادرہی بخت کے واقعات زندگی لکھے جانے سے قبل شجرہ ملاحظہ ہو:-

الگ سنگھ[1]

کلگ سنگھ[2]   رام سنگھ[3]   کیسو سنگھ[4]   بھاگ سنگھ[5]   جندیو سنگھ[6]   بھرت سنگھ[7]

نتھا سنگھ   جوگ سنگھ[9]   جگت سنگھ[10]   دیپ سنگھ[11]

دھرم سنگھ[12]   بے سنگھ[13]   تیغ سنگھ[14]   مان سنگھ[15]

جوگراج[16]   صاحب سنگھ[17]   سروپ سنگھ[18]   گوردت سنگھ[19]

بیر سنگھ[20]   رانا عطر سنگھ[21]

راجہ بہادر سنگھ[22]   دھیان سنگھ (کنور)

دوسری پشت سے ۱۵ویں پشت تک

پوتھی مذکور میں لکھا ہے کہ مورث اعلیٰ سے لگا کر ۱۵ویں پشت تک کے حکمران اپنے علاقہ پر سکون و اطمینان سے حکومت کرتے رہے، کسی قسم کا کوئی فساد نہیں ہوا، نہ کسی نے ان پر حملہ کیا، نہ انھوں نے کسی سے سروکار رکھا،

بھاگ سنگھ کی وفات اور نابالغ شہزادہ پر مصیبت

رانا بھاگ سنگھ ۳ سالہ شہزادہ چھوڑ کر مر گیا، اُس کی والدہ اسے لیکر سرمور چلی آئی، اسطرح حکومت و ریاست دونوں ہاتھ سے نکل گئے،

غربت میں بادشاہت

یہ غربت زدہ معصوم و شیر خوار شہزادہ چند عاقلوں کے زیر حفاظت سرمور سے دور موضع کوکہ[1] میں یتیمی کی زندگی گذارتا تھا، اُسے کیا معلوم تھا کہ یہ غربت اُسے بادشاہت دلائیگی، اور صدیوں تک اُن کی نسل بادشاہت کریگی،

تائید ربی

موجودہ دارالخلافہ پر معاثی[2] حکمران تھا، جس کے جور و جبر سے تمام آبادی جاں بلب تھی، وہ اور اُس کے عمال ایسے سنگدل تھے کہ خواہ مخواہ لوگوں کے گھر جا کر لوٹ مار کرتے تھے، اور جاتے وقت لوگوں کو قتل کر جاتے تھے، اُنکے اس جدید طرز ستم سے تمام آبادی زیر و زبر ہو گئی تھی، اور جان سے تنگ آ گئی تھی، مگر ان سے خلاصی کا کوئی ذریعہ نہ تھا، کیونکہ ہر طرح کی بیرونی امداد سے محروم تھے،

زمانہ مذکور میں ضروریات زندگی کی اشیاء ٹکسال، چنڈی اور دیگر مقامات سے پہنچا کرتی تھیں، پہاڑی پہاڑ کی پیداوار ان مقامات پر لیجاتے تھے اور تبادلہ میں نمک، رنگ، مصالحہ، لوہا، تانبا، پیتل، سوتی پارچہ وغیرہ لاتے تھے، ایسی سوداگری بھی بڑے بڑے متمول پہاڑی کیا کرتے

---

[1] یہ گاؤں ریاست سرمور میں ہے اور اسی نام سے مشہور ہے۔

[2] [illegible]

تھے کیونکہ راہ پُرخطر، دشوار اور بے ڈھنگی تھی،

اِس علاقہ بلسن سے ایک بازور ٹھاکر اچل سنگھ سکنہ موضع دھار ایسی تجارت کے لئے جایا کرتا تھا، جب رانی نابالغ ٹیکہ کو لیکر سرمور رہنے لگی، تو وہ اچل سنگھ بلسن واپس آرہا تھا، اتفاق سے اُسکا قیام اُس مقام پر ہُوا کہ جہاں شہزادہ جندلو سنگھ اپنی پُرمصائب زندگی گذار رہا تھا، اچل سنگھ کو معلوم ہوگیا، کہ یہ کنور سرمور کا تباہ شدہ سُورج بنسی خاندانِ شاہی کا پسماندہ شہزادہ ہے، اُس نے سوچا کہ اگر اسے لیجاکر اپنے مُلک کا فرمانروا بنا دیا جاوے، تو مادی کے ظلم و ستم سے نجات حاصل ہو جائے، چنانچہ وہ اُسکو ہمراہ لے آیا اور گھونڈ (ریاست) کے تاجدار کے پاس لیجاکر کہا کہ مجھے ایک نہایت حسین ہونہار راجپوت کا لاوارث لڑکا ملا ہے میں اُسکو آپ کے سپرد کرتا ہوں، چونکہ یہ کسی اعلیٰ نسل کا فرد ہے، اسلئے آپ اس سے ایسی خدمت لیجئے کہ جو ودّان کے مطابق ہو، مگر کسی حالت میں :-

(۱) جھوٹے برتن کے ہاتھ نہ لگوایا جائے۔

(۲) مویشیوں کا گوبر نہ اُٹھوایا جائے،

(۳) قلبہ رانی نہ کرائی جائے۔

تاجدار گھونڈ نے لڑکا دیکھ کر یہ شرائط منظور کر لیں، اور اُسے اپنے محل میں رکھ لیا

جوانی دیوانی

شاہی خاندان کا لڑکا تھا، شاہی خاندان میں پہنچگیا، لیکن ارجن کی طرح عرصہ کثیر تک عالم بیخبری میں رہا، محلات میں کام کاج کرتا رہا، اور ساتھ ہی شہزادگان کے ساتھ تعلیم و تربیت پاتا رہا، اچل سنگھ بھی گاہے ماہے خبر خیریت لیتا رہا، ہوتے ہوتے اور پرورشن پاتے پاتے لڑکا جوان ہوگیا، جوانی، زہد و اتقا، پرہیزگاری و پاکبازی کے فولادی پردے تار تار کر دیتی ہے، رُعب و سیاست ظلم و تعدی اور سزا و جزا سے مرعوب نہیں ہوتی، نہ دُنیا کی خبر نہ عاقبت کا فکر، اِسی عالمگیر اصول کو نا پر شہزادہ بچپن ہی سے دیگی ساتھی سے مانوس ہوگیا، مذکیسلا کرتے تھے اور دو تین دم ست

پلا کرتے تھے، جب دونو کی جوانی، جوانی پر آئی، ارتباط کے ساتھ وصل کی مراد بر آئی، آخرش مُدتِ مقررہ کے بعد جب لڑکا پیدا ہُوا تو راز بھی افشا ہوگیا، محلات، شہر، دار الخلافہ اور ریاست میں تراہ کار مچ گئی، بعض غیور راجپوتوں نے کہا کہ لڑکا اور لڑکی دونو کو قتل کردینا چاہئے، کسی نے صلاح دی کہ گری میں بہا دینا جائز ہے، بعض نے کہا کہ دونو کو جلا وطن کردینا ہی گناہ کا کفارہ ہے، مگر اُن میں سے ایک جہاندیدہ درباری نے کہا کہ اوّل یہ دریافت ہونا ضروری ہے کہ یہ لڑکا ہے کون؟ کہاں سے لایا گیا؟ اور کس خاندان سے ہے؟ بلا دریافت اصلیت بیگناہ جانوں کا ضائع کردینا مہا پاپ ہے، یہ رائے غالب آئی، اور تحقیق حال کے لئے موضع دھار سے اچل سنگھ طلب کیا گیا۔

افشائے راز جان بخشی و کامیابی کا باعث ہُوا

اچل سنگھ دہار سے آیا، اوّل اُس نے موائی کے مظالم بے پناہ بڑی شرح وبسط سے بیان کئے، شہزادہ کی دستیابی، اور ملبسن میں لائے جانے کی غرض وغایت کے مفاد بتلائے، علم قیافہ اور سامدریک کے احکام کے موافق "راج ریکھا" اور دیگر نشان شاہنشاہیت کے دکھا دکھا کر کہا، کہ اس سے بہتر ہمیں ہمارا کوئی تاجدار نہیں مل سکتا، چونکہ اُسکی دلائل زبردست تھیں، اسلئے تمام مجمع اُسے اپنا راجہ تسلیم کرنے پر رضامند ہوگیا۔

اعلانِ شاہی

پھر دربار گھونڈ میں اس امر کا کھلے طور پر اعلان کیا گیا اور تجویز قرار پائی، کہ شہزادہ اور اُسکی رانی کو ایک جاگیر دیدی جائے، چنانچہ موضع تہانہ اس شہزادہ کی جاگیر میں دیا گیا،

فتح ملبسن

جب نوعمر شہزادہ اپنی خاندانی اولوالعزمی اور ملک گیری کے عروج پر پہنچا تو ایک روز ملبسن کے راجہ حبا کو جو کہ جس کے مظالم موائی سے کم نہ تھے شکست فاش دیکر قلمرو پر قبضہ[1] کرلیا۔

[1] یہ قبضہ بڑی حکمت عملی سے کیا گیا تھا، قلعہ کا دروازہ اولی سے ایک نکرام نے کھولا تھا،

دیگر فتوحات یہ رانا خاندان میں ایک اولوالعزم، صاحب حوصلہ، اور جواں مرد تھا، اُس نے اپنی فتوحات کا سلسلہ جوان ہوتے ہی جاری کر دیا تھا، مشرق سے ہمیشہ خوف و فساد کی بُو آتی تھی، جُبّل کا علاقہ تھا، ہر چند سمجھایا، باز نہ آئے، ایک معقول لشکر لیکر دھاوا بول دیا، اور پرگنہ شاک[1] پر اپنا عمل و دخل جمایا، جہاں ایک قلعہ بھی تعمیر کرایا +

بعد کی ۵ پشتیں اُن کے بعد اُن کے ۵ مسلسل وارثان نے عدل و انصاف سے حکومت کی، ٹھاکر مان سنگھ صاحب سنج تھے، کہ جنہوں نے مواضعات کُنہار وغیرہ کی راجاجی پر کاشت سرمؤکے سند حاصل کی، ایسے ہی موضع شالئے سمت ۱۹۴۰ ب میں ملا +

رانا جوگراج بہادر ہر خاندان کی تاریخ اپنے کسی ہیرو کی مرہونِ احسان ہوتی ہے، اگر یہ نہ ہو تاریخ مرتب نہ ہو، ایسا ہیرو اپنی خصوصیات و تجلیات کے لحاظ سے خاص شان رکھتا ہے،

قدیم تاریخ سرمور کے حالات قطعاً معلوم نہیں، مگر یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ جبکی حکومت کا پیمانہ تنگی سے دغا کرنے پر چھلکا، وہ ایسا ہی ہوگا کہ جیسے آجکل کے ہند کے بہت سے تاجدار ہیں، ضروری تھا کہ انتہائی زوال کے بعد یا قیامت کے بعد دُنیا پھر امن وچین سے گذران کرتی +

پیدائش مبارک آپ کی پیدائش کا وہ زمانہ تھا، جبکہ ہندوستانیوں کے ہاتھ میں ہندوستان کی حکومت پھر آنے والی تھی، کہ اُن سے زیادہ مصلح اور مہذب قوم ہند میں وارد ہوکر اپنے عدل و انصاف سے مُلک پر تسلط جمانے لگی، اور ہم محمد غوری تیمور احمد شاہ ابدالی کی لوٹ مار اور غارتگری و سفاکی سے ہزار سال میں پہلے سے بھی زیادہ گر گئے تھے، وُہی مخالفت، وُہی حسد و رشک، وُہی خودنمائی و خودبینی ہمارا طرۂ امتیاز تھا،

[1] یہ ہرد و گاؤں تاحال اسی نام سے ریاست جُبّل میں ہیں،

ایک مقدس دریا میں اشنان کرنے والے، ایک مندر کے پجاری، ایک زنار کے پرستار، ایک اوتار کے معتقد، ایک قوم کے افراد، ایک شہر اور گھر کے بھائی، غرضکہ ایک لڑی کے موتی دوسرے کو ذلیل اور پامال کرنے ہی میں اپنی جوانمردی و مردانگی سمجھے ہوئے ہیں، افسوس صد افسوس،

جنگ جُبل یہ شہزادہ ان تمام قبوحات کا قاطع اور جملہ بدعتوں کا قامع تھا، سن شعور میں داخل ہوتے ہی تمام بیہودہ واجبات منسوخ فرمائے، اور اصلاحات سے جان ڈالدی، رانا درعایا جُبل ہمیشہ برسر فساد رہتے تھے، مگر بلسن کی طرف سے ہمیشہ چشم پوشی کی گئی، لیکن جوگراج سا بہادر راناروزمرہ کی خفت کیونکر منظور کر سکتا تھا، آخرش دہارٹی میں ایک فیصلہ کن جنگ ہوا۔

جنگ گورکھا گورکھوں نے بھی اپنے علاقہ سے بڑھ کر شمالی ہندوستان پر اپنا قبضہ وتسلط جما لیا تھا اگر انکی حکومت کی بنیاد عدل و انصاف پر مستحکم کیجاتی تو وہ آج ہندوستان بھر کے شہنشاہ تسلیم کئے جاتے، مگر انہوں نے اپنا وہی شاہ راہ کار بنایا کہ جو بعض مسلمان بادشاہوں نے بنایا تھا، لوٹ مار، تاخت وتاراج سے ملک گیری نہیں ہوسکتی، پہاڑ کے تمام راجگان حتی کہ تاج سرمور بھی زیر و زبر کر دیا گیا تھا، آپ نے بڑی ہمت وجرأت سے اُن کی افواج قاہرہ کو قلعہ تاگنی میں محصور کر لیا، پانسو گورکھے خاک وخون میں ملادئے گئے، امر سنگھ تھاپہ ہیرے کی کنی چاٹ کر مرگیا +

گورکھوں کا اخراج جب کرنیل اختر لونی گورنمنٹ کی پالیسی کے موافق گورکھوں سے برسر خاش ہوا تو رانا جوگراج بھی مع مزرعہ کے شامل لشکر اختر لونی ہوئے، کرنل مذکور نے کہا کہ آپ اپنے ملک میں جائیے، اور گورکھوں کو تسخیر کیجیے، جو جو قلعہ و مقام قبضہ سے خالی کرا دو گے تم کو ملیگا، آپ نے واپس آکر ایک فیصلہ کن جنگ کیا، اور قلعہ و مہاسو پر گنہ

لہ دہار ناگر بلسن کی مشہور دہار ہے، شمالی سمت گھونڈ اور جنوبی سمت بلسن کا علاقہ ہے چھبار پر یہ مشہور قلعہ واقع ہے،

بڑودلی میں ایک شکست فاش دی، ۲۲۰ اشخاص[1] زندہ گرفتار کرکے مقام لدھیانہ کرنل صاحب کے روبرو پیش کئے، اسکے صلہ میں سند[2] عطا ہوئی، اور ایک سند بزبان ہندی پرگنہ بڑودلی کی بابت کپتان راس سپرنٹنڈنٹ نے عطا کی، ایسا ہی ایک سند پرگنہ ٹیکرہ بارسٹھی کی عطا ہوئی ؞

بے پناہ کو پناہ
رانا کیونتھل کی پناہ گیری

راجہ سنسار سین علاقہ سے مالیہ وصول کرنے گیا، رعایا نے بغاوت کی، وہ بھاگ کر دہاں آگیا، رانا جوگراج نے شاہی خاطر و مدارات کیں، اور خود جاکر معاملہ وصول کیا، علاقہ پر قبضہ کرادیا، بغاوت دُور کی، موضع بلگہار راجہ نے عطا کیا، جس کی بابت کیونتھل کے وارثان نے دعوائے واگذاری کیا، مگر خارج ہوا ؞

جنگ فیروزپور و لاہور

گورنمنٹ نے آپ پر کُلی اعتماد فرمایا تھا، جنگ فیروزپور شہر وغیرہ میں بھی آپسے امداد طلب کیگئی۔ آپنے رنگروٹوں کی ایک کافی تعداد مقام شملہ فراہم کی ؞

ہنگامہ ۱۸۵۷ء

ہنگامہ مذکور میں گورنمنٹ کو جو امداد دی گئی، اُس کی نسبت مکارڈ کتاب مرتبہ ایچ۔ ڈی۔ کریک، میں لکھا ہے :۔

"غدر کے موقع پر سری ٹھاکر جگراج سنگھ صاحب نے نمایاں وفاداری دکھلائی اور بہت سے اُن انگریزوں کی خاطر و مدارات کیں، جو کہ گورکھا رجمنٹ کے شملہ پر حملہ آور ہونے کی دھمکی سے ڈر کر شملہ سے بھاگ کر رانا صاحب کے پاس چلے آئے تھے، غدر کے فرو ہونے کے بعد اِن خدمات کے شکریہ میں ٹھاکر جگراج سنگھ کو رانا بنایا گیا اور ایک دربار عام میں اُن کو ایک ہزار روپیہ کا خلعت بھی بخشا گیا"

---

[1] اِس گرفتاری میں اُن کے بڑے بڑے افیسر گرفتار ہوگئے تھے، اور بہت سا سامان بگزین بھی ہاتھ آیا تھا، جو سب کرنل کو دیدیا گیا،

[2] سند مورخہ یکم ستمبر ۱۸۱۵ء

بینظیر شخصیت کے بینظیر کارنامے

رانا صاحب نے پولیٹیکل حلقوں میں جو نام پایا، وہ ریکارڈ گورنمنٹ سے ظاہر ہے، اگر مذہبی و اصلاحی شہرت بھی اس سے کم نہیں، آج تک ہر بچہ بوڑھا انکے نام کی تعظیم کرتا ہے، مکانات اور اسناد و عالیشان کے تیار کرائے جو انکے نام کو بقائے دوام کا جامہ پہناتے ہیں،

وفات

اس بانی ریاست نے اپنی شہرت و ناموری کا نیک ورثہ اور مکمل پروگرام اپنی اولاد کے لئے چھوڑا، آخر سن ۱۵ مگھر سمت ۱۹۱۲ بکرمی مطابق ۹ نومبر ۱۸۵۶ء کو بروز جمعہ وقت ۶ بجے شام آپ کا آفتاب زندگی ۱۱۵ سال منور رہکر ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا،

سوامی منسا ناتھ جی

آپ کے عہد میں سوامی جی کامل کشف و کرامات کے مالک تھے، اور آپ پر دل سے مہربان تھے، آپ کا نام اب تک پرستش کرا رہا ہے،

رانا بھوپ سنگھ

ولی عہد ٹیکہ صاحب سنگھ آپ کی حیات ہی میں فوت ہو چکے تھے اس لئے ان کے بعد آپ کے نبیرہ بھوپ سنگھ سریر آرائے ریاست ہوئے،

رانا گوردھن سنگھ و بیر سنگھ

یہ ہر دو ارشان اپنے اپنے عہد میں کامیاب تاجدار ہوئے اور بہت سی عمارات تعمیر کیں،

رانا عطر سنگھ

چونکہ رانا بیر سنگھ نے لاولدی میں انتقال کیا، اس لئے آپ کے برادر اصغر کنور عطر سنگھ رانا تسلیم کئے گئے، آپ پندرہ سال سے بڑی ایمانداری، ہمدردی اور سچے جذبۂ ملک رانی سے حکومت کر رہے ہیں، باوجود اس کے آپ فہیم اور نکتہ رس بھی ہیں، ملکین کے لئے آپ کا وجود قابل فخر ہے، آپ کی سادگی آپکی زندہ دلی اور سچی محبت نے رعایا پر جادو کر دیا خدائے مہربان آپ کو بہت عرصہ تک تخت کا مالک نصیب کرے

شہزادگان اور انکی تعلیم و تربیت

وہ رانی بڑی بانصیب ہے کہ جو سیتا جی کی طرح سونیا ڈاہ کے صدمہ سے محفوظ ہے، یہی خوش نصیبی رانی صاحبہ کو حاصل ہے، جن کے بطن سے دو نیک شہزادگان ٹیکہ رن بہادر سنگھ اور کنور دھیان سنگھ ہیں، آپ کو آپ کے قدیم خیالات کے شیدا والد بزرگوار نے مشرقی و مغربی علوم سے آشنا کرایا جنہوں نے پرائیوٹ طور پر امتحان انٹرنس پاس کیا، پھر ضلع شملہ میں جوڈیشیل ٹریننگ سے دماغ کو تازہ کیا، جنگلات کی تربیت ریاست رامپور میں حاصل کی، اور بندوبست کا کام ریاست کٹھوگ میں سیکھا،

کنور صاحب نے دہلی یونیورسٹی سے ایف-اے پاس کیا، اگر صحت اجازت دیتی تو تکمیل تعلیم حاصل کرتے، رؤسا ضلع شملہ کے لئے شملہ میں کالج ہونا چاہئے، تاکہ دیس کی آب و ہوا سے اپنی زندگی محفوظ رکھ سکیں، ٹیکہ صاحب رامپور اسی تعلیم دیس نے ہلاک کئے +

مقدس مقام

موضع بلگ میں ایک پراچین مندر پانڈوں کا بنایا ہوا ہے، جس کا نام پانڈو مندر ہے، یدھشٹر نے استھاپن کیا تھا، شیو جی کی نہایت پرانی مورتی سنگ مرمر کی ہے، دہلیز پر کسی پرانی زبان میں دو سطریں لکھی ہوئی ہیں جو کسی سے پڑھی نہیں گئیں، مشہور راجہ بلی یہاں ہی پیدا ہوئے تھے +

کان ہائے سلیٹ اور موٹر سروس

ریاست اپنی کانہائے سلیٹ کی وجہ سے بڑی سخت مالدار ہے، اگر ان کی نکاسی کے ساتھ برآمد میں سہولت ہو جائے، دنیا آرام پائے، ٹیمن نے تو ملک تباہ کر دیا،

مواضعات کہولنا، جہاسو کی کانوں سے نہایت اعلیٰ قسم کا حسب ضرورت پتھر نکلتا ہے، شہزادگان انگریزی تعلیم و تربیت پاکر ایک بڑے پیمانے پر "موٹر سروس" کے لئے سڑکیں بنوانا شروع کرادیں تو یہ ہمیشہ برکت رہے، کام تو مشکل ہے،

شفیق اور قابل ہستی

سیزن سنہ ۱۹۳۰ء کے سفر کا آغاز خوش سیرت کنور رندیپ سنگھ بہادر رئیس سرمور کی ملاقات سے ہوا، قیام بھی صورت پیلس میں کیا، دعوتِ چاء مرتب ہوئی، اسوقت آں ممدوح نے اپنے شہر کے نوجوان لئیق بابو سوہن سنگھ صاحب بی۔اے آنرز سے تعارف کرایا، آپ اُن ایام میں دربار شملہ کے پرائیویٹ سکرٹری تھے، وعدہ تھا کہ جب میں اُترکھنڈ کی ریاستوں میں جاؤنگا، شملہ ضرور آؤنگا، مگر بعض اُمور مانع رہے،

اِس سفر میں مجھے سری رانا دلیپ سنگھ بہادر تاجدار دھامی نے خوشخبری سُنائی تھی کہ بابو صاحب بطور ٹیوٹر شاہزادگان یہاں بُلوائے گئے ہیں، میں شملہ میں ٹیکا صاحب اور کنور صاحب کے محل میں بیٹھا تھا کہ دفعتاً بابو صاحب تشریف لے آئے، مجھے اُسوقت اُنکی دربار سرمور کی خیرخواہی اور وفاداری کا واقعہ یاد آگیا جبوقت آپ نے بڑے دعوے کے ساتھ تاج سرمور کے متعلق حاسدوں کو جوابات دیئے تھے، اُسوقت میں نے اُنکو مشورہ دیا تھا، کہ آپ اپنی عالیشان ریاست چھوڑ کر کیوں پہاڑوں میں ٹکریں مارتے پھرتے ہیں، جبکہ آپ کا تاجدار رعایا کی بہبود کا خواہاں ہے، اسپر آپ خاموش ہوگئے تھے،

میں تھوڑا ہی عرصہ ملاقات کرسکا، مجھے رنج پیدا ہوا کہ صحیح مقام کا صحیح آدمی غلط مقام پر کیوں ہے،

ایک روپیہ میں ایک عورت

بقائے نسل اور آبادیٔ دُنیا فرقۂ اُناث کی پیدائش اور دستیابی پر منحصر ہے، رشیوں نے اسے خوب سمجھا اور ایسی مذہبی پابندی لگادی کہ لاکھوں برس گذرنے پر اب تک قائم ہے، اگر غیروں کا تمدن اس آبائی تمدن کا استیصال نہ کرتا تو قرنوں اور قائم و بحال رہتا،

فرانس میں عورتوں نے شادی سے انکار کردیا، کہتی ہیں کہ کنوارپن میں جو لُطف ہے، انگلستان، جرمنی اور دیگر ممالک میں شادی کے بندھن سے دُنیا گھٹتی چلی جا رہی ہے، ہزاروں کی آبادی گھٹنے کے بعد کنوارپن کا خمار ہے، ہندوستان میں بھی یہ ہوا لگنے جا رہی ہے مسلمانوں

میں مہر کی رقومات حضرت محمد صاحب کے ارشاد سے ہزاروں گنا زیادہ ہو گئیں، ہندیوں میں جہاں لڑکیوں کے شہر کا پانی پینا بھی گئو متیا سمجھا گئی تھی، وہاں میں دیکھتا ہوں اور سنتا ہوں کہ مہاجنوں نے اپنے تجارتی کاروبار چھوڑ کر لڑکیوں کی فروخت کی تجارت شروع کر دی۔ علاقہ جات بانگر، پواد، لکھی جنگل، اور ضلاع حصار، کرنال، پانی پت، انبالہ، وغیرہ کی طرف ۴۰ - ۴۰ ہزار روپیہ۔ ۱۵ سالہ لڑکی کا ۶۰ سالہ بوڑھے سے برادری میں علانیہ وصول کیا جاتا ہے، اور بعض اوقات یہ بردہ فروشی کی رقومات پھیروں کے وقت المضاعف کر دی جاتی ہیں، اضافہ نہ ہونے پر براتیں بے نیل مرام واپس ہو جاتی ہیں، وہ قوم کہ جو شہر کا پانی پینا گندگی کھانے کے برابر سمجھتی تھی، جا بجو سوزنیوں، اور چاندنیوں کے فرش پر زردوزی، سنہری، روپہلی اور باناتی شامیانے تنوا کر، طلائی توڑے جوڑے، چھلے چھاپیں مرصع انگوٹھیاں پہن کر، پسینہ کی کارچوبی چادریں اوڑھ کے بڑے بڑے حقے سامنے رکھ کر، کمخوابی گاؤ تکیوں سے لگے ہوئے نواب بنتے بے حیائی کا نظارہ پیش کرتے ہیں، لڑکی والے جب آتے ہیں تو پانی نہیں پیتے، حالانکہ سونے کی ندیاں گھر بہا لیجاتے ہیں، جب کوئی باحیا شرم دلاتا ہے، تو کہتے ہیں کہ خاندان میں ہمیشہ لڈو جلیبی اور کسیں دیں زردوزی جہیز سے شادی ہوتی ہے، اسی رسم کے پورا کرنے کے لئے خرچ لیجاتے ہیں، اگر یہ رسم ادا نہ کریں ناک کٹ جائے، حالانکہ اس دختر فروشی سے صرف اسکی ناک نہیں کٹتی، بلکہ تمام خاندان اور شہر کی ناک کٹ جاتی ہے۔

پہلے شملہ تک عورات کی شادی پر زیادہ سے زیادہ پچاس روپیہ بڑے سے بڑے گھرانوں میں خرچ ہوتے تھے، اب پانسو سے کم صرف نہیں ہوتے، کیونکہ لیسوں کی ہر اینچ پنی، ٹھیکیداری، وکالت، اور ڈاکٹری کی کمائی ہے پھر بربادی کیوں نہ لائے، آپ سنکر حیران ہونگے کہ شملہ سے پچاس میل ادھر ادھر عورت کی شادی پر اب بھی صرف ایک سو روپیہ خرچ ہوتا ہے، مگر غیر لوگ تمام ہزار روپیہ میں بھی ایک عورت حاصل نہیں کر سکتیں، یہ ہے فارغ البالی، ایک مہاجن کہتا ہے کہ جہاں دو شادیاں ہوئیں وہ گھر بک گیا ہے اور جائیداد نیلام ہو گئی، ہزاروں قرضہ چڑھ گیا، یہ ہے اجل کی ہماری تمدنی حالت ٭

گھوڑنا (ریاست بلسن) سے کوٹ کھائی (قدیم ٹھکرائی)

(۱۰ میل ہزار ہا فٹ کی روح شکن چڑھائی اور اُترائی)

گھوڑنا ر بلسن اور صدا فدار اگر خانِ بلسن کی سیر سے ابھی کلیتاً محظوظ نہ ہوا تھا، کہ پروگرام کی پابندی نے آگے بڑھنے کے لئے مجبور کر دیا،

سری رانا صاحب کی دِلی شفقت

میں نے رانا صاحب کو کہلا بھیجا، کہ میں صبح ۵ بجے کوٹ کھائی ضرور چلا جاؤنگا، اگر اسی طرح رانا صاحب کی مہربانی شاملِ حال رہی، تو ملاقات کے اور بیسیوں موقع ہیں، مجھے ضرور اجازت بخشی جائے، ۱۰ بجے دن تک کوئی جواب نہ ملا، اور خاطر تواضع میں مزید خوشگوار اضافہ فرمایا جا رہا، کہ جو از قسم تعجبات تھا ٭

لیکن میرے پروگرام کی تکمیل مجھے آگے بڑھنے پر مجبور کر رہی تھی، میں نے ایک ضروری پرچہ رانا صاحب کو لکھا، جواب آیا کہ آج شام میں آؤنگا ،

مشکنافہ اور لوئیا کے برادرانہ عطیات

رانا صاحب شام کو تشریف لائے، اُنکی سادگی طبیعت اور لیاقت پر ہزاروں بناوٹیں نثار ہو رہی تھیں، بہت سی گفتگو کے بعد رخصت کی اجازت بخشی، مگر اس وعدہ پر کہ بہرحال ضرور آیا کرو، وہ میں بند کی تحریرات سے بڑے متأثر تھے، جسقدر گفتگو کی، بڑی محبت اور سچے اخلاق کا برتاؤ تھا، محل تشریف لیگئے، رات کے ۹ بجے کے قریب آپکا معتمد سادھو رام آیا، میں متحمل ہی تھا، آپنے ہی نقرئی تھال پیش کیا، جس میں دیگر عطیات کے سوا مشکنافہ، اور لوئیا پشمینہ بھی تھا، مشکنافہ خاص آپ کے جنگل کا اپنے ہاتھ سے تازہ حاصل کیا ہوا تھا، وزن کیا گیا ۹ تولے [illegible] لوئیا چمبالی راجگان کا دوشالہ ہے جسکے مقابلہ میں رنگین کا دوشالہ بھی [illegible] شگفتہ ہے، یہ ایک خاص اعزازی نشان تھا، اس کی نسبت رانا صاحب نے لکھ کر بھیجا کہ

یہ چیز بڑا ما تعلقات کا خلاف ہے، اور وہ بھی سا جھتی ہے اسے آپ ہی قائم رکھے؟

چڑھائی

یہاں سے چلے یہاں ٹھیک ۲ بجے صبح چل دیا، ۵ میل آگے جاکر چڑھائی شروع ہو گئی آئی جس پر ریاست نے ایک مضبوط بند اکر دیا ہے جس کو بڑی آسانی سے پہنچایا وہاں سے متھا سو کی چوٹی تک چڑھائی ہی چڑھائی ہے، اور ایسی کہ ہر قدم پر جان جانے کا خوف، چوٹی پر پہنچ کر سینکڑوں میل تک کے شاندار جنگل نظر آئے، میں کچھ عرصہ ٹھہرا اور کچھ کھانا بھی کھایا، وہاں سے روانہ ہو کر کوکو کی دکان پر ۲ گھنٹے گذارے، کھنڈ میں دیودار کی لکڑی کے سلیپر ویسے ہی پہنچانے کے لئے جمع کئے جا رہے تھے۔

وہاں سے ۲½ میل کے قریب کوٹگھائی تھی، اسلئے ۲½ بجے تک یہاں ہی کھنڈ کا لطف لیتا رہا بعض ایسے پہاڑی پھل کھائے جن کی حلاوت کا اب تک لطف لے رہا ہوں، کمیرے کی خاص قسم ہے جو پہاڑ کا بہترین ثمر ہے، وہ بھی کھائے اور کھلائے،

کوٹگھائی میں داخلہ اور بلسن کے بدخواہ

اس خوشگوار، خوش وضع مقام سے آگے بڑھنے کے لئے دل نہیں چاہتا تھا، مگر مجبوراً چلنا پڑا، یہاں سے نرائن کو لی کہ جو ملیہ کا ہے رانا صاحب بلسن نے میرے ساتھ بھیجا تھا، واپس بھیج دیا گیا، یہ بھل دیہات کا چوہدری تھا، کہ جس نے ہزاروں شکایات بلا دریافت بڑے زور سے بیان کیں، مثلاً افسروں کی عام ابتری، رعایا پر جبر، بیگار کی سختی، تنخواہوں کی کمی، کنجوسی، موزوں سرکس کی حماقت وغیرہ وغیرہ، در اصل بات یہ ہے کہ اب تمام بلسن کے خلاف علاقہ میں ایک عام نفرت و حقارت پیدا ہو گئی ہے، جو انجام کار رنگ لا کر رہیگی +

میں نے اس [illegible]

بصوت پرکاش پریس دہلی میں پنڈت پیارے لال شرما پرنٹر و پبلشر نے چھپوا کر شائع کیا


RAIS I HIND
ہندوستان میں نئی طرز کا واحد ماہواری مصور رسالہ
رئیس ہند
مقام اشاعت
دہلی
شملہ
دہلی

GENERAL VIEW OF



PHOTOGRAPHED BY BAHAR SUNAMI

Shiri Kotishwar Maha Dev Temple Mandholi (Kumar Sain) Sutlaj Velley.

(The Block of this picture is specially made for the Proprietor, Rais-i-Hind, Delhi, who has special arrangements for making all kinds of Blocks.)

THE HINDUSTAN TIMES PRESS, DELHI.

باب بہار

دسترخوانِ رئیسِ ہند کارونیشن نمبر

قصیدہ جدید جلوس ہشتم		آرامات دارالسلطنت دہلی اکتوبر تا دسمبر ۱۹۲۹ء عیسوی !		دوبار دہم تا دوازدہم	
تصاویر بلاک		[illegible] کارونیشن (پنجاب)		[illegible]	
نمبر شمار	شمار بہار	[illegible]	تشریح بہار	صاحب بہار	صفحہ
۱	بہار	بہار	[illegible] بابر جلوس دہلی تا دوازدہم منعقدہ دارالسلطنت دہلی، اکتوبر تا دسمبر ۱۹۲۹ء	اڈیٹر	۱
۲	آغازِ بہار	عہدِ سلطنت	بادشاہوں کے اوصاف سری بھرتری ہری جی کی زبان سے	بہار آشنا	۲
۳	خصوصیتِ بہار	کارونیشن کے امتیازات	اسپیشل نمبر کیلئے کارونیشن کیوں انتخاب کیا گیا [illegible] رئیسِ ہند اپنے موضوع پر قائم ہے، ہندوستان کی قدیم ریاستیں [illegible] کارونیشن کے انتخاب کی کیا وجہ ہے، خصوصیات [illegible]	بہار آشنا	۳/۴
۴	بہارِ اولیں	ریاست کی اجمالی کیفیت	ریاست کی پیداوار، معدنیات، صنعت و حرفت [illegible] تجارت [illegible] مدارس اور تعلیم گاہیں، حفظانِ صحت	"	۵/۱۱
۵	بہارِ دوئیں	مناظرِ قدرت	سیرگاہیں [illegible] جنگل [illegible]	"	۱۲/۱۵
۶	[illegible]	سیر الآثار	مقدس مقامات [illegible] قدیم عمارات [illegible]	"	۱۶/۲۰
۷	بہار سے چند تیں	.	[illegible]	"	۲۰/۲۴
۸	سیر الآثار	حقائقِ تاریخ	[illegible] علاقہ جنگ گورکھا کے بعد گورنمنٹ کا قبضہ، جنگ گورکھا کی غرض و غایت، گورنمنٹ کا تحریری معاہدہ، گورکھوں کی پسپائی ضروری تھی [illegible] گورنمنٹ [illegible]	سفیر	۲۵/۳۲
۹	[illegible]		اخباریات [illegible] کا انتظام [illegible] حیدرآباد دکن سے شکایات [illegible] ریاست [illegible]	اڈیٹر	۳۵/۴۸
۱۰	[illegible]	[illegible]	[illegible] عالیشان سے	نقاد	[illegible]

رئیس

جلوس ہفتم منعقدہ دارالسلطنت دہلی ۱۰ اکتوبر تا ۵ دسمبر ۱۹۲۹ء | دربار دوم تا دوازدہم

رموزِ مصلحتِ رئیس

راجہ کی پیدائش اور اوصاف

(۴) اِندر، بایو، یم، راج، سورج، اگن، برن، چاند، کبیر ان آٹھ انش سے سری برہما جی نے راجہ پیدا کیا۔ (سری منوسمرتی)

(۱۴۱) پرجا کو پالنا کشتریوں کا پرم دھرم ہے، جو راج شاستر کے موافق کام کرتا ہے اُس کو دھرم آتما کہتے ہیں، مگر کیا ہر دو صفات اب کہیں پائی جاتی ہیں؟ (سری منوسمرتی)

"بہار سنامی"

خصوصیتِ بہار

کمارسین نمبر کے امتیازات

کمارسین کیوں انتخاب کیا گیا؟

الٰہی للہ کہ نازم بہ نسب نعت ۔ اینک شہادت طلبم لوح و قلم را

آج سے دو ہزار سال قبل کوہستانِ آثر گھنڈ رشیوں کی رہائش سے خالی ہو کر مادی غرقہ یا گروہ یا جاہل حکمران کے تحتِ تصرف میں آگیا تھا، جو یہاں کی شریف، بے شر، غریب، مخلص، دیہاتی آبادی پر مختلف صورتوں میں بے رحمانہ حکمرانی نہیں نہیں، بلکہ ظلمرانی کرتے تھے، اُس وقت کی تعلیم کی نسبت نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کن کن حدود میں اپنا اپنا ظلم و ستم روا رکھتے تھے، مگر اسی قدر تحقیق ہو چکا ہے کہ ہر ایک کی طرف سے رشیوں کی دھرم دھرتی کی دھرم دان رعایا سے وصول کیا جاتا تھا کہ جو ایک باز گنجشک سے یا بھیڑ یا ریوڑ سے، اس امانت دار صابر و شاکر آبادی کی جان کا کوئی ذریعہ نہ تھا، صدیوں اُن کے ظلم کے زیرِ مشق رہ کر تباہ و برباد ہو چکے تھے، نسلوں کی نسلیں مفقود ہوگئی تھیں، آبادی کہیں کہیں رہ گئی تھی، زراعت کاشتکاری باقی رہی تھی، ملک ویران ہو گیا تھا، جنگل بڑھ گئے تھے، درندے پیدا ہو گئے تھے، غرضیکہ یہ آبادی اور جنگل دونوں درندوں کی آماجگاہ بن گئے تھے۔

جرمِ صیاد نہ سکے باغباں تھا ۔ خود گلی میں ہمارا آشیاں تھا

کارساز ما بفکر کار ما

چونکہ ہندی تعلیم و تربیت روز بروز غائب ہو رہی تھی، اس لئے بھائی بھلائی کی جان کوشش تھا، اس لئے ظلم و ستم اور افراط و تفریط

بلکہ نفسا نفسی میں اطرافِ ملک سے لکھو کھا شریف و غیور راجپوت اپنے بھائیوں کی دراز دستیوں کی تاب نہ لاکر کوہستانِ اُتر کھنڈ میں پناہ گزین ہوئے، چونکہ وہ فُنُونِ اُتر کھنڈ کی رعایا سے زیادہ زبردست تھا، اور جنگ آزمائی ملک داری میں تعلیم و تربیت پائی تھی، اس لئے اُتر کھنڈ کے پہاڑوں میں داخل ہوتے ہی اُن بہادر راجپوتوں نے مواتیوں پر ہمیشہ فتح پائی، رعایا اُن سے پہلے ہی بیزار تھی، اِن کی آمد امدادِ غیبی سمجھ کر انہیں ہر طرح امداد دی، یہ اصولِ حکمرانی اور ملکداری سے پورے پورے واقف تھے، اس لئے رفتہ رفتہ اُتر کھنڈ پر قابض ہوتے چلے گئے، ماوی حکمران محض ایک جن کی حیثیت رکھتے تھے، یا ایک شیر تھے، کہ جنہیں بہبودیٔ خلائق سے مطلق لگاؤ نہ تھا، بلکہ اپنی شریرانہ و عیارانہ زندگی گذارنے کے لئے رعایا ایک گودام سمجھ رکھی تھی،

راجپوت آتے گئے اور پہاڑی آبادی نے انہیں بے چون و چرا اپنا حکمران تسلیم کیا، اِس طرح سے اُتر کھنڈ کی رعایا نے ماویوں کے ظلم و ستم سے ہمیشہ کے لئے نجات پائی، دو ہزار سال گذر جانے پر اُتر کھنڈ میں اس ماوی حکمران فرقہ کا نام و نشان باقی نہیں،

مہاجرینِ باتمکین

اس وقت اُتر کھنڈ میں ۲۲ راجدھانیاں شمار کی جاتی ہیں، جن میں سے نصف سے زیادہ ہندوستان کے طول و عرض سے آئے ہوئے ایسے مہاجرین ہیں،

رئیسِ ہند اپنے موضوع پر قائم ہے

رئیسِ ہند اپنی روزِ اشاعت سے اپنے موضوعِ خاص پر بڑی مستقل مزاجی سے قائم ہے، اُسے ہمیشہ مالی مجبوریاں، ہم پیشہ بھائیوں کی ناجائز آمدنیاں، ملکی مذاق، بدکاریاں، نادہند خریداروں کی جفاکاریاں اپنا پائے استقلال متزلزل کرنے کی تحریک کرتی رہیں، لیکن اُس نے اپنا معزز پیشہ دیگر بدذات رسالہ یا کے اخبارات یا ذلیل پیشہ وروں کی طرح ذلیل نہیں کیا، عرصہ و سال سے علمی و عملی تحقیق و تدقیق کا مینا بازار لگا رکھا ہے، گویا صحائفِ دہر میں ایک ایسی بے نظیر نظیر پیدا کی، کہ جسے کوئی بھی نہیں دکھلا سکتا، اس کے تاریخی کارنامے ہندوستان کی قدیم تاریخ کی رُوح رواں ہیں، اِسکی تصانیف

فحش و مخرب اخلاق نہیں بلکہ اُس کے موضوع کے عین مطابق ہیں، کیونکہ وہ فضول تصاویر چھاپ کر بداخلاقی کا محرک بننا ہرگز نہیں چاہتا، نہ وہ کسی بدخصال و بدمعاش، مطرود و مردود، راجہ و مہاراجہ نواب و سرکار کا ممدوح ہے، نہ کسی پنڈت قاضی کا عزیز، نہ کسی امیر و وزیر کا دُعا گو، جیسا کہ بعض بدذات سگانِ دیوانہ ہندوستان کی مایہ ناز ہستیوں کی روز و شب پگڑیاں اُچھالنا، اپنی حرامکاری اور معدہ نمکم پُری کیلئے اپنا مُعین سمجھے ہوئے ہیں، رئیس ہند نے ہمیشہ ایسے نام اور کام پر لعنت بھیجی ہے، وہ اپنی شان پر قائم ہے، اور یہی شان انشاء اللہ قائم رہیگی،

ہندوستان کی قدیم ریاستیں اور مُلکی اخبارات کا تغافل

کوہستانِ اُترکھنڈ کی قدیم ۲۲ راجدھانیوں کے تاریخی حالات پر صدیوں سے پردہ پڑا ہوا تھا، حالانکہ یہ وہ ضروری ریاستیں ہیں کہ جنہیں ہمیں اُن کے اصلی حالات پر لانے اور ملک سے روشناس کرانے جانے کی ازحد ضرورت ہے، لیکن بعض بدنہاد، بدقماش، سگانِ دنیوی ننگ صحائف سوختنی پرچوں نے تو اپنے اپنے اغراض فاسدہ کیلئے ریاستہائے پٹیالہ، الور، کشمیر، بھوپال، جودھپور، مالیر کوٹلہ ٹونک، خیرپور، اور ناہن سرمور کو ہر اشاعت میں آگے رکھ چھوڑا ہے، خواہ کچھ نہ ہو حرامزدگی سے باز نہیں آتے،

رئیس ہند نے متواتر ۹ سال سے اِن اپنی قدیم راجدھانیوں کے تاریخی، تمدنی، علمی، اقتصادی معاشرتی اور اخلاقی حالات و کوائف بڑی تحقیق و تدقیق سے لکھنے شروع کئے ہیں، ملک قدردانی کیطرف سے داد بھی مِل چکی ہے،

ارادہ تھا کہ اِن ۲۲ ریاستوں میں سے سربرآمدہ ریاستوں کے "اسپیشل نمبر" خاص شان و اعلیٰ اہتمام سے شائع کئے جائیں، تاکہ ہندوستان کی دیگر ۱۰۰ ریاستیں اپنے اپنے نظام کو اُس سے مقابلہ کر کے درست و چست کر سکیں، کیونکہ دُنیا میں ہر بُرائی میں بھی بہترین سبق مِل سکتے ہیں،

کمارسین کے انتخاب کی کیا وجہ ہے؟

قدیم پہاڑی راج درباروں کی ضرب المثل ہے۔

کمارسین نا بولنی ٹھکرائی، کوگڑھی نا بولنی کھنڈ

نادان معترض شاید یہ بھی دراز کریں گے، کہ منڈی، راشپور، بلاسپور، کہنوشل، نالاگڑھ، باگھل اور بھاگل کے اسپیشل نمبر کیوں نہیں شائع کیے گئے، کہ جو بلحاظ رقبہ اور مالیہ اعلیٰ ریاستیں ہیں، ہم یہ جواب دیتے ہیں، کہ جب کمارسین نمبر ملاحظہ کر لیا جائے گا، اپنی نادانی کا اعتراض فوراً واپس لے لیا جائے گا،

خصوصیات ریاست اور تاجدار کمارسین

شری رانا ودیادھر سنگھ صاحب بہادر والیٔ ریاست کمارسین کی سی اگر کوئی تاجدار خصوصیت پیدا کرے، تو ہم بڑی خوشی سے اُن کی ریاست کا اسپیشل نمبر شائع کر کے دُنیا کے طول و عرض میں پھیلا دیں، کسی خسیس و کنجوس، لالچی و دہریہ، معذور و مجبور، نوجوان ناتجربہ کار، عیاش، بدچلن، بدکام و بدنام، معصوم و بے اختیار، قابلِ تجربہ، لائق، تربیت مزید رئیس کا رئیس ہند پرکسی قسم کا کوئی استحقاق نہیں، کہ وُہ یہ امتیاز حاصل کرنے کا مطالبہ کرے، اِس تاجدار کے جدِ اعلیٰ نے اپنی خدا دانی بادشاہت سے ترکِ ملکی کر کے ہزاروں میل کا سفرِ پُر خوف و خطر تاریک زمانہ میں پوری اچھوتی شان اور آن و بان سے کیا، اور پھر بیسیوں دریا عبور کر کے اِس رُوئے دریائے ستلج اتر کھنڈ کے شرقی و غربی وسیع علاقہ پر اپنا تسلط جمایا، تقریباً دو ہزار سال سے یہ راج گدی اتر کھنڈ میں قائم و بحال ہے، جو اپنی فیاضی، رحمدلی، عدل، اور جوانمردی کے نیک وصف کی مالک ہے، مسلمانی حکومت سے .. ۵ سال مستوطنہ کر امن و امان سے علاقہ پر حکومت کی، انگریزی عہد اتر کھنڈ میں ۱۸۱۶ء یعنی گورکھوں کے اخراج سے شروع ہوا ہے۔ ۱۱ سال گذر نیوالے ہیں بایں ہمہ صرف حکومت قیصری کے ساتھ ”تاجِ کمارسین“ کے مسلسل و متواتر تعلقات و خاطر جان نثاری ہر نازک سے نازک موقعہ پر ظاہر و ثابت ہوئے، سیاسی شان ہر عہد میں مشاہد

لہ۔ یعنی کمارسین ایک سلطنت ہے اور کوگڑھی ایک مدینہ ہے۔

دکھاتی رہی آپ کو شاہی اختیارات استعمال میں لاتے ہوئے ۱۱ سال گذر چکے، خزانہ آباد اور رعیت شاد ہے آپ کی تعلیم و تربیت خاص ہے آپ نہ فقط اپنی خاندانی مقدس زبانِ سنسکرت بھاشا کے ماہر ہیں، بلکہ زبان ہائے اُردو، فارسی اور انگریزی کے اُستاد ہیں ان الفاظ غیر سے واسطہ پڑے عرصہ ہو گیا ہے لیکن آپ کا طرز زندگی ایسا پاک صاف ہے، کہ جیسا آریہ ورت کے تاجداران کا ہونا چاہئے، وہی صبح کی بیداری وہی پاٹ پوجا وہی نیم، وہی کریا کرم، وہی کھانا، وہی پینا، وہی کام، وہی مشغولیت، وہی لباس، وہی طریقہ نشست و برخاست، وہی محلِ استراحت، وہی اعلیٰ وارفع چال چلن، وہی خو، وہی بو، جسے اعتبار نہ آئے آکر دیکھ لے کہنا پڑتا ہے ؎

اِیں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

پس اِن خصوصیات سے مجبور ہو کر رئیس ہند آپ کی ریاست کا "اسپیشل نمبر" چھاپتا ہے، تا کہ ہمعصر تاجداران جو بعض بعض اوصاف میں برتر ہیں، اپنے بھائی کی قدر فرمائیں، اور وصل بڑھائیں،

(ایڈیٹر)

افرادِ خاندانِ شاہی کی نسبتوں کا پرشنہ

سورج بنسی خاندان کے مایۂ ناز کنور... ... بکھناتھ سنگھ جی ناہر کی اہمیت شاہی نسل کی ترقی کیلئے حسب ذیل تجویز پیش کرتے ہیں:-

جس رسم و رواج کو ہم نے ... دستور العمل ہم نالائقوں نے تباہ کر دیا ... خاندان شہزادیوں کی شادیاں کر ... شہزادے خود ... جانے لگیں اس ... سے وہ اعلیٰ نسل جو ... آریہ ورت کو ... کیلئے پیدا کی تھی ... ہو گئی نتیجہ ... کرتی ... کا ... اور ایسا کہ جہاں ... کی چھاتی ... سے ... ایسے ... وہاں ایک ... کی ... نکل جاتی ہے ہزاروں خاندانی شہزادے اور شہزادیاں مناسب ... اپنی جوانی ... کر رہی ہیں کوئی ایسا سلسلہ نہیں کہ یاقوت ... انگشتری میں ... ہندوستان ... کی ... فرزند ... کی ہے ... اصلی اہمیت ... چاہتے ... جب

بہارِ اوّلین

ریاست کی اجمالی کیفیت

حدودِ اربعہ ریاست کے ابتدائی حدود کا بیان کرنا لاحاصل ہے کیونکہ فاتحِ اوّلین نے ملک ارکھنڈ کا بہت سا حصہ فتح کر لیا تھا، بہت سا ملک بھائیوں کی تقسیم میں آیا جن سے ریاست ہائے کوٹ کھائی، کھنیٹی بنیں، بہت سا ملک آزاد ہو گیا، بہت سے جاگیردار خود مختار ہو گئے، بہت سا رقبہ دوسری ریاستوں نے دبا لیا، اس وقت جس رقبہ پر تاجدارِ کمارسین حکمران ہے، اُس کے شمال میں دریائے ستلج، جنوب میں ریاست کیونتھل، شرق میں رام پور، غرب میں ریاستہائے سانگری و دہان ہیں،

رقبۂ ریاست فی الحال ریاست کا رقبہ (۵۸۸۸۶) ایکڑ ہے، صحیح پیمائش بیان نہیں کی جا سکتی،

آبادی گزشتہ مردم شماری کی رُو سے ۱۲۲۱۹ نفوس کی آبادی ہے، جو سب قدیم آبادی ہے،

اقوام جیسا کہ دیگر ریاست ہائے کوہستانی میں راجپوتوں اور براہمنوں کا غلبہ ہے، ایسی ہی حالت اس ریاست کی ہے، اس میں برہمن، راجپوت، کنیت، کمہار، لوہار، نجار، زرگر، چھینبہ، کولی، ریڑ، موچی، ڈومنے، توری، نائی قدیم اقوام ہیں، گر جو اپنے پیشے کے ساتھ زراعت پیشہ بھی ہیں،

پیشہ ریاست کی آبادی کا زیادہ تر زراعت کاری ہی پیشہ سمجھنا چاہئے، کولی اور جولاہے اُون اور پشم سے اعلےٰ اور ادنےٰ پارچات تیار کرتے ہیں،

مگر عام رعایا کا عام پیشہ بیکاری ہو گیا ہے جو ان کی بربادی کی علامت ہے۔

پیداوار علاقہ کی عام پیداوار گندم، چاول (ہر قسم)، جو، مکی، ارد، مونگ، ماش، تیل، افیون، ادرک، ہلدی، اخروٹ، لوا ڑو، سیب، ناشپاتی، آلو، کچالو، مینا، کنگنی، کولتھ، راگن، مسور ہے، جو ان کی ضروریات کیلئے کافی ہے۔

معدنیات معمولی پتھر کی کانیں جو زمانہ قدیم سے جاری ہیں، اب بھی جاری ہیں، خدا جانے ان پہاڑوں میں کون کونسی دولت پنہاں ہے، کون ہے کہ جو ایجادات سے فائدہ اٹھائے، اور پنہاں خزائن نکالے، یہ دولت تو مغربی اقوام کے حصہ میں آئی ہے۔

صنعت و حرفت زمانہ قدیم کی صنعتیں و حرفتیں کمزور ہاتھوں میں پہنچ کر بھدی، بھونڈی اور قابل نفرت ہو گئی ہیں، مگر اس پہاڑ میں اون، پشم اور بانس کی صنعت کچھ زندہ ہے، اور اس ہی سے پہاڑی بھی زندہ ہیں، اگر یہ صنعت فروغ دیجائے تو پہاڑیوں کو فروغ نصیب ہو، پشمینے کی چادریں اور دیگر پارچات کی صنعت قابل تعریف ہے۔

صنعت شال زمانہ قدیم کی صنعتیں سادگی میں کمال رکھتی تھیں، مگر اعلیٰ ہوتی تھیں، ان پہاڑوں میں شملہ سے اوپر شال کی صنعت اب بھی جواب نہیں رکھتی، مگر ان کا طریق حرفت ایسا سادہ ہے کہ ہر شخص ایسی چادر بآسانی بنا سکتا ہے۔

ہر سال ماہ کارتک کی ۲۰ تاریخ کے بعد رامپور شہر میں لوی نام سے ایک منڈی لگتی ہے، جس میں پہاڑی پیداوار خام و پختہ بافراط آتی ہے، وہاں "لیما کنوقوں"[1] کی بجز اون بھی ہزاروں من آتی ہے، پہاڑی حسب ضرورت خرید لاتے ہیں، جو عموماً ایک روپیہ سے ۲ روپیہ تک ایک بیلی (۲½ یا ۳ ڈھائی سیر پختہ) عمدہ دستیاب ہوتی ہے، پہاڑی بیکاری کے وقت بجز اس[2] ہاتھ میں لے لیتے ہیں، اور اس میں سے جس قدر بال ہوتے ہیں، ایک ایک کر کے نکال[3] دئے جاتے ہیں

---

[1] لیما کنوقوں تبت کا نام ہے جو شملہ کے اوپر بغلانی پہاڑوں میں پشم پیدا کرنے کیلئے پرورش کئے جاتے ہیں۔

[2] منڈی ہندی سے مشتق ہے، سال میں دو دفعہ ان کے بال اتارے جاتے ہیں ان بالوں کو بجز اون کہتے ہیں۔

[3] یہ بال پھینکے نہیں جاتے بلکہ ان سے جو بنتی ہیں کہ وہ آسن اور دیگر موٹے کپڑے بنائے جاتے ہیں جو قیمت میں زیادہ ہیں۔ [illegible]

نیچے جو بال ریک رُوآں ہے کہ جو بالعموم جڑ میں ہوتا ہے، وُہ اصل پشم ہے، پھر اُسے تکلو پر کات رہتے ہیں، سال بھر میں ایک آدمی ایک یا دو شالوں کی پشم کات لیتا ہے، ایک شال کیلئے حسب صفت ۲ چھٹانک سے ۸ کر۔ ۴ چھٹانک تک کافی ہوتی ہے، شال بنانے کے لئے جولاہوں کو دیدیجاتی ہے جنکی بُنائی کیلئے للعٰہ رسے عنلعہ تک دینے پڑتے ہیں، اچھا شال ۲۵ روپیہ میں مل سکتا ہے، اب بعض شالوں کے تانے میں سُوت بھی ملا دیا جاتا ہے، اِس کی شناخت ہم دیسیوں کے لئے مشکل ہے، روز بروز ایمانداری عنقا ہو رہی ہے، پیسہ ہی دھرم و ایمان ہے،

اشیائے تجارت

آلو کی پیداوار نے اِس ریاست کے زمینداروں کو بھی ویسا ہی مفلس بنا دیا جیسا کہ شملہ کے دیگر پہاڑیوں کو، سیزن ۱۹۲۹ء میں آلو ایک روپیہ من کے بھاؤ سے میں فروخت ہو رہا ہے، یہ پیداوار محض ثمر ہی کی پیداوار ہے، شاخ، پتے اور جڑ کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتے، یہ فصل چھ ماہ میں تیار ہوتی ہے، صرف اور محنت کا آمدنی سے مقابلہ کرتے ہوئے اِن زمینداران کی کاوش بے پایاں پر افسوس پیدا ہوتا ہے، اُونی مال کی بھی تجارت ہے، کاش پہاڑی تجارتی اشیاء کی پیداوار سے پرہیز کریں،

دریا اور ندی نالے

رقبہ ریاست پانی کی فراوانی سے سرسبز و شاداب ہے، دریائے ستلج ریاست کے مشرقی حصہ سے لگ کر غربی حصہ کا سہرا بنا ہوا ہے، اِسکی ملحقہ دامنی علاقہ میدانی کی سی دولت پیدا کر رہی ہے، چنانچہ دہان (اعلیٰ قسم) آم، گندم (قسم اعلیٰ) میوہ جات و سبزی ہر قسم کی پیدا ہوتی ہے،

دریائے گری

یہ مفید دریا بھی سرحد علاقہ کوٹ کھائی سے جاری ہو کر ریاست گھونڈ کی حد تک یعنی ۲ میل کے قریب ریاست کے علاقہ کو ایسا ہی نفع پہنچاتا ہے،

کھڈیں

کھڈ ہائے چگاونٹی، کیہرہ، سوار کھڈ، کھار کھڈ علاقہ کو چیرتی ہوئے درہ کے مفاد سے خوشحال کرتی ہوئی انہی دریاؤں میں جا ملتی ہیں

ذرائعہ نقل و حرکت

تاجدار عالی نے اپنے علاقہ میں ذرائعِ نقل و حرکت میں بڑی آسانیاں پیدا کر دی ہیں، ہر پرگنہ میں جانے کے لئے سڑکیں بنی ہیں، راستے پگڈنڈیاں ہمیشہ صاف رکھی جاتی ہیں، اور موسمِ برسات کے بعد ہر طرح کی درستی کیجاتی ہے،

مدارس اور تعلیمگاہیں

چونکہ تاجدارِ کمارسین خود زیورِ علم سے آراستہ ہے اِس لئے اپنی عزیز رعایا کو بھی اِن برکات سے ممتاز کرنا چاہتا ہے، مگر رعایا زراعت پیشہ ہونے کی وجہ سے اپنے بچوں کو تعلیم سے دُور رکھنا چاہتی ہے، اِس پر بھی سرکار نے جابجا باقاعدہ مدارس قائم کر رکھے ہیں، خاص کمارسین میں ایک عظیم الشان شاہی عمارت تعلیم کے لئے وقف کر رکھی ہے، جس میں آج کل یکصد سے زائد طلبا زیرِ تعلیم ہیں، حقیقت تو یہ ہے کہ پہاڑی آبادی تعلیم کی طرف قطعاً راغب نہیں، اِسی لئے مفلسی سے جاں بلب ہے،

حفظانِ صحت

اِن پہاڑوں میں لوگ انگریزی طریقہ علاج سے مانوس نہیں، تاہم سرکار نے بہت سے وَیدوں کی پرورش فرما رکھی ہے، کہ جو قدیم طریقہ کے موافق بیماروں کا علاج کرتے ہیں، چونکہ طرزِ زندگی سادہ ہے، اِس لئے آبادی کا بیشتر حصہ بیماری سے پاک ہے،

بھائی گورچرن سنگھ نابھہ والا کی جلاوطنی کے سولہ ہزار اسی گھنٹے ۱۶۰۸۰

بدبخت اپنی مصیبت کے پیدا کردہ دن شمار کیا کرتا ہے، چنانچہ معزول و معتوب کور بڑی گریہ وزاری کے ساتھ اپنی جلاوطنی کے دن شمار کر رہا ہے، اس کے خیرخواہ آسے آزاد خیال اور محبِ وطن کا خطاب دیکر علی الرغم طرح طرح سے گورنمنٹ کے آگے رحم کے لئے گڑگڑا رہے ہیں، اور اپنے خیالات ولایتی خبر کی صورت میں ظاہر کر رہے ہیں،

بہارڈو میں

مناظرِ فطرت

سیرگاہیں صانعِ قدرت کو جب کہیں کوئی جگہ پسند آئی تو اپنا تمام سرمایہ کوہستانِ اُتکھنڈ کی نذر کر دیا۔ آپ اِس کوہستان میں جائیے، گُل وگلزار، آبِ رواں، سرِ فلک قد درخت گنجان گھنا جنگل، ہیئتِ ارضی، دائمی برف کے پہاڑ، اشکالِ آبدار، خنک اور گرم آبشار، پژمردہ دلوں میں رُوح پھونکنے والے ہیں، برسات کی بہار، دھوپ چھاؤں کی دلآویزیاں، زبان کی نیرنگیاں، فصلوں کی شگفتگیاں، میوہ جات کی حلاوت، انسانوں کی شرافت، پہاڑوں کے اتار چڑھاؤ، دریاؤں کا زور شور، خوش وضع، خوش قطع اور خوشرنگ پتھروں کی فراوانی، پہاڑوں میں کے قبہ میدانی، جانورانِ خوشنما وخوش نوا کی خوش الحانی، آہوانِ مشک کی آبادانی، تازہ اور صاف پانی کی روانی، جس رقبہ کی اِملاک ہوں، وہاں "مناظرِ فطرت" کی دلچسپیوں کا کیا شمار ہو سکتا ہے دیدۂ بینا اور دلِ بیدار ہی اِس لُطف سے بہرہ اندوز ہو سکتا ہے، ہم تو اِس کوہستان کی انوکھی پدونوں سے دِل باختہ ہیں، کیونکہ ع

آئے ہے جزو میں نظرِ گُل کا تماشا ہم کو

ہندی شاستروں میں آبادی کے آباد کرنے کا حکم دریا کے کنارے پر ہے، چنانچہ آریہ ورت کے قدیم شہر اور گاؤں بلکہ کُل آبادیاں دریاؤں کے کنارے آباد ہوئی دیکھی جاتی ہیں،

موشاں اعلیٰ ریاست کمارسین نے ہاٹو کی بے نظیر چوٹی چھوڑ کر نارکنڈہ کا خوش وضع مقام نظر انداز کر کے علاقہ سراج کی درخشانی پسند فرما کر ستلج سے ایک میل اونچی اعلیٰ تعلیم کی بہار ستلج کا منظر دلِ بیمار کا علاجِ شافی ہے،

نظارۂ لوہری

ستلج ریاست رامپور سے آرہا ہے، دوسری طرف کلّو کی سرسبز و بلند چوٹیاں ہیں، اِس طرف کمارسین کا رقبہ ہے، دریا کا پاٹ چھوٹا ہے جو شد و مد سے اپنی روانی کی بہار دکھاتا "لوہری" کے سنگین پہاڑوں سے سر ٹکراتا گزرتا ہے، پہلے لکڑی کا پل تھا اب لوہے کا پل بن گیا ہے، جس پر اگر کوئی غم زدہ دس منٹ بیٹھ کر دریا کی روانی کی سیر کرے، دنیا کے تمام غم دریا کی لہروں میں نابود ہو جائیں،

لطفِ سراہ

دربارِ کمارسین سے جانبِ جنوب مغرب ۸ میل کے فاصلہ پر ایک ہموار وسیع قطعۂ زمین ہے، یہاں جب آخری موسمِ گرما و برسات میں ہزارہا طرح کے خودرو پھول پھلتے ہیں، اور اُن سے بیلیں بغلگیر ہوتی ہیں، تو عیش و نشاط کے دروازے کھل جاتے ہیں،

میدانِ جوباگ

قلعہ ہاٹو نارکنڈہ سے ۴ میل اوپر بلند ترین چوٹی پر واقع ہے، اِسکی بلندی سطحِ سمندر سے دس ہزار فٹ ہے، یہاں سبزہ زار اور خودرو جنگلی پھول، پتیوں کا روح افزا گلزار کھلا ہے، اعلیٰ قسم کی ہر طرح کی جڑی بوٹی بکثرت ملتی ہے، کسی زمانہ میں ہزاروں من جڑی بوٹیاں موسمِ مراد میں حاصل کیجاتی تھیں، جس سے زمیندار بڑا فائدہ اُٹھاتے تھے، یہ ایسا صحت بخش اور پُرفضا مقام ہے، کہ اب بھی سینکڑوں ہندوستانی اور ہزاروں انگریز یہاں ٹھہر کر اپنا دل و دماغ تازہ کرتے ہیں، ہوا معطّر اور پانی پاک ہے، دربارِ کمارسین اِس قطعہ کی ملکیت پر ایسا ہی ناز کرسکتا، کہ جیسا مہاراجہ جموں و کشمیر زعفران زار پر،

شموکھیر مقدّس

مابین پرگنہ سیل اور اُدیہ دیش ہزاروں فٹ بلند پہاڑوں کی سربفلک چوٹیوں کے درمیان ایک صاف و ہموار میدانی رقبہ ملتا ہے، چونکہ قطعہ صحت بخش اور پُرفضا ہے اس لئے "دیوی جی" کے مندر سے تقدیس پائے ہوئے ہے، وہاں پانی کا ایک بےنظیر چشمہ بھی ہے، یہ قطعہ بھی اپنی طرح طرح کی دلفریبیوں کی وجہ سے عجیب سیرگاہ ہے، حکمراں نے امسال نے دیوتا کوٹیشر، بیسو مہادیو، اور دوم شرطلہ کے مندر تعمیر کرکے میلوں کا انتظام کر دیا جس سے یہ مقام ممتاز ہوگیا،

گنگا گری

دریاؤں کی سینریاں ہمیشہ دلخوش کن ہوتی ہیں، مگر پہاڑوں میں جو کیف پیدا ہوتی ہے، وہ میدانی رقبہ میں نہیں ہو سکتی۔ گری اپنے فیوض کے علاوہ بھر میں گنگا جی سمجھی جاتی ہے، اس کا پوتر اور نرمل جل اس علاقہ کی صحت و تندرستی میں معاون ہے۔ جہاں جہاں سے یہ گذری ہے، آجکل کے بیخبر زادان اس سے بہت کم فائدہ اٹھاتے ہیں، حالانکہ گھر میں گنگا بہ رہی ہے، امین دریا نے گری نشرک شیوک اور کوٹ منتخب مقام پر ایک مختصر سی بستی صدیوں سے بس رہی ہے، یہاں سے گری کا نظارہ ایسا اور دلفریب ہے کہ بیٹھ کر اٹھنے کو دل نہیں چاہتا۔

جنگل کا منگل

تاجداران کوہی، کوہستان ہی کی وجہ سے تاجدار ہیں، اسی لئے زمانۂ قدیم میں جو درخت ناکارآمد نقصان رساں پیدا ہوتے تھے، وہ استعمال کر لئے جاتے تھے، جو کارآمد فائدہ رساں ہوتے تھے، اُن کی بڑی حفاظت کی جاتی تھی، رشیوں نے درختوں کی پرورش پر بھی مذہبی قیود لگا دی تھیں، تاکہ انسان خبردار رہ کر اُن کی ہر طرح کی حفاظت کر سکے، کوہستانِ اُترکھنڈ کے ہزارہا مقامات پر دیودار کے درخت "دیوتا درخت" سمجھے جاتے ہیں، کہ جن سے ایک پتی تک علیحدہ کرنا مذہب شکنی سمجھا جاتا ہے، اب فلاسفی کون سمجھے،

وہ درخت ہزاروں سال سے درجۂ تقدیس پائے ہوئے ہیں، اُن پر بے تعداد سرخ، سفید کپڑے کی دھجیاں خاص وقت پر لٹکائی جاتی ہیں، اس طریق حفاظت میں اُن کی جڑ محفوظ رکھنا مدنظر تھی، بیخبری کا زمانہ آ گیا، کارآمد ناکارآمد کی تمیز جاتی رہی، جنگل میں جو پیدا ہو گیا، بڑھتا چلا گیا، نتیجہ یہ ہوا کہ بُرائی کی طرح ناکارآمد درختوں نے جنگل گھیر لئے اور کہیں کہیں رہ گئے، یہ ٹھیک اسی طرح ہو جیسے کہ ایک آبادی میں آجکل شریف انسان اور شریر زیادہ اگر ہندی شاستروں پر عمل ہوتا تو پیدا ہوتے ہی دنیا سے الگ کر دیئے جاتے،

ریاست نکارسین اپنے وسیع اور شاندار جنگل کی وجہ سے ایک پُرشان مالدار ریاست ہے، فرمانروائے حال نے اِنکی بحالی، درستی اور حفاظت میں خاص حصہ لیا ہے، ناکارآمد اور معمولی

جنگل سے نکالے، اور قیمتی لکڑی کے درختوں کی پود سے جنگل سرسبز کئے جا رہے ہیں، اور جو درخت اپنی عمر پا چکے ہیں، اُن کی رودگی ہو رہی ہے،

ہزاروں برس کے درخت

ریاست کے جنگل کا بعض حصہ سینکڑوں برس سے محفوظ ہے، وہ ایسا شاندار ہے کہ اُس کی دید سے طبیعت سیر نہیں ہوتی، اُن میں بعض بعض درخت ایسے پرانے ہیں، کہ جو بلاشبہ آریہ ورت کے زمانہ کے ہیں، بعض کا محیط ۵۰ فٹ یعنی ۱۷ گز کے قریب پہنچ چکا ہے، بلندی ۱۲۵ فٹ سے بھی تجاوز کر چکی ہے، جب نظر اٹھا کر دیکھا جاتا ہے، تو اندازہ نظر سے کہیں اونچے دیکھنا پڑتا ہے، بعض درخت عمر پا کر ایسے کھوکھلے ہو گئے ہیں، کہ اُن کے اندر ریچھ، چیتے اپنا مسکن بنائے ہوئے ہیں، بعض میں سوار مع گھوڑے کے اندر جا سکتا ہے،

انتظامِ جنگل

تاجدار حال نے محکمہ جنگل ہائے کوہستان کی نگرانی کے لئے تجربہ کار افسر بابو گوردھن داس منتخب کیا ہے، امید کی جا سکتی ہے کہ یہ افسر اپنے مالک کی ہدایات کی پوری طور پر تعمیل کرتا ہوا، جنگل ہائے ریاست کے لئے نہایت مفید اور کارآمد ثابت ہوگا، اس کے ماتحت ہیڈ گارڈوں، سپیشل گارڈوں اور فارسٹ گارڈوں کی ایک جماعت ہے،

باغات

گو ریاست کا ہر قطعہ باغ کی حیثیت رکھتا ہے، کیونکہ زمین سیلاب اور زرخیز ہے لیکن باغات کمارسین، کنہکر، باغیچہ مدہاون، باغ کوٹ، باغ نارکنڈہ مشہور تر ہیں، جن میں ہر قسم کی سبزی اور پھل پیدا ہوتے ہیں،

شکارگاہیں آہوانِ مشک و جانورانِ شکار

تاجدار نے ریاست کے جنگلوں میں شکار کھیلنا ۵ سال کیلئے قطعی بند کر دیا ہے ریاست میں جنگل سراد جھیر، جنگل تاراننی، وشبہ کوٹ، تارکنڈہ، شیری کوٹ، باڑنو، باگ، سرگانی، شواہو، چوڑ، ترلا، ناگھانی، جاہی، جھوما، ملکوڑ، دیر، تو، جگین، ہاون، شونا، کوشہ، ہار، جوڑا، کچین وغیرہ وغیرہ مشہور شکارگاہیں ہیں،

جانورانِ شکار

ان جنگلوں میں گڑ، گورل، ریچھ، خرگوش، آہوئے مشک، سور، بارہ سنگھا، مرغ، کالا تیتر، بٹیر، سیہ، چکور، فاختہ وغیرہ وغیرہ بکثرت ملتے ہیں، چیتا اور ریچھ بھی عام ہیں،

مقامات پر آہوانِ مشک بکثرت ملتے ہیں،

بہار سو میں

سیر الآثار

مقدس مقامات اور میلہ جات

ہندی نقطۂ خیال سے ہر زمین کا ہر قطعہ کہ جو اپنے محل و قوع کے لحاظ سے اپنے اپنے محل پر کسی نہ کسی وجہ سے بے نظیر واقع ہوا ہے، مقدس قرار دیا گیا ہے، کیونکہ ماہرانِ ارضی نے دنیا کا چپہ چپہ اپنی تحقیق و تشخیص سے باقی نہیں چھوڑا، اسی وجہ سے پہاڑ کی ہر چوٹی کہ جو حیاتِ زندگی کے لئے ممد و معاون ہے، کسی نہ کسی دیوتا کے مندر سے تقدیس پائے ہوئے ہے، یہ تقدیس اس امر کا شاندار نشان ہے کہ خاص موقع، خاص دن، اور خاص وقت پر لوگ وہاں جمع ہوں، وہ وہاں نہ فقط لطفِ زندگی حاصل کریں، بلکہ وہ کمزوریاں اور بیماریاں جو جسمِ انسانی میں پیدا ہو گئی ہیں، دُور کریں، روح تازہ ہو، طبیعتوں میں سرور اور چہروں پر نور جلوہ افگن ہو، ہندیوں کے مقدس مقامات کی یہی علتِ غائی ہے، اور یہی اس مبتدا کی خبر۔

ہندی شاستروں کی رُو سے انسان پرستی، مُردہ پرستی، جانور پرستی، کتاب پرستی، پارچہ پرستی، مقام پرستی، درخت پرستی، مورت پرستی، وغیرہ وغیرہ انسانی پرستیاں قطعاً ناجائز ہیں۔

ریاست کمارسین کا کل رقبہ اس تقدیس کے ورثہ کا وارث ہے، ایسے ایسے مشہور مشہور مقامات حسبِ ذیل ہیں، جہاں عوام و خواص لطفِ زندگی و سرور روحانی حاصل کرتے ہیں مگر آج کل ان میلوں کی علتِ غائی سے سب بے خبر ہیں، ہائے آریہ ورت کی جہالت!

میلہ شنو[له]۔ یہ میلہ خاص کمارسین میں دربار کے چوگان میں لگتا ہے،

له۔ یہ میلہ کم بیساکھ سے [illegible]

[illegible]

میلہ بشو،[۲ھ] یہ میلہ خاص کلبوگ چوپڑ میں جمع ہوتا ہے،

میلہ بشو،[۳ھ] یہ میلہ خاص موضع کوٹی کندبرو کے دیوتا کا ہوتا ہے،

میلہ بشو،[۴ھ] یہ میلہ موضع لگان پرگنہ اُوبادیش میں ہوتا ہے،

میلہ بشو،[۵ھ] یہ میلہ جوبڑ پوت پرگنہ اوبادیش میں لگتا ہے،

میلہ بشو،[۶ھ] ڈیلہ دیار پرگنہ اُوبادیش میں ہوتا ہے،

میلہ بشو،[۷ھ] یہ میلہ موضع مانی پرگنہ سیل میں لطف دکھاتا ہے، جو نہایت مشہور ہے،

میلہ بشو،[۸ھ] یہ میلہ موضع شرطہ پرگنہ پرگاؤں میں رونق پیدا کرتا ہے، اور مشہور میلہ ہے،

میلہ بشو،[۹ھ] جوبڑ شرگلی پرگنہ چوگاؤں میں منعقد ہوتا ہے،

میلہ بشو،[۱۰ھ] کیلوی جوبڑ متصل بلہ دوگڑ میں تقدیس پھیلاتا ہے، جو بالعموم ماہ بیساکھ میں ہوتا ہے،

میلہ جاگرہ،[۱۱ھ] یہ میلہ موضع بھرالٹہ پرگنہ ہکرین میں لطف رکھتا ہے

۲ھ۔ یہ میلہ ۲ ر ۳ ر بیساکھ کو لگتا ہے، اور ۵۰۰ کے قریب مرد و عورت کا ہجوم ہو جاتا ہے، اس میں عورات گاتی اور ناچتی ہیں،

۳ھ۔ یہاں نہایت پراچین مندر ہے، میلہ پر تین چار سو مرد و عورات آجاتے ہیں،

۴ھ۔ یہ میلہ ۸ ر اور ۹ ر بیساکھ کو ہوتا ہے، دو تین سو کے قریب مرد و عورت شریک ہوتے ہیں،

۵ھ۔ یہ میلہ ۱۰ ر اور ۱۱ ر بیساکھ کو ہوتا ہے، دو تین سو کے قریب مرد و عورت شریک ہوتے ہیں،

۶ھ۔ یہ میلہ ماہ بیساکھ کی ۱۵ ر ۱۶ ر تاریخ کو ہوتا ہے، یہاں راج دیوتا شرکوٹ الشور کا مقدس چبوترہ ہے، اُسی کا میلہ ہے، ۵ سو کے قریب معتقد اپنا اعتقاد پورا کرتے ہیں، علاوہ غیرے بہت آتے ہیں،

۷ھ۔ یہ میلہ ۵ ر بیساکھ سے ۱۰ ر بیساکھ تک قائم رہتا ہے، مشہور دیوتا کا ایک پراچین مندر ہے، دور دراز مقامات سے یاتری آتے ہیں، ایک ہزار کے قریب انسان لطف روحانی حاصل کرتے ہیں،

۸ھ۔ یہ میلہ ماہ بیساکھ کی ۲۰ ر ۲۲ ر تاریخوں میں برکت پھیلاتا ہے، اس گاؤں میں دیوتا ڈوم شرطہ کا ایک مندر ہے، اسی دیوتا کا میلہ ہوتا ہے، یہ بہت مشہور میلہ ہے، ایک ہزار کا ہجوم جمع ہو جاتا ہے،

۹ھ۔ اس میلہ کی کوئی تاریخ مقرر نہیں، بلکہ بعض اوقات کسی سال قطعاً نہیں لگتا، اور جب لگتا ہے تو تقریباً ۔۔۔ دور دراز مقامات سے آ آ کر جمع ہو جاتے ہیں، میدان سرکاری موضع بھری کے متصل ہوتا ہے،

۱۰ھ۔ یہ میلہ بھی غیر مستقل ہے، اور جب ہوتا ہے، بڑی رونق پاتا ہے،

۱۱ھ۔ یہ میلہ موضع بھرالٹہ میں یکم بھیشو کو راج دیوتا کے مزار پر لطف دکھاتا ہے، سرکار بھی کوٹ الشور دیوتا کی معیت میں تشریف لے جاتے ہیں، ہزار اشخاص میلے کی رونق بڑھاتے ہیں، یا نار لگتا ہے، ہر طرح کی دکانیں لگتی ہیں، ہر طرح کے کھیل کھیلے جاتے ہیں، میلہ کے دیوتا کا رتھ مندر سے بھرالی میں واپس آجاتا ہے، زمیندار عورتیں گوکھا ناکھا لیتے ہیں، یہ میلہ بڑا مشہور اور با رونق ہے،

میلہ جاگرہ[۱۲]، موضع نابل دھار پرگنہ ٹھرین میں ہوتا ہے،

میلہ جاتر[۱۳]، میدان پاڈی جوبر پرگنہ چیہ لستی میں جمع ہوتا ہے،

میلہ جاتر[۱۴]، بھی میدان ددوپالی پرگنہ جابو میں منعقد ہوتا ہے،

میلہ جاگرہ[۱۵]، مندر سدھ ہولی پر لگتا ہے،

میلہ ہریالی[۱۶]، موضع کھیل پرگنہ اوبادیش میں لگتا ہے،

میلہ ہریالی[۱۷]، موضع بیون پرگنہ چجولی میں ہوتا ہے،

میلہ جاگرہ[۱۸] باسہ داون پرگنہ بادن میں رونق لگاتا ہے،

میلہ گوگا[۱۹]، موضع کوٹلہ جاگیر کنور بلدیو سنگھ کی رونق قابل دید ہے،

میلہ جاتر[۲۰]، زمانہ قدیم میں تاجداران کمارسین نے خاص دربار میں ایک میلہ کی بنیاد رکھی، جو ہر چار سال بعد بڑی شان سے ہوتا ہے، تاجدار گدی پر براجمان ہوتا ہے، دیوتا کوٹ الیشور اور دیوتا مہٹنگ کے رتھ سجائے جاکر لائے جاتے ہیں، بلیدان کیا جاتا ہے، اور لوگوں کو خوب کھلایا جاتا ہے، غرضیکہ دربار میں خوب رونق ہوتی ہے، بھادوں شدی پنچمی سے لیکر بھادوں شدی پورنماشی تک متواتر رونق پاتا ہے، دیوتا کا رتھ دربار اور میدان چھجوڑی میں پھرایا جاکر سدھ ہولی واپس لایا جاتا ہے،

---

[۱۲] یہ میلہ کیم اساڑھ کو لگتا ہے، اور اچھا ہجوم ہوتا ہے، دیوتا کا نشان میلہ کا افتتاح کرتا ہے، سرکار والا بھی شریک ہوتے ہیں،

[۱۳] یہاں ایک وسیع پرفضا قدرتی میدان ہے، ارد گرد سر بفلک پہاڑ کھڑے ہیں، یہاں ہی میلہ ہوتا ہے، میلہ نمبر ۱۲ کی طرح دیوتا کے نشان اور سرکار والا کی شمولیت ضروری ہے، میلہ ۶ ہاڑ اور ۷ ہاڑ کو ہوتا ہے،

[۱۴] یہ میلہ بڑی شان کا ہے، دیوتاؤں کے رتھ آتے ہیں، عوام کے اعتقاد جتائے ہیں، بانداز لگتا ہے، اور خوب خرید و فروخت ہوتی ہے، اور ۱۰ ہاڑ کو ہوتا ہے،

[۱۵] یہاں ایک پراچین مندر ہے، اُسی کا میلہ ہے، اساڑھ کی پورنماشی پر رونق پاتا ہے،

[۱۶] موسم برسات عروج پر ہوتا ہے، یہ میلہ برسات کی خوشی کا بھی مظہر ہے، خوب لطف رہتا ہے، ساون کی ۵ اور ۶ تاریخوں میں ہوتا ہے، مرد اور عورت کا بڑا ہجوم ہوتا ہے،

[۱۷] ماہ بھادوں کی ۳ لغایت ۶ تاریخ تک یہ میلہ جمع رہتا ہے، جس میں مرد اور عورات بڑے اعتقاد سے شامل ہوتے ہیں، اچھے اچھے کپڑے پہن کر گی ہتھیاروں سے سج کر ٹھٹی کرتب دکھاتے ہیں، گویا راجپوت اپنے خاندانی جوہر دکھلاتے ہیں جو پرانے کرتب قابل دید ہیں، اس سے قدیم علم تیراندازی کا پتہ لگتا ہے،

[۱۸] کسان بندھن کے سدھ پوجا سے فارغ ہوکر گلے ملتے ہیں اور خوب خوشیاں مناتے ہیں،

[۱۹] یہ میلہ دیس کے میلوں کی مانند ہوتا ہے،

قلعجات، قدیم محلات اور ایوان

قلعجات

زمانۂ سلف میں تاجداران بیحد سادہ زندگی بسر کرتے تھے مگر رعایا کیلئے بڑی حفاظت کے سامان پیدا کرتے تھے، کمار سین کی راجدہانی کی حیثیت بطور ایک مہاراجہ یا مہارانا کے تھی، انہوں نے علاقۂ ریاست کی بلند ترین چوٹیوں پر قلعہ جات تعمیر کئے، جنکے کھنڈرات اسوقت تک موجود ہیں، ان قلعہ جات میں بغرضِ حفاظتِ رعایا و ریاست پرگنہ وار سپاہی کوارٹر تھے جن میں بالعموم فوج مع سامانِ جنگی مستقل قیام رکھتی تھی، ہنگامِ دورہ تاجداران قدیم ان ہی قلعوں میں قیام فرماتے تھے،

قلعہ جات کے محلِ وقوع اس امر کی دلالت کرتے ہیں، کہ زمانۂ قدیم میں فن انجنیری کس کمال پر پہنچا ہوا تھا، قلعہ دیہی اسوقت قلعجات گڑھ پانی جوبڑ، گڑھ شیری کوٹ، گڑھ ہاٹو، گڑھ شلاٹرو وغیرہ وغیرہ آثارِ قدیمہ میں شمار ہوتے ہیں، ان کی بلندیوں پر چڑھ کر ہمالیہ کا نظارہ کیجئے ایک پرلطف سیر ہے،

محلات

چونکہ مہاراجگان کو بھی اسلامی حکومت اور اسکے اثرات سے بالکل ناآشنا رہے، انکی زبان بھی اُن کی زبان کی آمیزش سے قطعی پاک و صاف رہی جن معنوں میں محل اور ایوان استعمال میں آتے ہیں، پہاڑیں لسے باسہ سے نامزد کرتے ہیں، یہ خاص ہندی لفظ ہے، باسے ریاست میں بہت ہیں، اور مختلف مقامات پر آباد ہیں، مگر اب تاجدار مستقل طور پر اُن میں قیام نہیں فرماتے، بانیٔ ریاست کا معمورہ باسہ سد ہاون ریاست میں تقدیس کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، قلعہ مہانی، باسہ ہائے ہری کوٹ اور کہلانہ جنہیں مختلف تاجداران ریاست کمار سین نے تعمیر کرایا، خاص شان رکھتے ہیں، اُن کا نظارہ سیاست ہائے ٹلین اور گونڈ کیلئے ایک

ــــ پہاڑی میں باقی حج ... جنگی ... قدیم ... جنگ ... [illegible] ... تھا اور ... [illegible] ... ہو جاتا ہے

پر ہیبت و جلال نظارہ ہے۔

سیاح جب دوسری ملحقہ ریاستوں کی بلند ترین چوٹیوں پر پہنچتا ہے تو اُسے غرب میں کھنڈ سے پاؤ دس پندرہ کوس کے فاصلہ پر ایک سرسبز و شاداب سلسلۂ کوہ اپنی طرف متوجہ کرتا ہو اُن ہی میں پر عظیم الشان باسہجی ملحقہ ریاستوں کی چوٹیوں پر اپنا رعب داب جمانے فرمانروائی کرتا نظر آتا ہے پھر اس سے دیگر مکانات خاص راجدہانی کمارسین میں شیش محل مہاراجہ پریتم سنگھ اور بھوانی سنگھ کی یادگار ہے۔

ایوانِ جدید

آپ نے اپنی قلمرو کے مختلف موزوں مقامات پر موزوں تعمیرات سے ایک جان ڈالدی، اگر آپ اپنے والدِ بزرگوار کی حیات میں بالغ شہزادہ ہوتے تو وہ ضرور اپنی ریاست کی ۵۵ پشت کی دولت سے ان پہاڑوں میں دوسرا شملہ آباد کرتے، مگر اس پر بھی آپ نے اپنے تمام اخراجات بند کر کے راجدہانی کو مختلف تعمیرات سے وہ عزت بخشی ہے کہ جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے، ہیرا محل کہ جس میں فرمانروا آسائش فرماتے ہیں، آپ کے عہد کی ایک شاندار عمارت ہے، اس کے آگے پیچھے صحن ہیں، شمالی سمت کا زیریں حصہ "دربار ہال" ہے کہ جو سرتاپا بڑھئی صنعت کا قابلِ دید نمونہ ہے، لکڑی کا کام اور گیلری کی لکڑی کی جالیاں قابلِ تعریف ہیں، اسے نہایت سادگی سے سجایا گیا ہے اور ایسا روشن ہے کہ ہر وقت چاند چڑھا رہتا ہے، اسکے جنوبی حصے میں نشست ہے، پاس ہی اجلاسِ خاص کا کمرہ ہے، بالائی منزل محلات کے کام میں آتی ہے۔

دفتر

برلب سڑک گنگو ایک عالیشان خوبصورت عمارت تعمیر کی گئی ہے، کہ جس میں ریاست کے کل دفاتر ہیں، جہاں اجلاس شاہی کیلئے بھی بالائی منزل مخصوص کی گئی ہے۔

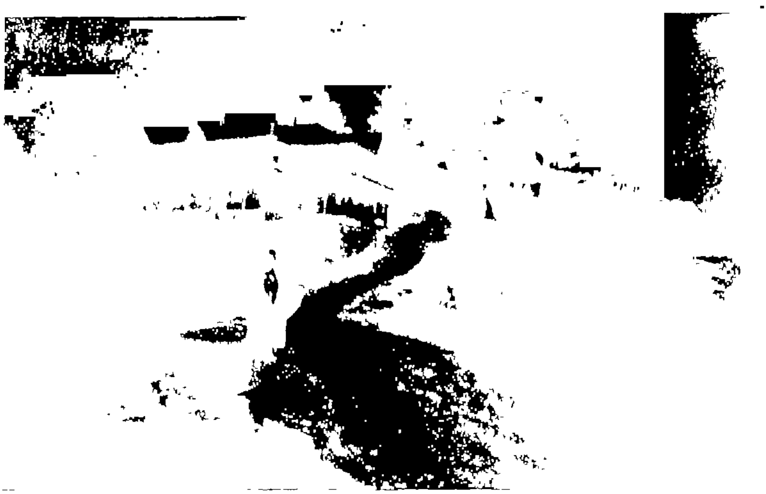
ہیرا ہاؤس نارکنڈہ

نارکنڈہ اُتر کھنڈ میں ایک ممتاز مقام ہے، یہ آپ ہی کے علاقۂ حکومت میں ہے، کوٹھی ہیرا ہاؤس اسی پر واقع ہے، اس کی شان دیکھی تصویر سے معلوم ہوگی جو زیبِ صحیفہ ہے۔

نارکنڈہ کی دیگر عمارات

اس کوٹھی کے چاروں طرف بہت سے اور عمارات بھی [illegible] میں ہوٹل بیامین گنگو سکیت، منڈی رام [illegible]

General View of: —



Photographed by BAHAR SUNAMI.

Hira House Narkanda (Kumar Sain State) Situated on Hindustan Tibbet Road, 40 miles from Simla.

(The block of this picture is specially made for the Proprietor,. Rais-i-Hind, Delhi, who has special arrangements for making all kinds of Blocks.)

PRINTED BY HALFTONE PRESS. LAHORE.

اور شملہ کے لئے بڑا کارآمد اور آرام دہ ہے"

"کمارسین نمبر کے بہار کی تاریخی عطر بیزیاں"

ارادہ تھا کہ حالات و کوائف مندرجہ کے بعد کمارسین کی دو ہزار برس کی دلچسپ تاریخ بھی زیب بہار ہوتی، مگر دربار سے فرمایا گیا کہ یہ "تاریخ" تاریخ کی صورت میں قلمبند کیجا کر علیحدہ دیا جائے، چنانچہ وہ حصہ کمارسین نمبر سے الگ کر دیا گیا ہے" (ایڈیٹر)

خالص اشیاء کی نایابی

مغربی پُرفریب صنعت نے یہ برباد کن کمال دکھایا کہ امرت کا زہر بنا دیا، مصنوعی جواہرات، مصنوعی گھی، مصنوعی آٹا، مصنوعی پارچہ، مصنوعی مشک، دیگر مصنوعی اشیائے خوردنی کی ایجاد کیا کی، ہندوستان کو غارت کر دیا، جس طرح پنجاب کونسل نے قانون کے ذریعہ اس کے انسداد کی کوشش کی ہے، ہماری ریاستوں کو بھی اپنی رعایا کی جان و مال کی حفاظت کرنا چاہئے، اگر انسانی زندگی ان ایجادوں میں مبتلا گرفتار ہو جائیگی، تو پہلی ہی صدی میں آبادی نیست و نابود ہو جائیگی، ہم وارثوں کی جگہ شاہ دولا کے جو ہے پیدا ہونگے، وہ مقابلہ تو در کنار اپنے آپ کو بھی نہ سنبھال سکینگے،

پٹیالہ میں کتوں کی نمائش سے سبق

آجکل کی کمینہ اور رذیل ہستیاں قدیم تجربات کا تمسخر اڑاتی ہیں، جو کوئی اپنے آپ کو خاندانی تبلاتا ہے، اس سے نفرت کی جاتی ہے، مگر کیا انہوں نے نہیں دیکھا، کہ اس ہی کتے کو انعام ملتا ہے کہ جو نسلی ہو اور نسلی خواص رکھتا ہو، کیونکہ وہی قابلِ اعتماد ہے بے خبروں کے لئے یہ سبق ہے"

بھائی راجہ سنگھ کی تبدیلی مذہب کا واقعہ

مائی رجی ایک زاہدہ تھی آپ جنگل میں درویشوں کا ذکر اشغال کرتا مبتلا رہیں تو عقیم [illegible] کی جستجو ہی میں خدا کی فتح گدی، بھوک سے تنگ ہیں ہی تھی کر حلق مانگی مائی نے [illegible] کیا کہ ایک جلد با ننبا بسپاہی نے اعتبار کا اور دوشیاں

اٹھائیں، مائی نے بے ساختہ کہا کہ "بھائی تو ملک گیا" ابھی وہ روٹیاں لے کر پہنچے تھے کہ حالت دیوانگی طاری ہو گئی، صوبہ دار خبر پا کر حاضر آیا اور گاؤں دینا چاہا، مگر آپ نے دنیا چھوڑ رکھی تھی گاؤں لے کر کیا پروا کرنی تھی، وہاں سدا برت جاری کیا، رئیساں پنجاب نے معافیات عطا کیں، ہر سدا برتی اپنے ہاتھ سے روٹی بنا کر تقسیم کرتا رہا، اُسی گدی کا مالک آجکل بھائی ارجن سنگھ بنا ہوا ہے، کر جو مصنوعی ریاستی ٹھاٹھ میں اُلجھ کر سدا برتی سے "رئیس" اور "راجہ" بننے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا، خود سدا برت تو کیا برتا ناتھا، زر وقف سے عالیشان کوٹھیاں بنا کر عیش و عشرت کے مزے لے رہا ہے، یورپین نرسیں رکھ چھوڑی ہیں، میں نے لنگر کی حالت دیکھی، ۱۱ بجے کے قریب آواز دی کہ دال لنگر پورا کر دیئے جاتے ہیں، اُس روز محض بیس آدمیوں کو روٹی دیگئی، سبزی نیلام کی گئی، آپ نے اپنی ریاست کی بنیاد رکھتے ہوئے، مکان "قلعہ" سے مشہور کر دیا، اور اُس پر نقش بھی کرا دیا، کیا شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی" اور "راجگان پنجاب" اِس وقف کو یونہی برباد ہونے دینگے،

مرغی سے خلاف وضع فطری کا مسلمان بچے سے مقدمہ بڑا دلچسپ ہے، آئندہ لکھونگا (نامہ نگار)

سردار سیوا سنگھ وزیر نابھہ کا جان نثار خاندان اور رپدمنی مظالم کی انتہا

اگر سردار سیوا سنگھ، سردار ہیرا سنگھ بھویڈیا بڈرکھاں کا اہلکار نہ ہوتا تو ہیرا سنگھ نابھہ کی گدی پر بیٹھتا، نہ راجہ کہلاتا، اور نہ اُس کا بیٹا رپدمن سنگھ نابھہ کا راجہ ہوتا، مگر اس دانشمند سردار نے بلا استحقاق اُسے نابھہ کی گدی دلوائی، راجہ ہیرا سنگھ بھی مرد صادق تھا، حسب فرمان آٹھ سال تک نابھہ کی آمدنی اُن کی نذر کی، اور مرنے کے بعد اُن کے قابل فرزند سردار پرتاپ سنگھ کو وزیر بنایا، عمر نے وفا نہ کی، دو نابالغ فرزند سردار شیو سنگھ اور سردار گوربخش سنگھ جی یادگار چھوڑے، اِن کی طبیعت جب کبھی ناساز ہو جاتی تھی مرحوم راجہ خود حاضر ہو کر تیمارداری کرتا تھا، دور رپدمنی میں ناز کے پلے ہوئے شہزادوں کو تباہ و برباد کر دیا گیا، اگر بھائی گورچرن سنگھ کے ظالمانہ دور کا منصف و عادل حکومت انگلشیہ خاتمہ نہ کر دیتی، تو بلاشبہ اِس عالیشان و فادار خاندان کا خاتمہ ہو جاتا، وزیر اعظم مرحوم کا فرزند

جب انگریزوں نے جیل سے نکالا، تو وہ ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ تھا، لاکھوں روپیہ کی جائداد خورد برد ہوگئی، مگر وائسرائے کا ہزار ہزار شکر بجا لانا چاہئے کہ یہ آفتاب گہن سے چھوٹ کر اپنی پوری آب و تاب سے منور و درخشاں ہوگیا،

راجہ کیونتھل کی شانِ شاہی

شملہ کی ریاستوں میں راجہ ہیم اندر سین نوجوان رئیس ہیں جو کامل طور پر صفاتِ راجگی سے متصف ہیں، آپ کا کاروبار طریقۂ حکمرانی رئیسِ جبل کیلئے باعثِ رشک ہے، کیونکہ وضعداری عزت و آبرو کی محافظ ہے، ہم چاہتے تھے کہ جہاں دیگر رؤسا کی تاریخیں قلمبند کی ہیں، وہاں ریاست کیونتھل کی بھی تاریخ چھاپیں، راجہ صاحب نے ہماری استدعا منظور فرما کر اپنے وزیر کو مادہ فراہم کرنیکا حکم دیا تھا، مگر وزیر صاحب نے خود لوکیا بھیجا تھا، ہماری یاددہانی کی بھی پروا نہیں کی جس کا ہم کو مطلق افسوس نہیں، افسوس ہے، وعدہ خلافی پر،

حکمرانِ ٹونک کے صبر کا اجر

ذوالفقار لاہور اپنی ۴ دسمبر کی اشاعت میں کیا خوب لکھتا ہے:- "۱۹۲۱ء میں جن خودغرض اور مطلب پرست اخبار نویسوں نے حکمرانِ ٹونک کے خلاف قلم اٹھایا گو والئی ٹونک نے اُن اخبار نویسوں کے خلاف عدالت میں ڈالنے کی کوئی کوشش نہیں کی، اور کوئی نوٹس نہیں لیا، پانچ پانچ سال کی میعاد تک وہ دُنیا کے دوزخ میں رہے، اور بعض کو دربارِ ٹونک کی چوکھٹ پر جبین رگڑتے ہوئے بھی دیکھا گیا ہے"

اسی لئے ہم نے دیوان سنگھ مفتون ایڈیٹر اخبار ریاست کو ایک بار نہیں ہزار بار بیجا اُس کے چیلوں اور چاپلوسوں کے مطلع کر دیا تھا کہ ایسے فرشتہ خصلت اور نیک خیال کے حکمرانِ ٹونک اِس بات کا کوئی نوٹس نہیں لیتے بلکہ تمہاری بدزبانیاں تمہارے لئے دُنیا کے دوزخ کی سواریاں بن رہی ہیں، بدزبان "طاقت" تو ہمیشہ کے لئے ابدالآباد کے لئے جہنم رسید ہوچکا ہے، اور اخبار ریاست پر ایک مقدمہ دنیا لوالی میں چل رہا ہے، ۸ دسمبر کو جب دیوان سنگھ مفتون ایڈیٹر ریاست لاہور سے اپنی پارٹی کے اخبار نویسوں سے مل کر گیا، اور ۹ دسمبر کو گاڑی سے اترتے ہی وقت صبح

ریلوے اسٹیشن دہلی پر ریلوے پولیس نے وارنٹ حسب دفعہ ۴ قانون تحفظ والیان ملک گرفتار کرلیا
یہ گرفتاری ۷ اگست کو "ریاست" میں ہز ہائینس نواب صاحب بھوپال کے ایک مضمون شائع
کرنیکی بنا پر عمل میں آئی جسمیں لکھا گیا تھا کہ ہز ہائینس نواب آف بھوپال نے اپنی تخت نشینی سے
قبل پنڈت موتی لال نہرو کو لارڈ برکن ہیڈ وزیر ہند سے ملنے کے لئے یورپ بھیجا تھا اور پنڈت جی
کو ۲ ہزار روپیہ دیئے تھے مگر پنڈت جی نے اس الزام کی تردید کردی تھی"
مقدمہ دو ہزار کی ضمانت و مچلکہ پر رہا ہیں اور یہ مقدمہ ۱۰ دسمبر کو مسٹر نگم مجسٹریٹ ہوشنگ آباد
کی عدالت میں پیش ہونیوالا تھا۔ مسٹر اکرم خان انسپکٹر جنرل پولیس بھوپال نے بہ امداد ریلوے
پولیس افسران دفتر "ریاست" کی تلاشی بھی لی ۔ "ایڈیٹر" خوب شد اسباب خود بینی شکست

کون کون سے اشتہارات لئے جاتے ہیں

ملک میں اخبار نویس تہذیب و اخلاق کے مدعی ہیں اگر ان کے اخبارات میں اشتہارات دیکھے جائیں
تو وہ صرف مخرب اخلاق ہی نہیں بلکہ حیا سوز دیکھینگے ان کی اس طرز و رنگی میں اُن کو ہر طرح سے
حصول زر ارزل کی شرمناک خواہش ہے پس جو اشتہار مخرب اخلاق ہیں اُن کے متعلق دفتر ہذا
سے خط و کتابت نہ کیجائے

قیمت دلخواہ دی جائے گی

فارسی عربی سنسکرت وغیرہ زبانوں کی پرانی
کتب اور پرانی دستی تصاویر کی ہمارے
ایک معزز علم دوست تاجدار کو ضرورت ہے
جو صاحب ایسی خرید و فروخت کرنا چاہیں
خاکسار سے خط و کتابت کریں۔

نمونہ کا پرچہ مفت

اگر آپ چاہتے ہیں کہ "رئیس ہند" ملک کی خدمت بجالاتا
رہے تو وی پی یا خط کا یاد دہانی کا انتظار نہ فرماکر چندہ
جلد روانہ فرمائیں اکثر اصحاب وی پی کی سفارش
فرماتے ہیں "رئیس ہند" وی پی کرنا توہین سمجھتا ہے
اس لئے وی پی کا انتظار نہ کیجئے

تیجوانت رائے چیف منیجر "رئیس ہند" دہلی

سیر الآثار

یعنی

حقائق التاریخ

(ہمارے سفر کا سفر)
(ملاحظہ ہو زمین ہند اگست ۱۹۲۹ء)

تاجدارانِ کوہستانِ اترکھنڈ کی راج دھانیوں میں

گیاجی سے ترکِ مکانی اور کوہستانِ اترکھنڈ میں تشریف ارزانی

آپ کے گیاجی سے ترکِ مکانی اور کوہستانِ اُترکھنڈ سے تشریف ارزانی، فتوحات و ملک گیری وغیرہ کے کوائف تاریخ کمارسین میں مفصل لکھے جا چکے ہیں۔ جسکی بہار عنقریب زینت افزائے چمنِ سخن ہوگی'

تقسیمِ ملک

مہارانا کیرتی سنگھ کی پیدا کردہ عالیشان ریاست اُسکے تین بیٹوں میں تقسیم ہوئی - ایک کا مورثِ اعلےٰ ریاست کرانگلہ ہے، دوسری کا کوٹ گڈھ اور تیسری کا کمارسین ہوا

بعد کی ۲۳ پُشتیں

اِن کے مُورثِ اعلےٰ پہاڑ سنگھ کی اولاد نے ریاست کوٹ گورو معروف کوٹ گڈھ پر مسلسل و متواتر ۲۳ پشت تک حکومت کی، جن کے حالات ایک پستک میں درج ہیں۔

رقبہ و حُدود ریاست

جو کھڈ باگی (علاقہ بشہر) سے جنوب کو آتی ہے اور دریائے ستلج میں ختم ہو جاتی ہے، اُس رقبہ سے ریاست کوٹ گورو بنتی تھی، اب اُس میں سے

مشہور علاقہ جات کوٹ گڑھ اور کوٹ کھائی ہیں،

۲۴ ویں پشت میں رانا نرائن سنگھ
آپ بہادر، واضع قوانین تھے، عورات کا بلا رضا مندی خاوند سے علیحدہ ہونا باعث تعزیر تھا، کنیت، کولی کی سزا مقرر کی گئی آپ نے اپنا دارالحکومت کوٹ گڑھ سے کیا ری منتقل کیا، کہ رام پور والے ہمیشہ بر سر فساد رہتے تھے،

ادھو سنگھ کی منحوس شادی
آپ طبیعت کے بڑے ضدی تھے، ایک روز شکار کیلئے گئے، اور رانا صاحب سائری (علاقہ شہر) کی حدود میں چلے گئے، راجہ نے بڑی خاطر کی اور رنواس میں کھانا کھلایا، وہاں ان کی دختر حسن و جمال کے ساتھ تعلیم و تربیت کی بلک تھی، اِس سے آنکھیں دو چار ہوئیں، ریاست میں آکر شادی کا پیغام دیا، جوتشیوں نے حکم لگایا، کہ یہ شادی ایسی منحوس ہوگی، کہ اِس کی نسل کے ہاتھ سے ریاست جاتی رہیگی، آپ نے نہ مانا، جب برات چلی، تو درخت سے سہرا اُلجھا اور مع چتر زمین پر آگرا، اِس پر بعض دُور اندیشوں نے پھر سمجھایا، مگر باز نہ آئے، شادی ہوئی، اور بڑے طلائی گیت جوڑے گئے، جو اب تک مشہور ہیں،

دھرم سنگھ بانی کوٹ کھائی
جہاں اب کوٹ کھائی آباد ہے پہلے اِس جگہ باڑہ نام گاؤں آباد تھا، اور ساونت مادی حکومت کرتا تھا، رانا صاحب ہمیشہ رامپور شہر سے تنگ کئے جاتے تھے، چونکہ یہ مقام قدرتاً اپنا قابل تسخیر حصار تھا، اور تینوں طرف گہرا پانی سداں رہتا تھا، اسلئے آپنے ساونت مادی کو خارج کر کے کوٹ کھائی کے نام سے شہر آباد کیا، عالیشان محلات بنائے، جس کے بعض حصے اب بھی موجود ہیں، آپ کا لڑکا سیتل سنگھ اسکی مزید رونق کا باعث ہوا، اس وقت تمام پہاڑ میں یہ ایک محفوظ اور خوبصورت پُر رونق آبادی تھی +

بھیم سنگھ
آپ ریاست کے کاروبار سے الگ رہتے تھے، کنور نام سنگھ بہادر کنور تھا، کیاری کے متصل قلعہ گا ہرٹ پر رامپور والوں کو محاصرہ میں لایا،

خونریز جنگ ہوا، طرفین تلوار اور تیر چلا کر حوصلہ ہار بیٹھے، کنور صاحب نے سپہ سالار قتل کیا، اور خود شہید ہو گئے،

بھاؤ سنگھ

یہ رانا بلحاظ بہادری، وجاہت، عقلمندی، غیرت اور امارت تاریخ ریاست کوٹ کھائی میں ہیرو شمار ہوتا ہے،

راجہ رُودر سنگھ رامپور بشہر کی سینہ زوری

جب رانا دھرم سنگھ روز مرّہ کی چھیڑ چھاڑ سے تنگ آکر کوٹ کھائی کے مستحکم حصار میں آباد ہو گیا، تو والیانِ رامپور بجائے اسکے کہ خاموش رہتے، انہوں نے اور پیر پھیلائے،

ہائے ہندوستان کی بدبختی کہ بھائی کو بھائی کھا رہا ہے۔

راجہ رُودر سنگھ نے اپنے باجگذار تاجدار کنیٹھی کے علاقہ میں تیراہ کی چوٹی پر کوٹ کھائی کے تسخیر کرنے کے لئے چھاونی بنائی، مستحکم مورچے قائم کئے، اور قلعہ بھی تعمیر کیا، تاکہ اس چوٹی سے بذریعہ ڈینگ اندازی کوٹ کھائی کو تباہ کیا جائے، ۶ ماہ تک چھاونی پڑی رہی، ڈینگ بازی برابر جاری رہی، مگر کوٹ کھائی کے مستحکم مقامات کو نقصان نہ پہنچا سکے، کیونکہ ادھر سے بندوق بازی ہوتی رہی،

۶ ماہ کی متواتر جنگ آزمائی کے بعد رعایا ریاست کوٹ کھائی مجبور ہو گئی، رانا صاحب نے بغرض بہبودیٔ رعایا ترک مکانی کی اور پاس کے شاہوں میں پناہ گیر ہوئے، جب قلعہ سے بندوق بازی بند ہو گئی تو رامپور والوں نے حملہ کیا، اور تمام مکانات جلا کر خاکستر کر دئے، رانا صاحب نے جب یہ سفاکی کی واردات سنی، اپنے چند خیر خواہوں کو اشارہ کیا، چند جاں نثار رامپور گئے، اور رات کو رامپور خاک سیاہ کر دیا +

تعمیر جدید قلعجات کوٹ کھائی

آپ نے فتوحات سے بے تعداد دولت جمع کی، اور کوٹ کھائی کا عالیشان محل از سر نو جدید طرز پر تعمیر ہوا، پتھر کے شہیر اور حلقہ دار

سلہ موجودہ کوٹ کھائی سے ۲ میل کے فاصلہ پر بہ دریائے [illegible] واقع ہے

مال غنیمت ہی کی یادگار ہیں۔

تنبیہ رامپور شہر

باوجود اس مقابل کی چوٹ کے رامپور شہر کا راجہ ان کو دنیا سے برباد کردینے پر تلا ہوا تھا، اور کوئی موقعہ ایذا رسانی کا ہاتھ سے نہ دیتا تھا، آخرش طرفین ایک فیصلہ کن جنگ کے لئے تیار ہوگئے، کوٹ کھائی کی امداد پر راجصاحب گلو چڑھ آئے پھر ایک خونریز جنگ ہوئی، رامپور نے تاجداران کمارسین، مہاسو و جبل اپنے اتحادی بنائے کوٹ کھائی کے راجپوت شیر کی طرح سراہن تک بڑھتے چلے گئے، تاخت و تاراج کردینے کے بعد ہزاروں من اون جمع کرکے کل شہر کو آگ لگادی، اور پھر اتحادیوں کی وہ درگت کی کہ توبہ ہی بھلی،

سر کے بدلہ علاقہ یعنی اتحاد راجگان

مگر غضب یہ ہوا کہ راجہ گلو اس جنگ میں شہید ہوا، اور لاش رامپور والے لیگئے، رانا کوٹ کھائی غیرت سے زمین میں گڑ گیا، ہرچند لاش کا مطالبہ کیا، مگر رامپور والوں نے رد کردیا، رانا کوٹ کھائی کے پاس رامپور کا پیغام آیا، کہ راجہ گلو تمہاری امداد پر آیا تھا، اسلئے اگر تم راجپوتی خون رکھتے ہو تو حق رفاقت ادا کرو، باتیں نہ بناؤ، اگر کوٹ گڑھ کا علاقہ ہمیں دیدو، ہم راجہ کی لاش دیدینگے رانا نے غیرت میں آکر درباریوں سے کہا کہ کوٹ گڑھ راجہ گلو کے سر کے مقابلہ میں کیا چیز ہے جاکر حوالہ کرو اور سر لے آؤ، درباریوں نے ہرچند صلاح دی، کہ یہ رامپور والوں کی بےایمانی ہے، آپ چال میں نہ پھنسیں، پھر وزیر نے درباریوں سے کہا کہ اس طرح کوٹ گڑھ دیکر سر لاؤ ہم علاقہ پھر لے لینگے، چنانچہ راجہ گلو کے سر کے بدلے رانا کوٹ کھائی نے اپنا یہ بےنظیر میل کا محیط علاقہ رامپور کو دیدیا، اور رامپور اب تک یہی ہے کہ پھر کب حاصل کرتے ہیں، اس طرح سے ان تینوں میں اتحاد ہوگیا +

جنگ گورکھا کے بعد گورنمنٹ کا قبضہ

دانشوران فرنگ نے جس دانشوری اور لیاقت سے ہند پر قبضہ پایا ہے، اور جس انسانی اولاد طاقت ملک سے قبضہ بحال کھا ہے، وہ خاص اس دانشمند قوم کا حصہ ہے، میں نے ڈیڑھ صد

قبل کے انگریزوں کے مراسلات اپنے استادی رفقاء کے نام پڑھتے ہیں، یہ وہ زمانہ تھا کہ ہماری قوم میں غدائی رحمت اور عدل و انصاف کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، اور صداقت پر جان دیتے تھے "خفیہ" یا "کانفیڈنشل" سے متنفر تھے، ایک انگریز رکن سلطنت تصفیہ کیتھل کے سلسلہ میں ایک مہاراجہ کو ہدایت کرتا ہے کہ "خون کا ایک قطرہ نہ گرے"، اور "بار بار کی ملاقات سے مطالب حاصل کرلئے جائیں"، یہی پالیسی گورنمنٹ کی کامیابی کا باعث ہوئی، اگر یہ جھگڑوں میں الجھتے کرتے جیسی کی یہ تاب لاسکتے تھے تو مغلیہ سلطنت کی طرح بد امنی کا شکار ہوجاتے اور ملک معزی ترقی سے محروم رہ جاتا،

جنگِ گورکھا کی غرض و غایت

گورنمنٹ کے ارباب لسبت و کشاد ایک پردہ اٹھاتے ہیں، صدی ڈیڑھ صدی کے بعد نتیجہ نکلتا ہے،

ہندوستان پھوٹ کا شکار ہمیشہ رہا ہے، راجہ بلاسپور اپنی بدبختی سے زور راجہ سنسار چند کانگڑہ اور راجہ رام سرن والئے ہنڈور کو برباد کردینا چاہتا تھا، اس نے اپنی امداد کیلئے گورکھوں کو بلایا جو ہر طرح کامیاب ہوئے۔

ادھر انگریزی حکومت کا آفتاب مطلع پنجاب پر طلوع ہوچکا تھا، انہوں نے دیکھا کہ گورکھے منتظم طاقت رکھتے ہیں۔ شہزور ہیں، شملہ کے شمالی حصہ پر قابض ہوچکے ہیں، اس خطرناک طاقت کا اس طرح سے سر پر بیٹھا رہنا کسی نہ کسی وقت دقتوں کا سامنا ہوگا۔

گورنمنٹ کا تحریری معاہدہ اور رؤسائے کوہی کی آزادی

گورنمنٹ نے گورکھوں کو پامال اور سب ہی کو بچا جاتا کو زیر کرنے کے لئے اپنی تجاویز کا جال بچھادیا، اور پھر اس جنگی کارروائی میں گورنمنٹ نے حسب تحت ذیل کے اعلان کا لاسہ لگایا :-

"سرکار انگریزی کا منشا پہاڑی علاقہ میں اپنے مقبوضات کو وسعت دینے کا نہیں

ــ

سلہ یہ تمام بیان گورنمنٹ کے سرکاری کاغذات کی بنا پر ہے۔

بلکہ وہ نیپالیوں کو اُن کے واجب حدود کے اندر رکھنے کی خواہاں ہے"۔

اِس کا یہ اثر ہُوا کہ گورنمنٹ نے کُل راجگان کوہی کو جنہیں گورکھوں نے اپنا مطیع کر لیا تھا بڑی آسانی سے اپنے ساتھ بلا لیا، پھر اُن سے یہ وعدہ کیا کہ "اگر وہ لڑائی میں سرکار انگلشیہ کا ساتھ دینگے تو اُنہیں اُن کے موروثی ملک پر بحال کر کے آئندہ کے لئے اُن کی خود مختاری کا ذمہ لیا جائیگا"۔ ایک بیوقوف سے بیوقوف جانتا ہے، کہ اگر کوئی کسی مصیبت زدہ کی ایسی بے غرض مدد کرتا ہے، تو وہ کیوں اُسکے ساتھ اتحاد نہ کرے، یہ ایشیائی روایات کے مالک مغربی مُلکی چالوں اور پولیٹیکل دعدوں کی تہہ کو کہاں تک پُہنچ سکتے تھے، فوراً مال و دولت، فوج و توپخانہ، باربرداری اور کمسرٹ لیکر اُردل میں جا حاضر ہُوئے، اور اپنے بھائی کو زیر و زبر کرنے کے لئے تلواریں تیز کرنے لگے، اِس میں ایک اور چال تھی کہ اِس زمانہ میں گورنمنٹ کی فوجی جمعیت اسقدر ناکافی تھی کہ تمام پہاڑ کو تو کیا ایک معمولی راجہ کو تسخیر نہ کر سکتی تھی مگر یہ راز عجب انداز سے چھپایا گیا۔ کیونکہ وہاں تو محض اُن کی امداد کا ادّعا تھا نہ کہ کسی ذاتی مفاد کا، غرضکہ بڑی گہری چال چلی جا کر لشکر قاہرہ کے ذریعہ کیڑی پر کٹک چڑھایا گیا۔

گورکھوں کی پسپائی ضروری تھی

گورکھے جو مکئی کا آٹا کھا کر ستّو اور چھاچھ پیکر بے فکر ٹھنڈی ہوا کے مزے لے رہے تھے، جب اِس قہری لشکر سے دوچار ہُوئے، کچھ مارے گئے کچھ بھاگ نکلے،

خاتمہ جنگ نے سب کی آنکھیں کھولدیں

ایک وسیع علاقہ بلا ایک قطرہ خون گرائے انگریزوں کے تصرّف میں آگیا، اختراوٗں کے جو دل میں آیا وہی کیا، کس کا معاہدہ، کس کا اقرار، غرضیکہ کسی تاجدار کا کوئی علاقہ کسی تاجدار کو دیدیا، کسی کا خود دبا لیا، انصاف نہ عدل، اِس ملک گیری سے شہنشاہ بن گئے"

لہ ایچ - ڈی - کریک، رؤسائے پنجاب سنہ ۱۹۱۱ء،

یہاں اِس تشریح کی ضرورت نہیں کہ اِن تاجداران کا کون کون سا علاقہ گورنمنٹ نے خود دبا لیا، اور کون کون سا کسکو بلا وجہ دیدیا، فتوحات سے قبل تیاری جنگ کے موقعہ پر گورنمنٹ نے صاف اعلان کیا تھا کہ "پہاڑی علاقہ میں سرکار انگریزی کا منشا اپنی مقبوضات کو وسعت دینے کا نہیں"۔

اب گورنمنٹ خود انصاف کرے

لیکن اِسوقت ہم رامپور بشہر کے متعلق واقعہ متعلقہ سمجھکر ضرور بحث کریں گے،

واضح ہو کہ تر ماتہ جنگ گورکھا اِس ریاست کا حقیقی وارث نابالغ تھا، اُس کا علاقہ راوین کیونتھل کو دیدیا۔ اور کوٹ گڈھ جس کی واپسی کی رانا کوٹ کھائی تدبیریں کر رہا تھا گورنمنٹ نے خود رکھ لیا، کیا گورنمنٹ کے اِس طرزِ عمل سے اُسکا وہ اعلان "جو جدید مقبوضات کی وسعت" سے انکار و غرض پر مبنی تھا محض ایک فریب نہیں سمجھا جا سکتا، اِسکے متعلق گورنمنٹ کے جو دلائل ہیں وہ بھی سُننے کے قابل ہیں، سرکاری کاغذات میں لکھا ہے۔

"لڑائی کے اختتام پر موجودہ راجہ صاحب بشہر کے والد ماجد سری راجہ مہندر سنگھ مرحوم کو جو اسوقت نابالغ تھے ایک سند عطا ہوئی، جس کے رُو سے اُنہیں اِنکے پُرانے مقبوضات مستقل طور پر دیدیئے گئے، البتہ علاقہ راوین راجہ کیونتھل کی ریاست کے ساتھ ملحق کر دیا گیا، کیونکہ وہ درحقیقت اُسی کا اصلی جز تھا، اور کوٹ گورو کا مقام خود سرکار نے اپنے قبضہ میں لیلیا، کوٹ گورو سے جہاں تک ریاست بشہر کا تعلق تھا، اُس کے سرکاری قبضہ میں لئے جانے سے سرکار نے کوئی منع نہیں کی تھی، مگر اس پر راجہ کُلّو کو کچھ شکایت پیدا ہوئی، اور شاید وہ اِس شکایت کی کوئی وجہ رکھتا ہوگا، کیونکہ گورکھوں کے حملے سے تھوڑا ہی عرصہ پہلے کوٹکھائی کے رانا نے جو کوٹ گورو کا مالک تھا، اپنی ریاست کا یہ حصّہ (کوٹ گورو) بدیں وجہ راجہ کُلّو کو اُسکا انتظام کرنے کے لئے دیدیا تھا کہ یہ مقام کوٹکھائی خاص سے بہت دُور واقع تھا، اور یہاں کی رعایا کوٹکھائی کے رانا کی

اطاعت سے باہر ہوگئی تھی، کُلّو کے راجہ نے اس تفویضِ انتظام کو بڑی خوشی سے منظور کر لیا، مگر تھوڑی ہی مُدت اُسکا اہتمام کرنے کے بعد وہ اصل مالک کے حقوق کو بالکل بھلا بیٹھا، اور کوٹ گورو کو اپنی دریائے ستلج کے دوسرے کنارے پر واقع اراضیات کے ساتھ شامل کر لیا"

"الغرض اس طرح سے کوٹ گورو کا علاقہ دس سال تک راجۂ کُلّو کے ہاتھ رہا، مگر اس سبب سے کہ راجہ بُشہر کی سرحد کوٹ گورو کی سرحد سے ملتی تھی وہ اس مقام کو خود اپنے زیر تسلط بھی لانا چاہتے تھے، اسلئے اُنہوں نے راجہ کُلّو کا حق کبھی تسلیم نہیں کیا۔ الغرض راجہ صاحب بُشہر نے کوٹ گورو پر قبضہ کر لیا تھا، اور راجہ کُلّو کو جو یہ علاقہ اپنے لئے رکھنا چاہتا تھا اُس کو قتل کر کے یہ تدبیر کی کہ مقتول راجہ کی لاش اُسکے رشتہ داروں کو نہ دی، اور جب تک اُن لوگوں نے کوٹ گورو پر ہر قسم کا دعوٰے چھوڑ دینے کا اقرار نہ کر لیا نہیں یہ لاش حوالہ نہیں کی"

"کوٹ گورو پر راجہ صاحب بُشہر کا قبضہ گورکھوں کے اس ملک میں آنے سے چند[1] ہی ماہ پہلے ہُوا تھا، اور نیز چونکہ نیپال کی لڑائی ختم ہوتے ہی اُنہیں اُن کے باقی علاقے پر بحال کر دیا گیا تھا، اسلئے اُنہیں یہ اعتراض کرنے کا کوئی حق حاصل نہ تھا کہ سرکار نے کوٹ گورو کیوں اپنے قبضے میں رکھا ہے، راجہ صاحب کو ۱۵۰۰ روپیہ سالانہ بطور خراج ادا کرنے کی شرط پر ریاست ملی تھی، اور بعد ازاں محاصل راہ داری موقوف کر دینے کی وجہ سے اس خراج کو گھٹا کر ۳۹۴۵ روپیہ کر دیا گیا۔

بیان گورنمنٹ سے حسب ذیل تنقیحات قائم ہوتی ہیں :-

(الف) کیا کوٹ گڈھ گورنمنٹ کے قبضے میں چلے جانے سے کُلّو کو شکایت پیدا ہونی واجب تھی؟

---

[1] ورود گورکھا حافظہ نباشد، رامپور کے حقوق کمزور کرنے کے لئے یہ غلط لکھا ہے، حالانکہ انتقال گورکھا دار سے نصف صدی قبل ہو چکا تھا، ملاحظہ ہو شجرہ زیر صفحہ ۱۲

(ب) کیا کوٹ گڈھ رامپور سے علیحدہ کئے جانے سے گورنمنٹ نے رامپور پر کوئی سختی نہیں کی؟

(ج) کیا کوٹ گڈھ پر رامپور نے غاصبانہ قبضہ کیا؟

(د) کیا گورکھوں کے اِس مُلک میں آنے سے چند ہی ماہ پیشتر کوٹ گڈھ کا قبضہ رامپور کے حقوق ملکیت کمزور کرتا ہے؟

(ہ) گورنمنٹ نے اپنے اعلان کے خلاف کوٹ گڈھ پر قبضہ کرنے سے عدل و انصاف سے کام لیا؟

اب جوابات ملاحظہ ہوں:۔

(الف) کُلّو کی شکایت بالکل جائز تھی، کیونکہ وہ غیور راجپوت یہ علاقہ کوٹ کھائی کو واپس دیدینا چاہتا تھا۔

وجوہات کا یہ فقرہ کہ:۔

مگر تھوڑی ہی مدت کے بعد کلّو اصل مالک کے حقوق کو بالکل بھلا بیٹھا اور کوٹ گڈھ کو اپنے ضلع کے دوسرے کنارے پر واقعہ اراضیات کے ساتھ شامل کر لیا۔

یہ واقعہ قطعاً غلط ہے، نہ کُلّو نے اصل مالک کے حقوق بھلائے، نہ علاقہ پر قبضہ کیا نہ ضلع کے دوسرے کنارہ پر اُسکی اراضیات تھیں، ہاں اصل مالک کے حقوق کو گورنمنٹ نے قطعاً فراموش کر دیا چاہئے تھا کہ جب یہ علاقہ رامپور سے لیا گیا تو کوٹ کھائی کو دیدیا جاتا۔

پھر دُنیا کہتی کہ انصاف گورنمنٹ نے اصل مالک کے حقوق پر دیانت داری سے نظر کی، میں پُوچھتا ہوں، کہ اگر کوٹ گڈھ پر رامپور کا کوئی حق نہ تھا نہ کُلّو کا، تم بتاؤ تمہارا کیا حق تھا؟ اگر کُلّو نے اصل مالک کے حقوق بھلا دئے تم نے کون سے یاد رکھے، بلکہ تم نے تو تینوں مالکان کو محروم کر دیا اور خلاف اعلان خود قبضہ کر لیا، میں کہتا ہوں کہ کوٹ گڈھ تسرّہ سے کر دیا گیا، کُلّو والوں نے بدنیتی کی ان کے تاجدار کا سر کٹ گیا، رامپور والوں نے قبضہ کیا خود بھی اُن کے قبضہ سے نکل گیا اور وادین بھی نکال لایا، اب حقیقی مالکان کی بجائے گو

میں گورنمنٹ کے قبضے میں ہے، دیکھئے یہ سٹر کیا رنگ لاتا ہے، ہاں اسقدر مجھے صحیح طور پر معلوم ہوا ہے کہ اس غاصبانہ قبضے رکھنے میں گورنمنٹ ہر سال مالی نقصان اُٹھا رہی ہے،

(ب) کوٹ گڈھ کا رامپور سے علیحدہ کیا جانا گورنمنٹ کی رامپور پر نا قابل تلافی سختی ہے، کسی کا علاقہ چھین لیا جائے، اور پھر کہا جائے کہ کوئی سختی نہیں، گورنمنٹ کی یہ منطق ہماری سمجھ سے باہر ہے۔

(ج) خواہ کچھ ہی ہو رامپور کا قبضہ کوٹ گڈھ، گورنمنٹ کے قبضہ سے بدرجہا فوقیت انصاف رکھتا تھا اور جائز بھی تھا،

(د) قبضہ چندہا کسی کے حقوق کمزور نہیں کرتا، گورنمنٹ کا قبضہ تو چند روزہ بھی نہ تھا، کریک نے غلط لکھا ہے کہ رامپور کا جنگ گورکھا سے چند ماہ قبل قبضہ ہوا تھا کیونکہ یہ انتقال دراصل اس سے نصف صدی قبل ہو چکا تھا،

نتیجہ :- کوٹ گڈھ پر کوٹ نگہبانی کا حق فائق تر تھا - اس کے بعد رامپور والوں کا حق تھا، گورنمنٹ کا کسی طرح کا حق نہ تھا، اسلئے یہ قبضہ، قبضۂ ناجائز ہے، اور حکومت انگلشیہ کی روایات عدل و انصاف سے کوسوں دُور۔

لطف کُن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

وہ گورنمنٹ جو دُنیا پر قابض ہے، وہ گورنمنٹ جس کے عدل و انصاف کی امداد کے لئے سُورج ہمیشہ درخشاں رہتا ہے، وہ گورنمنٹ جس پر دیانت داری کا سب سے زیادہ فرض ہے، وہ گورنمنٹ جو غلط طور پر اپنی گذشتہ غلطیوں کا اعتراف نہیں کرتی، وہ گورنمنٹ جو اپنی بیجا حرکتوں کی کبھی تلافی نہیں کرتی، وہ گورنمنٹ جو کبھی بھی اپنا قصور نہیں مانتی؛ وہ گورنمنٹ جو اپنے عمال کے عیوب کی پردہ پوشی ہے،

امید بیدار ہو جائے، کیونکہ ہندوستان فعلی طور پر ان کے زیر تحت ہے، "انکی وسعت کی پالیسی اب ناکام رہیگی" اگر برقرار رکھنا چاہتی ہے، ہندوستانی ریاستوں کے غصب کردہ

(باقی وارد)

ہمارے حاصل شدہ سوراج

اخبار ریاست پر خباثت کا نظام پر کمینہ حملہ

اخبار العدل بدایوں اپنی ۲۰ اگست کی اشاعت میں بابو دیوان سنگھ مفتون کی افترا پردازیوں کی اس طرح قلعی کھولتا ہے جو ان کے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے:۔

"ریاست اخبار کا مطمح نظر بظاہر اخبار کے دیکھنے سے والیانِ ریاست کی اصلاح معلوم ہوتا ہے۔ اس اخبار میں دو ایک ریاستوں کی ثنا و صفت ہوتی ہے تو دس بیس کی مذمت، مطلب اظہر من الشمس ہے۔ ہمعصر موصوف ۲ اگست کے ایک شذرہ میں رقمطراز ہے کہ "نظام دکن کے پرائیوٹ خزانہ میں اسوقت ایک ارب کے قریب نقد روپیہ موجود ہے جو رعیت کا خون چوس چوس کر جمع کیا گیا ہے" "ریاست" کو معلوم ہونا چاہیئے کہ حضور نظام نے روپیہ جمع کیا ہے اور یقیناً کیا لیکن رعایا کا خون چوس چوس کر ہرگز نہیں بلکہ اپنا خون پسینہ ایک کر کے۔ دیوان سنگھ کی ذاتی حیثیت کو علیحدہ کر کے ایڈیٹرانہ حیثیت کے متعلق یہ عرض کرینگے کہ اخبار نویس کا شعار یقیناً مصلحین قوم و ملت ہے مگر کسی مصلح کی نصیحت ہرگز کارگر نہیں ہوتی تاوقتیکہ وہ خود اپنے عیوب کو ترک کرے۔ ہم اپنے بھائی سے عرض کرتے ہیں کہ مفتون صاحب سب سے پہلے اپنی اصلاح کریں کہ وہ کرتے ہیں [illegible] اور ان کو [illegible] کی تحریک [illegible] کی تنقید [illegible] پیش کی جاتی ہے [illegible] باتیں [illegible]"

> ## نذر
>
> رئیس ہند کے سرپرستوں کی خدمت میں
>
> اگر ہر شب شب قدر بودے شب قدر ارزاں بودے
>
> بہر کجا کہ روم ذکر دوستاں بکنم
>
> بہانہ سیاہ فروشی زماں نے باید
>
> اگر دیوالی نسبت بچی ہو تو ہولی بکش بنہو بھی دیکھو، ہندوؤں کے لئے شب قدر عید الفطر و عید الاضحی اہل اسلام کے لئے [illegible] مسلمانوں کیلئے [illegible]

حیدرآباد دکن سے شکایات

محمد فاروق ایک گمنام ونشان صاحب حیدرآباد دکن سے ایک طولانی مراسلہ میں حضور نظام کی نسبت بہت کچھ لکھتے ہیں جس کا ملخص حسب ذیل ہے اور جسے ہم بخوشی چھاپتے ہیں۔

"بخدمت شریف جناب انصاف پسند و خیرخواہ ہند اڈیٹر صاحب رئیس ہند دہلی

براہ کرم آپ اپنا پرچہ بابت اپریل تا جون ۱۹۲۹ء کا صفحہ (۵۳) ملاحظہ فرمائیے، جس میں آپ نے محمد فاروق کے مراسلہ کے حوالے سے یہ لکھ دینا کافی سمجھا ہے، کہ انہوں نے جسقدر واقعات لکھے ہیں اون سے سوائے اوراق سیاہ کرنے تک خواری کے اور کوئی نتیجہ پیدا نہیں ہوتا، واقعات و حالات خود بخود روشنی میں آجاتے ہیں، یہ سچ ہے کہ واقعات و حالات خود بخود روشنی میں آجائینگے، مگر اوس کے لئے ایک سبب و ذریعہ کی حاجت ہے، وہ یہ کہ کوئی خدا کا بندہ خودغرضی اور نفسانیت کو علحدہ کر کے سچائی اور خیرخواہی ہند کو کام میں لا کر دکھلا دینے والا بھی ہو، اسوقت تو ہندوستان کی یہ حالت ہے کہ ہر ایک فرد خودغرضی، خودرائی و نفسانیت حسد و کینہ و نقصان رسانی کے مرض و صفات سے مملو ہے اور ایسی صفات کی عینک سے ہر چیز کو دیکھا جاتا ہے اور نفسانیت و بدنیتی کے ساتھ دفتر غلط کھولا جاتا ہے اور حقیقی حالات سے چشم پوشی و بے اعتنائی کی جاتی ہے۔ افسوس ہے کہ آجکل دنیا سچائی پسند نہیں ہے، البتہ یہ بھی ماننے کے قابل ہے کہ سچائی کو ایک روز فروغ و کامیابی حاصل ہوگی، مگر اس کا ظہور بہت دیر اور خرابی کے بعد ہوتا ہے، واقعات کی تصدیق و تائید واقعات ہی سے ہوسکتی ہے، اہل ہند کو ہرگز نہ چاہئے کہ ہندو، مسلمان، پارسی، عیسائی، لنگایت، جین و سکھ کے اختلاف سے [illegible] بلکہ جو کہیں ہندوستانی یعنی انڈین ز واقعی ہر شخص کو ایسا سمجھنا چاہئے، اڈیٹر صاحب [illegible]

سوز آئین تو ان مشوش ایام کا تقدس جہاں سے جہاں
ہے، اسی طرح اگر بندگان خیرخواہ و دعاگو وں
اور سرفروشوں کے کارنامے عام ہوجائیں، بے
اثر ہیں،
اگر حق کی آواز ایک راہ کے بجائے دوسرے یا
تیسرے راہ کان میں پہنچے، اس سے بدرجہا بہتر ہے
کہ معاندانہ، مفسدانہ، ناہمواری، بدگوئی، بدخواہی اور
بدمعاشی کے تباہ کن آوازے سنائی دیں، ہمارے تعلقات
مگر آلودہ ہرجگہ بہت نظر آتے ہیں، بہترین شادی کیلئے
دیتا ہے کہ کتنے ہر وقت جان کھاتے ہیں اگلا ہی

بطورِ خاص خیال رکھیں کہ اپنے افعال و اقوال سے ابنائے باشندگانِ ہند کو کوئی مخالفت پیدا نہ ہو، ملکی معاملات کو مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے (اور ایسا ہر ریاست میں ہونا چاہئے ایڈیٹر) اور اگر ہم کو تعلق ہے تو ہموطنی سے، معاملاتِ ملکی میں ہمارا مساوی حقدار اور ہماری ہمدردی و تائید و محبت و اتفاق کا بہر وجوہ مستحق ہماری اسکی قومیت یعنی "دنیاشناسی" ایک ہے اور ہم سب مادرِ ہند زمین کی اولاد ہیں، مذہب کا تعلق اس دنیا سے نہیں اس کا تعلق دوسری دنیا سے ہے، ہم ہندوستانیوں کا کیا اصول متعین ہونا ضرور ہے، اس کے لحاظ سے یہ تحریر یہاں درج ہو گئی ہے، اب اپنی اصل غرض تحریر کی جانب رجوع کیا جاتا ہے، آپ کو میری سابق کی تحریر سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ میں نے اپنی تحریر میں عالیجاہ امرا کے ان ذرائع معاش کی تفصیل درج کی ہے جو سلطنت حیدرآباد میں معزز و معظم امرا مانے جاتے ہیں، (یہ سب قدیم ہیں، جدید نہیں) اور دیگر برادران ہندو کے ذرائع پرورش کی تفصیل بتائی ہے اور برادران ہنود کے قبضہ تصرف میں ذرائع پرورش متعدد و وافر ہونے سے انکو بمقابل اہلِ اسلام کے جن کے ذرائع پرورش محدود ہیں، (دیکھو ۹) ملازمت سرکاری کی زیادہ ضرورت حقیقی ہونا لکھا ہے، اور اسی وجہ سے اہلِ ہنود کی رجوعات ملازمت کی جانب کم ہونا بتلایا جاتا ہے یہ کسی طرفداری کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ ہر فرقہ کی ضرورت پرورش کے لحاظ سے ہے۔ علاوہ متعلق ہماری کچھ عرصہ ہوا ایڈیٹر اور سرکار دولتمدار انتظام کی بابت انتظامی تبدیلی حالات اور شکایات اور اسکی پیداوار و اور ہونے کی تفصیل درج ہے اور ان حالات کے لحاظ سے انتظام ملک بہترین ہونا ثابت کیا گیا ہے،

> ایک ہے، اگر ہزاروں سیاستدان ہوتے ہونگے
> روئیں ہیں آدمی بعض پیدا ہوتے ہیں، مگر خاص انسان
> قرنوں کے بعد پیدا ہوتا ہے، اسی اشارہ میں تاخیر
> اشاعت رئیس ہند کا راز مضمر ہے،
> پہلے قاعدہ تھا کہ سال میں ایک یا دو مضامین
> درج کر دیتے، دعا گو کی دعائیں لیجاتی تھیں، اور دو
> سال سے یہ نئے طرح کی ضرورت سے بے فکر
> کر دیا جاتا تھا، اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ اس کے دل
> و دماغ ان ہی خیالات کا پجاری رہتا تھا، اور خدا ن
> کے نشانات سے بیں سے خیر خواہی اور دعا گوئی کا

ملک محروسہ حیدرآباد دکن کا خزانہ عامرہ یعنی پبلک [illegible]

آپ اپنے پیچ پور (صدر) کے صفحہ ۹۰ میں لکھتے ہیں کہ دریائے گنگا پانی سے ایسا ہی خالی ہے جیسا کہ آجکل ہندوستان کے تاجداران کے خزانہ عامرہ خالی ہیں' (وہ عام حالت کا بیان تھا' ایڈیٹر) اگر انصاف سے دیکھا جائے تو حیدرآباد دکن کا انتظام ملک بہترین انتظام ہے البتہ بعض بدخواہ و بداندیش و خود غرض اشخاص کی جانب سے محض غلط و مبالغہ آمیز واقعات بیان ہونے سے اُن کو باور کرکے جو کارروائی ہوئی ہے وہ صریح نادرست و ناواجب ہے'

اصل حقیقت تو یہ ہے کہ غلط مبالغہ آمیز واقعات کی بنا پر جو عام انتظام ملک پر موثر نہیں تھے اندرونی انتظام ملک میں جو ناواجب مداخلت ہوئی ہے' اور اجنبی عہدہ داروں کو پیش قرار یا ہوا کے ساتھ بزور مقرر کرایا گیا ہے' اُس سے اُس کے انتظام میں برائی پیدا ہونی شروع ہو گئی ہے' اور خزانہ عامرہ متاثر ہو رہا ہے' اور ملک میں بے چینی و بدامنی کا مادہ تولید پا رہا ہے' اگر چند سال یہی حالت رہی' اور سرکار اپنی بیدار مغزی کو کام میں لا کر اس طرف توجہ نہ کر سکی اور اندرونی انتظام ملک میں مداخلت بیجا کا سلسلہ جاری رہا تو انتظام ملک خراب ہونے کا' خزانہ عامرہ خراب ہونے کا اور اچھا انتظام خراب ہونے کا قوی اندیشہ یقینی معلوم ہے' اور یہ نتیجہ ہوگا' اندرونی انتظام ملک میں بیجا مداخلت کا اور اجنبی نا تجربہ کار عہدہ داروں کو اعلیٰ تنخواہ پر بحال پیش قرار مقرر کرکے حکماً مامور کرانے کا' اور ہم خانہ زاد و وطن تباہ کن حالات سے حرف بحرف اتفاق کرکے یہ عرض کرتے ہیں' کہ ان خرابیوں پر قابو پانا آسان ہے' اور انتظام کرنے کچھ مشکل نہیں' بشرطیکہ ... سے کام لیا جائے' (الصفحہ ...) ...

ساز و کلیکٹ پہنے ہوئے تھے' بھائی' عزیز' رشتہ دار
مصیبت میں ساتھ چھوڑ جاتے تھے' مگر یہ سارے کمبخت
ساتھ دیتے تھے' اور زندگی بھر کام آتے تھے'
آجکل بھلائی اور برائی' خیر خواہی اور بدخواہی'
شرافت اور رذالت میں تمیز نہیں' نتیجہ مرتی ہو گئے'
اور دیگر جواہرات کانوں میں بیکار پڑے ہیں' صندوق
زیب گلو ہیں' خیر خواہ خراب و خستہ حالت میں
کا وظیفہ پاتے ہوئے' موت کی گھڑیاں گن رہے ہیں'
گلستان' ابن الوقت' خوشامدی' آوارہ' بدخواہ بیگم
اور نکمّے حاشیہ نشین بنائے جاتے ہیں' شریف صنوبر

مہاراجہ میسور کی مشکلات حالات میسور گردشِ زمانہ سے تشویش خیز ہیں' گزشتہ دو روز ...

ٹھیک علت ہیں، خدا کرے کہ ان کے تدبر سے صورتِ معاملات روبہ اصلاح ہو، مگر اب تاجداران والیان کے مُدبّروں کو سمجھ لینا چاہیے کہ ان کی رعایا بھی کوئی چیز ہے،

مہاراجہ بڑودہ کی گمنامی

آج سے پندرہ سال پہلے مہاراجہ بڑودہ نے بڑی شہرت حاصل کر لی تھی، مگر جب سے ولایت کی سیر بھائی آپ کی کوئی خبر آئی، آپ اس کثرت سے سیرِ ولایت کے دلدادہ ہیں، کیا تمام خوبیاں یورپ ہی کے حصہ میں آگئی ہیں،

دربارِ بیکانیر

جنگِ عظیم میں ہندوستان بھر کے تاجداران نے اپنی مقدور سے زیادہ گورنمنٹ کی مصیبت میں امداد کی، مگر انعام و صلۂ خدمات سے تقریباً سب محروم رہے، مہاراجۂ دربارِ بیکانیر کے تدبر کا قائل ہونا پڑتا ہے کہ وہ عقلمندی سے فائدہ میں رہے،

استعفا دینا

دہلی میں افواہیں پھیل رہی ہیں، کہ قاضی عزیز الدین احمد صاحب کسی بڑی ریاست میں اپنی بقیہ زندگی گذارنا چاہتے ہیں اور دنیا چھوڑنے پر آمادہ ہیں، کیا اس معاملہ پر قاضی صاحب روشنی ڈال سکتے ہیں؟

> زندگی سے مجبور و معذور ہو کر اپنا ماتم کر رہے ہیں، اور خون پی رہے ہیں، رذیل سور کی طرح پرورش کئے جاتے ہیں، اور سانپوں کی طرح بدن چھپائے خلوت و خلوت کے رفیق دیکھے جاتے ہیں،
>
> یہ تلخ صداقت رئیسِ ہند کے ان شاہی ہزار شائق سرپرستوں کی نذر کیجاتی ہے، جو کہ ہر سال اپنے بدخواہوں، تاج کے دشمنوں، زرپرستوں، بدکاروں کو ہزاروں روپیہ دیکر صرف اس لئے گالیاں کھانے میں لطف اٹھاتے ہیں، اپنے بزرگوں کی عزت اور اپنی عزت کی توہین سمجھانا پسند کرتے ہیں،

ریاست جیند میں ڈھینگرہ کی تباہ کاریاں

ڈھینگرہ وزیر اعظم ریاست جیند کی تباہ کاریوں سے ہندوستانی اخبارات کے کالم بھرے پڑے ہیں، گورنمنٹ کو چاہیے کہ فوراً ایک تحقیقاتی کمیشن بٹھا کر ڈھینگرہ کو علیحدہ کر کے ریاست کو تباہی سے بچائے،

کونسل گوالیار

افسوس ہے کہ مہاراجہ صاحب مغفور نے قبل از وقت انتقال فرمایا، لوگ آپ کی دانشمندی اور اصلاحات کو یاد کر کے روتے ہیں، رشوت کا بازار گرم

ہے، وارثِ تاج نے میر کے مد و برد ایسا اظہارِ خیال کیا،

جے پور کی کونسل

اب ہماری بڑی بڑی ہندوستانی ریاستوں میں جب کبھی کوئی موقع ہوا گورنمنٹ یورپین پریزیڈنٹ مقرر کیا کرے گی، اور یہ ٹھیک بھی ہے کیونکہ تاجداران نے اپنی رعایا کے حقوق پامال کرکے ریاستی عنصر نابود کر دیا ہے، پھر ریاست کے حقوق کیونکر قائم رہ سکتے ہیں، مگر جے پور سے ایسا سلوک قطعی ناواجب ہے، اس انتظام سے رعایا نالاں ہے،

پونچھ کی حکومت

راجہ صاحب پونچھ شریف مزاج، خوش خو اور ایک مطمئن روح ہیں، اگرچہ آپ کو طرح طرح کی مشکلات درپیش ہیں، مگر صبر و سکون سے کام لیتے ہوئے کام چلا رہے ہیں، رعایا آپ کے طرزِ عمل سے دعا گو ہے، مہاراجہ کشمیر کو اپنے عزیز بھائی سے ہمیشہ ہمدردی رکھنا چاہیے،

اندور کی خوش قسمتی

معزول راجگان میں جو خوش نصیبی مہاراجہ تکوجی راؤ کے حصہ میں آئی وہ خاص اُن کی شاہی طبیعت کے موافقِ حال ہے، اس نازک [illegible] میں انتظامِ ریاست مسٹر باپنا سے بیدار مغز، تجربہ کار قابل و لائق وزیر کے ہاتھوں میں رہا، جس طرح نابالغ تاجدار کے حقوق کی حفاظت کی گئی، اُسے پولیٹکل اصحاب ہی سمجھتے ہیں، اُمید کی جاتی ہے کہ تاجدار تاج سنبھالتے ہی خاص قدر دانی فرمائیں گے،

> خوشی محسوس کرتے ہیں، اور ایسے جو محروم بد معاش
> کی ہر طرح امداد کرتے ہیں، ہندیوں کا یہ طرزِ عمل انکی
> نشانۂ تباہی سے ان کا رفیقِ حال ہے، اور اس سے انہیں
> بڑی محبت ہے، ہمارے دو قسم کے سرپرست ہیں، ایک
> جو ڈیوٹی [illegible] کے رونا رو رہے ہیں۔
> الف۔ شائق اور معاون ہیں، اُن ہی کی قدر شناسی
> سے یہ زندہ ہے،
> ب۔ جو شائق ہیں مگر ایسے رونا رو رہے آج تک دو سال کے
> [illegible] کو بھی ایک حبہ کی امداد نہ کی نہیں دیا
> قسم دوم کی دو سالہ مہربانی سے جب ساری زندگی

بھوپال کی تاجداری

بھوپال کی حکومت کی عنان جب سے موجودہ تاجدار نے اپنے مضبوط ہاتھوں میں سنبھالی ہے، ہمارے ہندوستان کے اولوالعزم تاجداران کے لیے تحریک کا باعث ہو رہی ہے، پہلے طاقت کا اظہار کیا، اور اب اپنا مضبوط پنجہ ترقیاتِ ریاست پر

...لا ہے کہ جس نے قابلِ تعظیم راجگان کی ایذا رسانی میں کوئی کسر نہ رکھی تھی،

اورچھا کی الجھنیں

اورچھا کی حکومت ارکانِ شاہی اور رعایا میں نفرت پیدا کر رہی ہے حالانکہ آجکل وہ زمانہ ہے کہ گورنمنٹ کو نہایت احتیاط سے کام لینا چاہئے مگر افسوس کہ تاجدار بے خبر ہیں،

جاورہ

نواب صاحب جاورہ کا ہمیں شملہ میں نیاز حاصل ہوا، آپ نہایت باوضع اور خلیق ہیں، شبیہ مبارک رعب و سیاست کی تصویر ہے، جو حالات نامہ نگار جاورہ نے ارسال فرمائے ہیں، وہ اشاعت آئندہ میں زیبِ صحیفہ ہونگے،

پنا کی تبدیلی

مہاراجہ پنا چند سال سے گوشۂ تنہائی اختیار کئے ہوئے ہیں، اور وہ پہلی مصروفیت نہیں رہی، معتبر حلقوں میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ اپنے اہلکاران کے طرزِ عمل سے ناراض ہیں، اور بے بس ہیں، دراصل راجگان کی کمزوری وجہ انتہائی حد تک پہنچ گئی ہے

چرکھاری میں

جہاں ... کی تاجداری نے خاص رنگ پیدا نہیں کیا، لوگ ... باشی مہاراجہ کو یاد کر کر کے رو رہے ہیں، مہاراجہ کو چاہیے کہ مرحوم کے نقشِ قدم پر چل کر حکومت کر سکیں،

خطرہ میں پڑ جاتی ہے، اور وہ ملک کی بہبود سے ...
پھر سالن لیتا ہے، تو یہ اصحاب اسکی ... اشاعت
پر نمک سہتے چڑھاتے ہیں، مگر اپنے طرزِ عمل پر غور نہیں
فرماتے، ہم سب گورنمنٹ ہی کی وفاداری کا دم
ادا کر رہے ہیں، مگر ایک وہ ہیں کہ جنہیں سنبھل کر بھی
اپنا فرض یاد نہیں آتا، اور سمجھے ہوئے ہیں کہ انہیں سند
تو خیر خواہ ہے، اسے کیا امداد دینی ہے
... کہ قرض چڑھا کر جو ... تو ... کے
... کی زندگی پر ... پھونکتے ہیں، اور ...
شاندار ... سے ... ہوتا ہے ...

علی راجپور کے ارکان

آج تو ... ریاستوں میں ہر جگہ ترقی ہو ... خیر خواہ وزراء کا قحط ہے، مگر علی راجپور ان سب میں سب سے زیادہ بدقسمت ہے کہ جہاں نہ کوئی صالح اہلکار ہے، نہ اصلاح سنی جاتی ہے، نہ چند ... اہلکاروں سے کام لیا جاتا ہے، نہ قدیم باغ کی نگہبانی کا خیال ہے، خدا معلوم کیا آفت آئے،

اودے پور کی بادشاہت

اودے پور کو جو عزت دنیا کی شاہی نسل میں نصیب ہے وہ موجودہ تاجدار تک بدستور قائم رہیگی، افسوس کہ آیندہ سلسلہ نو منقطع ہوتا نظر آتا ہے، مہاراجہ ہر طرح با اختیار ہیں، سب انتظام فرما سکتے ہیں،

جودھ پور کی شکایات

جودھ پور کے انتظام کی نسبت تو کوئی شکایت نہیں، مگر اسلامی بھائیوں کی چند شکایات دفتر ہذا میں موصول ہوئی ہیں، ہم دربار کو توجہ دلاتے ہیں کہ رواداری ہی ایسا اصول ہے، جس سے ہماری ریاستوں کے احیاء و بقا کے اسباب پیدا ہو سکتے ہیں،

جیسلمیر کی نسل

جیسلمیر کی شاہی نسل کی ایسی اُفتاد ہے، کہ جہاں وہ گئی اُن کے سر پر شاہی چتر نثار رہا، مگر افسوس ہے، کہ اب خاص جیسلمیر سے یہ خوبیاں صفحا ہو رہی ہیں،

ٹونک کا مسئلہ اور ولیعہد کے دشمنانِ روسیاہ

جب سے بھائی گورچرن سنگھ کی
خیدا دل چوکڑی نے ہاتھ پاؤں
پھیلائے ہیں، ریاست مفتون؟
جاری کیا ہے، ریاستوں کیخلاف
ایک عام نفرت پھیلائی جا رہی ہے، ایک والیٔ ریاست
اپنی ریاست کا معاملہ جیسا سمجھتا ہے، دوسرا کوئی نہیں
جانتا، شریر اشخاص اپنا دوزخ بھرنے کے لئے ہر
طرح کا پروپیگنڈا کر رہے ہیں، اخبارات آلۂ کار بن رہے
ہیں بقبلہ نواب صاحب اور دربار مسئلہ مدبر ہیں، جو
کبھی وہ کرینگے حق و انصاف کے لئے کرینگے، پھر ان ڈکوڑی کے لوگوں کو کیا حق ہے کہ وہ قبل از وقت رائے زنی کریں، بھوپال کا فولادی پنجہ ہمارے تمام رؤسا کا ممنونِ احسان ہے، رؤساء کو چاہئے کہ کسی طرح جو شرارت کرے، قانونی گوشمالی سے اجتناب نہ کیا جائے،

> عید کا چاند ہوتا ہے یا شبقدر کی رات، دسہرہ کا گرد ہونا
>
> ہے یا دیوالی کا دیا،
>
> خیر خواہوں سے لاپروا، وفاداروں سے بےخبر، خوشامدیوں
>
> سے غافل، حقیقت و اصلیت سے ناآشنا اصحاب
>
> کو اسکی بار بار کی درخشانی پر دولت برباد کرتے وقت
>
> کبھی ذرا بھی خیال نہیں آتا کہ ہم اسے اپنے در دولت پر
>
> برس سے گداگری کا وظیفہ پڑھا کیے ہیں، اسے
>
> زندہ رکھنا چاہئے اور مفت خوری ہماری شان کے
>
> منافی ہے،
>
> مگر جب ہم اپنے رجسٹر سرپرستان پر نظر ڈالتے

ریاست جبلوگ (شملہ) کے فرضی مظالم

دہلی کے اخبارات میں رانا صاحب کے متعلق لکھا جا رہا ہے
کہ رانی صاحبہ جلاوطن کر دی گئیں، علانیہ رشوت کا
بازار گرم ہے، چاروں طرف ظلم کی مشق ہو رہی ہے، ہمیں معتبر تصدیق کی بنا پر اسکی تردید کرنا پڑی
کہ یہ واقعات سرتاپا غلط ہیں، راجماتاجی بیٹے آنندپور [?] میں قیام فرما ہیں، ہاں رانا صاحب
بہادر کے اصغر کنور شیب سنگھ آپ سے عداوت رکھتے ہیں اور وہ علاقہ انگریزی میں برسر عروج ہے، اب آپ
خود سمجھ لیجئے کہ کیا معاملہ ہے، رئیس ہند کی آئندہ اشاعت میں راجہ کے متعلق تفصیل لکھا جائیگا،

تاجدار و دربار کولہاپور

مرحوم مہاراجہ کولہاپور کی شخصیت علم پروری تدبر اور سادگی
اظہر من الشمس تھی، درباری بھی ایسے ہی ملے تھے، مگر افسوس کہ اس
میر مجلس کے مجلس سے علیحدہ | ہیں، تو ہمیں مہاراجگان راجگان عالیشان، نوابان و | ہوتے ہی سب کاروبار بند
ہوگئے، جدید تہذیب کے ناولن | امرائے نامدار کے نام دیکھ کر اپنی بے بضاعتی پر شرم آتی | ہے برسر عروج ہیں کہ جنہیں نہ
ریاستی مفاد کی پروا ہے، | ہے، ہماری غیرت نفسانی۔ اسلامی زندگی میں انہیں | نہ اس کی شہرت کی مہاراجہ
صاحب کو اپنی وزارت قدیم | ایک قومی رسالہ کے مناصب چندہ کیلئے ان سے تقاضا | کو ارکان سے چھٹکارا چاہئے

خیرپور سندھ کی خیر خیریت

والی بیگم | نہیں کیا، کیونکہ ہم سمجھے ہوئے تھے کہ شاہی نسل اور امراء | کے متعلق جو طوفان ریاستوں
کے | دربار ابر رحمت کے مشابہ ہیں، جب خلق خدا کو ضرورت | بدخواہ "ریاست" نے برپا
کیا ہے، | تو اسکے باران مقدر ہو کر باران رحمت کا نزول | اس سے شرم و دیکھئے جائے
ہیں اُسے ایسی پردہ دری | ہوتا ہے، مگر افسوس کہ جہاں دور حاضرہ میں ارباب ثنا | کرتے وقت بھائی گوچند سنگھ
کی ناموس میں عیش کوشیاں | نے اپنے خواص تبدیل کر دیئے، وہاں ہماری عالیجاہ | یاد کر کے تہذیب و متانت
کے ساتھ نکتہ چینی کرنا چاہئے تھا | والا پاک شاہی نسل نے بھی اپنی فیاضی اور ہمدردی دلی | مگر وہاں تو سب کچھ حصول
زر کیلئے کیا جاتا ہے، کس کی اصلاح، کس کی جائز نکتہ چینی،

بہاولپور کا لکھنی عطیہ

اخبارات میں اس عطیہ کے متعلق یہ تصریح کی گئی ہے کہ نواب صاحب
نے عمر من خلد عقیدہ کے مرمن معایا کو دیا ہے جسکی قیمت آئندہ

غصل میں وصول کیجائیگی، غلطی کی یہ صورت ہے، یہ علیحدہ نہیں، خوشامدیوں نے خواہ مخواہ نواب صاحب کی دریا دلی کا دریا بہا دیا۔ (اڈیٹر) دربار زیادہ روشنی ڈال سکتا ہے اور ہمیں تو اخبار اسکی شرارت معلوم ہوتی ہے

گارڈین مہاراجکا ریاست سرگوجا

ایک معزز و معتبر نامہ نگار کی تحریر شیخ سے عالمیں شائع ہوئی تھی کہ ملازمان ریاست بہ ہنگام سفر آلود دہلی آن کا ایک قیمتی بکس آلود کی ٹرین سے نکال کر اپنے قبضہ میں لیگئے، جو پولیس کی امداد سے برآمد ہوا، اسکی تعدیگار ڈین مذکور نے دفتر میں بھیجی ہے، ہم نے اس کی نقل اس کے جواب کیلئے شکایت کنندہ کے پاس بھیجدی، جواب آنے پر گارڈین کے پاس بھیجا جائیگا، ہم پھر دونوں کے بیانات سن کر اپنی رائے ظاہر کریں گے،

ایڈیٹر

ریاست سرمور ناہن کی خاموشیاں

اخبار "ریاست" اور اس کے دیگر ہمنوا جو ایک دو سال سے ریاست سرمور کو ہر طرح ذلیل کر رہے ہیں، اور کوئی دقیقہ رسوا نیک مزاج کو بدنام کرنیکا باقی نہیں چھوڑا، ایک بار سرمور کبھی کی آمد پر کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لینے ہی میں اپنی حفاظت سمجھتا ہے،

کا صدانہ بھی بھکلیا، امرائے دربار اور ارکان وقت اپنا پیٹ درباروں کی خیر خواہی سے قائم رکھتے ہیں، وہ شاہی خزانوں سے برائے نام کارکردگی کی اپنی تنخواہ ہر ماہ وصول کرنے کیلئے بیقرار رہتے ہیں، مگر ہم جیسے خدام کی خیر خواہیوں کی کوئی قدر نہیں فرماتے، اور سمجھتے ہیں کہ ہمارے سلام کے لئے جیسے اکثر آدمی ملازم ہو رہے ہیں، ان میں سے ایک رئیس ہند بھی، ہم نہایت مجبور ہو کر ان اصحاب سے یہ پوچھتے ہیں کہ آپ یہ چاہتے ہیں کہ کیا آپ کا خیر خواہ، خیر خواہی کرتا کرتا جان دیدے، اگر نہیں تو کیوں آپ اپنا فرض ایمانداری

ریاست منڈی کی ترقیوں کی وجہ

آجکل اعلیٰ تعلیم پاکر کاغذی ڈگریاں کم ظرف، احمق اکثر لوگ معمولی لے کر دو شریف خون پر فائق قرار دیا جاتا، نتیجہ ہوا کہ موز رائے لائق نوجوان شمار کا بہت بڑا ماحول ہوگیا، ہزار شکر ہے کہ ریاست منڈی کو رائے بہادر دیوان مینا صاحب بیرسٹر ایٹ لا وساقا تعانی نوجوان ہمدرد وزیر ملا، تمام کوہستان میں ریاست منڈی نے دنوں ہی میں برتری حاصل کرلی، حقیقت یہ ہے کہ قابل مدبر وزراء کے بغیر ریاستوں کا نظم و نسق کبھی بھی قائم نہیں رہ سکتا،

کپورتھلہ کی وزارت

مہاراجہ کپورتھلہ بلحاظ سلیقہ و تہذیب درجۂ خاص رکھتے ہیں، اور انسان شناسی کا مادہ خدا نے ایسا عطا کیا ہے کہ ہر ایک تاجدار کو نصیب نہیں۔ آپ نے اپنے قدیم دارالمہام کے خاندان سے اپنا وزیر چن لیا، اور کامل اعتماد فرمایا، یہ وزیر وزراء پنجاب میں بے نظیر ہے، ریاست کا خیر خواہ ہے، اور سلطنت انگلشیہ میں باَرسوخ، پھر ریاست اور رعایا آرام کی زندگی کیوں نہ بسر کرے،

مالیر کوٹلہ کے بدخواہ

مالیر کوٹلہ سے پے در پے چند مراسلات متعلق اہلکاران موصول ہوئے، اور ساتھ ہی متفرق اخبارات کے کٹنگ بھیج کر دیش بھگت کو شرم دلائی ہے، کہ حق سے گریز کر رہا ہے، لیکن ہم بدمعاش لوگوں کی غرض وغایت خوب سمجھتے ہیں کہ ان کا شیوہ ہے، جو حق کی آواز بلند کرنے

> شرافت سے ادا نہیں کرتے، اور دیش بھگت کا حساب چندہ کیوں ادا نہیں فرماتے، ہم قلمی خفیہ کے شیدا دیکھیں گے کہ ہماری اس اپیل کا کیا اثر ہوتا ہے،
>
> گذارندہ چیف منیجر ریاست ہند دہلی

فریدکوٹ کی خوش قسمتی

پبلسٹی کونسل فریدکوٹ کے لئے سردار اندر سنگھ کا انتخاب بشبہ گمرہی ہوا تھا، کہ روز تقرری سے ترقی جاری ہے، افسوس ہے کہ سردار فتح سنگھ نے اپنی جوانی کی تباہ کن یادگار چھوڑ کر اپنے لئے بربادی کی شاہراہ اختیار کی،

چمبہ کا اچنبھا

ریاست کا راجہ حسن و عشق کے جذبے سے مجنونانہ زندگی ہے، اور نادانوں نے اسے ہی حقیقی مسرت سمجھ رکھا ہے، یہی خوشی رعایا کے جان و مال کی حفاظت سے، نہ کہ بردہ فروشی اور عزاہمی زر، کاش راجگان ہند اپنے فرائض سمجھیں، اور امانت میں خیانت نہ کریں، خیر یہ کمیشن سب کو راہ راست پہ لے آئیگا،

سکیت کا سکون

راجہ صاحب سادہ مزاج اور نیک نفس ہیں، اور پہاڑیوں میں یہی وصف راجگان سلف میں ہوتا تھا، مگر اب مغربی ہوا نے صورت بدل دی، نوجوان ذہنیں بھی ایسے پیدا ہو گئے، پہلی حکومت سکون کی حکومت، اور رعایا فتور کی،

راجہ صاحب زمانہ قدیم کی تصویر ہیں، اِس لئے امن وامان سے حکومت ہو رہی ہے، یہی ہم کی حکومت ہے، اور یہی راجگی ہے، اگلی سیزن میں ہم نے انتظام کیا ہے، کہ ریاست کی تفصیلی کیفیت کا نقشہ کھینچا جائے،

ریاست دوجانہ کی بے خبریاں

صفِ قدیم کے اٹھ جانے سے انگریزی تہذیب کی صف آرائی ہوگئی، خدا ان نااہلوں سے ہماری ریاستیں محفوظ رکھے نواب صاحب کو چاہئے کہ ارکان کے انتخاب میں جلد توجہ فرمائیں،

کارکنانِ ریاست کلسیہ

افسوس ہے کہ کلسیہ پرانی ریاست نالائق وناقابل کار اہلکاروں کے دامِ فریب میں آکر اپنی شہرت زائل کر رہی ہے، راجہ صاحب کو خود توجہ کرنا چاہئے،

تاجداران کی دست برداری کیلئے انگریزوں کا پروپاگنڈا

ایک برہمن اپنی دانشمندی سے اپنی تدریجی ترقی کا دعوٰے کرتا ہوا بیان کرتا تھا، کہ میں توے پر سے روٹی ڈال کر آگ کمزور کر دیتا ہوں، روٹی تیار ہو جاتی ہے اور کسی کو علم تک نہیں ہوتا، یہی حالت انگریزی پالیسی کی ہے، مُبصروں نے تپدق سے تشبیہ دیکر اصلیت سے نقاب سرکایا،

ہندوستانِ انگریزی کامل طور پر انگریزی تسلط میں آچکا اب ضرورت تھی کہ ہندوستان کے پسماندہ حصہ پر بھی دستِ شفقت دراز کیا جائے، چنانچہ موقعہ مناسب سمجھ کر انگریزی اخبارات نے شوشہ چھوڑا ہے

ریاست کشمیر کے فروخت کئے جانیکی افواہ

لندن یکم دسمبر وقتاً فوقتاً برطانیہ کے اخبارات میں یہ افواہیں شائع ہوتی رہتی ہیں کہ ہندوستان کے والیانِ ریاست برطانوی ہند اور دیسی ریاستوں میں ذمہ دار حکومت قائم ہونیکے خیال سے بہت خوفزدہ ہو گئے ہیں، اور وہ اب بھاری سالانہ وظیفوں پر حکومت سے دستبرداری حاصل کرنیکے بہت خواہشمند ہیں، سنڈے ایکسپرس کے آج کے پرچے میں یہ افواہ شائع ہوئی ہے کہ ہز ہائینس سر ہری سنگھ جی مہاراجہ کشمیر بہت بھاری سالانہ وظیفہ کے عوض کشمیر فروخت کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں یہی

اخبار اس بات پر زور دیتا ہے کہ کشمیر سیاسی اور آب و ہوا کے نقطۂ نظر سے گورہ فوج کیلئے بہت زون ہے، اس بات کے ثبوت میں اخبار مذکور ایک گمنام آدمی کا حوالہ دیتا ہے، جو یہ کہتا ہے کہ والیان ریاست کو یہ معلوم ہوتا جاتا ہے کہ اب خود مختاری اور مطلق العنانی کے دن بڑی سرعت کیساتھ ختم ہو رہے ہیں، اس لئے جلد ہی ریاست سے کنارہ کشی کر لینی چاہئے، فری پریس بیان کرتا ہے کہ سنڈے ایکسپریس کا یہ بیان بالکل بے بنیاد ہے،

غور ہو سکتا ہے کہ اگر سنڈے ایکسپریس کا یہ بیان بے بنیاد ہے، تو ہندوستان میں اسکی اشاعت کی کیا ضرورت تھی؟ دراصل یہ ایک شوشہ ہے، برہمن نے آگ روشن کی ہے، جب روٹی تیار ہو جائیگی لوگ حیران ہوں گے، خدا ریاست کو محفوظ رکھے،

بلاسپور

رئیس جبل کی پولیٹکل کارستانیوں نے آخرش نزدیکی شاہی گھرانوں میں بھی آگ لگا دی، ریاست بلاسپور پہاڑی ریاستوں میں ایک خاص مرتبہ رکھتی تھی، اسکی تاریخی اہمیت گورکھا وار سے معلوم ہو سکتی ہے، رئیس جبل کی دختر بد قسمتی سے ولیعہد بلاسپور سے منسوب ہو گئی، نتیجہ یہ ہوا کہ خانہ جنگی کرا دیگئی، راجہ صاحب بنارس کی ہوا کھانے کیلئے بھیجدیئے گئے، اُمید نہیں کہ راجہ صاحب پھر برسر حکومت ہو جائیں، صاحب ایجنٹ گورنر جنرل پنجاب سٹیٹس کو بہت جلد اصلیت دریافت فرما کر صحیح نتیجہ پر پہنچنا چاہئے، آئیندہ بھیانک سازشوں کا انکشاف کیا جائیگا،

رام پور بشہر

پنڈت چترنجی وزیر نہایت ہوشیار، مستعد، بارسوخ وزیر ہے، اور یہی ریاست کا کاروبار انجام دیتا ہے، راجہ صاحب قدیم زمانہ کے ایک بزرگ ہیں، جنگل کے معاملے میں جو گورنمنٹ نے حال ہی میں چالیں چلی ہیں، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، ہم عنقریب یہ معاملہ پبلک کے نوٹس میں لائینگے

نالاگڑھ

پنڈت لائق رام وزیر کی کارگذاری ریاست جبی میں نہایت اچھی معلوم ہوئی، گیان سنگھ نے خوب گڑھ پرشاد کے گل اپنے چہیتے ریاست میں جو خانہ جنگی خطرناک صورت اختیار کر رہی ہے پنڈت صاحب کو چاہئے کہ جلد رفع کر کے جبی کی طرح اپنی شہرت نیک قائم کریں اس ریاست کے حالات ابتر ہو رہے ہیں، ہم اپنے فرائض کے تقاضے سے خاموش ہیں، آگے اشاعت

بیں مراسلات درج کرینگے،

حیدرآباد کے سکھوں اور مسلمانوں کی آویزش میں مسلمانوں کی زیادتی تھی

گوردوارہ صاحب نادیر کے متعلق جو فساد مسلمانوں کا سکھوں سے ہوا اس کا فیصلہ جسٹس ملکنگ نے فرما کر مسلمانوں کو قصور وار گردانا مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ قبروں کو اکھاڑ دیں، عدم تعمیل پر سکھوں کو اختیار دیدیا گیا، ہندی ریاستوں میں ہندیوں کے خلاف اور اسلامی ریاستوں میں مسلمانوں کے خلاف ایسا فیصلہ ہونا اس امر کی دلالت کرتا ہے کہ حکومت بے سُود رعایت کی طرفدار ہے، اور قوم نوازی کے تعصب میں گرفتار ہے،

ریاست بھاونگر میں شاردا ایکٹ

ایک طرف دقیانوسی خیالات کے ہندی دوسری طرف بیکار زر پرست کٹر مسلمان "شاردا ایکٹ" پر واویلا مچا رہے ہیں، گورنمنٹ عالیہ کی نیک نیتی پر شبہ کیا جا رہا ہے، ہمارے تاجداران میں مہاراجہ بھاونگر شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اپنی عزیز رعایا کو مرد بنانے میں سب سے پہلے حصہ لیا، کاش دیگر تاجداران اپنی جڑوں کے مضبوط کرنے کی طرف راغب ہوں،

مہاراجہ الور کے بدخواہ

مہاراجہ الور ولایت سے ریاست میں واپس آ رہے ہیں "ریاست" اپنی شرارتِ طبعی سے اُن کی دست برداری کے فرضی فسانے چھاپ کر اپنی ازلی رُوسیاہی کا ثبوت دیا تھا، بشیروں کیلئے ڈوب مرنے کا مقام ہے،

وائسریگل لوج دہلی پتھروں کا ڈھیر ہے

پندرہ سال سے زاید عرصہ میں ۱۴ کروڑ روپیہ پایہ تخت کی تیاری میں صرف ہو گیا، گزشتہ کی بے بہری دیکھئے، کہ نہ تو مہاراجہ پرتھوی راج سی تعمیر ہو سکی، نہ شاہجہانی ہندستان نوازانہ رہا ہے، لیکن وہ ایک مبصر کی حیثیت سے رائے خوب قائم کر سکتا ہے، کہتے ہیں کہ یہ عمارت پتھروں کا ایک ڈھیر ہے"

(گزشتہ سے پیوستہ)

(۳) باب سوم

کون تم کو آگے بڑھنے سے روکتا ہے

بہت سے نوجوان مرد اور عورتیں اس انتظار میں کہ کوئی بات اُن کے حق میں ہوگی، یا کوئی آدمی اُن کو سہارا دے گا، اپنی زندگی سستی اور کاہلی میں گزار دیتے ہیں، اچھا اور لڑکے اور لڑکیاں جن کو اوّل الذکر لوگوں کی نسبت نصف بھی موقعے نصیب نہیں ہوتے، اپنی تعلیم خود کرتے ہوئے افلاس و غریبی سے اپنے آپ کو نکال کر بلندی پر لے جاتے ہیں، اس سے بڑھ کر اور کونسا خیال ناقص جو آدمی کے دماغ میں داخل ہو سکتا ہے، کہ اچھے موقعے صرف زمانہ گزشتہ میں تھے اور بغیر کسی شخص کی مدد کے زندگی کی ابتدا کرنی مشکل ہے۔

تمہاری گھڑی کی بڑی کمانی گھڑی کے غلاف سے باہر نہیں، کوئی بیرونی طاقت یا زور گھڑی کا وقت درست نہیں رکھ سکتا ہے، اُس کی بڑی کمانی اُس کے اندر ہے، جس طاقت کی مدد سے تم نے منزلِ مقصود پر پہنچنا ہے، وہ کسی اور میں نہیں، وہ طاقت اگر کہیں ہے، تو تمہارے اندر ہے۔

ایک اُدھیڑ عمر کا شخص ایک کارخانہ واقع نیویارک میں ملازم تھا، اُس کو وہاں سے علیحدہ ہونا پڑا، کیونکہ اُس نے اپنی تنخواہ میں دو سو ڈالر سالانہ کی ایزادی طلب کی تھی، اس شخص نے مجھے خط میں لکھا کہ کارخانہ میں اُس نے بائیس سال ملازمت کی، اور دوران ملازمت میں ہمیشہ ایمانداری سے محنت کرتا رہا، اور ہر طرح سے اس بات کی کوشش کرتا رہا کہ کارخانہ کے کام میں ترقی ہو، لیکن بائیس سال کی ملازمت کرنے پر بھی اُس کی تنخواہ صرف ایک ہزار ڈالر سالانہ رہی، اس شخص کو اس بات کی شکایت ہے کہ کارخانہ نے اُس کی ترقی میں روک ڈالی، اور اُس کے ساتھ ناانصافی کا سلوک کیا، آج کل یہ شخص نیویارک کی میونسپل کمیٹی میں بمشاہرہ بارہ ڈالر فی ہفتہ ملازم ہے، ظاہرا طور پر تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ بائیس سالہ ملازم کو برطرف کر دینا کام کارخانہ کی جانب سے

بڑی سختی اور بے رحمی کا کام تھا، لیکن یہ الزام کہ کسی نے اُس کو ترقی کرنے سے روکے رکھا، بالکل دیگر معاملہ ہے، بڑی بات تو یہ ہے کہ اگر یہ شخص اپنی خدمات کو بیش قیمت بنا دیتا، تو کارخانہ کے لئے اُس کو برطرف کر دینا، سخت بیوقوفی کا کام تھا، کارخانہ کس طرح ایسے شخص کی خدمات کو خود بخود ضائع کر دیتا؟ ہم نے دریافت کر لیا ہے کہ بیس سال کے اندر بیسیوں آدمی اِس کارخانہ کے ملازم ترقی پا گئے، جتنے وقت میں ایک شخص ایک ہزار ڈالر سالانہ تک پہنچا، اِس کے دیگر ساتھی کوئی پانچ ہزار کوئی دس ہزار کوئی اِس سے بھی زیادہ تک پہنچ گئے، اور کئی تو ایسے تھے، جنہوں نے اِس شخص سے بہت نچلے درجہ پر ملازمت شروع کی، اگر وہ لوگ کوئی سپرنٹنڈنٹ بن گیا، کوئی منیجر اور کوئی کارخانہ کا ساجھی، کیا کوئی ہوش و حواس والا شخص یہ کہہ سکتا ہے، کہ جتنی ترقیاں لوگوں کو ملیں، وہ بسبب رعایت و پاسداری دیگئیں، اور لیاقت کا خیال نہ رکھا گیا، کیا کوئی ملازم رکھنے والا، ملازم رکھنے میں اپنے مفاد کا خیال نہیں کرتا، کیا یہ لوگ اپنے نفع نقصان کا موقع نہیں سمجھتے"

بات دراصل یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ شخص اپنی ترقی میں خود ہارج ہوا، اُس کی ناکامیابی کا موجب خود اُس میں تھا، نہ کہ کارخانہ میں، یہ خیال کر کے یہ شخص اپنے دل کو اطمینان دے سکتا ہے، کہ اُس کو ترقی کرنے سے روکا گیا، اور لوگوں کو اس کے آگے کر دیا گیا، مگر سچائی درحقیقت یہ نہیں، بہت آدمی یہ خیال کرتے ہیں، کہ کوئی بیرونی حالات ان کو پستی و ضلالت میں رکھتے ہیں، اور اگر وہ اِن حالات سے بچے رہیں، تو وہ کچھ کر دکھائیں، مگر کوئی طاقت اُن کو کار نمایاں کرنے سے روکے رکھتی ہے۔ اکثر اوقات میرے پاس نوجوان مردوں عورتوں کے خطوط آتے رہتے ہیں، جو اِس بات کی سخت شکایت لکھتے رہتے ہیں، کہ حریف ان کو بڑھنے اور ترقی کرنے نہیں دیتے، ایک نوجوان دوا خانہ کا کلارک مجھے لکھتا ہے، کہ دس ڈالر ہفتہ وار تنخواہ پر وہ بُری طرح سے اٹکا ہوا ہے، اور آئندہ ترقی کا ذریعہ اُسے دکھائی نہیں دیتا، تنخواہداروں سے یہ شکایت سُننے میں آتی ہے، کہ شادی سے پہلے جو اُن کی آمدنی تھی، وہی اب ہے، اور بڑھے ہوئے اخراجات اُن کی ترقی میں ہارج ہو رہے ہیں، اور لوگ یہ لکھتے ہیں، کہ ان کو چھوٹے چھوٹے شہروں میں ناموافق طبع ملازمت کرنی پڑتی ہے، جہاں ترقی کی کوئی

گنجائش نہیں، اور کوئی موقع نہیں، وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ سخت محنت کرکے بھی ان کو صرف پیٹ پالنے جتنی کمائی ہوتی ہے، کئی لوگ اس بات کے شاکی ہیں کہ ان کو اپنے رشتہ داروں کی مدد کرنی پڑتی ہے کئی یہ گلہ کرتے ہیں کہ پرانے قرضوں کی ادائیگی کا بوجھ ان کو دبا رہا ہے، ان سب کو دنیا میں ترقی نہ کرنے کی کوئی نہ کوئی وجہ دکھائی دیتی ہے، بعض حالات میں تو خط لکھنے والے اس بات کا نام بھی نہیں دے سکتے جو ان کو ترقی کرنے سے روکتی ہے، لیکن یہ وہ محسوس کرتے ہیں کہ کوئی نہ کوئی بات ان کی راہ میں رکاوٹ ثابت ہو رہی ہے، اور وہ اس کا نام قسمت رکھ دیتے ہیں، اس قسم کے لوگ سب سے زیادہ گلہ شکوہ کرتے ہیں، ایک اور قسم کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ جن بندھنوں میں وہ بندھے ہوئے ہیں، اگر وہ کاٹ دیئے جائیں تو وہ عجیب و غریب کام کر دکھائیں، اگر وہ ان بیڑیوں کو توڑ سکیں، جو ان کو ناموافق طبع کاموں سے جوڑے رکھتی ہے، یا ان کو دوسروں کی مدد کے لئے مجبور کرتی ہے، جن کی وجہ سے ان کو کھیتوں میں کام کرنا پڑتا ہے، اور شہروں میں جہاں بڑے بڑے موقعے ملتے ہیں، جانا نہیں ملتا، اگر یہ مخالف حالات دور کر دیئے جائیں، تو وہ کارہائے نمایاں کرکے دکھائیں، جن سے دنیا کے تعجب کی انتہا نہ رہے، ایسے لوگوں کا خیال ہے کہ اگر رکاوٹیں ان کے رستے سے دور ہو جائیں، اور ان کی ترقی میں حارج ہونے والے اسباب نہ رہیں، تو وہ بڑے بڑے موقعوں کی فضا میں اڑ اڑ کر زیادہ مکمل زندگی بنا سکیں، جیسے عقاب پنجرے سے آزاد ہو کر بلند آسمان پہ اڑتا پھرتا ہے"

اس خیال کو دل میں جگہ دے کر خواب خرگوش میں پڑنا کہ کوئی ہم کو پستی میں رکھتا ہے، ایسی بیہودہ بات زبان پر کبھی نہ لانا کوئی سمجھدار آدمی اس کو یقین نہیں کرے گا، اگر ایسی بات کہو گے تو لوگ تمہارا مذاق اڑائیں گے۔

اپنے حسب حال جو کہیں نہ کہیں ضرور مل جاتی ہے،

ترقی کرنے والے کارخانوں کے مالک ہمیشہ چیدہ آدمیوں اور عورتوں کی تلاش میں رہتے ہیں، ایسے چیدہ مرد و عورت جو گردوپیش سے الگ ہو کر کوئی نرالی طرز کا کام دکھا سکتے ہیں، یا کام کرنے کے عملوں میں کوئی کفایت شعاری کا طریقہ رائج کر دیتے ہیں، جس سے کام میں آسانی ہو جاتی ہے، کارخانے والے ایسے ملازموں کی تلاش میں رہتے ہیں، جن میں سرگرمی اور اعلیٰ لیاقت کے نشانات موجود ہوں، ان کو جستجو رہتی ہے کہ ترقی کرنے والے ملازموں کی جن میں جودت خیال ہو، اور جو ان کے کام کو کامیاب بنانے میں مدد دے سکیں، ان کو اچھی طرح معلوم ہے کہ مشین کی طرح کام کرنے والے آدمیوں کی کوئی کمی نہیں، ایسے لوگ گروہ در گروہ ملتے ہیں، جن کو اگر کسی اسامی پر مقرر کر دیا جائے، تو وہ اس اسامی کا کام چلاتے جائیں گے، ایسے بے چال چلنے والے آدمیوں کی کوئی کمی نہیں مگر ضرورت ہے، ادائے پن کی، خاص شخصی وسعت کی، اور زمانہ کی ضرورت کے مطابق طرز و اطوار عملی کی، ان کی ضرورت ہے، ایسے ملازمین کی جو زور و ہمت کو کام میں لا سکیں، اور جنہیں چلانا نہیں، شکوے شکایت نہ کریں، حیلہ بہانہ نہ بنائیں، اور ہر بات میں جن کو سوال پوچھنے کی ضرورت نہ ہو، ایسے ملازم کی ترقی میں کوئی بات سدِ راہ نہیں ہو سکتی، کوئی شخص اس کی ترقی میں حارج نہیں ہو سکتا، اتفاقاً اگر کوئی شخص تمہارے سے اوپر تمہاری ترقی کے راستہ میں کسی خود غرضی سے حائل ہو، تو تم کو تو خوش ہونا چاہئے کہ کوئی تم کو پستی میں رکھنا چاہتا ہے، اور اس بات سے آگے بڑھنے کے لئے تم میں زیادہ جوش پیدا ہونا چاہئے، یہ تو بڑی اچھی علامت ہے، کہ اس شخص کے خوف کی کوئی وجہ ہے، اور تمہارے اندر اچھی اسامی پر جانے کا مصالحہ موجود ہے، اس بات سے تمہارا حوصلہ بڑھنا چاہئے، اور تم کو دگنی زیادہ کوشش کر کے کام کو زیادہ خوبی سے کرنا چاہئے جس کام کو تم ہاتھ لگاؤ اس پر عمدگی کی مہر لگا دینی چاہئے، اور جو شخص تم کو نیچے رکھنے کی کوشش کر رہا ہے، اس کی نسبت زیادہ نفاست سے کام کو انجام دینا چاہئے، زیادہ خوشدلی عمل میں لانی چاہئے، اور لیاقت کی زیادہ خوبیوں کا اظہار کرنا چاہئے، تاکہ تھوڑے ہی عرصہ میں جس اسامی کے لئے تم کوشش کر رہے ہو

ہو، ام تم کو مل جائے،

فلکن کا یہ قاعدہ تھا کہ وُہ ہر ایک موقع کو بڑا موقع بنا لیتا تھا، اُس کے دل میں یہ خیال رہتا تھا کہ کون جانے کوئی شخص کسی بڑی اور بہتر بات کے لئے اُس کا اندازہ لگا رہا ہو کہ کیسا شخص ہو، اُس سے کاروبارِ زندگی شروع کرتے وقت کوئی بات حقیر خفیف و قابلِ نظر انداز نہیں ہوئی، جو نوجوان ترقی کر رہا ہے، اُس کے لئے کوئی بات بھی خفیف نہیں، کیونکہ ایک ذرا سی لغزش سے وُہ قعرِ ضلالت میں گر سکتا ہے، جب کوئی لڑکا پیغام لے جاتا ہے، یا کسی دفتر میں داخل ہو کر کسی شخص کے ہاتھ میں جس کو ملازم کی ضرورت ہے، کوئی خط پکڑاتا ہے تو اُس کو معلوم نہیں ہوتا کہ میرے طرزِ عمل سے مستقبل کا اندازہ اُس شخص کی نظر میں کیا لگے گا، جب وُہ کوئی کام رہا ہے، کوئی شخص اِس کو بانداز غور سے دیکھ رہا ہو، اُس لڑکے کے مُنہ سے نکلی ہوئی بات، اسکی طرزِ خرام، راستہ میں اسکی کاہلی الوجودی کا اظہار، دریچوں میں سے جھانکنے کی عادت، یا کام کو جلدی اور اچھی طرح سے کرنے کے خیال میں جلدی جلدی چلنا، یہ چھوٹی چھوٹی باتیں اس کے لئے اسامی کے حاصل کرنے میں مفید و ناقص ہو سکتی ہیں، اِس سے ظاہر ہے کہ کوئی لڑکا معمولی سے معمولی کام کو بھی کسی قسم کی فرو گذاشت بغیر نقصان اُٹھائے نہیں کر سکتا،

ہر کام کو اچھی طرح سے سر سے چڑھاؤ، کوئی شخص ہو اگر اِس بات کو اپنی زندگی کا طرزِ عمل بنا لے، وُہ کبھی ناکامیاب نہیں ہو سکتا، اگر وُہ کسی بھی بات کو معمولی یا خفیف سمجھتا ہے، یا یہ خیال کر لیتا ہے،" اوہ یہ تو کچھ بھی نہیں، اِس میں دھرا ہی کیا ہے، ایسی حقیر سی بات میں مجھے کیا ضرورت ہے، کہ اپنی سخت ہمت و طاقت صرف کروں،" تو وُہ اپنے میں ایک ایسی عادت پیدا کر لیتا ہے، جس سے وُہ تمام کام خراب ہو جائیں گے، بعد ازاں اگر اِن کے کرنے کی کوشش بھی کرے گا تو وہ کوشش رائیگاں جائیگی،

تم کسی دکان میں میز کے پیچھے کھڑے ہو کر کام کرتے ہو، اور تمہاری خواہش ہے کہ تم اس کام میں ترقی کر جاؤ، تو ضروری ہے، کہ محنت کرو، خوش خلق بنو، اور لوگوں کو ممنونِ احسان بنانے والا ایک

کام کرو، جو لوگ یہ شکایت کیا کرتے ہیں، کہ ان کو اوپر کی اسامیاں نہیں ملتی ہیں، ان میں نقص یہ ہوتا ہے، کہ وہ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ اوپر کی جگہ پر پہنچنے کے لئے موجودہ کام اور موجودہ کام کرنے کا طریقہ ایک زینہ ہے، اور ترقی کرنے کا موقع اس بات میں ہے، کہ موجودہ اسامی کے فرائض کو مستعدی سے اچھی طرح اور قابلیت کے ساتھ سرانجام کیا جاوے، دو کلارک ہیں، ایک ہی کارخانہ میں اکٹھے کام کرتے ہیں، ان میں سے ایک یہ سمجھتا ہے، کہ اس کی تنخواہ کا بیشتر حصہ حقیقتہ وہ چیک نہیں جو اس کو ہفتہ بعد یا مہینے بعد ملتا ہے، بلکہ وہ موقع ہے، جس سے فائدہ اٹھا کر وہ کام سیکھ سکتا ہے، یا اس میں سے راز کا پتا بھی معلوم کر لیتا ہے، اور راز بھی ایسا جس کو معلوم کرنے کے لئے مالک کارخانہ اپنی تمام زندگی اور بہت سا روپیہ لگا دیتا ہے، یہ کلارک چشم و گوش کھول کر کام کرتا ہے، ہر وقت نئے نئے طریقے کام کے سوچتا رہتا ہے، نتیجہ کیا ہوتا ہے کہ وہ آخر کار مالک بن جاتا ہے، برخلاف اس کے دوسرے کلارک کو اپنے کام میں سوائے تھکا دینے والی محنت اور دوامی کلارکی کے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا،

ہمارا ایک نامہ نگار بیان کرتا ہے، کہ اس کے پاس ایک سو ایکڑ زمین ہے، اور چار آدمیوں کی پرورش کا بار اس کے ذمہ ہے، اسی طرح اگر تمہارے پاس بھی اتنی زمین ہو، اور اتنے ہی آدمیوں کی پرورش کا بار تمہارے ذمہ ہو، تو بشرطیکہ تمہارے اندر ہمت و حوصلہ، سمجھ بوجھ، ترقی کا خیال ہو، تم نہ صرف اپنے وابستگان کی پرورش کر سکتے ہو، بلکہ تم اپنے واسطے اچھی تعلیم کا بھی بندوبست کر سکتے ہو، کیونکہ جن کتابوں کی تم کو ضرورت ہے، وہ تم خود خرید سکتے ہو، اور اگر تم کو کام کا انتظام کرنا، اور طریقے سے چلانا آتا ہے، تو تم کو ان کتابوں کے پڑھنے کے لئے وقت بھی کافی مل سکتا ہے،

اگر تمہارے اندر وہ باتیں ہیں، جو کامیابی کے لئے ضروری ہوتی ہیں، تو کوئی شخص تم کو زندگی کی دوڑ میں پیچھے نہیں رہ سکتا، کیونکہ اگر موجودہ اسامی پر تم کو ترقی کا موقع نہیں ملتا، تو کسی نہ کسی جگہ ضرور مل جائے گا، یہ بات یاد رہے کہ ترقی تمہاری اتنی ہو سکتی ہے، جتنا تمہارا ارادہ ہے،

اِس سے زیادہ نہیں ہو سکتی، جب تک تم کو یہ خیال لگا رہے گا، کہ تم جکڑے ہوئے ہو اور حرکت نہیں کر سکتے، تم نہ تو اُٹھ سکتے ہو، اور نہ ہی آگے بڑھ سکتے ہو، جو شخص اپنے دِل میں یہ مانے بیٹھا ہے، کہ میں تو سدا کلارک ہی رہوں گا، وُہ کبھی بھی مینیجر یا مالک نہیں ہو سکتا، جب تک وُہ اپنے خیالات کو نہیں بدل دیتا، ایسے شخص کو جکڑے رکھنے والی زنجیر اُس کی کم اعتقادی اور کم حوصلگی ہے، اور کوئی حالات نہیں

جس طرح پتھر کو اوپر پھینکیں تو وُہ تھوڑی دیر بعد زمین پر گر پڑتا ہے، اسی طرح جس چیز کو ہمارا دِل چاہتا ہے، اور جس کے حصول کے لئے ہم لگاتار کوشش کرتے ہیں، وُہ چیز قدرتی طور پر ہم کو ملجاتی ہے، پتھر کی حالت میں جو کام کشش زمین کرتی ہے، وُہی کام ہماری خواہش، ہماری طلب، ہماری ترقی کی تمنا اور مقصود کے حاصل کرنے کی سعی و کوشش مطلوبہ نتیجہ کو پیدا کرنے میں کرتی ہیں،

ہم اوپر دوائی خانے کے ایک کلارک کا ذکر کر چکے ہیں، اگر آج یہ کلارک مصمم ارادہ کر لے کہ میں اپنے پیشہ کی چوٹی تک ضرور پہنچوں گا، اور فرصت کے وقت دل لگا کر علم کیمیا سیکھنا شروع کر دے، ہر بات میں ترقی کے خیال کو دل میں جگہ دے، اور ضرورتِ زمانہ کے مطابق کام کے طریقے عمل میں لادے، اپنے مالک کے دل میں یہ خیال پیدا کر دے، کہ اُس کا ارادہ محنت کر کے دوائی ساز بننے یا کسی دوائی خانہ کے مالک بننے کا ہے، تو بہت عرصہ نہیں لگے گا، کہ یہ شخص اپنی وش ڈالرینٹ کی اسامی سے ترقی کر جائے گا، کام کے سیکھنے کے دوران میں یہ شخص اپنی تھوڑی تنخواہ سے کئی گنا زیادہ کما سکتا ہے، یہ کمائی روپیہ پیسہ کی صورت میں گو نہ ہو، مگر اِس کو اپنے پیشہ کے بہت سے راز معلوم ہو جائینگے، کارخانہ کا مالک اِس علم کے حاصل کرنے میں روکاوٹ نہیں ہو سکتا، اور تجربہ اور کوشش سے جو ہوشیاری، لیاقت اور مشّاقی حاصل ہوتی ہے، اُن کے حصول میں کوئی چیز سدِ راہ نہیں ہو سکتی،

نیکوں اور نیکوں سے لبریز میرے دوست! کیا تم کو معلوم ہے، کہ دُنیا میں قابل حصول کامیابی کس طرح حاصل کیا کرتے ہیں، اور کامیابی کی قیمت کس طرح ادا کیا کرتے ہیں، کامیابی کیلئے

تم نے کیا کچھ کوشش کی ہے، کیا کبھی تم نے زور سے مٹھیاں باندھ کر دانت بھینچ کر اور پیچھے نہ ہٹنے کا مصمم ارادہ کر کے اقبال مندی کا رُخ کیا ہے، اور یہ دل میں ٹھان لیا ہے، کہ خواہ کچھ ہو اپنے ارادہ سے باز نہیں آؤ گے، سیدھے وہاں پہنچو گے، دائیں بائیں نہیں جاؤ گے، اگر ایسا ارادہ نہیں کیا، تو تم کو کامیابی کی کسی کی توقع کبھی نہیں کرنی چاہئے،

جس انعام کا تم انتظار کر رہے ہو، اُس کو چابکدست، مصمم ارادہ سے آگے بڑھنے والے، ہمت و حوصلہ والے آدمی قابو کر لیتے ہیں، خوش بختی کبھی بھی بالکل تمہارے پاس نہیں آتی، تم کو چاہئے کہ اس کے استقبال میں آدھا رستہ آگے بڑھو، جب تک تم اس کی طرف حرکت نہیں کرتے، وہ کبھی تمہاری جانب نہیں بڑھتی، تم کو پہل کرنی چاہئے، بغیر مصمم ارادہ اور لگاتار کوشش کے تم کامیاب نہیں ہو سکتے، اگر تم موقع کو صرف انگلیوں کے سروں سے پکڑو، تو تم کبھی بھی کوئی قابل قدر کام نہیں کر سکتے، تم کو چاہئے کہ کوٹ اُتار دو، آستینیں چڑھا لو، اور مقصد کے حاصل کرنے کے لئے اپنی زندگی کی طاقت اس میں لگا دو؛

اگر ہر شخص اپنی ملازمت میں اپنی ضمیر کے مطابق کام کرے، تو صرف ایک سال میں تہذیب و شائستگی میں انقلاب عظیم پیدا ہو جائے،

باب چہارم (۴)

تمہاری خوش بختی تمہارے اندر ہے

اُدھیڑ عمر کے کوئی سے دس آدمی لے لو اور اُن سے سوال کرو، کہ کیوں وہ اب تک بڑی مشکل سے صرف اپنا گذارہ ہی کر سکتے ہیں، اُن میں سے نو تو یہ جواب دیں گے، کہ ہم کو موقع نہیں ملا، ہم کو ترقی کرنے سے روکا گیا، حالات ہمارے مخالف تھے، اور لڑکوں کی طرح ہم کو موقعے نہ ملے، ہماری تعلیم و تربیت ٹھیک طرح نہ ہوئی، غرضیکہ اس قسم کا کوئی نہ کوئی بہانہ پیش کریں گے،

(باقی آئندہ)

(سلسلہ کے لیے ملاحظہ ہو ...)

ناممکن بنا دی' وُہ سرہند کی تباہی دیکھ کر غزنی کے ساتھ گرا گرو دوآبہ کے راستے سے کابل کو روانہ ہوا' احمد شاہ کی دفعتاً آمد پر اکثر اہلِ ملک بالعموم تباہ و برباد کر دیئے گئے تھے' اِس لئے وُہ اُن کے مقاصد کی کامیابی کا ذریعہ بن گئے' شمالی ہندوستان کے کل سکھ راجہ جسّا سنگھ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو کر ابدالی کے کابل کے راستہ میں سدِّ سکندری بن گئے' کُپ پورہ ہی سے احمد شاہ کا ارادہ کسی آئندہ جنگ کا نہ تھا' بلکہ اپنی جانوں کو صحیح سلامت لے کر کابل پہنچ جانے کا تھا' مگر سکھوں نے اپنی خداداد طاقت کے زور پر یہ ناممکن بنا دیا'

راجہ جسّا سنگھ کی سربراہی میں خالصہ دَل کا اجتماع

دوآبہ میں داخل ہونے پر جو سخت تباہی اُس کی اور اُس کی فوج کی سکھ سرداران نے کی' اُس کا نوشادری مؤرخ فاتحانہ پیرائے میں لکھتا ہے' اُس نے اِس جنگ کی یہ روئداد بڑی تفصیل سے بیان کی ہے' کہ جو کسی دیگر تاریخی کتاب میں مطلق درج نہیں ہوئی' ہم چاہتے ہیں کہ احمد شاہ ابدالی اور سکھوں کے اِس جنگ کی داستان اُسی کی زبان سے سنائیں' اور حق نقادی نقادیع منصف مزاج اصحاب کے لئے چھوڑ دیں' یہ سفرنامہ کپور تھلہ گولڈن جوبلی نمبر میں لکھا گیا تھا' بعینہ قسط اب درج کی ہے' محققین کے لئے غذائے مرغوب ہے ؎

گذشتنِ اُردوئے بادشاہ از دریائے دوآبہ رسیدنِ لشکر سکھاں

گذر کرد چوں شہ زنہرِ دوآب گذشتند مردم تمامی دوآب

نصب کرد اسلام زد بارگاہ فرود آمد آنجا تمامی سپاہ

دراں روز شکر تمامی ظہور نمودند یک سر نزدیک دُور

شب آنجا بماند فرود یگاہ علی الصبح زانجا رواں شد سپاہ

زمانہ سکوماں سلامی مؤرخین وفرمنیج کو مجبور کر تا تھا کہ وہ دیگر خدا پرست اقوام کو کافر کہیں'

کس آمد کہ رنگ شکر بے شمار … بجنگ جمع شد از پئے کارزار
جہاں چک کزیں پیش کردم بیان … کہ آں چک بود جائے پر شگاں
دل غازیاں شاد شد زیں خبر … کہ بودند بہر ظفر منتظر
شہنشاہ دریا دل و نامدار … بفرمود تا لشکرے بے شمار
بتازد بجنگ بد سرکافران … زبن بر کند بیخ آں بد بر آں
چو یک میل رہ طے شد آمد کسے … کہ اینک زرنگ فوج لشکر بسے
رسیدہ است وز عرصۂ رزمگاہ … نہ عرصہ کہ در روئے اردوئے شاہ
سر راہ اردوئے شاہی گرفت … ازیں مژدہ آتش دو عالم شگفت
شہنشاہ زگستاخی ابلہان … چو آں آگہی یافت از آگہاں
بہ تلخی بخندید در زیر لب … بود خندۂ تلخ شیراں عجب
ازاں خندۂ مژدہ شوائے خون … کہ در خندہ خنداں بریزند خون
بگفتا کہ خوف در یں عہد من … زنگہاست در زلزلہ بیدمن
چنیں ایں لشکرم شست دل درخور است … اگر تاخت آرند سگہا سزا است
چہ گوید جہانم بہ ہر کشورے … کہ بر لشکرم تاختہ کافرے
اگر رنگ بودے ہم بود آبر دلیر … نخواہد زدن پنجہ با تند شیر
اگر گرگ بر موش شد شیر جنگ … چہ موش است در جنگ پیش پلنگ
اگر چہ بود بوم چنگ دراز … چہ گوید بر دعمر از جرّہ باز
بہ ہند از سر ہندیاں ماہ و سال … ستانم بجز یہ زر و سیم مال
سپہ را دہم از مولعب براتلہ … بدہلی و بنگالہ تا سومنات

لہ ۔ ناداں کی نادانی ملاحظہ ہو کہ جنیسر کو ظاہر بیان کیا ہے میں اکس آمدن کا [illegible] مگر [illegible] صاحب کی
تفصیل نے تو حد کر دی ۔ قائم گورو صاحب

چو با افسرم کرد عزم دفاق همه تند اسپان کشم از عراق
نگہ چند مرکوار زنار پوش سپہ کین طنب کشندم بگوش
بتہ سازم آن کافران را چنان که پنجه شود در تنش استخوان
اگر هست مور و ملخ آن سپاه شود مور در پاے پیلان تباه
که پیل من آن دم که جوشد ز نیل صف مور چه بیست در پاے پیل
اگر سنگ نه تا هر زکرخ خود زپیش کند با کجل پیل من سوئے خویش
بہ جائیکه پیلم نه جنبد ز جاے کند صد هزار اسپ را زیر پاے
بہ یک حمله پیلم صف خشم گند که باشد بہ پیلم شکست انگند
سپاهم چو پا در رکاب آورد برنگ سیاہان شتاب آورد
بہ روزیکه از خصم دیں کین و خشم بہ تیغ دو صد گبر ببریدی کشم
و لے کاید از تیغ من صد دریغ که گردد بخون سگ آلوده تیغ
بلند فلک چوں که خرم ز پاے بلرزد زمیں چوں بجنبم ز جاے
چنیں چند نکته دریں باب راند سران سپه را بر خویش خواند
که باشید آماده از بهر جنگ که آید سپا و نگاں خدنگ
بخان نصیر اہی جز در زماں فرستاد آں شاہ گیتی ستاں
که کنعاں امروز روز غزا است غزا کن که فردا غزا را جزا است
تو خود چوں حریفے ز بهر غزا به قرآں تو خوانده غزا را جزا
چو دشمن بپاے خود آمد به گور برآئید بر پشت اسپان بزور
برائید در عرصه کارزار برآرید از جان ایشاں دمار

سلہ ۔ اس شاہ کی [illegible] سلطنت
کمو بیشہ

بگفت این بطلبید اسباب جنگ — بیاورد خدمت گرش بے درنگ
به سر سایه کرده ز فرش ہمائے — در آن سایه جا داشت ظل خدائے
سیاہی به چترش از آن رو شناخت — که از زیر و بالا دو چترش بتافت
شب قدر بُد تاج آن تاجدار — عجب این که شب شد برو آشکار
مرصع به لعل و گہر زرناب — منور شده چون بروز آفتاب
سرش سود بر گنبد سبز فام — شده سرخ زان روشنی گشته تام
چو زد و رکشے آسمان بے درنگ — از و یافته چشمه خورشید رنگ
علمها ببالا سر افراخته — بروے زمین سایه انداخته
ہمی خواست گفت آن چرخ پیر — که چوب علمهاش شد دستگیر
منقش علمها به نقش عجیب — که نصر من الله فتح قریب
شود ماه اش چنان معجزه النبی — زگرد[له] شود سبزه در زمین
ز تکبیر عالمه شه دین پناه — بسر داشت ماهی رسیده بماه
ز ماهیش ماهی ز انگیخته — عجب ماه در ماهی درآمیخته
چنین ماهی اندر جهان عدیم — که با ماه باشد انیس و ندیم
چو شد مستقل سایهٔ آن سمک — رسیده ز ماهی بماه و فلک
به پیش علم جمله خیل و حشم — شده چون تلفزد اخل آن علم
فرد کوفته طبل زن طبل جنگ — صداے برآمد از آن بے درنگ
که اے غازیان جنگ دین است این — بتازید بر کافران لعین
بکوس بیں چون کره داد بر س — رسیده صدایش ببینند کوس

له ـ سورۂ تے مفاخر اور رشانی اور کچھ نہیں، صفحے کے صفحے پڑھ جائیے، مطلب کی ایک بات "نہیں"

زد کوفت کوس شغب ناک صدا — شده گوش کر گوش افلاک را
چو شد منعقد رزم طبل و علم — شهنشاه غازی مبارک قدم
بپوشید زره یمانی به تن — فرو هشت بر زره آستین تا بدن
یکی خود فولاد آئینه فام — بسر بر نهاد آن شه نیک نام
ببست در کشتی آن خداوند تخت — بشمشیر هندی میان بست سخت
که چون قطره آب هنگام برق — ز گردون عدو را کند هم ز فرق
چه گفت است آن در میان نیام — برا عدا شده خواب از وی حرام
بهای طلا بیشتر ز آهن است — ولی سیم و زر ز آهنش روشن است
اگر آهنش نیست افزون ز زر — چرا بست در پیش آهن کمر
ز ند گردن دشمن سر بهم — ببرا در آمیخت گوهر بهم
بد و هندوی که با سلام راست — ز شاهنشه جهان یافته دست راست
کمانے کیانی گرفته بدست — بزخم کسان پشت گردون شکست
چنین کز بهرام کند مشش بزه — ز تار انگند ابر ابرو گره
چپا پیشه شده در کشاکش اسیر — ازان کشمکش آمده در نفیر
دو خانه پدیدار دارد ز تو تری — ز نی تیز خانه بوان تحکمی
کند تا درون ماند نیش ریش — دو روز ابر نشاید بر شاخ خویش
بدست شهنشاه زمین برنشست — کشیده به هر آن کو بود شه پرست
خدنگش پلنگ افگن آهو شکار — شده از دل خصم سنان گذار
نگاه به بر بدن عقاب بے درشت — ز خون جگر کس خود کشته شرع پشت

ـــــــــــ

[illegible]

براند چو آورد بر ہوا اسپ تمام   بہ گز کرده پیمانۂ گردون تمام
چو شد اسلحہ برتن شاہ راست   ز ہر سواری براسپی بجاست
بیاورد میر آخر اسپ روان   نہ اسپ کہ اژدر و بحر روان
سرش کوہ و گردن او دراز   بہ پیر فلک بُد سرکش سرفراز
چو کوہ گران بد گران سنگ جنگ   چو کبک خرامان بمیدان جنگ
عجب کوہ سنگی کہ بے سنگ بود   کہ یک یک ازو تا سر سنگ بود
برآراستہ از سرش تا بفرق   برفتار ابر و بجستن چو برق
زبس تافتن را و صرصر زده   بدیوارہا باد زو سر زده
شہنشہ بر آن بحر پیما نہنگ   برآمد روان شد بمیدان جنگ
بمیدان جنگ آن چنان خوش دوید   کہ گوئی یکی مرغ از سے رسید
بجز مرد تا نامداران دین   ہمہ ہم گروہ برآمد بزین
بفرمان آن شاہ گیتی ستان   شد از اوج لشکر روان در روان
وزیر اعظم و شیر دل پیل زور   بہ خصم افگنی ہمچو بہرام گور
برآمد بر اسپ و روان شد چو باد   روان شد پس شاہ و فرخ نہاد
جہان خان سردار فرخ شمیم   ہمہ انزل خان عالی ہمم
دگر از خوانین افغان سبے   کہ ناید بہ تفصیل شرح از کسے
روان شد ہمہ لشکر نامدار   بعقب شہنشاہ عالم مدار
برآمد بزین خان عادل بلوچ   روان شد بمیدان ہیجا بلوچ
بلوچان ہمہ چون شیر غرین   بگفتند ہاں جنگ دین جنگ دین[1]

[1] مسئلہ اصل جب تقدہ ہندوستان پر حملہ ابدالی زمانہ کے علما و صوفی کے ہوتے اُن کا دینی و ایمانی ذوق تھا کہاں "جنگِ دین" کہاں "خدمتِ مذہب"

کہ گر کشتہ گردیم جنت رویم　　وگر زندہ مانیم غازی شویم
باین عزم بر شاہ عادل زمان　　فدا کردہ بودند از اخلاص جان
دو صد بودند بر جنگ دین سر بسر　　بمیدان صدق و صفا پیشتر
شہنشاہ غازی برسم شہان　　بیاراست لشکر چو کار آگہان
سران سپاہ را بدان سان کہ خواست　　بعضے بود رفتن بچپ ہم براست
وزیر اعظم شیر دل پیلتن　　جہان خان سردار لشکر شکن
چو خان افسر زادہ و دودہ [illegible]　　کہ شد در طلب نام شان وقت کار
بہ او ضبط بیگی دگر شد پسند　　چو دیوان بیگی پی زور مند
وگر چند خانِ کلاں نام ور　　کہ در پُر دلی بُد بہ از یک دگر
بدستِ یمینش مقرر نمود　　از آن میمنہ را بہ نور فزود
بدست چپ آن نامور پہلوان　　سپہدارِ دین خانِ عالی مکان
بہ فوجِ بلوچاں جنگ آزمائے　　جوانان چون پیل پولاد پائے
ہمہ پُر دلانِ کہستانیان　　بہ کار کشی سخت بستہ میان
ہمہ با سلاح و ہمہ با تفنگ　　ہمہ مومنہ پوش مثل پلنگ
مقرر نمودہ شہِ نامدار　　کہ آن غازیانِ خجستہ تبار
بفوجِ شتر دارانِ دیں یکسرہ　　بگیرند جا در صفِ میسرہ
خود آن شاہ جم جاہ گیتی پناہ　　بقلب اندرون داشتہ جایگاہ
دگر استوارانِ درگاہ را　　کز ایشان بدہ جمع دل شاہ را
مقرر ہمی داشت با خویشتن　　کہ بودند شمشیر زن صف شکن

ملاحظہ - پاکیزہ مقاصد کے حصول کرنے کے لئے دُنیا کی کسی قوم نے صدق و صفائی سے کام نہیں لیا [illegible]
[illegible] شیدائی مذہب کا واسطہ دیکر [illegible] مسلمانوں کو فریب [illegible] آتش [illegible] میں دھکا دینا [illegible]

انان سو بگان نیز از افواج خویش   برآراسته آمده پیش پیش
قلب اندرون بود جتا کلاں   چو کوه ایستاده قلب آن بگان
دگر جته نو پرش همچنان   که شیر دران جنگ بتاب و توان
یکے از بگان نبرد آزمائے   قلب اندرون داشت با خود بجائے
بدست یمین بود آن چرت سنگه   که خوانند چرت توش بے نام و ننگ
باو بود همتا و جهنڈا رفیق   دگر بود سے سنگه با او شفیق
هری سنگه لنگ و دگر رام داس   گلاب دگر آن جنگ بے هراس
بدست چپ آن بگان شد یقین   که لعنت بود بر بگان لعین
مدان کرد کس سوئے افواج خویش   که استاده بودند بر جائے خویش
که باشند بر میسره هم چنان   ز جلبید از جائے بر روئے بگان
یکے میر زرک مبارک سیر   که زہری لقب داده و آن نامور
که با خان خویش است هم نورش   بصدق و صفا هست خوان برش
و دوم میر اکرام لکمی که او   بود پیش خان از وفا سرخ رو
شنیدم ز اکرام خان کلاں   که بوده است سردار یلا شایاں
که با چار کرد همسر بود   خداوند اکرام انصاف جود
دگر میر سید و سردار اند   ز یک ایل طلبه و گرا ایل چند
همان میر بوسیه زہری لقب   درست آمدش از حسب و نسب
میر بکلاں بر جسم خان السمر   دگر میر رحمت یل شیر گیر
که رحمت بر آن میر رحمت برد   سزاوار لطف و عنایت بود

[illegible]

مرآۃ الغیب

جغرافیہ سلطنت کا اردو ترجمہ

[illegible]

چھاپی گئی ہے قیمت [illegible]

چند جلدیں باقی رہ گئی ہیں

[illegible]


PAIS I-HIND
ہندوستانی ریاستوں اور ہندوستان میں ایک طرز کا واحد ماہواری مصور رسالہ
رئیس ہند
مقام اشاعت
دہلی
شملہ
دہلی

LATEST PORTRAIT OF



Kanwar Baldeo Singh Bahadur of Kumar Sain State (Simla Hills.)

(The Block of this picture is specially made for the Proprietor, Rais-i-Hind, Delhi, who has special arrangements for all kinds of Blocks.)

دسترخوانِ رئیسِ ہند

جلوس سی دہم	آراستہ دارالسلطنت دہلی شدہ جمعدی [illegible]		دسترخوان [illegible]
تصویر بلاک	تصویر [illegible] صاحب (یکے از رئیسیں) حالات [illegible]		ایڈیٹر [illegible]

شمار نمبر	نمائش خوان	تفریح خوان	سلیقہ شعار	صفحہ
۱	دسترخوان رئیس ہند	[illegible] آراستہ دارالسلطنت دہلی شدہ جمعدی [illegible]	ایڈیٹر	۱
۲	رموز مصلحت [illegible]	صد مندی ہندوستانی اخبارات [illegible]	اقتباس	[illegible]
۳	سیر آثار یعنی حقائق التاریخ	ہمارے سیر کا سفر [illegible] کی [illegible] حالات ریاست [illegible] کیا خوب [illegible] رانا پردیپ سنگھ، رنجیت سنگھ [illegible] سنگھ [illegible] سنگھ کی جبر [illegible] دست [illegible]	سفیر [illegible]	[illegible]
۴	مشاغل علمی و تفریحات	انگریزی لباس کا لوزمہ [illegible] کی [illegible] اسپیڈ صاحب کی حسن کار [illegible] دیسی لباس کی شاہنشاہت، عزت [illegible] کی [illegible] لوگ [illegible] کے لئے آداب [illegible]	بہار سنامی	[illegible]
۵	رئیس الکلام	(رجیہ نظم) انگریزی لباس کا لوزمہ [illegible] خاص [illegible] کی انگریز [illegible] نظم بستی؛ احمد شاہ کے [illegible] کی تاریخ، راجہ [illegible] سنگھ کی [illegible] میں خالصہ دل کا اجتماع، احمد شاہ ابدالی کی جنگ [illegible] سنگھاں عالی شان [illegible]	گمنام (بہار سنامی)؛ قاضی [illegible]	[illegible]
۶	مالاسے مروارید	گیان سماج، دیوتاؤں کی صورت ظاہری [illegible] اوتار [illegible] اوتار [illegible] حقیقت چار [illegible] مقامات [illegible] علم [illegible] طلسم [illegible] ترکیب [illegible] روشن ضمیری اور اس کے [illegible] علم کی منزل چہارم، قانون قدرت [illegible] حقیقت [illegible] علم حقیقت [illegible] گیان [illegible] علم کی تقسیم، جلال و جمال	[illegible] صاحب [illegible] دہلوی	[illegible]
[illegible]	[illegible] سوانح	[illegible] کا انعقاد، ریاستوں کی [illegible] سلسلہ [illegible] حافظہ کا [illegible] ریاست [illegible] کے حقوق [illegible] اور اس کے خود غرض [illegible] مہاراجہ پرتاپ سنگھ [illegible] ریاست [illegible] حقیقت [illegible]	ایڈیٹر	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	ایڈیٹر	[illegible]

رئیس ہند

دیوان ... بھگونت رائے صاحب بہارستانی ایڈیٹر ...

دربارِ اول و دوم	منعقدہ دار السلطنت دہلی، جنوری ۔ جون ۱۹۳۰ء	جلوس دہم

رموزِ مصلحتِ رئیس

دردمندی

"غریبوں کی آہ و زاری سن کر اپنے کان بند مت کر، ناکردہ گناہوں کے دکھ دیکھ کر اپنے دل کو سخت نہ بنا، جب یتیم تجھ سے مدد کے خواہاں ہوں، یا بیوہ شکستہ دل ہو کر غم کے آنسوؤں سے مدد کی خواہاں ہو، تو فوراً اُن کی حالت پر رحم کر اور بے شبہ بے یار و مددگار کی مدد کر تاکہ تو اپنے مصائب کے ایام میں اوروں کے رحم کا مستحق ہو" (دانشِ دہن تانی)

ہمارے رؤسائے ہند جہاں پہلے ہمدردی کی تصویر ہوتے تھے، اب وہاں بیدردی اور جلادی میں بے نظیر ہیں، کہ ہر وقت رعایا سے وصول کیا ہوا مال و دولت موٹروں، انگریزوں، حوالی موالیوں، نالائقوں، غیر مستحقوں، فضول فنڈوں وغیرہ وغیرہ پر بے دریغ صرف کرتے ہیں، لیکن مستحق کو ایک پیسہ دینا بھی حرام سمجھے ہوئے ہیں۔

بہارستانی

ہندوستانی اخبارات اور بلیک میل

والیانِ ریاست کو بدنام کرنے کا منظم پروپیگنڈا

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو ریاست ہند نمبر ۱۹۲۹ء)

نمبر ۲

بھی خواہ، ہمدرد، اور خیر اندیش کے بھیس میں نمودار ہوتے ہیں، اور ان کی مصیبت پر (Crocodile Tears) بہانے لگتے ہیں، مثال کے طور پر ہم مرحوم مہاراجہ بھرت پور کے معاملہ کو پیش کرتے ہیں، جس وقت تک مہاراجہ صاحب ممدوح کے اختیارات نہیں سلب ہوئے، انہیں حدودِ ریاست کے اندر داخل ہونے کی ممانعت نہیں ہوئی تھی، اور مسٹر مکنزی ریاست بھرت پور کے منتظم مقرر نہیں ہوئے تھے، اس وقت تک تو دنیا کی تمام برائیاں بھرت پور کے مہاراجہ اور ان کی ریاست میں بھری پڑی تھیں، اور انہیں بدنام کرنے کی شرمناک کوشش کرنا بعض اخبار نویسوں نے اپنا مذہبی فرض قرار دے لیا تھا۔ اگر یہ فرض مرحوم مہاراجہ کو جن کا دامن نقائص سے پاک نہ تھا، راہِ راست پر لانے، باشندگانِ ریاست کو نفع پہنچانے اور ریاست کو تباہی و بربادی سے محفوظ رکھنے کی غرض سے انجام دیا جاتا تو ہر شخص اس کی تعریف کرتا مگر وہاں تو

مطلب سعدی دیگر است

یہ مضمون تھا، اخبار نویسوں کے تنورِ شکم کو پُر کرنے کے لئے بھرت پور کے خزانہ میں روپیہ نہ تھا اس لئے مہاراجہ کے کارناموں کو سیاہ ترین شکل میں پیش کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی لیکن جب ان کے ساتھ بیحد سخت اہانت انگیز اور افسوسناک برتاؤ کیا گیا، جو ایک معمولی حیثیت اور عزت کے شخص کے ساتھ بھی نہیں کیا جاتا ہے، اور ان کی خاندانی عظمت، جاہ و جلال اور احساسات کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا تو انہی اخبار نویسوں نے مرحوم کی ماتم اور حسرت مہاراجہ کے اختیارات چھین لینے کا

ہوئے تھے، اُن کی سخت حالات کے زمانہ میں جو پیام موت ثابت ہوئی اُن کے ہمدرد اور بہی خواہ بن گئے، اور انہیں بھر تپور میں داخل ہونے کی اجازت دیئے جانے کی حمایت اور سفارش کرنے لگے، اُن کی حالت پر آنسو بہانے لگے، اور مسٹر میکنزی کی طلق العنانی اور فرعونیت کا رونا رونے

لگے، ہم اِس روّیہ کو بے ایمانی، دغا بازی، جعلسازی، اور مفدآری کے نام سے تعبیر کرتے ہیں، اور ہماری دلی خواہش یہ ہے کہ موجودہ والیانِ ریاست جو قدیم شاہانِ ہند کی شاندار ریاستوں اور سلطنتوں کی یادگار ہیں، اُس عزت اور آبرو کے ساتھ جو اُن کے جلیل القدر عہدوں کے شایانِ شان ہے، اپنی اپنی موروثی گدیوں پر قائم رہیں، اور رعایا کی مرضی کے مطابق اور اُس کی رائے کی شرکت کے ساتھ حکومت کریں، اور کسی تیسری طاقت کو یہ حق حاصل نہ ہو، کہ انہیں اُن کے موروثی حق سے محروم کر سکے،

کچھ عرصے سے ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہزہائینس مہاراجہ صاحب پٹیالہ کو بدنام اور پریشان کرنیکی بعض اخباروں میں منظم اور زبردست کوشش ہو رہی ہے، اگر غلط یا صحیح طور پر اِس امر کا ذرا بھی امکان یا معمولی سی اُمید بھی پیدا ہو جاتی ہے، کہ گورنمنٹ ہند اِن سے جواب طلب کرنیوالی ہے، یا کسی معاملہ میں استفسار کرنے والی ہے، یا اُن کے خلاف کوئی کارروائی کرنیوالی ہے، تو ان مفسدہ پرداز اخبار نویسوں کی خوشی کی کوئی حد اور انتہا نہیں باقی رہتی، وہ پھولے نہیں سماتے ہیں اور اپنی ناپاک کوشش کے کامیاب ہونے کی اُمید پر بغلیں بجانے لگتے ہیں، ہم مہاراجہ صاحب پٹیالہ یا کسی دوسرے والیٔ ریاست یا رئیس کے نہ قصیدہ گو ہیں نہ ثنا خواں، لیکن ہم حق اور انصاف کے زبردست حامی ضرور ہیں، اور حق و صداقت کی حمایت میں نہ ہم حکومت وقت سے مرعوب ہو سکتے ہیں، اور نہ ہم پیشہ ور اخبار نویسوں کیساتھ رعایت یا مروّت کر سکتے ہیں، ہم کسی رئیس کی پردہ پوشی نہیں چاہتے، بلکہ والیانِ ریاست کی بے راہ روی، فرض ناشناسی، طلق العنانی، ناانصافی، ایذا رسانی، مظالم اور فضول خرچی کی مذمت میں ہم کسی دوسرے اخبار نویس سے پیچھے نہیں ہیں لیکن ہمیں مہاراجہ صاحب پٹیالہ سے کوئی ذاتی عناد

یا بغض بھی نہیں ہے اور نہ اُنہوں نے کسی رقم کے ادا کرنے کا وعدہ کر کے ہم سے وعدہ خلافی کی ہے جس سے ناراض ہو کر ہم اُنہیں قاتل، عیاش، زانی، بدنام اور جامع العیوب ثابت کرنیکے لئے ایک زبردست پروپیگنڈا کریں، اور اگر (خدانخواستہ) یہ کمینہ تحریک کامیاب ہو جائے تو جناب عبد الصمد صاحب معتوبِ عتاب ہو جائیں، اُن کی خاندانی عظمت خاک میں مل جائے، اور اُن پر سختیاں ہونے لگیں، تو ہم اُن کے دلسوز اور رفیق شفیق بن کر اُن کی اور اُن کے بال بچوں کی مصیبت میں اپنی گہری ہمدردی اور دلی رنج کا اظہار کرنے لگیں، ہم پھر عرض کرتے ہیں کہ جو اخبارات اِن کارروائیوں میں شریک ہوتے ہیں، وہ اخباری برادری کے لئے بدنما داغ ہیں، ذاتیات کی بنا پر کسی والیٔ ریاست کو بدنام کرنے کی کوشش کرنا صحافت نہیں ہے، بلکہ سفاکی ہے، اور جو اخبار نویس اِس کمینہ حرکت کے مرتکب ہوتے ہیں، یا ہوں گے، اُن کی دُنیا اور عقبیٰ دونوں بگڑ جائیگی"

کون کون سے اشتہارات لئے جاتے ہیں

مُلک میں اخبار نویس تہذیب اخلاق کے مدعی ہیں اگر اُنکے اخبارات کے اشتہارات دیکھے جائیں تو وہ نہ صرف مخربِ اخلاق ہی نہیں بلکہ حیا سوز دکھیں گے اُن کی اِس طرز روش سے ظاہر ہے کہ اُنہیں ہر طرح سے حصولِ مال کی تمنا و خواہش ہے، پس جو اشتہار مخربِ اخلاق ہیں، اُن کے متعلق دفتر ہٰذا سے خط و کتابت نہ کی جائے +

چیف منیجر رئیس ہند، دہلی،

قیمت دلخواہ دیجائیگی

فارسی، عربی، سنسکرت، وغیرہ زبانوں کی پُرانی کُتب و پرانی دستی تصاویر کی ہمارے ایک معزز علم دوست تاجدار کو ضرورت ہے، جو صاحب ایسی خرید و فروخت کرنا چاہیں، خاکسار سے خط و کتابت کریں ہ

تیجوفت رائے چیف منیجر، رئیس ہند، دہلی،

نمونہ کا پرچہ مُفت

اگر آپ چاہتے ہیں کہ رئیس ہند مُلک کی خدمت بجا لاتا رہے تو وی پی یا خط، یا یا ذہانی کا انتظار نہ فرمائیے چندہ ارسال فرمائیں، اکثر صاحبان "وی، پی" کی سفارش فرماتے ہیں، رئیس ہند "وی، پی" کرتا ہے تاکہ جو صاحب وی پی کا انتظار نہ کیجئے،

چیف منیجر رئیس ہند، دہلی،

سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو رئیس ہند دسمبر ۱۸۹۶ء

سیر الآثار

یعنی

حقائق التاریخ

ہمارے سفیر کا سفر تاجداران اُترکھنڈ کی راجدھانیوں میں

علاقجات بخندہ پیشانی اُن کو واپس کردے، ہندوستان بھر میں اگر کوئی اُن کا جاں نثار ثابت ہوگا، تو یہ شہزادگان ہی ثابت ہونگے، اِن کے قلوب اِن کے علاقجات واپس دے کر تسخیر کرے،

اُس کے زیر قبضہ رہا آپکا لکھنؤ کا گھر ہضم ہو چکا، شیر پنجاب کی حکومت سلب کر لی گئی، کتیعل خوراک ویرینہ ہو چکی، برار پار کر لیا گیا، جھانسی اُڑ چکی، غرضیکہ ڈلہوزی کی پالیسی نے کیا کیا فتنہ کا رنگ نہیں بدلا،

جو اصحاب نیک ہیں، ہر طرح کی مصیبت اُٹھا کر خدا کا شکریہ ادا کرتے ہیں، اور پھر بھی گورنمنٹ کے خیرخواہ ہیں، اُن کی قدر ہمیشہ گورنمنٹ کو کرنا چاہیے، اگر اپنے علاقجات کی توسیع کا شوق ہے تو صوبۂ سرحدی ہندیوں کے لئے بلائے جان ہو رہا ہے، اِس پر دست دراز کرے، اِن پہلوں کو تنگ نہ کرے، اگر شملہ کے پہاڑی صوبہ سرحدی سے پٹھان ہوتے تو شملہ سال میں سو دفعہ لُٹتا، گورنمنٹ کو اِس شریف اور بے شر آبادی کا شکریہ ادا کرنا چاہیے، اور اِن کو ایسا ہی بنائے رکھنا چاہیے، اور ملک معظم کی بیماری پر بعض خدائے عاجل سے دُعا شفا مانگی تھی، اُس سے عبرت کھانا چاہیے ؎

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از در حق بہر استقبال مے آید

کیا خوب جو غیر پردہ کھولے

گورنمنٹ برطانیہ کرۂ دنیا کے بحر و بر کی مالک ہے اور کروڑوں میل رقبہ پر تصرف رکھتی ہے، مختصر ہے،

کوٹ گڑھ پر ایسی کیوں عہد شکن واقع ہوئی؟ اس نے حق و صداقت سے کیوں اجتناب کیا؟ فضول حیلے بحصولِ قبضہ کیلئے کیوں کام لیا؟ اس کا جواب ہماری زبان سے زیبا نہیں دیتا، انگریزوں ہی کی زبان سے موزوں ہے ؎

کیا خوب جو غیر پردہ کھولے — جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

سرکاری کاغذات میں کوٹ گڑھ کی اہمیت کے متعلق لکھا ہے:۔

"کوٹ گڑھ تمام پہاڑی علاقوں سے زیادہ خوش منظر تھا، کیونکہ اس میں سلسلہ وار چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں شامل ہیں، جن کا ڈھلاؤ ستلج کے ایسے موڑ تک پہنچتا ہے، جو فوجی ضروریات کے لئے نہایت کارآمد ہو سکتا ہے، ان پہاڑیوں میں ہموار قطعات ہیں، اور بعض بہت اچھی فوجی چوکیاں ہیں، ہتو کا وہ قلعہ بھی انہی چوکیوں میں شامل ہے، جسے کوہستان کے گرد و نواح کے ملک کی کنجی کہا جاتا ہے"

رانا پردیپ سنگھ

یہ رانا بڑا شہزور اور صاحب حوصلہ تھا، اس نے رانا ہرش چند والی جُبل کو ایک سخت شکست دی، کیونکہ رانا کوٹ نے تپ کے علاقہ میں بڑھ کر ایک چوٹی پر قلعہ کلین پور نام تعمیر کر لیا تھا، آپ نے قلعہ بھی اپنے قبضے میں لے لیا،

رنجیت سنگھ

پنجاب کا شیر رنجیت سنگھ تھا، لیکن یہ بدنصیب راجہ کوٹ کھائی تھا، کہ جس کے عہد میں کوٹ گڑھ انگریزی پنجہ میں چلا گیا، اس نے ایک نابالغ لڑکا جانشین چھوڑا اور خود ۱۸۲۱ء میں مر گیا، مگر بڑا خوش نصیب تھا، کہ اینگلو اسٹیٹ کا خم نہ دیکھنا ہوا، گو سب طرح کی ذلتیں اٹھائیں،

تنگ خاندان، رانا دھیان سنگھ

کوٹ گڑھ تو رانا صاحب کے قبضے سے نکل کر گورنمنٹ کے زیر قبضہ ہو گیا تھا، اس کی واپسی

کی کیا تجویز ہو سکتی تھی! بدنصیب رانا دھیان سنگھ اگر دانشمند ہوتا تو واپسی کوٹ گڑھ ممکن تھی مگر وہ قتل کیا گیا اور بدنصیب واقع ہوا تھا کہ خاندان سے ریاست ہی کھو دی، حالانکہ قدیم سے کوٹ کھائی، ٹھکرایوں میں شمار ہوتی تھی،

حکام انگریزی نے رانا رنجیت سنگھ ہی کے عہد سے یہ تجویز شروع کر دی تھی کہ نواب لکھنؤ، مہاراجہ رنجیت سنگھ اور بہادر شاہ ثانی آخری مغلیہ بادشاہ دہلی کی طرح ان کی ریاست کا نام و نشان مٹا دیا جائے، تاکہ کوٹ گڑھ کا کوئی دعویدار نہ رہے چنانچہ کپتان راس نے تجویز پیش کی کہ کوٹ کھائی، ریاست بشہر کو دیدیا جائے، لیکن حکام اعلیٰ نے یہ نالائق تجویز مسترد کر دی،

چونکہ یہ انگریز افسران حضرات کوٹ کھائی کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے تھے، اس لئے وہاں کی انتظامیہ شکایات کا ایک طوفان کھڑا کیا گیا، ستمبر ۱۸۲۷ء میں کپتان راس کے گورد ول میجر کینیڈی نے گورنمنٹ کو صلاح دی کہ رانا کی سند منسوخ کی جائے، اور کوٹ کھائی بلسن کو دیدیا جائے، کہ اس کی سرحد سے ملتی ہے،

بھگوان سنگھ کی جبریہ دست برداری

بھگوان سنگھ نے جب دیکھا کہ بقیہ ریاست بھی گئی، اور ملک میں ہر طرح کی بدامنی کو رونق دے رہی ہے، اور فریادی کی فریاد کو تقویت، تو اس نے ایجنٹ سے بارہا درخواست کی کہ انتظام کیلئے کوئی افسر دیا جائے، مگر کچھ شنوائی نہ ہوئی، آخرش اس نے انگریزی افسران کی نیت اور ملک کی روز افزوں خرابی دیکھ کر خودکشی کرنا چاہی، پھر عہدہ داران انگریزی نے مجبور کر کے ستمبر ۱۸۲۸ء میں دست برداری نامہ لکھوا لیا کہ "ریاست انتظام کے لئے سنبھالی جائے، میں اسکا انتظام نہیں کر سکتا"

سلہ – کپتان راس نے اس تجویز میں بھی وہی راگ گایا تھا کہ جو فریزر نے تسخیر کوہستان کے وقت الاپا تھا کہ اس کوہستان میں گورنمنٹ فاسد و مضر پالیسی کی تمنائی نہیں،

مشاغلِ علمی و تقریظات

ہمارے معاون بجناب بہار سنامی نے ایک علمی مضمون ڈاڑھی کا مرثیہ لکھا تھا جو رئیس ہند دسمبر ۱۹۲۲ء میں اشاعت پا چکا ہے اس دفعہ آپ نے سلسلہ میں مضمون ذیل تحریر فرما کر ندوہ سائنک پر احسان فرمایا ہے کاش یہ اندھی تقلید کے مالک اپنے مسلک پر غور فرمائیں۔

"ایڈیٹر"

انگریزی لباس کا نوحہ

مجھ خائف لبسی کی انگریزمائی

تن کی عریانی سے بہتر نہیں دنیا میں لباس ٭ یہ وہ جامہ ہے کہ جسکا نہیں الٹا سیدھا

نورِ الٰہی یا بزرگی نامتناہی بنرے کے آئینہ کیا تھی انسان کے چہرہ پر نمودار ہوتی ہے ازل سے پچھلی نصف صدی تک ہر انسانی چہرہ ادب و تعظیم کا مرکز بنا رہا۔ یہ مبالغہ نہیں، تائید خیال نہیں، قول پر دوری نہیں، کسی کی رعایت یا حمایت نہیں، اپنے سر کے سات تعفّہ ڈاڑھی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ایک حقیقت ہے، اصلیت ہے، صداقت ہے، لاف و گزاف نہیں، بات صاف یہ ہے کہ اس قدر جاذب جن جنٹلمین "کرزن فیشن" کے دلدادہ حقیر اور بکریں منظر کو یقین نہ آئے بس نورِ الٰہی پر یقین لائے بغیر ہیں منزلت بڑھ جائے، یہ کچھ مشکل نہیں گھر کی کھیتی ہے اُسترے کی سیاہی کی گرد [illegible] بیکار کی طرح چکنا صاف کیجئے فیشن دیکھئے اس میں تردد کی کوئی بات نہیں بعد طبیعت کی تیزی کام کی ایسے [illegible] سے بہتر فیشن قائم ہو کہ اس کا ضروری کام اس کے سپرد کر دیجئے اس [illegible] میں اضافہ ہو جاتا ہے مگر [illegible] صاحب [illegible]

ہی کوٹھی میں سنگین قیدیوں سے الگ محبوس کر دیجئے۔"

مس سیزر صاحبہ کی حسن کارگزاری

اگر یہ خیال ہے کہ پاسبان وارڈ اور [illegible] شاید بھی اُن کی ہمشیرہ مس سیزر صاحبہ کہیں اپنے عمل رسوخ کا منتر نہ پھونک بیٹھیں، اگر مس معترض صاحبہ کا کسی اسپتال کی نرس کی طرح کبھی کوئی داؤ چل گیا، تو یہ نہ سمجھنا کہ جس طرح دُنیا بھر سے ہر طرح کے تعلقات پیدا کر لیے باوجود بھی مس صاحبہ دوشیزہ کی دوشیزہ ہی مشہور رہتی ہیں، اُن کی بندگی بھی قایم رہ جائیگی، یہی پوشیدہ و خفیہ حرکات اور چیزیں ہیں، مگر سیزر صاحبہ کھلے بندوں علانیہ اور بے پردہ کارروائیوں کی عاشق ہیں، نہ اسے شرم و حیا سے واسطہ ہے، نہ بے شرمی و بے حیائی کا کاروبار ہے، اسکا ظاہر و باطن ایک ہے، دل و دماغ ایک ہے، قول و فعل ایک ہے، حکم کے تابع فرمان ہیں، آپ نہ کچھ کرتی ہیں، نہ کسی سے التجا فرماتی ہیں، نہ خوشی سے کام ہے، نہ ایذا رسانی پر انجام ہے، بے خطر، بے خلل، اور بے جھجک میدان مارتی ہیں، جہاں مسٹر سیزر صاحب بہادر سنگنوں کی صفائی سے دم چُراتے ہیں، اور اپنے آپکو معذور پاتے ہیں، وہاں یہ بے تکلف داخل ہو کر ایسی صفائی کرتی ہیں کہ خواہمخواہ منہ چوم لینے کو دل چاہتا ہے، ان کی اس کارگذاری پر کوئی بھی ناک نہیں چڑھاتا، اِن کی آواز روزِ ازل سے حوصلہ پیدا کرنے والی ہے، یہ ایسی فطری زبان میں ہے کہ فصیح سری تلسی داس جی مہاراج اور شیکسپئیر کی زبان بھی اس سے تشبیہ پاتی ہے، یہ آجکل کے نالائق اور معذور بے توفیق و بے [illegible] کو ایڈیٹر بنا دیتی ہیں، اور ان پڑھوں کو ملکوں ملکوں میں مشہور کر دیتی ہیں۔

"مسٹر سیزر صاحب بہادر کی پیدایش مبارک [illegible] کی ہے، اس حساب سے آپ کی عمر [illegible] سال کی ہوئی، آپ بچپن ہی سے بال کی کھال اُتارا کرتے تھے، اور ایسے آفت کے پرکالے تھے کہ انگریزوں کو دیکھ دیکھ کر پہلے اُن کے باورچیوں، منشیوں، ملاقاتیوں اور اُن کے ہواخواہوں کی [illegible] تھا، مس سیزر صاحبہ اُن کے کوٹھی سے برآمد ہونے سے پیشتر ہی اپنے دونوں ہاتھ [illegible] تک پہنچی تھیں، اور طرح طرح کے ہاتھ مار کر رنگ برنگ [illegible] ایجاد کرتی تھیں، [illegible]

تینوں صاحب نے گیا ورنہ ہر چند چاہتے تھے کہ عزت و آبرو دونوں پر ہاتھ صاف کیا جائے اگر پادری منان
اور دیگر قدیم خیال کے یورپین بزرگان سے خوف کھاتے رہے،

ہندوستان میں ہندی، بالعموم مسلمان بالخصوص اس عزت و آبرو کے محافظ تھے اسکی قائمی
کے لئے حضرات ارشاد ہے پہلا کام لیا شریف ملک صبح طرح کے روغن الکشیانہ صفائی صحت، قوت اور خوبصورتی
کے لئے استعمال میں لاتے تھے، سکھوں میں یہ بزرگی اُن کی پیدائش سے... اس پہلے گورو
جگوبند سنگھ صاحب نے ہم پادشاہ گرو مانی کے ظہور کے بعد پیدا ہو چکی تھی جسکی حفاظت
مذہبی پابندیوں سے مضبوط کی گئی تھی، ہر دو اقوام مذکور نے بہت جلد ان ہر دو حضرات کے آگے
اپنا سر جھکا دیا، مگر یہ تیسرے صاحب لارڈ کرزن کی آمد تک جھجکتے رہے،

وہ بزرگی جو روزِ آفرینش سے لگا کر لارڈ کرزن کے عہد تک سرمایۂ عزت و آبرو، پیرایۂ
جلال و وقار، مخزنِ حسن و جمال سمجھی جاتی رہی کروڑوں نہیں، اربوں سال سے جزو انسان و
انسانیت سمجھی جاتی رہی تھی، وہ اس عہدِ انگریزی میں خود اپنے ہاتھوں مٹی میں ملا دی گئی، رشیوں
کے چیلے اور انکی تصاویر، مسلمانی تاریخوں کی مسلمہ گیسو درازیاں، حضرت عیسیٰ کی مختلف مصدقہ
اشکال اس بزرگی کی شاہد ہیں، ہر قوم میں شروع ہی سے اس عزت و آبرو کی موشگافیاں
اچھی طرح سمجھی گئی تھیں، سری منو مہاراج اس عزت و آبرو کا پتہ دیتے ہیں، جناب
فرماتے ہیں کہ معمولی ابتدائی جرم کے لئے مجرم کے کیس، ڈاڑھی اور مونچھیں کاٹ دینا چاہئیں،
چنانچہ آج تک راجپوتانہ کے شاہی محلات میں جو داسیاں کسی مذموم حرکت کی مرتکب ہوتی ہیں
وہاں یہ جناب اُسترا صاحب دام اقبالہم ہی اپنا دستِ شفقت دراز کرتے ہیں، اور اُن کی
چوٹی جڑ سے اڑا دیتے ہیں،

مجھے سکھوں کے گڑھ یعنی پنجاب سے نکل کر شملہ کے پہاڑوں پر چلا جانا پڑا، یہ تخلیۂ وطن ہر
طرح کی مجبوریوں، معذوریوں، بیماریوں اور ناقدردانیوں کی بنا پر عمل میں آیا، عمل میں
تھا، پہاڑوں کی سرزمین انگریزی عملداری میں ہے، جہاں صحبت قدیم ہو رہی تھی

تو یہ ہے کہ ہماری جاں نثاریوں کے بدلے اُلٹا جان کے گاہک ہو گئے تھے، "مسٹر رینڈمان"
کے بارِ احسان سے سب مجلس ایلدرگرد کا مجمع بلند و نشیب مقامات اعلیٰ و ادنیٰ انسان سب ممنون
احسان تھے، اپنے آپ کو سب عزت و آبرو والے سمجھتے تھے، اگر "باربر" کی دُکان کی قسم، صابون
کی قسم، شراب کی قسم، کروپ کی قسم، میری نظر میں ایک بال برابر بھی اُنکی عزت نہ تھی، صحبت میں
بیٹھے بیٹھے مُوتراشی دیکھتے دیکھتے ہی آدمی سے عورت یا مرد تیار سے نونڈ بننا چاہا، مگر، ان نامرد فیشن
کے دلدادگان نے مجھے آمادہ کیا، کہ میں بھی عزت و آبرو کا صفایا کرکے اُن میں شامل ہو جاؤں
۲۹ جون میری جُون بدلنے کا دن تھا، "مسٹر ریزر صاحب" اپنی کوٹھی کے اندر ہاتھ
پاؤں اکٹھے کئے مُنہ سر لپیٹے دل ہی دل میں خوش ہو رہے تھے، کہ پانچ ہزار برس کے بعد عزت
آبرو پر ہاتھ ڈالنے میں کامیاب ہو گئے، "قبلہ صافون" اس جنون میں مُنہ سے جھاگ
نکال رہے تھے، "آبِ گرم" جوش میں اُبلا پڑتا تھا، اُدھر ریاست "شیونگ" کا ولیعہد
جناب ہی کو آبروریزی کی یہ تجویز بجٹ وزیر کر چکا تھا، "برش" کی طرح پھولا نہ سماتا تھا، دن
چڑھا، اُدھر بیانوں جلاد برآمدہ میں جلادی پر آمادہ پائے گئے،

میں پلنگ سے اُٹھا اور یہ سمجھ کر کہ آج میری ڈاڑھی اور مونچھ کی خیر نہیں، رابعوری
لپٹینی کی چادر لپیٹ کر پلنگ پر لیٹ گیا، "تکیہ" زادہ بھی فرائض ادا کرنے کیلئے تیار تھا، جب
میری پس و پیش دیکھی، "میاں صاحب" کو ہمراہ لاکر باتوں باتوں میں مجھے پھسلانے
لگا — کنور صاحب بھی آمادہ تشکار پائے گئے، "رانا صاحب" سامان میز پر سجائے قتلِ عام کیلئے
شمشیر بکف تھے، عزت و آبرو کہتے تھے کہ آج تیری ڈاڑھی اور مونچھوں کا ایک ایک بال جسم سے
علیحدہ کیا جائیگا، جب میں نے اِن جلادوں کے ہاتھوں سے کسی طرح بھی چھٹکارا پانا ناممکن
دیکھا تو اندر ہی سے کہا کہ بھئی اِس حلیہ سے سربند، اچکن، اور پاجامہ ناراض ہی نہیں بلکہ
بیزار ہیں، پہلے اِس حلیہ کے رفیقِ حال طلب کر لیجئے، پھر جس طرح چاہئے میری گت بنائیے
[illegible] سنجھلی میں ہمیشہ کوٹ اور پتلون فراہم نہ ہو سکتے تھے، اسلئے وہ سب [illegible]

معقولیت سے قائل ہو کر کچھ عرصہ کے لئے خاموش ہو گئے، میں نے اسی وقت مُنہ سے جام اٹھا کر انہیں دبا لیا، قرار پایا کہ دوپہر کے بعد رنکین کی دکان پر چلیں گے، اور وہاں سُوٹ تیار کرا دیں گے، میں ہشاش بشاش اپنی ڈاڑھی اور مونچھوں کی خیر مناتا بستر سے اُٹھا اور حسب معمول تر پہلے غسل بیت دیکھ، دھاگہ باندھ کر، شانہ ہلا کر، برش مار کر، باز سے اپنی ڈاڑھی چڑھائی، ڈھاٹا باندھ کر شیر سی مونچھوں کو تاؤ دیا، میں دل ہی دل میں خیال کرتا تھا کہ خیر سے آج میری ڈاڑھی مونچھوں کی جان بچی، شاید تیاری سوٹ تک اُن کی زندگی کے تین چار دن اور بڑھ جائیں، مگر راجپوت اور وہ بھی شاہی نسل، اپنے پن سے کب گریز کرتی ہے، مجھے ایک بجے "رنکین" کی دکان پر لے گئے، اسے سوٹ کا آرڈر دیا، مگر وہ میرا حلیہ دیکھ کر کچھ سٹپٹائے، میں نے رفع شک کیلئے فوراً کہا کہ یہ سوٹ تبدیلی حلیہ کے بعد پہنا جائے گا آپ متعجب نہ ہوں، میری دریافت پر انہوں نے کہا کہ تمہارا سوٹ تمہیں ۱۴ر جولائی کو ملیگا، میں کو خوش ہوا، مگر میرے مہاراجہ ٹیکہ کنور اور میاں صاحب کے ارادوں کی حجامت ہوگی،

دیسی لباس کی شاہنشاہت

میں واپس ہوا، میرے ہمراہ یہ چاروں شاہی افراد تھے کہ سامنے سے آنریبل پٹیل رنگا کے دہلی لگاتے، کریم کا جوتا پہنے، لٹھے کی چادر اوڑھے، آگئے، کچھ میں بڑھا، کچھ وہ بڑھے، ادب و تعظیم کا مظاہرہ ہوا، قدیم تہذیب و لباس نے ایسی یکرنگی پیدا کی کہ دنیا کا منتخب انسان ایک معمولی شان کے آگے جھک گیا، وہ چاروں شاہزادہ مُنہ دیکھتے رہ گئے،

گھوڑے پر جب بازار سے گزرتا، فرقہ اناث و ذکور کے اعلیٰ افراد، سوسائٹی کے معززین اور گورنمنٹ کے ارکان شوق سے دیکھتے تھے، اور بعض تاجدار سمجھ کر سر جھکا لیتے تھے، بعض فرضند "راجہ صاحب" "راجہ صاحب" کہہ کہہ کر گھوڑے کے ساتھ ساتھ بھاگتے تھے، بعض دکانوں پر جاتا تھا، دکاندار انگریز اور دیسیوں کی خریداری کی پروا نہ کر کے میری طرف بسرعت ادھارے جھکتے تھے، انگریزوں کی دکانوں کے چوکیدار جب آتا دیکھتے تھے، تعظیم میں [illegible]

پر مجبور ہو جاتے تھے، دروازہ کھولتے تھے، اور گھنٹی بجا دیتے تھے، "صاحب" اخلاقِ مجسم بنے تعمیلِ حکم کے لیے سامنے جھکا نظر آتا تھا، جو چیز دیکھی جاتی تھی، فوراً نکال کر پیش کرتا تھا، اظہارِ پسندیدگی پر پیکٹ بنا کر چوکیدار کے سپرد کر دیتا تھا، اور قیمت کا مطالبہ تک نہ ہوتا تھا، ملکہ معظمہ کو شوقِ انعامِ شاہی میں لیکر ایسا بھاگتے تھے کہ پریزیڈنسی گورنمنٹ کے ارکان جب برکشا اپنے سے آگے بڑھی دیکھتے تھے، تو ہندوستانیوں کی قسمت پر حسد کرتے تھے، اور کہتے تھے کہ ابھی ابھی تک ہندوستانیوں کے حصہ میں اقبال و جلال موجود ہے، غرضیکہ دنیا بھر کے معزز، سربلند، طاقتور، مالدار، مہذب طبقہ کی سرزمین پر جدھر جا نکلتا تھا، ادب و تعظیم فرشِ راہ ہوتے تھے، اور جدید پود کے جنٹلمین پیرایہ عز و وقار دیکھتے دیکھتے رہ جاتے تھے، اِن جنٹلمینوں میں آجکل کے بعض مہذب تاجداران بھی ہوتے تھے، جنہیں عوام "کرنٹا" سمجھ کر منہ لگانا تو درکنار الٹا نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اُن کی اِس شانِ حُلیہ اور لباس سے وہی دُرگت ہوتی تھی، کہ جیسے کسی مال گودام یا رنگ کے سامان کی قلیوں کے ہاتھوں سے، یا یہ سمجھ لیجیے کہ جیسے گاؤں میں کسی گھاس لانیوالے بیگاری کی، یا کسی خاص یورپین سوسائٹی میں تاجداران کی،

عزت و آبرو کی آخری صبح

۵ روز کا اور وقفہ پڑ جانے سے میرے خیالات میں تبدیلی واقع ہو گئی، مگر شاہی نسل کے افراد اکثر اپنے میری آبرو کی گلو تراشی پر کربستہ تھے، میں نے اُن کی آرزوؤں کا خون کرنے کے لیے ہر چند بہانے بنائے مگر وہ باز نہ آئے، ۲ رجولائی کی صبح میری عزت و آبرو کی آخری صبح تھی، جب کھانے پر بیٹھے، تو میں نے چاروں شہزادوں سے کہا کہ یہاں تو سر منڈاتے ہی اولے پڑینگے، "کرنٹا فیشن" اختیار کرنے کے لئے سب سے پہلے فیشن کا سامان خریدنا پڑیگا، ۵ قسم کے سوٹ چاہئیں اور وہ لباس جن کے صندوق بھرے پڑے ہیں، ناکارہ ہو گا، میں انگریزی نہیں پڑھا، آدابِ فرنگ نکٹائی، کالر، ٹائی بھی لگانا نہیں جانتا، میں ہمیشہ فرشی گدی تکیہ لگا کر کام کرتا ہوں، اگر مجھے پتلون سے گھبراتا ہوں، سب کام بند ہو جائیں گے،

وہ صاحب جیسے کہ خواہ کچھ ہو، حیوان سے انسان بنجاؤ گے، جہاز جنگا شے پیچھا چھوٹیگا، بال بال بچ جان ہیں، سائنس نے دنیا بھر کے طبیبوں کا نام و نشان مٹا دیا، ولایت میں آدمی تو کجا ہر عمر کی عورت اس فیشن کی دلدادہ اور شیدا ہے، وہ میتیں کہ جنہیں انکی کوٹھی کے کسی حصہ میں انہیں کوئی شخص بھی عالم عریانی میں نہ دیکھ سکتا تھا، آج موتراشی کے شوق میں بار برس کی دکانوں پر ماری ماری پھرتی ہیں، جن کی آمدنی اس فیشن سے پہلے پانچ پونڈ کی تھی گذشتہ پانچ سال کے اندر اندر ۵۰۰ پونڈ تک پہنچ چکی ہے، وہ شوقین ہوئے کہ۔

ہم چار دن دو دو سوٹ آج ہی تیار کرا دیتے ہیں، اور صفائی کا کل سامان لا دیتے ہیں، آپ کی یہ تعلیم یہ تربیت یہ اثر و رسوخ اس امر کا مقتضی ہے کہ آپ فوراً حلقۂ انسانیت میں داخل ہو جائیں،

جب شاہی نسل کا یہ اصرار اور مسلسل تکرار اس درجہ پر پہنچا، میں خاموش ہو گیا، چونکہ میری طبیعت فطرتاً تماشا پرست واقع ہوئی ہے، اس نے مرحباً بے مروتی اور نقصان کی پروا نہ کرتے ہوئے، اُن کے مشق ستم کے لئے آمادگی ظاہر کی، مگر بادلِ ناخواستہ سورج اس طرح غائب ہوا کہ جیسے آج کل ہمارے تاجداروں کے اقبال و عروج بجلی کی روشنی انگریزی جلال کیطرح نمودار ہوئی، تو وہ چاروں شہزادے جو فرشتوں کی طرح میرے ساتھ لگے تھے، مجھے گھیرے گھیرے "سیسل ہوٹل" میں لے گئے، وہاں سے ۱۱ بجے فراغت پا کر ایک بجے بجلی ڈریسنگ روم میں پہنچے، میں نے کپڑے اتارے، اور داڑھی کا دھاگہ بے احتیاطی سے کھولا، رات کی ظلمت تیرہ دل انسان کے سینہ کی سیاہی سے بڑھی ہوئی تھی، سب سو گئے، لیکن میری برہنگی کو خیال میری برہنگی پر تمام شب نوحہ کناں رہی، وہ مجھے بار بار بیدار کرتی رہی، صبح کے وقت شب بیداری سے آنکھ لگ گئی تھی، اسی حالت میں نائیوں کے استرے نے جب میری داڑھی پر دست درازی شروع کی تو میں دفعتاً جاگا، میرے مشفق "ریند" صاحب تھے، ورنہ صفائی کی نمائی میں گال کی کھال صاف ہو جاتی تھی، میں اٹھ کر پھیل کر الگ کرسی پر بیٹھ گیا، ایک صاحب ریند گنوں صاحب تو پیش،

میاں صاحب، حضور راجہ صاحب بشیشہ لئے کھڑے تھے، میں نے عجب ان راجاؤں کی نسل کو فرض رسانگی پر حاضر پایا، دل میں خاص بشاشت پیدا ہوئی کہ نہ سہی نصیب ایک فرضی راجہ کی بجائے اصلی چار راجگان میری حجامت میں کر رہے ہیں، انہیں با دلِ شاداں و فرحاں اپنے فرض کی ادائیگی کی اجازت دیجانی چاہئے، وہ بہ رکنت ہو دہ گا ہ معبود میں جھکتے ہوئے بھی ہچکچاتا ہے، اور جانتا ہے کہ وہ چار سال کے اندر ہی اندر مٹی میں ملجائیگا، ان چاروں شہزادوں کے آگے انہیں جزو ارباب عناصر سمجھ کر جھکا دیا، ان چاروں نے وہ ہاتھ میں ایسی صفائی کی کہ جسے یہ دلِ صافی ہی جانتا ہے، میرا خیال تھا کہ ان کی دسترس محض ڈاڑھی ہی تک ہوگی، اور مونچھوں سے خوف کھائینگے، یا لحاظ کرینگے، کیونکہ مونچھیں مجھے ڈاڑھی سے زیادہ عزیز تھیں اسی وقت مجھے لیکنوں اور سرکی باسوں کے خورد سال لڑکی کی دعا "تیری مونچھ پر طوطا بولے" یاد آگئی، میں نے سوچا کہ اگر ان بے رحموں نے میری مونچھوں کی دل آویزی پر رحم نہ فرمایا تو غضب ہوگا، جب وہ میری ڈاڑھی کا قطعی طور پر صفایا کر چکے آپس میں اشاروں اشاروں سے لطف اندوز ہوکر قہقہے مارنے لگے میں نے بھی موقعہ مناسب سمجھ کر ان کی ہمنوائی کی، ٹیک صاحب فرمانے لگے، کہ آپ بھی ملاحظہ فرمائیے، چہرے پر کس قدر ملاحت پیدا ہوگئی ہے، اتنے میں ایک ڈاکٹر صاحب چار ابرو کا صفایا کئے تشریف لے آئے وہ مسیحا کے بجائے عزرائیل امرت کی بجائے زہر یا گل کی بجائے خار یا نور کی بجائے ظلمات تھے، چہرہ دیکھ کر کہنے لگا کہ میں آپ کو "ملا" پر رعد دیکھا کرتا تھا، اور ڈاڑھی مونچھ دیکھ کر سمجھا کرتا تھا، کہ پنجاب کی کسی ریاست کا مہرہ مجکر ہے اب آپ انسان معلوم ہوتے ہیں، مگر ساتھ کے ساتھ ان مونچھوں کی بھی صفائی ہو جانی چاہئے، شاہی خاندان کو ایک بات چاہئے، پھر وہ کب رکتا ہے، راجہ صاحب نے سیفٹی ریزر کا اشتہار اسی طرح جس طرح کہ جا خاندانی "راجہ" گلانوں کا استرا ہے چھیل چھیل کر دو منٹ میں ہونٹ کی منڈ کے ٹتا بنا ڈالا یہ میری مونچھیں صاف کر ڈالیں، اس پر وہ چاروں شاہی نسل کے ارکان ایسے خوش ہوئے جیسے میں پولیٹیکل افسروں کی نگرانی سے دور ہونے سے خوش ہو سکتے ہیں،

میرے دل نے محسوس کیا کہ ان کی خوشی مصنوعی یا مذاقیہ خوشی نہ تھی، بلکہ وہ مجھے اپنی دانست میں اپنی محبت سے اپنے جیسا ایک اپ ٹوڈیٹ مہذب "انسان" بنانا چاہتے تھے، میں نے یہ سمجھ کر کہ یہ محبتِ بے ریا کا نتیجہ ہے، ان چاروں کا شکریہ ادا کیا، اس کے بعد اپنی ناواقفیتِ آدابِ فرنگ کی وجہ سے میں نے اپنے آپ کو قطعی طور پر ان کے حوالے کر دیا،

تو گرفتارِ بلا کیلئے وہ آدابِ فرنگ

؎ تو گرفتار ہوں کچھ رسمِ وفا یاد نہیں
اس لئے لب پہ مرے نالہ و فریاد نہیں

میاں صاحب نے میرے چہرے پر صابون مل کر پھر تولیہ سے پونچھ ڈالا، کیونکہ ڈریسنگ کی دکان سے سوٹ ابھی تک نہ آیا تھا، اس لئے میں غسل کے ارادہ سے غسل خانہ میں داخل ہوا، شیخ صاحب پیچھے کو بے محابا اندر داخل ہو کر کہنے لگے کہ اگر ٹب جانا ہے تو APER BREM میں پیپر بچھاتا ہوں، کیونکہ پانی لینا منع ہے، یہ کموڈ پڑا ہے، اس پر بیٹھ جایئے، میں نے دھوتی پہن رکھی تھی، جس طرح چوکی پر بیٹھا کرتے ہیں، میں اس طرح بیٹھ گیا، کہنے لگے، کہ جس طرح کرسی پر بیٹھا کرتے ہیں، اس طرح بیٹھئے، دل تو نہ چاہتا تھا، مگر آدابِ فرنگ سے مجبور ہو کر مجھے اسی طرح بیٹھنا پڑا، کاغذ آیا، بعد فراغت اس سے رگڑا، مگر طبیعت بگڑ گئی، اب غسل کا موقعہ آیا، ٹب پانی سے بھرا پڑا تھا، اسی میں بیٹھنے کے لئے کہا، یہ بھی کیا، جب نہا دھو کر باہر آیا، تو سوٹ موجود پایا، بڑے جوش و خروش سے مجھے پہنایا گیا، اس واردات کی تفصیل بھی سننے کے قابل ہے، برجس پہن کر واسکٹ پر کالر لگایا نکٹائی مجھے لگانی نہ آئی، یہ پھندا ابھی انہوں نے ہی گلے میں ڈالا، ترکیب بتائی، مگر میری سمجھ میں خاک نہ آئی، میں نے پوچھا کہ بھئی خیر کالر سے تو کوٹ اور گلے کی حفاظت مقصود ہے، مگر یہ نکٹائی بتلاؤ کیا فائدہ پہنچاتی ہے، بولے یہ ایک فیشن ہے، میں نے کہا کہ میں نے آپ کا سب کہنا مان لیا مگر مجھے اس "جرمِ فیشن" سے معاف رکھا جائے، بولے کہ یہ ، روپیہ کی ہے، اور فیشن کا تقاضہ کہ صبح شام اگر نیا سوٹ نہ ہو، کم از کم نکٹائی ضرور بدلنی چاہئے، میں نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا کہ بندہ کے لئے کم از کم ۶۰ نکٹائیاں ہونی چاہئیں، جو ایک ماہ تک برابر صبح شام تبدیل ہوتی رہیں،

چار روز کے بعد آپ کی آٹھ نکٹائیاں بیکار ہو جائیگی، پھر یہ فیشن قائم نہ رہ سکیگا، ورنہ ۴۰ روپیہ
کی رقم آپ کے پسندیدہ فیشن کی اور نذر کرنا پڑیگی' راجہ صاحب نے فرمایا کیا بات ہے، میں
حیران تھا کہ مجھے شاید والی ریاست سمجھے ہوئے ہیں' نکٹائی باندھنے کے بعد کوٹ پہنا' اور پھر
ہیٹ اوڑھ کر سیر کے لئے "مال روڈ" کی طرف چل دیئے' ابھی کی بدبخت چار کی بدولت مجھے پیشاب
کی حاجت ہوئی' ایک گلی کی طرف بڑھا' آدمیوں کی آمد و رفت کی کثرت' پیشاب کا زور' بیٹھنے لگا
تو برجس مزاحم ہوئی' پھر کھڑا ہو گیا' بٹن کھولے' لیکن کھڑا ہو کر پیشاب کرنا بیجا سمجھا' پھر بیٹھنے کی
کوشش کی' برجس کیوں بیٹھنے دیتی تھی' اس کشمکش میں میرا پیشاب نکل گیا' آئندہ رو میری ان
حرکات پر ہنستے تھے' اگر پیشاب نکلتا دیکھ لیتے' تو شاید دیوانہ سمجھ کر حراست میں دلا دیتے' خیر جس
طرح کسطرح کھڑے کھڑے آجکل کے جنٹلمینوں یعنی جبانوں کی طرح میں نے پیشاب کیا' آدھا
برجس' پائچوں اور جوتوں پر گرا' ہاتھ پلید ہو گئے' پاس کہیں پانی نہ تھا' جو ہاتھ صاف کرتا' طبیعت
مکدر ہوئی' رومال سے صاف کرنے میں رومال بھی گندہ ہو گیا' طبیعت پان کھانے کی خوگر ہے' مگر
ڈبیہ کے ہاتھ لگانے کو دل نہ چاہتا تھا' شاہی محل سے آملا' پیشاب کا قضیہ بیان کر کے ایسی بے
قسم کی پتلون کا ناطقہ بند کر دیا' مگر وہ نئی روشنی کے دلدادہ یہی کہتے رہے کہ بھئی ہم ہندوستانیوں
کو اسی چھوت چھات ہی نے برباد کر دیا ہے' میں اُن کی تہذیب پر حیران تھا' آگے بڑھے اور
ہیملٹن اینڈ کو کی دکان میں جا داخل ہوئے' کہ نکٹائی کے لئے کوئی مرصع پن خرید جائے' فرم کا
منیجر بھی نہایت لاپروائی سے پیش آیا' جب میں نے نام لے کر آواز دی' تو پہچان کر بھاگا
آیا' شیک ہینڈ کر کے کہا کہ میں تو آپ کو بٹلر سمجھا تھا' یہ آپ نے کیا کیا' پہلے آپ سردار یا وقار معلوم
ہوتے تھے' یہ کہنے کے ساتھ ہی اس نے بڑی لیاقت کے ساتھ میری ٹوپی کو ایک جھٹکا دیا اور کہا
کہ ٹوپی کا پھول دائیں طرف رہنا چاہئے' سوٹ دیکھ کر تعریف کی' کوٹ کا نچلا بٹن کھلا تھا' لگا
برجس کا صرف اوپر کا بٹن لگا تھا' باقی چار کھلے تھے' کہنے لگا یہ بٹن بھی لگا لیجئے' میں جو کان کی
شرم سے جھکا' تو تیر نظر آیا' حماقت لباس پر سخت پچھتایا' نادم ہو کر میں نے کہا کہ آزار بند لٹک گیا

ستایا جاتا ہے، اسی لئے سب حاضرین ایک بٹن لگا لیا، انہوں نے کہا کہ راجہ صاحب آپ کے تو یہی لباس زیب دیتا ہے، اسے اتار پھینکئے، میں نے کہا کہ قدیم لباس میرے ہی زیب کا نہیں، بلکہ جس طرح سے وید مقدس ہر ملک کے انسان کا رہبر ہے، ٹھیک اسی طرح سے ہر ولایت کے انسان کے لئے یہ قدیم لباس فائدہ رساں اور آرام دہ ہے،

وہاں سے نکل کر گھوڑوں پر سوار ہو کر ڈاکخانہ کے پاس پہنچے، چونکہ چائے نے غیر معمولی تحریک پیدا کر دی تھی، اس لئے پیشاب کے ساتھ بیت الخلاء کی حاجت بھی ہوئی، میں نے ٹھیک صاحب کو کہا کہ میں بیت الخلاء جانا چاہتا ہوں، کیا برجس اتارنی پڑیگی؟ کیونکہ میرا معدہ قوی ہے، اور کبھی قبض نہیں ہوتا، بیٹھا اور فارغ ہوا، اس لئے میں ان کا ہاتھ پکڑ کر ڈیوکو سٹانٹ کی طرف بڑھا، اور غسلخانہ تک ساتھ لے گیا، پہلے کوٹ اتارا پھر واسکٹ نکالی، گیلس کے پچھلے دونوں بٹن انہوں نے کھولے گو میں نے فراغت پانے کے لئے بڑی جلدی سے کام لیا، لیکن اس بدتمیز کارروائی میں پورے پندرہ منٹ گذر گئے، ابھی برجس کے دو بٹن بھی نہ کھولے تھے کہ برجس ہی کو ڈبن گیا ایک منٹ تو فرش کر چھپے، مگر محفوظ دہ بھی نہ رہے، اس کے بعد پاک و صاف ہونے کے لئے جو مصیبت مجھے اٹھانا پڑی خدا نہ کرے کہ کسی برجس پہننے والے کو دیکھنا نصیب ہو، کوشش سے نیا سوٹ منگوایا گیا، اور اشنان کر کے پہنا گیا، میں نے چارلس صاحبان سے کہا کہ آپ نے جس مصیبت میں مجھے گرفتار کیا ہے، اس کا خمیازہ میں تو بھگتوں ہی گا، اگر مہربانی فرما کر مجھے اب آپ اجازت دیجئے کیونکہ مجھے چند احباب سے ملنا ہے، انہوں نے مجھے اجازت دی، اور چلتے وقت یہ کہا کہ گیلس آپ کے لئے تو ضروری نہیں، برجس سے گیلس نکال ڈالئے، مجھے گلیتھو کی طرف جانا تھا، وہاں پہنچا، رانا بیر مال بہادر جج کی کوٹھی دنگا باڑی پر پہنچا، حضور ممدوح برآمدہ ہی میں کھڑے تھے، گو وہ خود ایسے ہی لباس میں ملبوس تھے، مگر مجھے اس لباس میں دیکھ کر بے تحاشا قہقہہ لگا، میں نے زینے طے کر کے اوپر پہنچا اور حسب معمول دائیں ہاتھ سے نمستے دیو، "بلائی" فرمایا کہ اس لباس میں سلام کا یہ طریقہ نہیں، ٹوپی اتار کر سلام ہو تکلیف ہے، اور ٹوپی پگڑی تو آبرو کا سرپوش سمجھ کر مثل دوپٹہ کرسی پر رکھ دی جاوے گی؟

ہمیشہ قدموں میں رکھی جاتی ہے' میں نے کہا کہ اس عزت سے میری ٹوپی کو معاف رکھئے' یہ آپ لوگوں ہی کو مُبارک ہو'

میں نے ٹوپی اُتاری ساتھ ہی ساتھ اس طریق کورنش پر جس سرک کر قدمبوس ہوئی وہ شریف انسان تو خاموش رہا' مگر میری شرم کی کوئی انتہا نہ رہی'

اُن کے پاس ہی ایک پہاڑی لڑکا روپ زنگھ بھی بدبخت لباس پہنے فرش پر لیٹا پڑا تھا' وہ بھی میری طرح پہلی ہی آزمائش میں تھا' یہ دیکھ کر کہ کوئی جنٹلمین ملنے آیا ہے' بولا پوسن! مجھے اُٹھاؤ' پوسن نے بازو پکڑ اور کھڑا کر دیا' پھر بولا کہ "مجھے پیشاب کرائیں" پوسن ساتھ لیگیا'

جب میں نے اس انگریزی لباس کی یہ پے در پے دقتیں دیکھیں' تو اس سے پہلے ہی روز بیزار ہوگیا' اور لعنت بھیجی' مگر ڈاڑھی اور مونچھ کی آمد تک اس کا فوراً پھینکنے کیلئے خاموش رہا' چونکہ ڈاڑھی اور مونچھوں کے نکلنے کے لئے عرصہ چاہئے تھا' اس لئے جبراً و قہراً اس عرصہ تک مجھے یہی لباس پہننا پڑا'

اس عرصہ میں پبلک کی دو رائیں تھیں' جو اس فیشن میں تھے' انکی پسندیدگی کی کوئی انتہا نہ تھی' مگر اُن میں سے بھی بعض بعض ناپسند کرتے تھے' جو دیسی لباس پہنتے تھے' وہ میری اس تبدیلی لباس سے سخت نفرت کرتے تھے' کثرت ناپسندیدگی کی طرف تھی' میں نے کسی کی کچھ پروا نہ کرتے ہوئے اپنے ضمیر سے کام لے کر ٹھیک ایک ماہ بعد ۵ راگست کو یہ سوٹ آج کل کے جنٹلمینوں کی مونچھوں کی طرح اپنے جسم سے اُڑا کر کرزن کی قبر پر چڑھانے کے لئے ولایت بھیجدیئے' اور ہمیشہ کیلئے اس پر اور اپنے ایسے انگریزی نما جنٹلمینوں پر لعنت بھیجی' اس وقت اس کا فوٹو لکھا تاکہ ہمارے ملک کی موجودہ اور آئندہ نسلیں اس اندھی تقلید کی مصیبت میں گرفتار ہونے سے احتراز کریں'

بہار ستانی

رئیس الکلام

انگریزی لباس کا نوحہ

مجھ خالص دیسی کی انگریز نمائی

جناب بہار دسنائی نے نثر میں اپنے عملی تجربات کی بنا پر عنوانِ بالا پر جو مضمون لکھا تھا، وہ ہدیہ ناظرین ۹ صفحہ پر درج ہے، ایک صاحب نے جو گمنام رہنا چاہتے ہیں، وہی مضمون نظم کیا ہے جو خالی از مفاد نہیں۔ (ایڈیٹر)

لباس اپنے وطن کا ہم جو صدیوں سے پہنتے تھے　　یہ اک حُبّ وطن تھی ہم جو اپنے دل میں رکھتے تھے
وہ پہلے تھے مغربی سانچے میں جو اہلِ وطن اپنے　　حماقت ہے وہ اپنے ملک کی پوشش پہنتے تھے

مجھے بھی ناپڑا، جو جھتوں میں بیشتر ان کی　　مرادیں ہو گئیں پوری جو منزلیں رکھتے تھے
کنوز ٹیکانیاں، راجہ ہوئے اصلاح پر مائل　　ادہر الفتِ وطن سی تھی، اُدہر دیکھے ٹہکتے تھے
قضارا ایک دن میں جبکہ محو استراحت تھا　　اُٹھا لائے وہ زیور پر جامت سی جھکتے تھے

یکایک چونکا اور دیکھا تو آدھی ریش صفا تھی　　تجلے مالن، عقیدت آبرو کے پکڑتے تھے
یہاں پر چپلا وقت بلوں سی لپنے یوں ہوا پر ساں　　صنب ظالم وہ ہی کیا آخر جو کہتے تھے
محبت کی اسیری تھی شمالِ گلبنِ بستان　　گلِ عزت کے پانے پر وہ بلبل سا چہکتے تھے
نحیف وہ ہاتھوں میں یاروں نے چہرہ صاف کر ڈالا　　وہ آئینے ہاتھوں سے تک تک چپر کے تھے

مجھے ڈر تھا کہ میری شیروانی پھنس گئی کہیں ہو (باتونی) مگر وہ شیڈول ڈاکو تھا! بالوں سے ڈرتے تھے
نہیں کرتا ہو گیا مت گرما نے نہ وہ ضدی مری ہر ایک بات پر وہ ریزر تیز کرتے تھے
ضد کی میری سب لیکے، مجھے اپنا سا کر ڈالا ستم یہ تھا کہ اس حشت پہ اپنی آپ ہنستے تھے

تو بعد از غسل رنگین کی دکان کا سوٹ پہنا کر ڈنائی میرے بھی برجس کہ جیسی خود پہنتے تھے
مجھے پہنائی کیا برجس، مرا اسپیکٹ بنا ڈالا محاسن اور فیشن کے مگر وہ راگ رٹتے تھے
سنگ ناپاک اور شرکا کا اردو نوں بچا ہیں وہ فاضل "ڈکشنری" دیکھ کر ایسا ہی کہتے تھے
یہ ثانی طوق لعنت لا کہ لعنت ایسے فیشن پر خیالِ احمقی میں ہر گھڑی شیشے پہ جھکتے تھے
تعوذ پور و درستے محبت ہے تو اک پن سے وہ گرد نکہتِ فیشن میں ناحق ہی الجھتے تھے

اڑائی ایسی اک ٹوپی، بنایا سر بسر بسلا بنا کر ہنس کے کوا مرے چلنے کو تکتے تھے
گنوا دی میری سب عزت ارادہ دی آبرو کیر مری بربادیٔ شوکت پہ دونوں ہاتھ ملتے تھے
گھٹا سا بنا کر آل کی جانب چلے پاپچوں تماشا ہی تماشا تھا یہ ہر سے ہم گزرتے تھے
وہاں سے سیدھے جا دھمکے اسی ہوٹل کے بہت وہ بگڑے جاتے تھے اگرچہ ہم سنبھلتے تھے
مری ٹوپی کو عزت سے دیا مسٹر نے اک چکر یمیں گلزار میں مچھتے گل ٹوپی پہ کھلتے تھے
مرا یاد دیکھ کر۔ بٹن برجس ذرا دیکھو ڈیئر بنگو نت! کیا تم سے بٹن برجس نہ لگتے تھے
بجھا شل کہاں خیریت میں جو بیترو چرکش پر تو وہ چاروں کے چاروں ساتھی سجدے میں جھکتے تھے
وہاں مشر سالا لیا، تھی جاذب فرنگی چلے یا ہو ہم آنے، گو کہ وہ ہر چند رکتے تھے

مجھے دی تھی بجانے قیمتی تکلے، ڈبل روٹی "تعافنسے فیشن کا" جو مہاوں سکتے تھے

لہ تہتہ "ثانی" کے ذیل میں حدیث ہے یا جوابی ہے   ملہ۔ شرمستی تا فیصلہ نہ جھوڑ گیا ہے

ہوئی تحریک قارورہ بڑھا میں جانب کوچہ
نہ بیٹھا مجھ سے جاتا تھا تین رجیں گھٹتے تھے

وہ دل کی نفیف گھنٹے رہو کرتے وہ چوں جاہل
ادھر شباب کے قطرے بہت جلدی ٹپکتے تھے

بمثل تیر قارورہ جو نکلا اپنے ترکش سے
سنبھالے سو سنبھالے پر نہ حضرت کب سنبھلتے تھے

ہوئے وہ عطر بیز ایسے معطر ہو گئی رہ جب
وہ ٹپکے اپنے پاؤں سے فراٹے پر چلتے تھے

مغرق اور معطر ہو گیا سب جیستہ زیریں
تمسخر لوگ کرتے تھے جو رستے سے گزرتے تھے

ملوث ہو گیا پیرا جو سارا پیرہن انگلش
سکھانے کو بہت عجلت سے وہ رومال جھلتے تھے

بہت بے دے جو کی میں نے تو ہنس کر بہ تقاضائے
وہ اپنی اس نفاست پہ عجب شکلیں بدلتے تھے

مزا پایا جو فیشن کا کہیں یا افسوس ان سب پر
زمیں میں بس گڑا جاتا تھا وہ بجز و کچلتے تھے

بڑھے پھر شوق سے ہم سب بجانب ڈیوکو ہوٹل
ملذذ جیسے کھانوں پر بہت دن سے ترستے تھے

تحرک چاہنے پینے سے اجابت کی ہوئی حاجت
وہی جھگڑا وہی قضیئے تین کپڑے نہ کھلتے تھے

نہ خشکی کی حکایت تھی نہ قبضی کی شکایت تھی
بمثل گردگاں گنبد سے گرتے ہی لڑھکتے تھے

ہوئی آمد تو بس برجیس بنی کو ذہبی آخر
وہ اس حق مجسم پر بہت مائل بگشتے تھے

نفاست سے یہ فیشن کی طبیعت سر بسر بگڑی
جو بگڑا ان سے میں اس سے زیادہ بگڑتے تھے

میں تنگ آیا تھا فیشن سے کیا جو کچھ کفارا تھا
دبایا خوب ہی ان کو مگر وہ کیسے دبتے تھے

اتار اب لباس ان کا سجایا قبر کر تن پر
پڑھا نوحہ جو نفرت کا تو سب گر کر جھکتے تھے

چڑھائے قبر پر سارے غلامی کے نشاں لٹکے
ملاقات فرنگی کو جو ہفتوں سے ترستے تھے

زمانے کی ہوا میں مت اڑو تم بندۂ فیشن
پہن لو اب وہی جامہ جو پہلے تم پہنتے تھے

سماجت ہے نہ عزت ہے نہ موزوں ہے نہ ہے ہندا
برہنگی تم میں گر ہوتی نہ ہرگز تم پہنتے تھے

زباں اپنی نہ علم اپنا نہ تن اپنا نہ تی اپنی
نہ ہیئت اپنی نہ صورت اپنا جو اس سانچے میں ڈھلتے تھے

شکل بعضا بیاں اپنی تو کھانا پر تکلف ہے
تکلف ہے لباس ایسا کہ مغرب تک گزرتے تھے

جو ہے لیلیٰ شد بیشہ ہے بو چند جبہ وہ فوجیہ
معیت جب بچے کوئی تو بس رہبر کہتے تھے

وطن کا راگ گاتے ہیں وطن سے کچھ نہیں نسبت — وطن سے ہوتی گر اُلفت تو ایسی چال چلتے تھے
خدا حافظ خدا حافظ ! اِنہ کہا تو خوف بھاڑ و رش — فرشتے آسماں سے یہ دُعائیں تجھکو دیتے تھے

بدل جائیگا سب نقشہ سیاہی کا سفیدی سے
کہ جیسے اِس تنِ خاکی کے پیلئین بدلتے تھے

نظمِ بسنتی

تاجدارِ پٹیالہ کے دربار خصوصیت خاص رکھتے ہیں علم پروری و قدر دانی کا دریا موجزن رہتا ہے۔ بالسنت پنچمی منعقدہ ۲۲ر مالھ ۱۹۰۴ء پر جناب ... نے باجازت خاص قصیدہ حسب ذیل دربار میں پڑھا جو شاہِ قدر دانِ علم و ہنر نے بہت خاص قبول فرمایا
۳ر فروری ۱۹۳۰ء

بہار آئی بلبنت آیا خوشی سے شاخ پھوٹی ہے — حیاتِ نَو ملی اُسکو رگِ جاں جس کی ٹوٹی ہے
شگفتہ ہو گئے غنچے تری بارانِ رحمت سے — مگر دشمن کا چہرہ زرد ہے تقدیر پھوٹی ہے
ہوئی ہے ہر طرف بارش کہ سبزہ زار ہے صحرا — مریضِ بیکسی کو اک نظر اکسیر بوٹی ہے

بہار اک تازہ تر آئی ترے باب گلستاں میں — اِشارہ پر کشیں ہوتی جا ہر تیرے فرماں میں
ہوئے ہیں سرخرو صحرا کہ خاروں تک دمکتے ہیں — جو رنگت تیری نکہت کی کہاں لعلِ بدخشاں میں
جلایا حاسدوں کو خود اُنہی کی آتشِ غم نے — بڑا یارب اکبر نے تجھے تو قیر او شاں میں

چراغِ آرزو ستگر زرد خشی قدرت سے پاتا ہے — نہیں سمجھتا وہی سمجھتا ہے جو اسکو سمجھاتا ہو
جو گلزارِ ہوا خواہی چمن دل میں کھلاتا ہے — ثمر بے موسمی وہ آرزو کے نخل میں لاتا ہے
بہارِ بے خزاں کا باغ صد یا سیح و فا کا ہے — یہی ذریعہ ہمارے ہاتھ میں ہر دعا کا ہے

عنادل ہوں رقم میں اور سخن کا خوشنوا بلبل — بجائے خار پیدا گل ہوئے ہیں اپنی کسوت میں
گرے قعرِ مذلت میں جو ہیں بدخواہ اور بدگو — خوشی کا کام کیا ہے غم رہیں سب اُنکی قسمت میں
بیٹے ہیں شیر اور بکری بہم اک گھاٹ پر پانی — یہ ناممکن ہوا ممکن ہوئی تیرے عہد نصفت میں

رہے سرسبز دائم یہ ترا دربار موتی باغ — کہ ہے دُنیا کے ایوانوں میں یہ سرمایہ موتی باغ
ترے در کا جو دربان ہے قسم اپنی وہ سلطاں ہے — ہزاروں فخر کا مالک ہے پہرہ دار موتی باغ
مجھے سر کی قسم ہے جلد سرکار تمہیں سرکردہ — تدبر داد دانش عزم میں سرکار موتی باغ

میرے شاہا سپہرِ فلک کے تم ماہ و خاور ہو — جہاں میں نسلِ شاہی کا بلند ہر لحظہ اختر ہو
تماشا بازِ زندگی جیسے میں آئے تیری محفل کے — چلے جو بزم میں اُن کی وہ بس صحت کا ساغر ہو
الٰہی وہ سخن پرور سخن سنج و سخنداں ہوا — جو اس بستاں کا بلبل ہو تو بہار وہ حضور ہو

مرو ہرگز از جائے خود یک قدم
بجا باش استادہ اے محترم

بگفتا بچشم اے سحاب کرم
ہر آنچہ بگوئے ہماں میکنم

ازیں رو نیکو خاں جلو ریز
بران کافرے بت پرست از ستیز

دوانید آں از شہ نامدار
دواں آمد پیش خاں یک سوار

کہ اے خاں ترا بادشاہ خواستہ
ندانم چہ کار از میاں خاستہ

رواں گشت خان کریم آں زماں
در آں وقت در پیش شاہ جہاں

بگفتا چہ امر است اے شاہ دیں
کہ بخت جوان با دو دولت قریں

شود درگہت قبلۂ مقبلاں
بود سایہ ات مستظل در جہاں

الٰہی تو در باقی تو باقی بماں
قبول تو اقبال صاحبدلاں

ہر آنچہ امر باشد بجا آرمش
دگر را نباشد نہاں دارمش

شہش گفت اے پہلوان دلیر
کہ ہستی بمیدان بجا چو شیر

سگاں در کردند بر میسرہ . . .
کہ در میت آتش ز آتش زنہ

دریں دست بودند چوں غازیاں
بسے ایں سگاں تاختند ایں بان

ولیکن دریں تاخت رفتند دور
کسے از دلیری کسے از غرور

بر آمدند بعضے بعقب گفتار
بگشتند پس بعضے آں از فرار

شدایں دست غازی گرمی بیش
کہ آورد زور آں مکب بدکیش

ہمی بینی آں کافران خدنگ
کہ در دست کردہ کمان و تفنگ

ہمی ریزند چوں کافران تتار
ہمی تیر باراں چو ابر بہار

بگے راست تا زند گہ دست چپ
دوبارہ سگاں آمدم در عجب

سلہ وہ ناولہ ملکہ حسن ... کہ بے دین فرقہ کا ذکر تھا، اس لئے ہر ... کو
صحیح نہیں ماننا چاہئے،

چو خان بلوچ این سخن را شنید — دلش زین سخن ہمچو بسمل طپید
دعا کرد بر شاہ عادل زمان — کہ تا این جہان است باقی بمان
بگفتت روم من بروئے سگان — بتازم بمیدان آن بدرگان
باقبال تو تیغ سنگ بر کنم — اگر آتش است آب بر روئے زنم
بفرمود شاہ اے جوانِ نبرد — بمیدانِ مردان توئی شیر مرد
شتابی مکن در نبرد سگان — بجائے کہ استادہ باشی بمان
ہمہ مرد آن بیشہ را پا در مصاف — بمیدان بایستی تو چون کوہ قاف
کہ خود دشمن آید بنزدیک تر — کند سینہ را پیش تیرت سپر
کہ دانستہ بودش کہ او سرکش است — گہے رزم جوشندہ چون آتش است
نہ او بلکہ آبائے آن نابجو — بمیدانِ ہیجا چنین داشت خو
زتکبیر بمیدان چو جولان کنند — بہ تنہا برافواج دشمن زنند
نصیحت نمودش بدادش قسم — کہ ہرگز ز جایت مرو یک قدم
وزاں پس رخص نمودش کہ راہ — بجائے کہ گفتم شو استادہ راہ
رخص نمودش شہ کامیاب — بدست یمین آمدہ با صواب

حاسدانِ روسیاہ

رائے نانک چند صاحب رئیس اعظم آنریری مجسٹریٹ دہلی اُن اعلےٰ ہستیوں میں سے ہیں کہ جس پر دہلی ناز کر سکتی ہے، آپ شروع ہی سے فیاض، نیک نفس، اور ہر دلعزیز ہیں، یہ فیاضی اُن کے حاسدانِ روسیاہ کے لئے باعث حسد ہو گئی، خانگی انتظامات کی بنا پر مقدمات دائر کئے مگر منہ کی کھائی، ہم اِس کامیابی پر جناب رائے صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں ✦

پرانی تصاویر و کتابوں کی ضرورت

اس سلسلہ میں بے تعداد خطوط دفتر ہذا میں موصول ہو رہے ہیں جن کا فرداً فرداً جواب دیا جانا ناممکن ہے اور اس معاملہ میں کچھ اور بھی عرض کرتا ہے، چنانچہ

(ا) پرانی تصاویر اور کتب کی جن تاجداران کو ضرورت ہے ان سے مراد ہر معمولی تحریر و تصویر نہیں بلکہ کوئی اعلیٰ صنعت گری کا نمونہ یا کوئی بے بہا نسخہ مراد ہے،

(ب) ہر جوابی معاملہ کے لیے ایک آنہ کا ٹکٹ آنا چاہیئے ورنہ عدم تعمیل جواب کے لئے معاف فرمایا جائے،

چیف منیجر

بہر دم بہر ساعت آں شیر جنگ — بہرا و خاں بود سے کرد جنگ

بہ سرور یل محمد حسن — مزار شہیدان جوانِ وطن

کہ کردم بیانِ شہادت درا — ببر کردھا یا بشر ہت الیا

امیر خود کہ شجاع زماں — سخندانِ خوش خوئے شیریں باں

دگر چاکر سیر باز و جنگ — شبے روز بودند در تافت تنگ

ز سالاسیاں سرور فوش تیر — بہادر شہید و ظفر خاں دگر

بیانِ شہادت بہادر گذشت — کہ با حورِ جنت ہم آغوش گشت

بہادر یکے بے بہا مرشدہ — بوصفش دلم از بہا پُر شدہ

ز بار وسیاں میر یعقوب خاں — کہ دارد دل دوست بازوراں

دگر خاں رحیم است چوں شرِ شیر — لبیدانِ کو آں چو رستم دلیر

نبی خان کہ در بزم و در رزم سینہ — ندارد مثل آں یل پُر تمیز

ز نیچاریاں میر شاہ بیگ خان — تمایداد پندر انیساں نوجواں

امیر کساں از خیر دبا کساں — بہ خبر انیساں سرورِ خوش خصال

[illegible]

قلندر زنی ہم در آں روز جنگ — بگردند تفنگیہ از بیم تنگ

بگرگیں زنی گرچہ پرسی سخن — دلے شیر دارند چوں پیلتن

ستادند قائم ہمہ در مصاف — نجنبید کس زاں مکاں ہمچو قاف

ہمہ داشتندے صف میمنہ — زدہ بود ہر یک برابر گرہ

بہر بار کان ترک توپے سگ لعین — زدی بر صف آں سوارانِ دیں

چنانش زدندے بہ تیغ و تفنگ — کہ کردی گریزاں سگ زشت رنگ

تعاقب نمودہ ہمی تاختند — جوانانِ دیں در پس آں شدند

چو آمد چند باراں سگ رد سیاہ — نبرد در صف غازیانِ سپاہ

بہ میداں برد با سے غازیاں — گریزاں شدہ آں سگ از پیش شاں

و بشنیدہ اوصاف از جلبیاں — کنیم از بلوچاں کجی بیاں

سرے ڈودکی ہا امیر جبلاں — کہ باشد جواں مرد نیک خصال

دستہ یکی بود سرداری نیک خو — محب علی شیخ نام او

سوا یکو نام با پور خویش — بہ میداں نبرد از ہماں پیش پیش

ممداں بہ ہمراہ انجمن پیر خان — کہ سرکردہ ہست نیلداں

دلاور کہ بود از کمن خاں خلف — ہمی تاخت در جنگ خنجر بکف

ز غرانیاں پیر فاضل نبرد — غلام علی نام جو نیک مرد

قلاتی جتوئے کہرام نیز — بہ دوئے ہمہ بد بہوش و تمیز

ملنگ ابر سرکردہ ابرھا — درآں رزمگاہ بد چوں شتر اژدہا

محمد خاں شیخ و دگر بندہ ے — زیک دیگر افزوں بد از پردہ ے

ایک صد کا انعام جناب بہار رسا کی اطلاع فرماتے ہیں کہ جو صاحب ترجمہ دیوان منشی چندر بھان برہمن منشی شاہجہان بادشاہ کی تصانیف دیوان برہمن، ظفر نامۂ شاہجہان، [illegible] تذکرہ [illegible] ان کی دیگر تصانیف کا پتہ لگائیں گے اور کتب ارسال کریں گے انہیں ایک سو روپے انعام دیا جائے گا۔

بسیدان یک جائے با جلبان — ستادند در زدنے او سگالان

بضرب سنان تیر و تیغ و تفنگ — یکے از دگر پیش میکرد جنگ

سگاں بار عباس بر شیرہا — زدندی لبیداں چو تند اژدہا

بلوچان غازی فشردند پائے — نرفتند چوں کوہ آہن ز جائے

چناں مے زدندی سگاں تا بہ تیغ — کہ رنگ جہاں خورد را کردہ دریغ

چو دیدند سگہا کہ شیرانِ دیں — نجنبند از جائے خود چوں زمیں

اصل مسودہ میں یہ جگہ جو تقریباً ۲۰ اشعار کے قریب ہے، خالی ہے،

کہ شاید کسے زاں سگانِ لعین — بہ پیش آیدش کو سر خشم و کین

کہ چوں شیر شرزہ جگر آورد — چو درد جگر خونِ آورا خورد

کہ آں ملحدِ حربیِ نابکار — بدینِ نبی مے کند کارزار

دگر با شہنشاہِ عالم پناہ — بر آراست از جنگ آں سگ سپاہ

دو جُرم کبیر است ثابت بَرَد — کہ از ہر گنہ آں سگ زشت تَرد

سزاوار کشتن شدہ آنِ لعیں — بود جائے او اسفل السافلیں

شود سوختہ او بنارِ سعیر — زن و بچہ اش کردہ باید اسیر

ازیں نیت آں خانِ روشن ضمیر — سپہدار دیں خانِ غازی نفیر

بے تاخت در عرصۂ کارزار — بجولاں بر آں کافرانِ تبار

ہماں نیزۂ خونخوار کف کرد کش — گرفتہ بدست او ہمی راند خوش

یکے تیغ مسلول ہندی بدست — لبیداں ہمی راند آں بت پرست

ہمی راند آں سگ پُر از خشم کیں — رسیدش در آں تافتن خانِ دیں

---

۵ سنگانِ عالی شان کی رزم آزمائی اور جنگی کارناموں کی دشمن کی زبان سے تعریف ایک زندہ شہادت ہے،

بدان نیزہ اش در ربودہ ز زین — ز زینش بر آوردہ زد بر زمین
گذر کردہ زاں سنگ چوں خار تیز — سگے دیگرش آمدہ در نظر
کہ بیگانہ در عرصۂ رزم گاہ — سگے کردہ بر کس ز نخوت نگاہ
یکے اسپ تازی بر زینش چو باد — عجب بیں کہ سگ چوں بہ باد اوفتاد
ہماں نیزہ در بغل خود بداد — ز خونش بجوں تشنہ را آب داد
بدان نیزہ از زین ربودش بزور — زدش بر زمین آں یل شیر زور
ہماں عسکر خاص خان زماں — کہ از اخلاص دل سخت بستہ میاں
جوانان شمشیر زن شیر کین — نکردند تقصیر در جنگ دیں
بمیدان گبراں نمودند تاخت — ولے ہیچ کس زاں سگاں بر نساخت
گرفتند راہ ہزیمت بسزا — ہمہ داشتند در ہزیمت رضا
کہ باشد کزیں غازیان بلوچ — برون آمد از عرصۂ جنگ فوج
جہاز دسیں ما چوں راہ دراز — ز ہر جانبش ما بگردیم باز
بگیریم چوں حلقہ اش درمیاں — ازاں حلقہ اش کار آید بجاں
ولے غازیاں ہمچو شیر عرین — دواں اسپ آں سگان لعین
برسرو راں میر عبد الغنی — زد اندر صف آں گروہ غنی
بجستند از عرصہ آں بزرگاں — بدلشیں نہ استادہ زاں بزرگاں
چو حاجی محمد ز بہر غزا — کمر بستہ دارد ز بہر خدا
دگر میر فاضل ز سلطان خلف — ہماں میر چند دیل پر شرف
ز بنگزہ آں یل بزر گرام — بود میر نعمری چو شیر نیا بنام

۱؎ مصنف سخت متعصب واقع ہوا ہے لیکن واہ رے صداقت کہ دشمن کا منہ بھی بند کر دیتی ہے۔

چو شیرزن بود در پیش خان | سپہ کرد جان پیش خان زمان
زبازوی با جنگ گرز پرسی سخن | فزون بود از ہر کس آن تیغ زن
بخان زمان ہمعنان در رکاب | ہمیشہ سوار آن یل کامیاب
کلاتی جتوی دگر نام خان | بجنگ نگان چو شیر ژیان
چو شد جنگ زہری دستگہ دگر | دران جرگہ بود چون شیر نر
زچاکر زرستم چہ پرسی خبر | کہ آن بود بود نر با زیب و فر
بشام دحبلانی محمد حسین | ز رفیانی آن مرد بے شد شبین
کہ در جنگ تا بور پیکار ہم | بر آورد نام آن یل پر کرم
در آن تاخت آویخت با کافرے | زدہ بر جگرگاہ او خنجرے
بیفگند سنگ از زین بر زمین | بر آمد ز جن و ملک آفرین
تلاوار آن مرد مند وفادار | گزین پیش ہم کردہ بد کارزار
بہ تیر و تفنگ آن یل نامور | بینداخت یک کافرے بد تیز
ہمان برق سیر آخر کر آور | لبیدان تا بور شد سرخ رو
بہ سنبل یک کافرے اسب تاخت | رسید و بہ تیغش دو پرکار ساخت
بہ پیشین ہمہ آن کفار بخار | چو دیدند در عرصہ کارزار
کہ تنہا ہے تازد آن غازی دین | بہ دنبال ایشان پر از خشم کین
زدون نیست نو شمہ پنجاہ سوار | کہ ہر یک بدہ ہمچو اسفندیار
دگر کس از لشکر خان دین | بدستی خود دش راند با خشم کین
شہ فرنگ رو چو کہ بگریختند | ازان پس ز ہر سو در آویختند
گرفتند ... ملت یعقوب خان | چو ہر کار ... بر نقطہ ...

جہاں جوے نوشیں خوے خانِ زماں | چو دید آں چناں دست برد سگاں
فرود آمد از اسپ تازی نژاد | گرفتہ تفنگ او بدست ایستاد
ہمہ عملہ اش ہم فرود آمدند | تفنگہا بدست ایستادہ شدند
بہ دہ دہ در آمد بروے سگاں | در آمد زیاراں یکے بدرکاں
وکیلِ ممالک چو شیرِ عریں | شیرِ عریں بُد وَسے شیرِ دیں
ستادہ بپہلوے خانِ زماں | ہمیزد تفنگ او بروے سگاں
بدستش چو آمد دو بندوقِ خاص | یکے پُر بہ کرد و دگر خلاص
ازاں بُت پرستانِ بیدیں نژند | بسے گبر و دغا کب خوں افگند
قضا را یکے ملحد از دور دست | تفنگے بزد او نے آں بُت پرست
زدو دا استخوانش شکست آں تفنگ | باں زخم لخت او ہمی کرد جنگ
وے جنگ شاں بُد نہ تیر و تفنگ | بشمشیر گر جنگ بُد بے درنگ
یکے جست خوں زاں سگاں بیدریغ | ہمی راند آصفِ زمانہ بہ تیغ
کہ فرقِ نژاد دست عالی ہم | بود دولت وارد علم ہم قلم
کہ ہر کو قلم را نہ ورزید تیغ | بدیگر ببر و گو اسے دریغ
خوانینِ احمدزئی را قدیم | وکیل از وکیل آمد آں کریم
چناں چونکہ از ماست قافیہ گری | بگنجے پر و کرد سیم بشمبری
بہر مصلحت نیک بد بیں شاں | چو در آنکار راچہ اندر نہاں
بہ نیک و بد از رازہا سے نہفت | ہماں کرد خاں کاں سخن داں گفت
مدام او بود زندہ در کائنات | چو نامش کہ باشد مؤید حیات

مالائے مروارید

یعنی

بزمِ عرفان

موسوم

گیان سماج

(سلسلہ کیلئے دیکھو رئیس ہند ستمبر ۱۹۲۸ء)

یہ الگ الگ کس صورت سے رہتے ہیں، ان کے اختلاف ہمدگر کی کیا صورت ہے ان کا باہمی امتزاج کس صورت سے قائم ہے، کس طرح سے یہ خلقت کا موجب ہوتے ہیں، خلقت کے اقسام کے ہیں، وہ اقسام کیا کیا ہیں، اور ان میں کیا کیا خصوصیت ہے،

علمِ صفات | عناصر بسیط ان سب سوالات کا جواب اور اپنے حقیقت حال بموجب اشراق عارفانِ کامل زمانہ قدیم اس طرح بیان کرتے ہیں:-

سریمد بھگوت گیتا کا حوالہ

سات دیوتا | خاکؑ و آبؑ و آتشؑ و بادؑ و خلاؑ ادنیٰ صفات + جذبۂ عقلؑ در پنداؑ ریں اعلےٰ صفاتؑ جان بھوت نویں جس سے عالم کا قیام + ایک سبیاد رسبھا یہ اشو من سے نیک نام

نظامِ عالم میں ہفتگانہ صفات خاک - آب - آتش - باد - خلا اول و عقل جو قدیم ہیں، بصورت ظاہر و باطن کارپرداز ہیں، اور ہر ایک صفت کی سات سات قوتیں و تاسو پود کی

کی مانند عالم صغیر اور عالم کبیر میں ساری اور کارکن ہیں، قوت پندار جو صفت ہشتم ہے ان سب کو احاطہ کئے ہوئے محیط ہے، اور ان سب کو مضبوط باندھے ہوئے ہے، یہاں تک سب اسباب ہیں، ایک مسبب ہے، جو آفرینش اور فنا کا مصدر اور مخزن ہے اور جس کو صفت نہم یعنی جان نامزد کیا جاتا ہے،

دیوتاؤں کی صورت ظاہری و باطنی معہ قوت ہائے و علامات

جس طرح پیکر انسان میں شناخت کے لئے صورت، سیرت، نام، رنگ، قوت افعالی، حواس باطنی اور نفس ضروری ہوتے ہیں اسی طرح ہفتگانہ صفات کی شناخت کے لئے بھی یہ لازم آتے ہیں اور اس طرح پر ۷ صفات × ۷ قوت ہائے = ۴۹ اعداد کے ہو کر ایک نقش بجائے علم میں "طلسم" پدکر ظاہر کرتا ہے یعنے کائنات عالم کا نشان ہے جس کی حقیقت نقشہ نمبر ۲ مندرجہ تحت سے بخوبی ذہن نشین ہو سکتی ہے اور قابل غور اور فکر کے ہے،

طلسم باد طلسم پد

نمبر شمار	نام ذات	معتقد ظاہری	معتقد باطنی	رنگ	قوت افعالی	حواس باطنی	نفس	سیرت	میزان
۱	تصور	امتیاز	توجہ	تسلیم	یکسوئی	اشراق	فکر	یاد	۷
۲	انانیت	نفس	مستی	وہم	نسیان	تذبذب	تمنا	غفلت	۷
۳	خلا	استواری	ثبات	سیاہ	صورت	تیرگی	استقلال	سکون	۷
۴	باد	تعلق	حرکت	سبز	پیوست	پرواز	اُمنگ	پریشانی	۷
۵	آتش	روشنی	شعلہ	سُرخ	حرارت	سبکی	سوز	افسردگی	۷
۶	آب	خُنکی	صفائی	سفید	رطوبت	نم	گداز	آمیزش	۷
۷	خاک	سختی	قرار	زرد	بُو	وزن	اطمینان	اتصال	۷
میزان	صفات ہفتگانہ	۷	۷	۷	۷	۷	۷	۷	۴۹

عناصر لطیف و کثیف اِس نقشہ پر نظر ڈالنے سے واضح ہوگا کہ یہ صفات ہشتگانہ مجموعہ ہیں دو عنصر لطیف تصوّر اور انانیت، اور پنج عنصر کثیف خلا، باد، آتش، آب، اور خاک کا، یہ ہفت صفات قدیمی ہیں اور صفتِ ہشتم پندار علیم ہے،

اوتار ۸ کلا ایسے وجود جو ہشت قوتہائے بالا کی علمی تکمیل سے متصف ہوں عالم میں کمتر پیدا ہوتے ہیں، بزبان بھاشا ان کو "اوتار اشٹ کلا" کہتے ہیں، جن میں خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ علیم باوجود تحریک دہندہ ہفت قوتہائے ارادی و مادی کے ان میں آغشتہ نہیں ہوتا، یعنی جان جسم کو تحریک دینے اور قائم رکھنے کے باوجود اُس سے بے لوث رہتی ہے، رام آدک اوتار اس منزلت کے ہیں،

اوتار ۱۶ کلا صور تہائے ظاہری اور باطنی کا مجموعہ ۱۵ قوتہائے ذیل ہیں، علی الترتیب امتیاز، نفس، استواری، تعلق، روشنی، خنکی، سختی، توجہ، مستی، ثبات، حرکت، شعلہ، صفائی، قرار

جان علیم بند رھویں قوت ہے جو ان سب کے قیام اور حرکت کا سبب ہے، یہ ۱۵ قوتہائے ظاہری و باطنی عالم صغیر اور عالم کبیر میں کارکُن ہیں، ذات بحت سولہویں قوت ہے، جو باہمہ و بے ہمہ ہے، ایسے وجود جو بزبان بھاشا "شوڈش کلا سمپورن" کہلاتے ہیں اور جن میں یہ ۱۵ قوتہائے علمی تکمیل کو پہنچی ہوں شاذ و نادر ہی ہوا کرتے ہیں، سری کرشن چندر دیوتا کا اوتار اس منزلت کا ہے،

خلقت چہارگانہ جانداران کی خلقت چہارگانہ ہے، جس عنصر کا غلبہ جس قسم کی خلقت میں ہے اُس کا لحاظ مقدم ہے، (۱) عنصر خاک و آب سے جونگہ اور سینڈک وغیرہ کی پیدائش ہوتی ہے، (۲) عنصر خاک و آب و ملاسے حشرات الارض تار، کردم و بیر بہوٹی وغیرہ کی خلقت ہوتی ہے، (۳) عنصر خاک آتش اور باد سے پرندوں کی پیدائش ہوتی ہے، (۴) حیوانات کی آفرینش جیر سے ہوتی ہے، چوپایہ جانداران میں عناصر خمسہ مشتمل ہیں

جن سے اُن کی تخمیر ہے اور یہی صورت تخمیر انسان کی ہے، مگر حضرتِ انسان میں عنصر لطیف انانیت اور تصوّر کی ایزادی بمقابلہ دیگر اقسام خلقت کے ہوتی ہے۔ جان بصورت قیام (الحاق جسم) باجسم ہے، اور بصورت عدم الحاق جسم سے بے جسم اور ذات بحت ہے۔

مقامات عناصر بجسم | اجسام میں خمسہ عناصر کے مقامات حسب ذیل ہیں:۔

خلا سر میں، باد ناف میں، آتش زہرہ میں، آب پیشانی کے اُس حصہ میں جو درمیان ہر دو ابروان کے واقع ہے، خاک جگر میں۔ مگر یہ ہر پنج عنصر اگرچہ اُن کے مقامات علیحدہ علیحدہ ہیں، تو ہتاے ارادی سے امتزاج پاکر بندش میں آگئی ہیں، اور جب تک اپنے درجہ پر ہیں اعتدال قائم رہتا ہے، جب کسی عنصر میں درجہ اعتدال سے کمی بیشی واقع ہوتی ہے اختلال پیدا ہو جاتا ہے۔

طلم ۴۹ پد | نقشہ مندرجہ بالا کے معائنہ سے ظاہر ہوگا کہ ہر ایک صفت کی سات سات قوتیں مجموعہ ہوکر ۷ × ۷ = ۴۹ کے ہوتی ہیں، اور "طلم" بحساب ابجد ۴۹ کا ظاہر کرنیوالا ہے غرضیکہ یہ نقش "طلم" بالفاظ دیگر "توم پد" "حقیقت عالم کا آشکار کرنے والا ہے۔

طلسم باد | یہ نقش طلسم باد یعنی پون کا جنتر ہے کہ پون (نفس) اور انبھہ (اشراق) در اصل واحد ہیں۔ ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے، نزاکت خیال میں علم جفر کی رو سے دونوں کی مطابقت اس طرح پر دکھائی گئی ہے کہ پون کے عدد ۵۰ ہوتے ہیں اور انبھہ کے عدد بھی ۵۰ ہوتے ہیں گویا دونوں بالذات واحد ہیں۔ ہمیرن قیاس جیو کی حقیقت کو اچھا اور چاہ کے مجموعہ سے ثابت کیا ہے، جیو سے اچھا ظہور پاتی ہے، اور اچھا سے چاہ کا ظہور اور اچھا اور چاہ در اصل ایک ہی روپ سروپ ہیں، اچھا اور چاہ کا وجود جیو کا وجود ہے اگر اچھا اور چاہ گم ہو جاوے جیو کی ہستی فنا ہو کر ذات بے نشان باقی رہجائے بحساب ابجد جیو کے عدد ۱۹ ہوتے ہیں اور اچھا اور چاہ کے اعداد (۱۰ + ۹) = ۱۹ کے ہوتے ہیں اس معنی میں جیو اللطف سبب ہے اور اچھا لطیف اور چاہ کثیف ہر دو اسباب کی یکتائی ظاہر [illegible]

جیو کو مرادف جان کا ، ارآوت کو مرادف اچھا کا ، اور چاہ کو مرادف خواہش کا سمجھنا چاہیے ۔
جنتر کی تحریر یا ورا خرات کی بابت جو کچھ اس شلوک میں آیا ہے اُسکا مفاد صرف نقشہ نمبر ۲ پر غور کرنے اور کرتے رہنے سے پہونچ جاتا ہے اکہ ہر غور اور فکر میں کچھ نہ کچھ کشائش باطنی ہوتی ہے ۔ ہمیں گوی وہمیں میدان ۔

زدریا موج گوناگون برآمد   زبیچونی برنگ چوں برآمد
گہے در کسوت لیلیٰ عیاں شد   گہے در صورت مجنون برآمد

نمبر ۳

پرالبد سب کرم ہے کرم سرت آدیں   سرت دین ہے گیان کی گیان او ستھا تیں
سکہیت کی سپن تری جاگت از بہول   تیں اوستھا گیان کی تریا انبھو مول
جاگت سپن سکھوپتی تریا چترتہ تہور   گیان کلا کی شکست ہے چار تون ہیں پہن چور
بہوت بہوشت ورتمان ترکال کی دیہہ   کرم سرت اور کرت بن تے پرگٹے گے
گے ایک ہی رہی ست گیا مگے سے ہونے   آتم کیول گیان ہے گہ گیا نا نہیں کونے
نج آتم پرکاش میں تگ گیا نا اور گیان   جون اکاس میں بنتا ہے اکاس پہچان
اوتپت پرلے بھرم ہے بھرم آتم آنند   کے گیا نا اور گیان ہو جاتے پرآنند
من بھونرہیں گے برتھا ہو بن رین   اکسات لکہ آپ کو بہیا کیہہ سے چین

دیپس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند   آنچہ استاد ازل گفت بگو میگویم

خط التقدیر جکو عوام قسمت یا تقدیر کہتے ہیں اُسکی حقیقت کیا ہے ۔ یہ سوال قابل غور اور فکر کے ہے اور بہا ندا سان سرسری سے اس راز کی حقیقت کا انکشاف اور بودی کیا ہے ۔

ترکیب امتزاجی فعل قدرت جان کا ظہور تین صفات میں ہوتا ہے ، یہ ہر سہ صفات ، قیام آب و باد ، اور فنا ہیں ، ترکیب امتزاجی سے ہر انسانی وجود میں صفت متذکرہ بالا کے مطابق

کی کمی بیشی قدرتاً پائی جاتی ہے ، کسی وجود میں صفتِ قیام کا غلبہ اور ایجاد و فنا کی کمی ، کسی میں صفتِ ایجاد کا غلبہ اور قیام اور فنا کی کمی ، اور کسی میں صفت فنا کا غلبہ اور دیگر اوصاف کی کمی ہوتی ہے چنانچہ

روشن ضمیری اور اُسکے مدارج خواص اور اثرات

خلقتِ انسان میں جس صفت کا غلبہ ہوتا ہے اُسی کے مطابق اُسکی روشن ضمیری اعلٰے ، اوسط یا ادنٰی ہوتی ہے ، اور قدرتاً اس روشن ضمیری کے مدارج کے مطابق اُسکا قلب ساکن ، متحرک یا پریشان ہوتا ہے ، اور ذہن میں توجہ کی یکسوئی - تزلزل یا پریشانی پیدا ہوتی رہتی ہے - اسی ای ساکن ، متحرک ، یا پریشان کی مطابقت میں اُس سے افعال سرزد ہوتے رہتے ہیں ، اور تا دم آخر ہوتے رہینگے ،

ترکیب امتزاجی میں صفات کی کمی بیشی فعل قدرت ہے ، روشن ضمیری کے مدارج اُسکا ظہور ہیں ، توجہ کی یکسوئی یا پریشانی اُسکے خواص ہیں اور افعال کا صدور اُن کے اثرات ہیں جن کو وجود انسان محسوس کرتا ہے اور اپنی تقدیر یا قسمت قرار دیتا ہے ،

علم کی سہ گانگی

علم جو روشن ضمیری کا سرمایہ ہے اُسکی قدرتاً تین حالتیں ہیں علم بحالت بیداری ، خواب ، غفلت ، بالفاظ دیگر ہر سہ عالم ناسوت ، ملکوت ، اور جبروت ان کے مترادف ہیں ، ان ہر سہ حالتوں میں علم کی تشبیہ ایک استعارہ میں دیجاتی ہے جو قریب الفہم عالم بیداری (ناسوت) میں علم بصورت گل شگفتہ ہوتا ہے ، عالم خواب (ملکوت) میں علم بصورت غنچۂ نیم باز اور عالم غفلت میں (جبروت) علم بصورت غنچہ ہوتا ہے - غنچہ میں شگفتگی کی جملہ قوتہائے مخفی طور پر موجود ہوتی ہیں ، اور بصورت غنچۂ نیم باز ان قوتہائے کا ظہور ہوجاتا ہے - باقی شگفتگی مخفی رہتی ہے -

علم کی منزل چہارم

علم کی بیخ سرزمین استغراق میں موجود ہے ، اس منزل کو عالم لاہوت نامزد کرتے ہیں ، چونکہ یہ عالم لاہوت ہر سہ دیگر عالم ناسوت ، ملکوت اور جبروت سے بالا ہے اسلئے اُسکی جڑ یعنی اصل قرار دیا گیا ہے ، ہر سہ دیگر عالم اُسکی فرع ہیں یعنی شاخوں کا

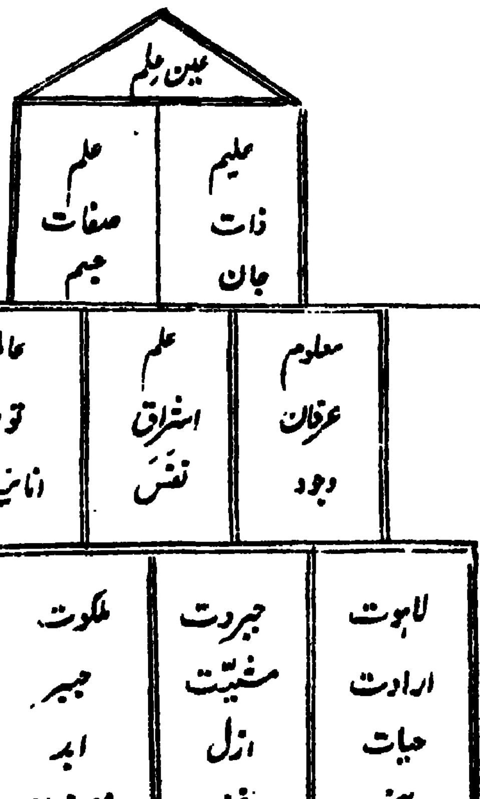
قیام بیخ کے قیام کی وجہ سے ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ اشراق کی بیخ سے علم کا درخت نشوونما پاکر غنچہ، شگفتہ نمایاں اور گُل کی صورت میں عیاں ہو جاتی ہے،

قانون قدرت جب انسان کے افعال علم کی روشنی میں توجہ کی یکسوئی سے سرزد ہوتے ہیں تو وہ قانون قدرت کی مطابقت میں تسلیم ہوتے ہیں۔ قانون قدرت ازلی ہے علمی نظر میں ماضی و مستقبل حال کی صورت رکھتے ہیں کہ ان تینوں صورتوں میں ازلیت موجود میں کوئی تفاوت نہیں ہوتا، اگرچہ انسانی نگاہ میں صفاتی حجاب کیوجہ سے ماضی اور مستقبل حال سے جُدا نظر آتے ہیں اور علیحدہ تمیز ہوتے ہیں۔

حقیقت و معرفت کا منظر جب توجہ کی یکسوئی اور روشن ضمیری کی بدولت سے افعال کا صدور قانون قدرت کی مطابقت میں ہوتا ہے، تو اس حالت کو "افعالی تثلیث سے بریت" تسلیم کیا ہے، علم جزویت (خودی) علم کلیت (پندار) میں منتقل ہو جاتا ہے، پندار حجاب صفاتی ہے جو بصورت "تثلیث علمی علم عالم و معلوم" آشکارا ہوتا ہے، جب بوسیلہ عرفان عالم کا حجاب علم میں محجوب ہو کر معلوم میں محو ہو جاتا ہے تو پندار زائل ہو جاتا ہے اور علمی تثلیث سے بریت ہو جاتی ہے اُسکو حالت علیمی۔ منزل لاہوت اور ترقی استغنا کہتے ہیں، یہ انسانی زندگی کا ماحصل ہے اور اسیکو زندگی جاوید کہتے ہیں، اس کیف ذات میں علمی تثلیث ایسی محسوس ہوتی ہے جیسی آسمان میں نیلگونی، در اصل آسمان کا کوئی رنگ نہیں ہے، اُسکا نیلگون نظر آنا نگاہ کا دھوکا ہے۔ اس عالم کیف میں ثابت ہوتا ہے کہ صفات جلوہ ذات ہیں اور یہ بھی تصدیق ہوتا ہے کہ صفات حجاب ذات ہیں، اس منزل میں پیدائش و مرگ کا وہم اور قسمت اور تقدیر کا گمان فنا ہو جاتے ہیں اور بقا کا سرور ابدی حاصل ہو جاتا ہے، جو کچھ نظر آتا ہے فعل قدرت اور جلوہ ذات تسلیم ہوتا ہے، یہ صورت باہمہ اور بے ہمہ ہونیکی ہے جو عارفان نے تصدیق کر کے بیان کی ہے +

مراد ما ز تماشائے باغ عالم چیست	بدست مردم چشم از رخ تو گل چیدن
من اگر خارم اگر گل چمن آرائے ہست	کہ ازاں دست کہ او میپرورشم میرویم
در کوئے نیکنامی مارا گذر ندادند	گر تو نمے پسندی تغییر کن قضارا
آنچہ سعی است من اندر طلبت بنمودم	ایں قدر ہست کہ تغییر قضا نتواں کرد
ہر کہ باشد در جہاں مشتاق ہم رنگ خود است	کاہ در پرواز آید چونکہ بیند کہربا
روز قیامت ہر کسے در دست دارد نامۂ	من نیز حاضر میشوم تصویر جاناں در بغل

نقشہ نمبر ۵ مندرجہ تحت برائے سہولیت تفہیم و غور مناسب پیش کیا جاتا ہے :-



نمبر ۴

نو دوارے پرتچھو میں انبھو دسواں دوار
دس کر اس نگر کے راجہ گیان بچار
من بدھی کی دو دہیرو جہاں نگر ٹھکار
گے کے اندر گیان ہو گیا تا کے انو سار
شانت شہر بسرام میں ہیرا نہیں پار

انبھو تنگی گیان کی گیانی صیان میں باے
ویش کال اور دوست سے پرے جتنا ہے
انبھو کی گت گیان ہے گیان شانت آدھار
گے گیاتا اور گیان کی آتم تین ادھیار
نج سروپ کی لکھ بہتے کہے کبیر پکار

جب کل نے کیا ذات کو اجزا کے حوالے
اجزا نے ہر ایک جلوہ میں اپنا رنگ بنایا
اجزا تو ہے اپنے ہی ہنگامہ میں سرگرم
اور کل نے مزہ جزو میں آنے کا اڑایا

جسم انسان بمنزلہ ایک ایسے مکان کے ہے جس میں دس دروازہ ہیں۔ نو دروازے تو ظاہر نظر آتے ہیں مگر دسواں دروازہ نظر سے پوشیدہ ہے۔ تفصیل نو دروازہ کی جو ظاہر نظر آتے ہیں حسب ذیل ہے۔ دو کان دو در۔ دو آنکھ دو در۔ دو پرہ بینی دو در۔ دہن ایک، الث ایک در۔ مقعد ایک در، دسواں دروازہ چور دروازہ ہے جو نظر سے غائب ہے، اسلئے عوام اُس سے ناواقف ہیں، خواص کو اس سے آگہی ہے۔ اس دہم دوار کی بڑی فضیلت ہے۔ پاس انفاس کے شاغلان جب نفس کی حرکت کو ساکن کرکے توجہ کو ایک مرکز پہ قائم کرتے ہیں، اور توجہ یکسو ہو کر متحرک بند ہو جاتا ہے اُسوقت یہ دروازہ نمایاں ہو جاتا ہے، اور عالم اشراق پیش نظر آتا ہے۔ یہ اشراق علم الوہیت کی قوت ہے اور اُسکی منزلت یکسو توجہ سے بالاتر ہے۔

اقلیم وجود

جسم انسان بمنزلہ ایک مملکت کے ہے جس کا بادشاہ علم الوہیت ہے، اور جسکے دس اراکین سلطنت حسب ذیل ہیں:۔

علم کلیت۔ قوت متخیلہ۔ قوت حافظہ۔ قوت ممیزہ۔ قوت مدرکہ۔ قوت سامعہ،

قوت لامسہ، قوت باصرہ، قوت ذائقہ، قوت شامہ،

ظرف مکانی و ظرف زمانی | بادشاہ وقت کے احکام کی متابعت میں مجلۂ آئین کار پرداز ہو کر اقلیم جسم کا نظام قائم رکھتے ہیں۔ اس بادشاہ کا پایہ تخت ظرف مکانی، یعنی شش جہات مشرق، مغرب، شمال جنوب بالا و پائین سے، اور ظرف زمانی یعنی دور زمان ماضی حال اور مستقبل سے اور مظروف یعنی نیرنگی اشیاء و اجسام سے بالاتر ہے، توضیحاً عقل و دل کی رسائی عالم ظاہری و باطنی تک ہے، اس سے آگے عقل و دل بیکار ہو جاتے ہیں، اس پایہ تخت تک رسائی علم اشراق کے وسیلہ سے ہوتی ہے جو آخرکار عرفان میں منتقل ہو کر محو ہو جاتا ہے، علم اشراق وہ مقام اطمینان و سرور کا ہے جہاں نہ شک پیدا ہوتا ہے نہ وہم باقی رہتا ہے کہ عقل و دل کی رسائی اس اعلیٰ منزل تک نہیں ہو سکتی،

علم حقیقت و معرفت | جب شکوک باقی نہیں رہتے اور عقل و دل ساکن ہو جاتے ہیں اس وقت علم حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے، لیکن علم معرفت کے حصول کیلئے ہر صفات تمام ایجاد اور فنا کی تثلیث سے عبور لازمی ہوتا ہے، یہاں پر علی سہ گانگی کی یکتائی کا جلوہ ہے، یعنی نور ذات بصورت علم عالم و معلوم جلوہ گر ہے اور اس جلوہ کی تشریح یہ ہے کہ معلوم میں علم اور عالم میں عالم حجاب ہیں، جب یہ حجاب رفع ہو جاتا ہے معلوم عیاں اور نمایاں ہو جاتا ہے، یہ اقلیم جسم میں اطمینان اور سرور کی منزل گاہ ہے، یہاں بجز عالم مفقود ہے، نہ وار ہے نہ پار ہے، اپنی ذات کی شناخت سے انسان مطمئن اور مسرور ہو کر نور ذات میں واصل ہو جاتا ہے۔

اس جسمانی شہر میں اشراق کے دسویں دروازہ سے عارفان داخل ہو کر راحت سرمدی کی تختگاہ تک پہنچتے ہیں اور خلوت گاہ توحید میں آرام فرما کر نور ذات کے جلووں کے شاہد بنے رہتے ہیں، اور حیات مستعار باطمینان قلب بسر کرتے ہیں۔ اور اسی حیات مستعار میں وصال جاوداں سے مسرور (بدیہیکت) ہو جاتے ہیں۔

یارے کہ ترا نخود رباند گرہست
کارے کہ ز تو پیچ نماند گرہست

ما منکر راہ مسجد و کعبہ نہ ایم / را ہے کہ بمقصود رساند گر است
نے غم ز امید و فارغ از یاس و ہراس / این ہست عبادت فقیران بشناس
از خود رستند و با حقیقت بستند / نے خطرہ و نے تفرقہ و نے وسواس

نمبر ۵

ست گیان کا انس ہے رجگن گیاتا انس / تم گن گے کا انس ہی ترگن جی سہ بنس
ست رج تم کا جاننا کہیے گیان پر دکہہ / سمتا ترگن گیات ہے کیول گیان الوکہہ
دہرن اہنگ پانی سمجھ اگن روپ کی ہبائے / چار تت کے روپ یہہ چپا باہی کہلائے
گگن من تہہ روپ ہے، بن بچار بن گیان / چدا کاس سچ روپ ہے اتنا انتر جان
چہگن شانت سروپ میں گیان گیات سب نے / سدا ایک سی آپ ہیں روپ اروپ نہ کے
اندری سے انتہ کرن چیتن انہہ گیان / گیات سے کیول گیان ہی ایکا ایکا انتر مان
کرم گیان سہا ندیاں انتہ کرن چو شٹ / چیتن گے انہہ پورکہہ ناتا گیان وششٹ
ناناگیان پروکہہ ہے ایکتا گیان سبیکہہ / گیان گیات کا بھید یہہ کیول گیان الیکہہ
گیان ریکتا جاننا کیول گیان سو لچھ / سات انس یہ ہے کے ہے ہر جیو پرتچھ
دسواں حصہ گیان ہے چوتھا حصہ گے / گیاتا حصہ ایک ہے سولہ حصے
پانچ تت تن ہا ترا دسواں حصہ گیان / چتر تتھ گے انتہ کرن چیتن گیاتا جان
ہے ادبھت سولہ کلا سپورن نہہ سنگ / رسے سانگ پانگ تو اچرج ہی ستت ابہنگ
نانا ایک جہاں نہیں نہیں چین بے چین / کہہ کبیر جل کے ملے کہاں گنبیرا وچین

کیا بھلا اُس پیچ کا عُقدہ کھُلے / جب ہمہ کو ہیچ کا درجہ ملے
وصف جو جو ہیں خفی تنزیہہ ہیں / ہو بہو وہ ہیں صورت تشبیہہ ہیں

پروکہہ اور اپروکہہ گیان | ذات کا ظہور تین صفات سے ہوتا ہے، جو بہ صورت تثلیث علم عالم اور معلوم آشکار ہوتی ہیں۔ علم کا جلوہ صفت قیام، عالم کا جلوہ صفت ایجاد

اور معلوم کا جلوہ صفت فنا ہے، یہی وجہ ہے کہ جان علیم صفات سہ گانہ سے متصف ہوکر بھی قیام آفرینش اور فنا کی حقیقت سے واقف ہونا تشبیہ سے باخبری ہے، اور ہر صفات کی یکسانی کے علم سے ماہر ہونا تنزیہہ سے آگاہی ہے۔ ذات بجنسہ علم خالص ہے جس میں تشبیہ سے باخبری نہ تنزیہہ سے آگاہی ہے، وہ بیک حال دائم روشن اور قائم ہے،

علیم الطف ہے، ارادت لطیف ہے، اور مادہ کثیف ہے، علیم سے ارادت کا اور ارادت سے مادہ کا ظہور ہوا ہے۔ اس طور پر جان علیم سے ارادت اور جسم دونوں کا ظہور ہوا ہے، علیم ارادت اور علم یہ تینوں جان کے جلوہ توحید میں فنا ہو جاتے ہیں جو تشبیہ اور تنزیہہ ہر دو مراتب سے بالاتر ہے،

تنزیہہ و تشبیہہ — میں علم علیم اور علم کے نزول کے مدارج نقشہ او ۲ میں دیئے جا چکے ہیں۔ ان کے درمیان ایک باریک پردہ ہے، چودہ قوت ہائے ارادی بطون میں پنہاں ہیں اور دس قوتہائے دیگر ظہور میں مشغول ہیں، چاردہ قوتہائے باطنی تنزیہی ہیں اور دس قوتہائے ظاہری تشبیہی ہیں، ان ۲۴ قوتوں سے جسم انسان مرتب ہوا ہے، جان علیم پچیسویں قوت بصورت پندار کلیت ہے،

ماترا سپرش یعنی ماسوا — ان ۲۴ قوتوں کا الحاق جو جان علیم کے ساتھ ہے اسکو زبان بھاشا "ماترا سپرش" کہتے ہیں، اس ماترا سپرش کی وجہ سے جو اثرات جسم گرمی و سردی، رنج و راحت وغیرہ کے محسوس کرتا ہے اُن کو جان علیم کے ساتھ جو منزہ اور بے لوث ہے عاید کرتا ہے، اس ماترا سپرش کو "ماسوا" کا نام دیا گیا ہے، ماسوا جان علیم سے جدا نہیں ہے مگر جان علیم اس سے مبرا ہے، یہ ایک حیرت انگیز جلوہ ہے، عالم امکان کی نیرنگی بیرنگ ثابت ہوتی ہے اور صورت حال میں جان علیم ہمہ و باہمہ و بے ہمہ تصدیق ہوتی ہے بحر میں قطرہ و حباب دگوناگونی امواج فی الحقیقت آپ بحر ہے۔ ماسوا نہیں ہے،

حیاتم نقشبند صورتِ موج است آب آسا
وجودم در نظر ہنگامۂ وہم است خواب آسا

نمبر ۶

شکت گیان کی دو ہیں انبھو سرت پرمین / پُرکھ پرکرت جا کو کہیں جڑ چیتن لے چین
چیتن سے انتہ کرن جڑ ہو سے اندریاں / جڑ چیتن سنجوگ سے اوپجی بھرم "میں کون"
آپا آپ بھولائے کے رہے سوا دپٹلائے / نانا رس کے خیال میں برتا آپو گنوائے
اپنے اوپجے سے ڈرے ان کو مانے آپ / پانچ پچیسوں سے رہت کہیں تینوں تاپ
کھلنا ملنا آنکھ کا آوانت اکاس / پانچ تت دس بیس بھئے رل مل رہے پچاس
کبھی یہ مایا موہ میں پھنسے نہیں چیت بدھ / تج سنکلپ کبیر نے لہی آپنی سُدھ

وہ نور علیم آ کے ہوا علم میں پنہاں / علم عالم و معلوم کی روداد ہے تثلیث
فیکون ہوا "کن" سے ارادت میں ہا کن / یگانگی علم کی بنیاد ہے تثلیث
یہ قوتِ علمی و مادی و ارادی / قیومی و معدومی و ایجاد ہے تثلیث
تثلیث کے دو جلوے ہوئے عالم و انسان / وہ کل ہے یہ جزو جامع افراد ہے تثلیث
تثلیث کے دو جلوہ ہیں افعالی و علمی / پابندی و آزادی کی افتاد ہے تثلیث
بے سایہ وہ ہے نور یہ ہے حسن تجلی / ساحرا سی تخیل کی بنیاد ہے تثلیث

علم کی تقسیم اور اسکی صورتیں

علم کے دو جلوہ ہیں، ایک اشراق دوسرا عرفان جنکو بالفاظ دیگر مستی و مستوری اور بزبان بھاشا انبھو اور سرت کہتے ہیں، اور یہ گیان کی دو شکتیاں نامزد ہوتی ہیں، ان دونوں کو روح اور مادہ زبان مروجہ میں کہا جاتا ہے، روح خبیر اور مادہ بے خبر، روح سے ہر چہار قوتہائے لطیف اور مادہ سے جس و محسوسات و عناصر کثیف نمودار ہوتے ہیں، قوتہائے روحی اور مادی کے لحاق سے انانیت کا ظہور ہوا ہے، اس انانیت کا خاصہ طبعی مادہ کے لحاق کی وجہ سے غفلت ہے اور اس غفلت کی وجہ سے اصلیت فراموش ہو جاتی ہے

اور حس و محسوسات اور وہم و خیال میں آشفتگی کا ذوق ایسا غالب آجاتا ہے کہ انسان اس فوق میں مست رہتا ہے، اصلیت فراموش ہو جانیکا نتیجہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے پیدا کردہ واہمات کو بت تصور کرکے اُن سے خوف و ہراس کرنے لگتا ہے۔ امتیاز کی نظر سے غور کرنے پر روشن ہوجاتا ہے کہ ذات کے عیاں نظر آنے میں تین صفاتی حجاب علمی، ارادی، اور مادی حائل ہوئے ہیں ان تینوں صفاتی حجابوں کی موتیں بموجب نقشہ نمبر ۶ کلہم بست و پنج ہیں جن کو پنج در پنج بیان کیا گیا ہے :

نقشہ نمبر ۶ - پنج در پنج (پر پنج)

حجاب مادی	عناصر لطیف پنجگانہ آلات افعالی	خلا کان	باد پوست	آتش چشم	آب زبان	خاک بینی	۵ ۵ پر
حجاب ارادی	قوتہائے لطیف چہارگانہ حواس علمی پنجگانہ قوای عقلی "	۰ سامعہ پا	متخیلہ لامسہ دست	حافظہ باصرہ دہن	ممیزہ ذائقہ آلت	واہمہ شامّہ مقعد	۴ ۵ ۵
حجاب علمی	قوت علمی یک	پندار نفس	۰	۰	۰	۰	۱
سہ گانہ حجاب صفاتی	قوت ہائے سہ گانہ	۵	۵	۵	۵	۵	۲۵

جب انسان امتیاز کے وسیلہ سے اپنی ہستی کو ان ۲۵ - اجزا سے برتر اور ان سب کا باعث ایجاد و تعمیل اور یقین کرلیتا ہے یہ ہر سہ صفاتی حجاب زائل ہوکر ذات کا جلوہ ان تمام اجزا میں تاباں اور درخشاں نظر آتا ہے ہر پنج عناصر کثیف میں سے ہر ایک عنصر شہود و غیوب کے تابع ہے، مثال کے طور پر خلا کو ملاحظہ فرمائیے، جو وقت انسان آنکھ کھولتا ہے آسمان نظر آنے لگتا ہے، جب آنکھ بند کرلیتا ہے آسمان نظر سے غائب ہوجاتا ہے گویا آنکھ کا کھلنا اُسکا آغاز اور آنکھ کا بند ہونا اُسکا انجام ہے، اس معنی میں شہود و غیوب کے اعتبار سے یہ ۲۵ - اجزا دو چند ہوکر ۵۰ ہوجاتے ہیں، اور ان ۵۰ - اجزا نے امتزاج اور

اختلاط باہمی سے ایک قدرتی جال (مایا جال) اندر اور باہر بنا کر پھیلا رکھا ہے جسکو اگر طلسم حیات کہا جائے تو موزوں ہے، اس طلسم حیات کی لوح فتح البابی امتیاز حق و باطل ہے جو علم خودشناسی کی مفتاح ہے ،

ہوا تصدیق حق اور ماسوا ہیں جلوۂ قدرت | حجاب علم حائل تھا قیاس حق و باطل میں
سراپا جلوہ آرائی ہے حسن لایزالی کی | گماں ہے حد فاصل میں یقیں ہے حد فاصل میں

نمبر ۷

گیان محل کے دو دروازے سرگن نرگن پاٹ | لگ گیا تا ہے دوئی دروازے تقم دست نیارے
کب ہے اس رکب ہی کس درباری جو نگاہ نگ | جدا کاس بیٹھے نہیں لگے نہیں پل آنکھ
دوڑے اونچے دوڑے نیچے مدھ ہیں شہرائے | تانا بدھ کے جتن کرت ہے سوجھ آپ گائے
ایسا شور ٹھکانہ نیڑے پاوت ناہیں اندھ | ٹھگ کر پاکر آپ بچارو مٹے سکل درگندھ
گھ دیہی گیا تا ہنگ گیان لکھو نج پران | سنتے پرکاشے جیو ہے اپنا شی نربان
سو دنس ایک جیونا جیسے برہا آئے | کہہ کبیر لکھ آپ کو ایسا اور نہ جائے

ایک ثبات اس کو جو حاصل ہو تو نقطۂ دل | مرکز دائرہ عالم امکان ہو جائے

جلال و جمال

علم ذات بمنزلہ ایک مکان کے ہے جس میں جمال اور جلال دو جھروکے ہیں، اور گیا تا یعنی معلوم اور عالم دو دروازے ہیں نور ذات اس علمی تثلیث سے بالاتر ہے، اس علم ذات کا حال یہ ہے کہ متحرک ہو گیا ہے اور اُسنے اپنے اصلی مقام کو فراموش کر دیا ہے، اور اب اسکی تلاش میں سرگردان ہے کبھی معلوم میں آشفتہ ہوتا ہے اور کبھی عالم میں آشفتہ رہتا ہے کبھی بالا کبھی پائیں دوڑتا پھرتا ہے مگر وسط میں جہاں اُسکا اصلی مقام ہے قرار نہیں لیتا، ہزار ہا تدبیریں کرتا ہے ہر طرف ٹٹولتا پھرتا ہے مگر سوجھتا کچھ نہیں کیونکہ واسطے کہ نور ذات کی روشنی کے بغیر اندھا ہو رہا ہے، اور جو مقام بہت ہی قریب ہے نظر نہیں آتا۔ اگر مورد خودی کی ریشانی سے پہلے تو تاریکی رفع ہو جائے نور علمی کا ظہور ہو اور اُسے اپنا اصلی مسکن نظر آ جائے، غرضاً ہ

فکر اور امتیاز کی روشنی میں اُسے عیاں ہوجاتا ہے کہ جسم بمنزلہ معلوم کے ہے، انانیت بمنزلہ عالِم کے ہے اور انفاس کی آمد و شد بمنزلہ علم کے ہے یہی تین صورتیں ہیں جنمیں نورِ ذات نزول کرکے آشکار ہوا ہے، اور عیاں نظر آتا ہے، شہود و غیوبیت آمد و شد نفس میں پدیدار ہے،

نقشہ نمبر ۷ - نورِ ذات کا جلوہ

نورِ جمال (جبروت) ادھیاتم سرگن			شانِ جلال (جبروت) برہم نرگن		
عالِم	علم	معلوم	عالِم	علم	معلوم
انانیت	نفس	وجودِ انسان	پندار	نفس	وجودِ عالم
دروازہ		دروازہ	دروازہ		دروازہ

مکاں کہیں تو مقرر ہو لامکاں کیلئے ۔ نشاں کوئی تو معین ہو بے نشاں کیلئے

بنا ہے جسم ہیں امتیازِ جاں کے لئے ۔ بشر وجود میں آیا ہے امتحاں کیلئے

نگاہ وقفِ جمال و خیال محوِ جلال ۔ رہِ فنا میں ہیں دو نقشِ پا نشاں کیلئے

حضورِ قلب ہے سرمایۂ حیاتِ دوام ۔ نفس ہے خضرِ میرا عمرِ جاوداں کیلئے

ہمارے دل میں یقیں کو ملی ہے گنجائش ۔ کہ بس ہے وسعتِ کون و مکاں گماں کیلئے

چلی جو ساحلِ عمرِ رواں سے کشتیٔ تن ۔ نفس سے کام مشیت نے بادباں کیلئے

میری نظر میں ہے اسم و صفت کی جلوہ گری ۔ زبانِ حال ہے شاہد میرے بیاں کیلئے

مدِّ نظر ہے نقشِ سویدا کہیں جسے ۔ اک بیخودی ہے ذوقِ تماشا کہیں جسے

غم پرورید ہے دلِ شوریدگانِ عشق ۔ فرقت کی ایک رات ہے دنیا کہیں جسے

دم کرتی ہے جو قالبِ خاکی میں روحِ علم ۔ موجِ نسیم ہے دمِ عیسیٰ کہیں جسے

پندار تیرہ شب، جسد ایمن، نفس کلیم ۔ دل طور، جان برقِ تجلی کہیں جسے

ہمارے حاصل شدہ سوراج

پرجا منڈل کا انعقاد ریاستوں کی بربادی کا پیش خیمہ ہے

لاہور میں ہمارے اخباران کے مظالم کی اصلی یا مصنوعی داستانیں بیان کرنے کے لئے ایک قابل توجہ جلسہ ہوا جس میں افراد رعایا کی شمولیت کی حسب ذیل تفصیل دیگئی ہے:-

بڑودہ، بیکانیر، بہاولپور، مالیر کوٹلہ، الور، خیرپور سندھ، اودے پور، چمبہ، جوناگڑھ، میسور، حیدرآباد دکن، ٹونک، کپورتھلہ، سکیت، رامپور، جیند، کلسیہ، جے پور، جودھپور وغیرہ، میزان ۲۰۵، یہ ظاہر ہے کہ جو ریاستیں لاہور سے قریب تھیں ان کی تعداد زیادہ شامل ہوئی ہے اور جو دور تھیں وہاں سے کم مگر حیرت ہے کہ میسور، حیدرآباد دکن، بڑودہ، رامپور، الور، خیرپور سندھ، جے پور، جودھپور وغیرہ و دور افتادہ ریاستوں سے بھی کافی تعداد میں مظلوم شامل شریک ہوئے ہیں۔ کانفرنس پہلی کانفرنس ہے ہم راجگان ناحق شناس سے دردبھرے دل سے کہتے ہیں ع آگے آنکھ دیکھے ہوتا ہے کیا، کاش یہ اپنے فرائض پاک کی طرف متوجہ ہوں،

سلسلۂ یاد دہانی

بربادی حافظہ کا ثبوت

ابو الفضل اپنی عالم طفولیت کے ذکر میں فرماتا ہے کہ میں نے ایک روز دکان پر ایک ضخیم کتاب جو نہایت خوشخط کشمیری کاغذ پر لکھی گئی تھی دیکھی میں نے اٹھا کر پڑھی تو اس کے مضامین کی کشش کا مسحور ہوگیا مگر افسوس کہ وہ کتاب کیڑے نے بالائی شمالی مغربی گوشہ سے شرقی جنوبی گوشہ تک اپنی خوراک بنالی تھی میں نے لا کر کرم خوردہ حصے پر سفید کاغذ لگا کر کتاب مکمل کی کھانا پینا چھوڑ کر آرام طلبی و دیگر اشغال سے منہ موڑ کر مطالعہ میں مصروف ہوگیا جب تمام کتاب پڑھ کر چکا تو قلم دوات لیکر بیٹھ گیا کرم خوردہ حصے کو

بہاولپور کے لاکھی عطیہ کی اصلیت

اخبارات میں عطیہ مذکورہ کے حقیقی واقعات مسخ کرکے تاریک پہلو میں چھاپے گئے اب بہاولپور کی مقبولیت

...ظاہر ہو کر اطمینان ہوا کہ حقیقتاً ... پر عمل ... کیا ... بہت سی کا ...

بہا کا موجب ہے۔

دودھ میں دہی

ہماری ریاستوں کی رعایا کے خیالات روز بروز بگڑتے چلے جا
رہے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ بگڑنا چاہئیں کیونکہ جو حق فرائض سے
انحراف کرتا ہے اس کا انجام
شبہ نہیں کہ جو مراعات زمانہ
اہل رعایا کو حاصل تھیں
ان ریاستیوں کی کارروائی
ہی نہیں بلکہ گورنمنٹ عالیہ
کا اقتدار رکھتی ہوئی جو ان
فرانسیسی وزارت میں جو ان
میں آ رہے بھرتی ہوتے ہوئے
ہے حقیقت تو یہ ہے کہ گورنمنٹ
عمل کے کام آئے ریاستیں
گورنمنٹ کے دستور بھی ختم

ناکام ہوتا ہے اس میں کوئی
قدیم میں تاج کی جانب سے
وہ تدریجاً مفقود ہو رہی ہیں
کے ذمہ دار ہمارے تاجدار
بھی ہے کہ جہاں پر بہ طرح
وزارت میں فرانسیسی اور
یا مصر میں سکھ اور افغانستان
دیکھتی ہے یا خود بھرتی کرتی
نہیں چاہتی کہ اصل کی اینٹ
کو بگڑ جائیگی مگر ساتھ ہی
ہو جائیں گے۔

ہی میں مکمل کر دیا۔
جب دربار اکبری میں قلمرو ہندوستان
کا وزیر اعظم ہوا، تو کسی مہم کے مال غنیمت میں
کتب خانہ بھی آیا اس میں اسی کتاب کا ایک قلمی
نسخہ بھی پایا، مطابقت کی تو محض بعض الفاظ کا
فرق نکلا اور وہ بھی مترادف تھے۔
ابو الفضل کا یہ بیان حقیقت پر مبنی ہے
میں نے پشکر راج میں ابو الفضل سے شعور کرائے
دکنی پنڈت دیکھا کہ جس کے چاروں وید مقدس
از بر تھے آج سے پچاس سال قبل سنی مسلمانوں
میں بھی فضیلت تھی، میر امتیاز حسین بخاری
کا ۱۲ سال کا ہو کر رمضان میں روزے رکھنے لگا
تو ہر صبح قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف ہو جاتا
تھا اب بھی رمضان شریف کے آخری دنوں میں

بھائی گورچرن سنگھ کی بیقرار روح

بھائی گورچرن سنگھ کی
نکلی نہ رہنے والی بہن ...
کسی ڈھب بھی چین نہیں لیتی

ڈیرہ دون سے ۲۰ دسمبر کے تار میں نامہ نگار اطلاع دیتے ہیں کہ:-

"معزول مذکور نے اپنی تقریر بامسرور رسانی کلب) کے خلاف ڈھائی لاکھ روپیہ کا دعویٰ کیا ہے
وکیل مدعی نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا کہ مدعی نے فروری ۲۳ء میں سمجھ لیا تھا کہ ...

ریاست ہائے نابھہ، پٹیالہ کے باہمی جھگڑے کی تفتیش شروع ہونے والی ہے۔ اور مہاراجہ صاحب کو خطرہ تھا کہ شاید تخت سے دست بردار ہونا پڑے۔ اس لئے آپ نے دو لاکھ روپیہ کی مالیت کے کاغذات بڑی مہارانی صاحبہ اور چھوٹی رانی صاحبہ کے نام منتقل کر دیئے۔ تاکہ تخت ریاست سے دست برداری کی حالت میں اس روپیہ کی ضرورت کے وقت ہر دو مہارانیاں وہی روپیہ دوبارہ مہاراجہ صاحب کے نام منتقل کر سکیں۔ بڑی مہارانی صاحبہ جیسا کہ وہ بقید حیات ہیں، راجہ صاحب نے روپیہ واپس طلب نہیں کیا تھا ابھی آپ نے اسپنڈ الائی کو ختم نہیں کیا تھا کہ عدالت اس روز کیلئے بند ہو گئی"

بعض بعض حفاظ کلام پاک چھ سات گھنٹہ میں ختم کر دیتے ہیں۔ مگر زمانہ سابق کی نسبت آج کل کے سب قومیں اس سعادت سے محروم ہیں۔ ننھے ننھے بچوں میں حافظ کی طاقت ہے۔ یہ مسلمانوں میں کمزوری حافظ کا یہ ادنیٰ ثبوت ہے کہ ننھے ہاتھ میں ہے۔ ابھی تلاش دیگر مقامات پر ہو رہی ہے۔

یہ تمہید ہمیں ان غفلت شعار سرپرستان رئیس ہند کیلئے لکھنا پڑی کہ جو ادائیگی چندہ کے عوض یہ بہانہ بناتے ہیں کہ پہلے خط کا جواب لکھنا یاد نہیں رہا۔ کل دفتر ہذا کے کلرک نے ہفتہ گذشتہ کی ڈاک بھی پڑتال کی تو ۸۰ نمبر یاد دہانی چندہ کے ایسے پائے کہ جن میں سے ایک کا بھی جواب موصول نہ ہوا تھا۔ مجھے ان کی حالت پر مطلق افسوس نہیں، افسوس ہے کہ

ریاست کشمیر میں مسلمانوں کے حقوق پامال شدہ سلطنت کی پرورش

آگ لگا کر جمالو دور کھڑی تماشہ دیکھ رہی ہے۔ یہی ضرب المثل ہماری ریاستوں کے ان ظاہر پرست اور بد باطن اشخاص پر صادق آتی ہے کہ جو ریاستوں سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھتے ہوئے علاقہ انگریزی میں بیٹھ کر ریاستوں کے خرمن امن پر اپنی افترا پردازیوں کی چنگاریاں ڈالتے رہتے ہیں۔ ریاست کشمیر ہمیشہ سے آریاؤں کا مسکن رہی ہے۔ مقام پیدائش دنیا کے دامن میں واقع ہو نے سے ہی ہندو میں سب سے اول روحانیت کے جلوہ سے منور درخشاں ہوئی آج سے دو سو برس پیشتر سکندر ایمان شکن اور بہرام وایمان پر کفر اور الحاد کی بجلیاں گرانے میں کامیاب ہوا۔ بہ طاقت مذہب شمشیر کے ہاتھ ننگ اسلام کے جور و جبر کے بھیانک واقعات سیدا مسلمان کشمیر ...

اِس طرح لکھتا ہے، طالبانِ حقوق غور ملاحظہ کریں :-

سلطان سکندر بت شکن ... [illegible]

ترجمہ : سلطان نے حکم دیا کہ تمام ... [illegible]

[illegible]

کی حالت پر جب ہمارے قوائے عقلی و ذہنی

اِس درجہ تک بہ انحطاط میں آ گئے ہماری ترویج

کے حاصل کرنے کی کوششیں جو نتیجہ پیدا کریگی

وہ ظاہر ہے اگر ہم مایوس نہیں ہر زوال کے

بعد عروج لازمی ہے کیونکہ ؎

قطرہ سوئے بحر اعظم عازم است

ہر تنزل را عروجے لازم است

میں بڑے شوق کے ساتھ اِس

کنایہ آمیز شریفانہ اپیل کے نتیجہ کا انتظار

کروں گا "

المکلف

چیف منیجر رئیس ہند دہلی "

[illegible]

> بود منجمان بعد از ملاحظہ اوضاع فلکی گفتند کہ بعد از ہزار و یکصد سال از این تاریخ گذشتہ سکندر نام پادشاہ جابیگا۔ جوتشیوں نے ستاروں کی چالیں دیکھ کر حکم لگایا تھا کہ ۔۔ سال کے بعد .... سکندر نام بادشاہ این بتخانہ را خراب خواہد ساخت و صورت عطارد را کہ درو دست خواہد شکست۔ للتادت فرمود کہ این مضمون اس مندر کو برباد کرے گا اور برہسپتی کی مورتی کو توڑے گا ... للتادت نے حکم فرمایا کہ یہ احکام بر لوح مس کندہ و در صندوقے از مس گذاشتہ در بنیاد آں عمارت دفن کنند و در زمان شکستن آں تانبے کی تختی پر کھودے جائیں اور اسے تانبے کے صندوق میں بند کیا جا کر ... اس عمارت آں لوح پیدا شدہ و چوں مضمون نوشتہ معلوم شد، سلطان گفت، کاشکے این صحیفہ را در مندر کی بنیاد کے نیچے رکھا جائے۔ چنانچہ جب یہ مندر برباد کیا گیا اور یہ کتبہ برآمد ہوا سلطان نے کہا بالائی دیوار این عمارت نصب کردندے تا بعد از اطلاع بر این عکس حکم منجمان کا فرنیاد حکم بورا نی کاش یہ پیشین گوئی مندر کی بالائی دیوار پر نصب کی جاتی تاکہ میں اسے پڑھ کر جوتشیوں کی جھینپی کیجودم و سلطان سکندر بجزہ تجا بہائے عالی را چنداں خراب ساخت کہ بت شکن شہرت یافت کے خلاف مندر کے گرانے کا حکم دیتا۔ سلطان نے چونکہ بہت مندر تباہ و برباد کئے اس لیے وہ بت شکن مشہور ہو

یہ ہے حقیقی کیفیت کی مجمل روئیداد، یہ ہے غاصبانہ حقوق کی حقیقت کہ جس کے لئے یہ فاقہ مست، امن شکن، اپنے غریب نادار اور وفادار بھائیوں کو قعر ہلاکت میں گرانے کی ہمیشہ کوشش کرتے رہے ہیں،

کشمیر نیشنل بورڈ

ایسی ہی ایک نامراد، نام نہاد انجمن کے قائم ہونے کا ذکر انقلاب کرتا ہے۔

"کشمیر نیشنل بورڈ کے نام سے کوئی نو اشخاص کی، صادق حسین بیرسٹر ایٹ لاء، دین محمد وکیل گوجرانوالہ کی کمیٹی بنی ہے، دین محمد وکیل نے "پنجاب کونسل" میں جس ہندو نوازی کا ثبوت دیا ہے اس کی بنا پر ہر منصف مزاج کہہ سکتا ہے کہ ایسے فطرتی شخص کا تحقیقاتی کمیٹی میں شامل ہونا اس امر کا مقتضی ہے کہ نہ اس کمیٹی کو ریاست کی حدود میں داخل ہونے دیا جائے اور نہ ریاست کسی کو کوئی مدد دے"

اس بدعت کا انجام ان تینوں قانون پیشہ طالب جاہ کی شہرت اور غریب مسلمانان کشمیر کی بربادی پر ہوگا،

بیکنٹھ مراتب مہاراجہ پرتاپ سنگھ کا مدلل و مسکت جواب

مہاراجہ بیکنٹھ مراتب کے حضور لاہور کے چند فتنہ پرداز کشمیر کے مسلمانوں کی فرضی حمایت کے لئے پیش ہوئے درباری متفکر تھے کہ یہ قانون پیشہ اشخاص معلوم کیا

رجوع و تسع کریگئے میاں سر شفیع نے جب اپنی کہانی کا آغاز کیا تو مہاراجہ نے اُس کو اُس کے پہلے لفظ ہی پر ٹوکا اور کہا کہ "میاں صاحب آپ جو سوالات تاجدار کشمیر کے روبرو پیش کر رہے ہیں، اوّل وہی سوالات ہندوؤں کی طرف سے نظام سے کیجئے، جو وہ جواب دیں اُسی کے موافق میرے جوابات سمجھ لیجئے"۔ یہ کمیشن جو دراصل کسی کی بھی قائمقام نہ تھی، بلکہ اپنے تو ذریعہ شکم کی قائمقام تھی، جوتیاں کھا کر کشمیر سے واپس آ گئی، ہندی ریاستوں میں مسلمانوں کی تکالیف اور مسلمانی ریاستوں میں ہندیوں کی تکالیف اُن کے برادران وطن ہی رفع کر سکتے ہیں، بیرونجات کے اشخاص کا دخل محض اُن کی خود غرضی پر مبنی ہے اور بجائے کسی مفاد کے۔۔۔۔ (باقی دارد)

ولایت میں ہمارے شہزادوں کی تباہ کن مصروفیتیں

آجکل انگلستان ہمارے والیان ریاست کا کھیلوں کی تربیت گاہ بنا ہوا ہے، وہ وہاں جا کر بجائے معاشرتی، علمی و ادبی سرگرمیوں کے جو خاک اُڑاتے ہیں، ولایتی اخبارات کی زبان سے سن لیجئے:-

"نواب پاٹودی، آکسفورڈ میں "ہاکی" کا ماہر بننا چاہتا ہے، مہاراجہ جے پور آر، ایم، اے، ڈولوچ کی ٹیم کا باقاعدہ ممبر بن گیا، نوجوان مہاراجہ کوچ بہار کرکٹ میں اوقات ضائع کرتا ہے، موسم سرما میں اِن شہزادوں کی خاص تربیت دیجاتی ہے، دیسی والیان ریاست ہوائی جہازوں سے بڑا اُنس رکھتے ہیں، چنانچہ راجہ کلسیہ اس خبط میں گرفتار ہے، اِن کے علاوہ دیگر شہزادے بھی ایسی ہی کھیلوں میں مصروف ہیں، پرنس دلیپ سنگھ کرکٹ کا شیدا ہے، مہاراجہ پٹیالہ صاحب ایم سی سی کی ٹیم کے ساتھ آسٹریلیا و نیوزیلینڈ میں دن گذار رہا ہے" اُن کی رعایا کو سمجھنا چاہئے ؎

خلق را گفتہ دیدم خفتہ روز　　گفت ایں فتنہ است خوابش برده

ریاست پر آفت

وہی پیش آیا جو مُدت سے کھٹکا تھا ہم کو
بھائی دیوان سنگھ کا فتنہ "ریاست" کو ۔۔۔

اپنی چنڈال چوکڑی سے علیحدہ ہوکر دہلی میں شرفائے ملک کی پگڑیاں اچھالنے لگا ہے ہم نے اس کے جنون پر یہ فتویٰ دیدیا تھا کہ اسے کوئی مرد و خوار مسجد سے کہ "کافر" چکمادیگا مگر اس کا شوریدہ دماغ اپنی شوریدہ سری سے باز نہ آیا ملک کے اکابرین نے تنگ آکر پچھلے دنوں اس کی دیوانگی کا علاج شافی سوچ لیا ہے اور نسخہ جات تجویز کر کے چلانے بھی شروع کر دیئے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ سال نو اس کی تمام فتنہ پردازیوں کا خاتمہ کر دیگا اور شرفائے ملک اس کے روزمرہ کے پاجیانہ حملوں سے محفوظ و مصئون رہینگے؛

نواب رامپور کا قومی اتحاد بھی قابلِ داد ہے

رئیس ہند اپنے نامہ نگار کی تحقیقات کی بنا پر نواب رامپور کے متعلق بارہا آواز بلند کر چکا ہے یہ آواز کسی خوف یا طمع سے بند نہ ہوسکی آئندہ کسی حد تک ہم بار یا ماجد لوگوں ایسی امید رکھنا چاہیئے "تمین اخبار نیر اعظم لکھتا ہے کہ" نواب صاحب نے ایک بار موقع مسجد تعمیر کراکر حضرات تشیعہ و تسنن کو بغلگیر کرادیا" ہم نہ فقط مسلمانوں کے ۷۲ فرقوں کے باہمی اتحاد کے حامی ہیں بلکہ اس قومی اتحاد سے گذر کر ملکی اتحاد کے اور ہماری کوشش ہائے بے پایاں اسی منزل مقصود کی رہبر ہیں رامپور سے نوابصاحب کی ذلیت میں ایسے مژدہ کا پہنچنا ان کے لئے فال مبارک ہے؛

مالیر کوٹلہ میں رشک کی حقیقت

صوبہ لاہور کے بالخصوص اور دیگر ملحقہ صوبہ جات کے بالعموم اخبارات نے اپنا دفتر بھرنے کے لئے اپنے متعلق پروپیگنڈا کی تنظیم کر رکھی ہے اگر ایک اخبار کسی نامہ نگار کو کسی ہفتہ گالیاں ہنیں دیتا تو اس کا رفیق کار عجیب انداز سے اسے یاد دلاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ایک رئیس کے متعلق ایک واقعہ ان کے مناک اندافتی کالموں میں بار بار دہرایا جاتا ہے؛

نواب مالیر کوٹلہ کی نسبت بعض سے بار بار یہ لکھا جاتا ہے کہ وہاں شہ ہوتا ہے لیکن [illegible] اخبارات ملک نے کبھی بھی اصلیت پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی ہم نے اس لئے ذاتی [illegible]

آجتک تردید کی نہ حمایت، بلکہ تحقیقات میں لگے رہے، اب ہمارا معزز نامہ نگار اِس طرح اصلیت کھولتا ہے:۔

"لدھیانہ میں جو مالیر کوٹلہ سے نزدیک ہی واقع ہے، برسوں سے منڈی لگتی ہے، ملحقہ ریاستوں کے افراد کثرت سے شریک ہوتے ہیں، اُن میں زیادہ تر اِس ریاست کے اشخاص تھے۔ تاجدار عہد روزنے اُن کو سختی سے روکا، علاقہ انگریزی کے شہباز ریاست میں آئے، اور واڈے جلائے، سرکار سے مزاحمت ہوئی، رعایا نے جمع ہو کر عرض کیا کہ اِس میں مالیر کوٹلہ کا کچھ نقصان نہیں، بلکہ ترقی ہے، سرکار والا نے شرفائے شہر، سرگروہوں، معززد کانداروں، چودھریوں کو طلب کر کے استفسار حال کیا، جب اُنہوں نے بھی معاملہ ہر طرح تسلی دلا دی، تو اپنی عزیز رعایا کی خاطر مزاحمت سے درگذر کیا، حقیقت یہ ہے کہ شہباز علاقہ غیر سے مالیر کوٹلہ میں آتے ہیں، مگر اِس پر تاجدار نے مسکرات کی اشیا کی طرح بھاری ٹیکس لگا دیا، اِس عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو ہزاروں روپیہ کی آمدنی علاقہ انگریزی کی رعایا کو ہوتی تھی، وہ مالیر کوٹلہ کے حصہ میں آگئی، سینکڑوں دکانیں کھل گئیں، تجارت شروع ہو گئی، دکاندار مالدار ہو گئے، بازار آباد ہو گئے۔"

ریاست جیند میں ڈھینگرہ کی تباہ کاریاں

آپ نے ڈھینگرہ کی تباہ کاریوں کے متعلق بہت کچھ لکھا تھا، جسکے ہم ممنون ہیں، مگر آپ کے نامہ نگاران نے ریاست کی مالی حالت پر کبھی بھی توجہ نہیں کی، مہاراجہ حال نے جس وقت ریاست سنبھالی، رعیت شاد، خزانہ آباد دیکھا، کروڑوں روپیہ کا نقد و جواہرات، لاکھوں روپیہ کی جائیداد تھی، ڈھینگرہ کی تعیناتی سے قبل زیادہ تباہی نہیں آئی تھی، مگر جب سے یہ ڈاکٹر ریاست کے سیاہ و سفید کا مالک ہو گیا، رعیت برباد، خزانہ خالی ہو گیا، صدیوں کے نقد و جواہرات کی املاک کے روپیہ کھوٹے کر لئے گئے، حالانکہ مہاراجہ ممدوح کے عہد میں ایک بھی ایسا کام نہیں ہوا کہ جس پر روپیہ صرف ہو سکے، نہ کوئی شاہی بیاہ شادی ہوئی، ریاست کی کل آمدنی مالیہ اور جائیداد کے نیلام کا روپیہ جس طرح غارت کیا جا رہا ہے اس کی تفصیل ف[illegible]

تو ضمیمہ بتائے ورنہ ہم لکھیں گے اور عکس دینگے کہ شریف مزاج مہاراجہ کی عالیشان ریاست کس طرح تباہ و برباد کر دی گئی،

گزارہ اوقافِ مذہبی پرستی

لنگر بانگڑیاں ضلع لدھیانہ کی آمدنی جس بیدردی سے سیوا جی ذاتی گزارہ پر شاہانہ خرچ کر رہا ہے وہ شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی کی خاص توجہ کے مستحق ہے، ہزاروں روپیہ عیش و عشرت، تعمیر قلعہ جات و کوٹھیات، حکام کی دعوتوں پر لٹایا جا رہا ہے، اور مستحق قطعاً محروم ہیں، ہزاروں محتاج آتے ہیں، امداد تو کیا ملنا تھا سیوا جی کے درشن تک نہیں ہوتے، کاش ناجداران معلیٰ ان خیراتی جائیداد کا انتظام فرمانے کے لئے کوئی دیندار دھرم آتما انکا مقرر کریں +

ریویو

شاہ راہِ زندگی

یعنی اخلاق ودّیا مؤلفہ جمع الاوصاف واجب الاحترام حکیم حاذق وطبیب کامل پنڈت پرسرام صاحب ودّیا آنریری مجسٹریٹ و میونسپل کمشنر موگہ (پنجاب) سائز ۲۰×۲۶ / ۸، ۱۴۸ صفحہ قیمت ۱۲ / لکھائی چھپائی کاغذ بہتر جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ کتاب بچوں کے لئے تیار کی گئی ہے مگر مہذب قابل مصنف نے کتاب کے چار باب کے اندر پند و موعظت کا ایسا باغ لگا دیا ہے کہ اگر اس ایک فصل سے بھی فائدہ اٹھایا جائے بہت کچھ کارآمد ہو سکتا ہے، مصنف وسیع النظر اور صحیح الخیال ہے جو مضمون لیا ہے اسے مکمل کر کے چھوڑا ہے اور وہ چند قبیحات کہ جو آجکل کی پود لا ابالی سب بے خبر میں پائی جاتی ہیں کتاب لکھتے وقت زیرِ نظر رکھی ہیں، علمِ اخلاق تہذیب و ادب کی تعلیم کا بد تمیزی کے ساتھ نوجوان مضحکہ اڑا رہے ہیں، ایک دریا ہے اگر یہ کتاب درسی کتابوں میں شامل کر لی جائے تو نہایت کارآمد ثابت ہو سکتی ہے۔

رشی ہند کے کالم اگر اجازت دیتے تو مصنف موصوف سے اجازت حاصل کر کے یہ سلسلہ مضامین سلسلہ وار شائع کرتے لیکن یہ شائع نہ ہو سکی اسے بہترین تحفہ ہے جو کہ اخلاقی مضامین کو ہندی میں بھی شائع کر کے نئی پود پر احسان کریں گے۔ مبتلا

دہامی میں جشنِ اختیارات کی دھوم دھام

(از جناب بہار سنامی)

منت الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست آخر آمد زپسِ پردۂ تقدیر پدید

موسم بہار کے پھولوں کی طرح آج رعایائے ریاست دہامی کا غنچۂ دل فرحت و انبساط سے شگفتہ ہو رہا ہے، اگر علم و عقل شادی کناں ہیں، تو اخلاق و ادب محوِ ترنم ہیں، کہ رئیس ابنِ رئیس سری رانا دلیپ سنگھ صاحب بہادر والیٔ ریاست دہامی اپنے صدیوں کے ورثہ پر متمکن ہوتے ہیں،

حسن و دلآویزی کا مینا بازار

کوہستانِ اُتر کھنڈ میں نہ تو اتنی دولت ہے، کہ جشنِ جمشیدی رچائے جائیں، نہ ایسی زندہ دلی ہے، کہ قرض چڑھا کر جلسے منائے جائیں، مگر آفرین باد رعایائے ریاست دہامی پر کہ انہوں نے یہ جشن کامیاب بنانے میں ہر طرح کی سعی موفور کی، چھ ماہ سے اس تقریب کے سرانجام دیئے جانے کا انتظام کیا جا رہا تھا، ہزار شکر ہے، کہ یہ مبارک تقریب بجز و خوبی سرانجام پائی! اسکی روئیداد بڑی دلچسپ ہے، ملاحظہ ہو۔

معزز مہمانوں اور دیگر افراد کی آرام و آسائش کے لئے پُرفضا چوگان میں پُرتکلف خیمے نصب کئے گئے، سڑک کے دو رویہ ڈیڑھ فرلانگ تک لاجوردی فضائی شامیانہ کے نیچے مختلف الالوان جھنڈیوں نے عجب خوشرنگی پیدا کر رکھی تھی، ایوانِ شاہی سے کیمپ تک چپہ چپہ پر پیارے پیارے نمائشی دروازے حسن و خوبصورتی تقسیم کر رہے تھے، طرح طرح کے موزوں معشوقانِ دلفریب کی طرح اپنی طرف متوجہ کرنے کی کشش کا اظہار رکھتے تھے، دار الریاست کی ہر عمارت نوشاہ دہامی کی اس تقریب میں دل و جان سے شریک ہو کر شوقِ تلطف میں دلہنِ نوخیز بن گئی تھی، کیمپ کا ہر خطہ و محل اپنی لطافت و دلکشی میں حسینانِ ترکستان و یورپ پر بھی سبقت لے گیا تھا، چشمے کی آبشار کا اعدادِ نہری ... اور سنہری رنگت نے اپنی جوشِ جوانی کا اُبھار دکھایا، گویا اس تقریب میں جلوۂ ماہتاب سے

سرشام قمقمے نور افگن ہو کر دہامی کی مُند نمائی میں جلوہ ریزیاں کیں، اِس شب نور اور تاریں جب فلک شکوہ پہاڑوں کی چوٹیوں کے درمیان سبزہ زار گلزار پُر بہار اور مینوں کی نمائش ہو گئیں کی روشنی نور افگن ...... ہوتی تھی، تو لطفِ زندگی حاصل ہوتا تھا،

معزز مہمان

لالہ امرناتھ اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ ریاست ہائے کوہستانی سردار سندر سنگھ ڈپٹی کمشنر ویزیر شملہ ڈویژن، لالہ خان چند منیجر ریاست بھگل دار کی ہرائنس صاحب لالہ جھوپل مدیر ریاست بیجی، کنور صاحب مالنوال سرقراجین سنگھ ناظم کوہستان پٹیالہ شریک جلسہ تہنیت ہوئے،

مسٹر عزیز احمد صاحب بہادر سپرنٹنڈنٹ رؤسا کوہستانی کی آمد

"رئیس ہند" میں شہرت عام کی بنا پر جون ۱۹۲۹ء کی اشاعت میں مسٹر جی ورسلے سپرنٹنڈنٹ کوہستانی کی نیک مزاجی و ہمدردی رؤسا کے متعلق ایک مفصل نوٹ لکھا جا چکا ہے، یہ امر ہمارے لئے باعث فخر ہے، کہ پیارک مذکورہ کی صحت کا بہت جلد عملی ثبوت مل گیا آپ نے اپنے فطرتی انصاف پسندی کے جذبہ سے متاثر ہو کر سن بلوغ سے تجاوز کئے ہوئے تاجداران کوہی کی بے اختیاری کے مسئلہ پر توجہ کی، چنانچہ سب سے اول ہونہار، حسن سیرت مجسمہ کے بادشاہ دہامی کے تاجدار سری دلیپ سنگھ بہادر کا معاملہ پیش ہوا آپ نے گورنر پنجاب کی خدمت میں تحریک کی، یہ تحریکیں خالی کب جاتی ہیں، چنانچہ اعلان اختیارات کے لئے ورجنوری سن حال مبارک بھیجی گئی، "صاحب موصوف" مع لیڈی صاحبہ دہامی تشریف لے گئے، سری رانا صاحب نے اپنی خاندانی روایات کے موافق بڑھ چڑھ کر استقبال کیا، چار فرلانگ کے فاصلہ پر صاحب گھوڑے سے اتر کر رانا صاحب سے مصافحہ فرما کر زرنگار و زربفتی کھپالوں پر زینت افزا ہوئے،

دربار مبارک

دربار عید کے لئے دربار کے محلات کے متصل پُر فضا چوگان میں سائبان نصب کیا گیا تھا کہ جو زرق برق ہونے کے شاہانہ نمود پر شفیق اسی طرح سایہ افگن تھا کہ جیسے ہمارے سروں کے چتر گوہر دار پر انگریزی ٹوپی جس کے نیچے ہمارا فخر یا

اسلوب عناصر کی ترکیب کی طرح فرحت و شادمانی کی نوید دے رہی تھیں، ہجوم خلائق کا ہجوم اور طرز جذبہ
شوق کہہ رہا تھا کہ وہ اپنے مالک کی خوشی اپنی بہبودی سمجھے ہوئے ہیں، چوبداران عصا برداران
طلائی و نقرئی عصا، چوبدار مشعل اور بقیہ تمامے بذات خود زریں پیٹ تھے،

"صاحب" ٹھیک ۱۱ بجے تشریف لائے توپوں کی سلامی نے پہاڑ کو گنجا دیا، بینڈ نے ملک معظم
کی سلامتی کے گیت گائے، راجا صاحب کے بائیں جانب "صاحب" رونق بخش ہوئے، اول
لالہ بیلا رام سررشتہ دار نے دربار کی افتتاحی رسم ادا کی، پھر "صاحب" نے انگریزی میں حسب ذیل
تقریر فرمائی:۔

"مجھے جو مسرت حاصل ہوئی کہ آپ کو منجانب گورنمنٹ عالیہ کامل اختیارات تفویض کئے جانے کا آج شرف
حاصل ہوا، آپ کے بزرگوں کے تعلقات گورنمنٹ کے ساتھ نہایت گہرے رہے ہیں، ریاست کا اعلیٰ
انتظام کرنے اور گورنمنٹ کی وفاداری سے خدمات بجا لانے کے صلے میں آنجہانی سری راجا گوردن سنگھ
فتح سنگھ اور کبیر سنگھ جی کا نصف خراج معاف کیا گیا تھا اور آپ کے والد بزرگوار شری راجا ہیرا سنگھ جی،
سی آئی ای، کے خطاب سے معزز فرمائے گئے تھے، مجھے یقین واثق ہے کہ آپ بھی ان امثال کو مدنظر
رکھتے ہوئے اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چل کر گورنمنٹ کی فرمانبرداری کے راستے میں وسیع نامودی اور
شہرت حاصل کریں گے، ایچیسن کالج لاہور، بشپ کاٹن سکول شملہ کی تعلیم، کانگڑہ بندوبست کی تربیت، شملہ
میں عدالتی کاروبار اور [illegible] میں جنگل اور کوہستان کی عملی تعلیم آپ کی جدید ذمہ داری میں مفید ثابت
ہوگی، آپ کی دس سالہ ایام نابالغی میں ریاست کا انتظام کونسل نے بڑی ایمانداری اور جانفشانی سے
کیا جس کا بار احسان آپ کی ذات مبارک پر ہے، آپ گذشتہ دو سال سے بحیثیت پریذیڈنٹ کونسل کام
کر رہے ہیں، جس سے مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ کی تعلیم رائیگاں نہیں گئی، آپ ابھی "رئیس زیر تعلیم"
اور "رئیس مع کامل اختیارات" کی ہر دو حیثیتوں کا فرق اچھی طرح ابھی تجربہ سے سیکھنا ہے، اگر آپ اپنی
رعایا کی ترقی و بہبودی ملحوظ خاطر رکھیں گے، تکالیف میں امداد فرمائیں گے، اپنا سالانہ بجٹ آمدنی سے کم رکھیں گے،
خوشامدی مطلب پرست لوگوں سے جو اپنے ذاتی فائدے کی خاطر آپ کی اور آپ کی ریاست کی بھلا

نہیں کرتے پیش کریں گے اور ایسے اشخاص پر اعتماد رکھیں گے کہ جن کی دیانتداری اور صاف گوئی مسلّم ہو تو مجھے یقین ہے کہ آپ کی حکومت باقبال اور دیرپا ثابت ہوگی۔ میں آپ کو حسب الحکم ہز ایکسیلنسی گورنر پنجاب بہ اجلاس کونسل کامل اختیارات دینے کا اعلان کرتا ہوں"

ارشادِ شاہی

اس تقریر کے بعد سری راجہ صاحب نے نہایت خوش الحانی اور روانی کیساتھ انگریزی میں تقریر فرمائی، جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:-

"یہ دربار حسب الحکم ہز ایکسیلنسی گورنر پنجاب باجلاس کونسل اس جناب کے عنانِ حکومت سنبھالنے کی تقریب پر منعقد ہوا ہے۔ آپ سے بحیثیت نمائندہ ملکِ معظم ملاقات کرنے سے جو مسرت مجھے آج حاصل ہوئی ہے وہ جامۂ لفظی میں نہیں سما سکتی"

اینجانب اپنے کامل اختیارات پانے پر حکومت عالیہ، ہز ایکسیلنسی گورنر اور جناب کی راسخ الاعتقادی کا احساس کرتے ہیں، اور دولتِ انگلشیہ کا شکریہ ادا کرنے کیلئے برسرِ دربار سرِ نیاز جھکاتے ہیں۔ گردو نواح کے جنگلوں میں آپ کے ہمرکاب رہنے کا جو خوشگوار ذکر جناب نے فرمایا ہے، اینجانب کو اس کا ذکر آج کی شادمانی میں کرانا بھی خوشگوار معلوم ہوتا ہے۔ جناب نے جو اینجانب کے بزرگانِ نامدار کے گورنمنٹ عالیہ سے گہرے تعلقات کا ذکر فرمایا ہے، وہ اینجانب کو بھی ان دیرینہ اور قدیم تعلقات کی یاد دلاتا ہے جو اس سے بھی قبل قائم و مستحکم تھے، اور اس اظہار کا بھی موقعہ دیتا ہے کہ یہ تعلقات آئندہ بھی ایسے ہی خوشگوار رہیں گے۔ جناب نے نہایت موزون الفاظ میں ممبرانِ کونسل کی جو ریاست ہی سے منتخب ہوئے تھے، قدردانی فرما کر ان اعلیٰ اور بہترین خدمات کا بھی اعتراف فرمایا ہے جو انہوں نے زمانۂ نابالغی اینجانب گذشتہ ۸ سال کے طویل عرصہ میں انجام دیں۔ اینجانب اس بہترین انتخاب، ان کی مستعدی، نگرانی، انتظام، مالگذاری اور انفصالِ کاروبار کیلئے گورنمنٹ عالیہ کا شکریہ ادا کرتے ہیں، اور ان کی خدمات کے متعلق جناب کی رائے سے اتفاق کرتے ہیں۔ ان دیگر عہدہ داران کا بھی شکریہ ادا کیا جانا بے محل نہ ہوگا کہ جو یکے بعد دیگرے ریاست کی بہبودی و ترقی میں کوشاں رہے۔ میں جناب کی دلچسپ تقریر کا آخری حصہ بغور سنا، میں تاجِ برطانیہ سے دائمی وفاداری رکھنے

میں اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلوں گا، اپنی رعایا اور ریاست کی فلاح و بہبود ترقی اور فارغ البالی میں کوشاں رہونگا اور پابندیٔ اوقات و حالات نظم و نسق ریاست میں ہمیشہ مصروف رہوں گا، فائنس کی حالت تسلی بخش رکھونگا، اور جناب نے جو دیگر امور کے متعلق نیک مشورہ دیا ہے، اُس پر کاربند رہنے کی میں ہمیشہ کوشش کرونگا، بقولیکہ

"ہمت مرداں مددِ خدا"

انجناب اُمید کرتے ہیں کہ پرمیشور ہمیں ہمارے فرض کی ادائیگی میں برکت دیگا، جناب نے جس فصاحت و بلاغت سے میری تعریف و ثنا فرمائی ہے، کاش کہ وُہ صفاتِ حمیدہ انجناب میں ہوتیں،

وُہ نیک خیالات کہ جن کا جناب نے بھی ذکر فرمایا ہے، یعنی تاجِ برطانیہ سے تعلقات کی خوشگواری، استحکام ترقی و وقتِ ضرورت امداد پر مستعدی، اور ایامِ نابالغی تاجداران میں اُن کی تعلیم و تربیت کے خاطر خواہ انتظام کی منصفانہ فہم و فراست واقعی میرے دل میں موجزن ہیں،

آخر میں انجناب مہربان اور عادل گورنمنٹ کی مہربانی کا پھر شکریہ ادا کرتے ہیں، آپ کی ہمدردی کے جذبات، قیمتی نصائح، دُعائے خیر اور مخلصانہ سلوک آپ کی نیک نفسی پر دلالت کرتے ہیں کہ جن کا اظہار احاطۂ تحریر و تقریر سے باہر ہے"

دیگر مشاغل

سپیچ صدر کے بعد راناصاحب نے معزز مہمان کو عطر و پان پیش کئے، فوٹو لئے گئے تین بجے سری راناصاحب نے دربار فرمایا، جس میں اہلکارانِ ریاست اور نمائندگانِ رعایا نے نذریں پیش کیں، پنڈت چنتامنی، ماسٹر سوہن سنگھ اور پنڈت مول چند شاستری نے تقریریں کیں، اسی دن بوقتِ شب روشنی، آتشبازی کی رونق رہی، اور [illegible] بھی ہوا،

چار بجے شام ایک شاندار "ٹی پارٹی" ہوئی، راناصاحب نے بڑے تپاک سے مہمانوں کا خیر مقدم کیا، اپنی اعلیٰ تہذیب کا جلوہ دکھایا، تاجدار اور منتظمین جلسہ انتظام کے لئے قابلِ مبارکباد ہیں،

موزوں سوال

یہ تو جو کچھ ہوا سب مناسب اور موزوں ہوا۔ تاجداری کی یہ تقریب آنکی زندہ دلی اور بیدار مغزی کی صریح شہادت ہے، مگر ہمیں اب چند باتیں دربار دہامی سے دریافت کرنا ہیں،

ہم پوچھتے ہیں کہ کیا کشمیری مل دوکانداروں کی شمولیت اب بھی ضروری تھی؟ دیگر کوہستانی تاجداروں کے ریاست دہامی کے ساتھ قدیمانہ تعلقات ہیں، اس مبارک تقریب پر فراموش کئے جانے کی کیا وجہ ہے؟

اس کا جواب ہم خود ہی دیتے ہیں، کہ یہ ایک اہم فروگذاشت ہے۔ رانا صاحب کو موزوں تاریخوں میں ایک اور مکمل جلسہ کرنا چاہئے، جس میں اپنے قدیم خاندانوں کے قدیم خیرخواہوں کو مدعو کیا جائے،

ہمیں بیدار مغز رانا دلیپ سنگھ بہادر کی ذات ستودہ صفات سے کامل یقین ہے کہ وہ اس کوہستان میں اپنی حسنِ حکومت کا اعلیٰ جلوہ دکھائینگے، جیسا کہ رئیس ہند دو سال قبل پیشگوئی کر چکا ہے، رئیس ہند اور اس کے جملہ اراکین سری رانا صاحب بہادر کو دل سے مبارکباد دیتے ہیں،

دہلی میں نرانڈر منڈل کے جلسے فروری مارچ ۱۹۳۰ء میں

نرانڈر منڈل کے جلسے فروری مارچ کی آخری تاریخوں میں دہلی میں بڑے زور شور سے ہوتے پہلے پہلے نرانڈر منڈل کے جلسے رو کے پھیکے ہوتے تھے اور ملک میں بے غوری سے دیکھے جاتے تھے، لیکن جب سے بٹلر کمیشن اور بہرچا منڈل قائم ہوئے ہیں کچھ دلبستگی سی پیدا ہو گئی ہے اور اب منڈل موصوف کے جلسے بھی نہایت باقاعدگی کے ساتھ ہوتے ہیں چنانچہ امسال سنٹرل انڈیا، راجپوتانہ، پنجاب اسٹیٹس، ویسٹرن انڈیا اسٹیٹس، بمبئی، بہار اڑیسہ، پنجاب، صوبجات متحدہ، سنٹرل پرونسس، جموں وکشمیر اور سکم کے تاجداران شریک جلسہ ہوئے ابتدائی جلسے چانسلر کی کوٹھی پر ہوا کئے، مسٹر میر مقبول محمود سکرٹری اور ان کا اسٹاف جس کے سپرنٹنڈنٹ رؤسائے پنجاب کے ایک معزز رکن اور ہمارے دوست لالہ سندر داس ہیں آجکل نہایت قابلیت سے مصروف کار رہیں، ملک میں بدقسمتی سے جوں جوں ہمارے تاجداران کے خلاف جذبہ منافرت ومخاصمت پیدا ہو رہا ہے، ویسے ویسے تاجداران بھی اپنی احیاء وبقا کے اسباب کی تجاویز میں کوشاں ہیں ہمارے تاجداران کے لئے سب سے زیادہ مشکل یہ ہے کہ ایک طرف گورنمنٹ عالیہ ان کے پشتینی حقوق سلب کرنے پر آمادہ ہے تو دوسری طرف رعایا ان سے ناخوش ہے اور ستم یہ کہ اتحاد نہیں،

دو گونہ رنج و عذاب است جان مجنوں را

اور دور اندیش اصحاب کے نزدیک یہ پیشینگوئی کی جاتی تعجبات سے نہیں کہ اب ہمارے تاجداران کے عیش و آرام کے دن گئے معلوم نہیں آگے کیا کیا تبدیلیاں واقع ہوں، کاش اہل ملک اس سبزہ زار کی بربادی کے بجائے اصلاح میں کوشاں ہوتے،

تاجدار بھوپال کی شخصیت

ہمارے نامہ نگار خصوصی متعینہ نرانڈر منڈل لکھتے ہیں کہ تاجدار بھوپال خاص شخصیت رکھتے ہیں وہ اپنی آزاد خیالی وضعداری اور دانشمندی کی وجہ سے بہت ہی جلد ہندوستان میں شہرت نیک حاصل کر لیں گے، ان کا حسینہ و آوازہ معدلت گستری ہر کہ و مہ سے خراج تحسین حاصل کر رہا ہے،

تاج پٹیالہ

مہاراجہ پٹیالہ روز آغاز حکمرانی سے بہتر سے بہتر انتظامات کے خواہاں ہیں اور کسی خرچ کی پرواہ نہ کر کے گرانقدر جواہروں پر مشہور دستیاں خرید رہے ہیں چنانچہ مستند حلقوں میں یہ خبر نہایت اطمینان سے سنی جاتی ہے کہ جدید [illegible] پیش نظر ہیں جن کا ظہور ہو گا

〰〰〰

سری گنیشایہ نمہ

کلیاتِ برہمن

دیوان برہمن

مرتبہ

فضیلت مآب کمالات انتساب جناب سردار منشی رائے بھگونت رائے صاحب اکسنامی مد ظلہ

ردیف الالف

۱

ای برتر از تصور و وہم و گمان ما ... ای در میان ما و برون از میان ما

آئینہ گشت سینۂ ما از فروغ عشق ... شد جلوہ گاہ صورت معنی نہان ما

جا کرد در میان رگ و ریشہ و پوست ... پر شد ز مغز وفا استخوان ما

استاد عشق حوصلہ فرسای ما ... صد جا شکست تا بلب آمد فغان ما

مانند غنچہ گرچہ خموش است برہمن ... لیکن پر از نواست چو بلبل زبان ما

۲

ای عقل پیش پرتو ذات تو چون سہا ... ای چشم بر کمال صفات تو مبتلا

صد سینہ گشت آتش مہر تو دلنشین ... باشد غبار کوی تو در دیدہ توتیا

[illegible] ... ہم سرمہ خیال تو [illegible]

[illegible] دست [illegible] ... [illegible] تا بلطف [illegible]

[illegible] عقل [illegible] ... [illegible]

در حضرت جلال تو کس را مجال نیست — باشد گدائے کوی تو هم شاه هم گدا
در بارگاه لطف تو جای سوال نیست — این جا چه احتیاج باظهار مدعا
گردن کشان که باد غرور … — چون دانه … زیر این کهنه آسیا

معدوم گرده … دهر کهن
باشد همیشه بر سر ما سایه خدا

الهم ز ساده دلی بند دیده … را — … کس نتوان بست ره طوفان را
… شده ام با نجائے آن دارد — که لاله زار کنم دامن و گریبان را
همیشه تشنه لبیست اضطراب در کار است — چگونه جمع کنم خاطر پریشان را
… خیال تو آمد بخواب آسوده ام — وگر زهم بگشادم چشم گریان را

برهمن از دو سخن بی دلیل …
که اعتبار نباشد دلیل و برهان را

… صحبت … از گفتار ما — … فهمید از گفتار ما مقدار ما
… دل دیوانه را پیچ و تاب — چون کشاید زلف … گره از کار ما
… شمع … — … خواب … دیده بیدار ما
گردن آزاده … — … سایه دیوار ما

… از ازل پیوند دارد …
رشته زلف بتان با رشته زنار ما

[illegible]

سخن چو پیست و بلند است [illegible] ما
که خام و پخته دهد نخلِ نورسیدهٔ ما

بیهوده نکو باد صبا بر اثر ما
با کم شدگانیم که یابد خبر ما

ما معتقدِ ہمت صاحب نظرانیم
کو ذہن بود مختصر اندر نظر ما

هر شب گہر افشاں شود از گوشۂ مژگاں
بر دامن صد پارۂ ما چشم تر ما

آرائشِ ہنگامۂ ایامِ جنوں است
آں داغ که خوں لالہ بود در جگر ما

آفت از ہنرِ خود نقصو سے شواں زد
جز بے ہنری چیست برہمن ہنر ما

بگشا چو در صحن چمن بند قبا را
بوسے دگر افزود دمِ باد صبا را

ہمہ صبح آرائشِ رُو شگوفہ بیند
در دست نگیرند بتاں آئینہ ها را

ارباب نظر باثرِ شاہدِ مقصود
در راهِ طلب دیده گذارند نه پا را

کیفیتِ احوالِ جہاں مد نظرم بود
آں روز که بر آب نهادند بنا را

بگذار که آسوده نشینیم به یا سخن
[illegible] ترجمانِ دل [illegible] ما را

[illegible] ارباب عقلِ شیدا را
بطور ما بگذار [illegible] را

نظر [illegible] ہستی بچشم دل دام
[illegible] چشم [illegible] بیدار را

سخن [illegible]
گہے بجلوه نیامد نقشِ بیدا را

[illegible] حالِ خیال
اگر [illegible] دل گرم کعبه [illegible] را

[illegible]

عجب نباشد اگر با منند گفتگو کار ‌ ‌ ‌ که هست در چمن شعله آشیانهٔ ما
بعشق و حسن و نسبتی که نتوان گفت ‌ ‌ ‌ همین حجاب بلا گشت در میانهٔ ما
ز زلف و خال خیال نجات ممکن نیست ‌ ‌ ‌ فتاده بر سر راه است دام و دانهٔ ما

چگونه برهمن از عشق احتراز کند
که حسن جلوه فروش است در زمانهٔ ما

۱۰

آفتاب من چو روی خود نمود آئینه را ‌ ‌ ‌ آب و تاب، دیگر از تابش فزود آئینه را
جز غبار خط که بر آئینه بنشست ‌ ‌ ‌ همنفس گر میتواند بود دود آئینه را
چشم دل با صورت معنی مقابل میکنم ‌ ‌ ‌ در پس دیوار اگر باشد چه سود آئینه را
عکس خود در آئینه بیند نه روی آئینه ‌ ‌ ‌ پیش روی او کجا باشد وجود آئینه را

من سخن در پرده میگفتم سحر با برهمن
آفتاب من مخاطب کرده بود آئینه را

۱۱

هرگز کسی نکرد نگاهی بسوی ما ‌ ‌ ‌ کس گرم تر ز اشک نیامد بجستجو
با پیچ و تاب زلف تو داریم در خیال ‌ ‌ ‌ صد جا ز هم گسسته بود گفتگوی ما
هرچند ابر گریه کند بشگفد چمن ‌ ‌ ‌ از فیض آب دیده بود آبروی ما
شستی نیابد از سر موی میان او ‌ ‌ ‌ هرچند پیچ و تاب خورد همچو موی ما

برهمن حریف ارغوان نه ایم
باشد همیشه خون جگر در سبوی ما

۱۲

هر روز تازه [illegible] بهارها ‌ ‌ ‌ آخر شود شگفته گل انتظار ما
هرچند شد شکسته درستی گرفت دل ‌ ‌ ‌ آخر شکست کار دل آمد بکار ما
[illegible] کرد دل ما قرار عشق ‌ ‌ ‌ دیگر بدست عشق بود اختیار ما
صد دیده تا خیال گل [illegible] داشت ‌ ‌ ‌ باشد همیشه خون جگر در کنار ما

ما بجز سخن صحیفه نویس نجستیم ما
بیکار نیست کلکِ محبت نگار ما

سہی قدے کہ چو آید بناز در استغنا ۱۳۶ دہد نہالِ قدش یاد عالم بالا
تبسم لب معشوق نیست کم ز حباب چہ شد کہ غنچہ خموش است بلبلان گویا
کشیده سر بگریبان و پایهٔ دامن چو طفل غنچه خموش است مردم دانا
نخست بر دل آئینه امکان شکست بجوش تازه زند سبزِ زلف و نسیم صبا

هر که در نگری هست از تو میخواهد
مهندسان حباب و بزرگمهان دریا

فروغ دل ز فیض باده در سخن شود پیدا ۱۳۷ دماغ زرفته از نسیم گل و گلشن شود پیدا
بجا که بلبل پیرهن از آستین نا بدر برده سیم کز نسیم از دل از چاکِ پیراهن شود پیدا
کجا پنهان کنم این گریهٔ طوفان خیز را کہ گرد از آستینم گرد از دامن شود پیدا
ز گیسو سحر خاناں سوز بیانش [illegible] بجای سبز هر گز زبان بر تن شود پیدا

همه من لب فرو بستم و گر شد سخن گوئی
ادای تازه دل از سخن از من شود پیدا

ندا ز نسیم سرِ زلف داد قافله را ۱۳۸ [illegible]
وقت سحر آشنا سخن ز ان طلب اگر بدیده ز بیهوده اندر مسئله ها
سخن ز عشق مگو دیده اوّل از سر هوش بضبط راز محبت بیار حوصله ها
[illegible] تا احسان بے نهایت دوست که گداز بود بر زبانِ من گله ها

احتمال سود و زیان برہمن [illegible]
[illegible]

[illegible] تا [illegible] [illegible] گداز [illegible]

محبت میکشد سوی جنون ما نکو چه | که سرگردان کند لحظه عقل در سینه ها
لب لعل بتان اصل علاج درد ما باشد | مئے رنگین نشاط افزا بود طبع حزینے را
دلم در سینه آرامی نه خواهد چه میخواهد | هلال ابروی بتے خورشید روئے مه جبینے را

برهمن در ردیف تازه مضمون تازه تر بستی
نهال تازه زیبا تر نماید نو زمینے را

غ ۱۷

دل تنگنائے سینه مده راه کینه را | از نقش کینه ساده نگهدار سینه را
با ناکسان سنگدلان جستن اختلاط | باشد برهمی سنگ زدن آبگینه را
افسانه چند بشنوی از اهل روزگار | از من شنو حکایت راز شنیده را
اول قدم ز خویش گذشتن پسندیست | اینجا ازین جهت نگذارند زینه را

اشعار آبدار برهمن چو گوهر است
پر کردم از جواهر معنی سفینه را

غ ۱۸

جوانی بود فصل عیش و عهد کامرانیها | کجا آن فصل و کو آن عیش کی آن شادمانیها
دو چشم خون فشانی میکند و از لب لعلے | که هنگام تکلم میکند گوهر فشانیها
بیاد افسانهٔ عهد شباب اندر دل غمگین | که دل را تازه سازد یاد ایام جوانیها
بیا یک نکته از درس محبت خوان اگر خواهی | که باشد نکته هائی بیکران در نکته دانیها

حدیث عشق از گفتار دیگر است مستغنی
برهمن در محبت کم باشد قصه خوانیها

ردیف بائے موحده

غ ۱۹

نشست صبح مطلع دیوانم آفتاب | یک پرتوی ز شمع شبستانم آفتاب
لرزد خیال روی تو در چشم نم چو آب | آید برون ز چاک گریبانم آفتاب

کم نشد تجمل تو از دیدهٔ جهان … [illegible] بنام آفتاب
حیرانیان ماکی [illegible] نشسته‌اند … [illegible] تا نام آفتاب

دارد خیال روی تو در دیده [illegible]
من ذره حقیرم و همنام آفتاب

۲۷

همیشه عذر لبهاست عذر خواه طلب … ادب ندیدهٔ دامانده از نگاه طلب
سراغ ما و حقیقت ز مرده‌ها مکن … چه پیچی [illegible] آشنای طلب
گذار قافلهٔ فیض در شب تار است … فروغ صبح طرب در شب سیاه طلب
چو آفتاب جهان گشتی و [illegible] … فلک اگر طلبی سایهٔ کلاه طلب
به [illegible] زه گردی عالم کسی بجا نرسد … [illegible] زجهان [illegible] پناه طلب

ردیف تای مثناة

۲۸

بچشم تهمت من انتظار و [illegible] … درین چمن نگهبان نسبت بهار یکیست
دلم قرار [illegible] زلف [illegible] گرفت … قرار [illegible] یکیست
قدم نهاده براه طلب [illegible] … دل رسیده [illegible] یکیست
علم [illegible] از بلند و پست جهان … [illegible] یکیست

باختلاف [illegible] بر [illegible]
یکیست قاعدهٔ راه و [illegible] کار یکیست

۲۹

هر که دارد [illegible] عشق نشانی باد دست … چون گل لاله [illegible] داغ [illegible] باد دست
[illegible] … [illegible]
[illegible] … [illegible] باد دست
[illegible] … [illegible]

[illegible]

تماشای بتان اوست که آئینه با اوست

۲۳
جمال روی تو در دل فضای حیرانیست | هوای زلف تو سرمایهٔ پریشانیست
در آن مقام که هر گوشه پریشان شو | علاج درد دل خسته داروی پنهانیست
ز بیم رنگ تعلق سیاه نتوان داشت | که دل چو آینه آفتاب نورانیست
بعشق همچو آن شو که غور این مطلب | نه در معامله فهمی و نه در عبادانیست

ز نقش قرمز برهمن نشان باید دید
که هر چه روی دهد آشنای پنهانیست

۲۴
هوای فصل گل و موسم بهاران است | گل نشاط بدامان می گساران است
ز چشم مخمورم و نه رنگ زرد چه رام | که کار من همه کار سیاه کاران است
زمانه زلف تا سودگان مده بوسه | که این وظیفهٔ لب های بیقراران است
بدرد دام و از گریه شکوه ها دارم | که اشک پرده در حال رازداران است

جنون عشق برهمن کشد بمستی کار
که عشق آفت احوال هوشیاران است

۲۵
دارم دلی شکسته و سالم سبو درست | چاک آن چنان نه بود که نسازد رفو درست
محتسب شکست شیشه و مینا فتاده جام | در بزم عشق کس نرساند سبو درست
تا زاهد سه گشاده گره بر جبین زده | هرگز نیایدم نفس اندر گلو درست
هر رنگ من به چشم حقارت نظر مکن | دارد شکسته رنگی من آبرو درست

تا شد شکسته سر زلف تو برهمن
هرگز نه هیچ کس نکند گفتگو درست

۲۶
شب فراق تمام خوش ... | به خیال ... واسطه
... | دل من ... آموخت ... است

اضطراب دو جہاں بازشمار دیجوئے — ہمہ کدورت من از زلف دلربا است
آتشے کو کہ کند سوختہ و پختہ جگر — ایں کبابیست نمکسود دمِ خوبان است

برہمن مرغ دلے کو کہ گرفتار شود
ورنہ در ہر طرفے دانہ بہر دام ہست

۲۴
چو دردِ عشق رسد خواہشِ دوا کفر است — دریں معاملہ اظہارِ مدعا کفر است
بخاکِ کوئے بتاں میشود فروغ پذیر — علاج دیدۂ عاشق بہ توتیا کفر است
بگلشنے کہ چو سوسن خموش باید بود — زعندلیب نالی پُر از نوا کفر است
دریں طریق بجز چشم تر مکن تکلیف — کہ سطح مرحلۂ دوستی بپا کفر است

براہِ عشق قدم نہ برہمن بے خبر
کہ رہروانِ رہِ عشق را ریا کفر است

۲۵
کہ تواند کشیدن دم آزاد بست — ہیچکس نتواند کہ ... یاد بست
از ہجومِ غمِ زلفت تا سینہ دارم کار دل — ... بجائیست ... بنیاد است
کے گرفتارِ محبت میلِ آزادی کند — خاصہ آں صید کہ بر فتراکِ خود صیاد بست
زلفِ مشکینش پریشاں کرد سنبل را چنانک — طرۂ شمشاد صد گرہ بر طرۂ شمشاد بست

بر سرِ آبِ رواں افگند طرح خانہ را — بیشانی
اے برہمن ہر کہ دل در دہر بے بنیاد بست

۲۶
طلب ہر دو دست بہ دست کہ آشناست — دیوانہ شد بسنبل بوئے کہ ... است
ہنگامِ آرزو ندہد جز مسرت او — بے مہری زمانہ بکوئے کہ آشناست
در نوبہار مغز من آشفتہ میشود — ایں بوئے نوبہار بوئے کہ آشناست
ہر چند یک شگفتہ ... پیشتر بود — باز ایں دل شکستہ بکوئے کہ آشناست

ختم شد خسار کشید برہمن

ردیف ... کرآشناست

۴۰
...ہر کسے کہ آشنا شدہ است / کز زہرہا آشنا جدا شدہ است
با من از مدعا مگو کہ مرا / مدعا ترکِ مدعا شدہ است
...دلم با منست کہ شیشۂ دل / بسکہ شد صاف رونما شدہ است
...سرِ زلف او بدست آرد / دلِ پریشان تر از صبا شدہ است

برہمن بسکہ خاکِ راہِ تو شد
در تۂ پا چو نقشِ پا شدہ است

۴۱
...ست دیدہ کہ دارد برابر نیساں دست / برد ہمیشہ ز سر پنجہائے طوفاں دست
...سر ز حلقۂ فتراکِ عشق بیروں باد / گدائے عشق بیالاید ار بسامان دست
حرام باد ترا امتحانِ لذتِ شوق / اگر ز دردِ محبت بری بدرمان دست
...شست و شوئی بر دلِ صاف شد / با آبِ توبہ بشو بعد ازین ز عصیان دست

ہزار بار برہمن نمود مے پیش
ولے نیایدم از ضعف تا گریبان دست

۴۲
دلم بسنبلِ زلفِ تو تا قرار گرفت / میانِ سلسلۂ عشق اعتبار گرفت
خوش آنکسے کہ بصحرائے ملکِ ناکامی / ز سیلِ حادثۂ آرزو کنار گرفت
مرا ز دریچۂ صبحِ امید گرد بردن / کسے کہ دامنِ شبہائے انتظار گرفت
... چیست اختیارِ مرا / کہ عشق سر ز دوز دستم اختیار گرفت

ز عشق نام میسر برہمن کہ نماسروۂ
خوش آنکہ بر محکِ امتحانِ عیار گرفت

۴۳
... بانا دست / کہ کس ... خریدست
... دلِ ما جلوۂ تماشائی / ... گل ... نعلبیاست

بود در ملک هندوستان بهمن چو بلقیس — [illegible] هست تو هر که بیمار است
[illegible] سنبل هندستان ما — دلم [illegible] زلف او گرفتار است

ترا مید و حرم شیخ و برهمن جوید
حرم که هست [illegible] پرده این چه اسرار است

۴۴

آتشکده سینه ما پر سر جوش است — تا رمز [illegible] دیده ما شعله فروش است
از مرسم [illegible] شنیده است [illegible] — عمر است که داغ دل ما پنبه بگوش است
در میکده عشق باندازه خود باش — چون مستی این جرعه باندازه هوش است
هر نوش که از غیر تو نیش نماید — هر نیش که از دست تو آید همه نوش است

از حال برهمن چه توان گفت که خوش است
با خویش اگر ساغر چون غنچه خموش است

۴۵

هر شب مهر [illegible] جا دل ما گرفته است — در هر [illegible] دل ما جا گرفته است
کونین را بخلوت دل [illegible] — آزاده که ترک تماشا گرفته است
آرد فشار به بزم حریفان [illegible] — با گردن بلند که مینا گرفته است
بی آفتاب روی تو تسکین [illegible] — چشم ترم که خو به تماشا گرفته است

با خویش ساخت [illegible] برهمن که روزگار
با اهل درد ترک مدارا گرفته است

۴۶

[illegible] — حرف لب [illegible] گفتار است
تا زلف عنبرینش تار [illegible] — [illegible] از زنار است
کوته اندیشان [illegible] — [illegible] اندک و بسیار است
[illegible] — [illegible]

[illegible]

بنشین با غیر ز دیده بیدار نیست

۴۷
چون صبح به هوا مگر بجستجو لبالب میدوخت — گرداں تا نه فرازم جریان میدوخت
نیل اشکم شوق بازی هر شب — لخت لخت جگر پاره مژگان میدوخت
سرشت تیر نگاهش تو دانی یادم — کرد هر کشتی پاره بپیکان میدوخت
نگاهی که سنگ در دل یک جگرم — هر کرده روز مرا یک گریبان میدوخت

برهمن گشت فدای غلط انداز نی او
که زدی تیر نگه بر دل و بر جان میدوخت

۴۸
صبح است و ابر گوشه پیمانه غنیمت — بوسه ز بر لب بپیمانه غنیمت
پیمانه ز در طلب آتش وصال — افتاده گی بپای چمن غنیمت
ای منزل مراد نما در دست باد — در راه انتظار سراغی غنیمت
چون روزگار در گرو اختیار نیست — از فکر روزگار فراغی غنیمت

با داغ عشق ساز برهمن که چند گاه
الفت میان پنبه و داغی غنیمت

۴۹
مادام و دل که رنگ تماشا گرفته است — دست نسیم دامن صحرا گرفته است
مینائی و دست طلب کن که آفتاب — آفاق را بدیده بینا گرفته است
هر گز نه رفت ز بر لعل اشک من — مانند موج دامن دریا گرفته است
بنا عشق نظر کن و هرگز نباش — زین آتش بلند که بالا گرفته است

دارد بجز سخن اهل سخن ما و برهمن
نظم گهر عقد ثریا گرفته است

۵۰
سر گرم شیشه سعد شکست — ز بلبلم ... شکست
... برهمن ... — ... نشکست

لعل لبش به بوسه شیرین او اگند
باشد دلیل عجز با در اکب مدعا
آن نسخه شفا که مسیحا نوشته است
ایمای قرمزی سیاه که جانانش نوشته است

گردند گرد دیر برهمن ز شوق قدسیان
گویا سخن ز عالم بالا نوشته است

۱۴۲

حاصل ایام عمر ما پشیمانی بس است
عذر خواه جرم ما تقصیر نادانی بس است
جمع گشته گرد دل آواره صحرای عشق
مایه جمعیت عاشق پریشانی بس است
راز دل چون سوسن آزاده نتوان کرد فاش
همچو برگ لاله در دل داغ پنهانی بس است
طفل نوآموز چشمم را به شبهای فراق
بر بیاض چهره مشق گوهرافشانی بس است

برهمن اندیشه ما ره به جایی کی برد
غایت اندیشه این ما حیرانی بس است

۱۴۳

گرد دل گردم که یار ما بسی غمدیده است
با زبان بی‌زبانی همرهان غمدیده است
ما زلیخا وار سرگردان مصر بیکسی
یوسف ما در میان کاروان بوده است
گرد شبهای ما چون زلف معشوقان دراز
داستان عاشقی خوش در میان بوده است
در میان خاک و خون افتاده بینش دلم
همچو مرغ نیم بسمل بسمل بوده است

در محبت حال ما بر نقال برهمن
برهمن افسون گری جادو بیانش بوده است

۱۴۴

هر طرف جلوه و هر طرف تماشای است
میتوان دید که هر دیده تماشای
گوشه‌ای نیست که بی نغمه عشق بود
هر طرف مرغ دلی سر گرانی
سرو را گو که دگر جلوه به بستان نکند
کز نظر آن قامت زیبای
هر کجا جلوه دهد حسن چو گل
نه به هر گوشه و ...

ردیف حرف ... برهمن ...

[illegible] آمد ... خطا و خواهش ... است

۴۲
[illegible]ست عشق تو چو از سرو دستان نیافت … بی تو یک نغمه در خانهٔ دل باز نیافت
[illegible]ل چو خورشید به هر جا نگردی گرد … جای محفوظ‌تر از سایهٔ دیوار نیافت
[illegible] بسا آمد شد نغمه سرا مرغ چمن … هیچکس حالت این مرغ گرفتار نیافت
[illegible] … رسید … لعل لب‌ها شده لعل شکربار نیافت

برهمن زنده دلان شب همه بیدار ... هیچکس [illegible] ... اینها است

۴۳
[illegible] از نبود سخن ما کس نگرفت … گل گر بود گلشن ما کس نگرفت
[illegible] نسیم اند و دیوانه آید نسیم … در راه طلب دامن ما کس نگرفت
[illegible] خسته بودیم شب اگر چه چراغی … اما خبر از مدفن ما کس نگرفت
[illegible] ... خزان آمد بگذشت … هرگز خبر از گلشن ما کس نگرفت

در سایهٔ دیوار برهمن
افتیم ... مسکن ما کس نگرفت

۴۴
[illegible] ... است … جای گم گشت از جای ... است
چشم ما ... ندی ... آشنا خانهٔ عمر … ... آن کاوا ازپای ... است
عشق شد ... … فصل گل بگذشت از بلبل نوای ... است
[illegible] ... … از زمین شد تخم آشنائی ... است

برهمن هر سو ... ...
در ... از سر ... است

۴۵
[illegible] ... آمد ... است … ... چو لعف ... است
... از ... … ... جگر و ناله در گلو گره است

ز بسکه چشم ... پر ساقی ...	ز ... چمن ...
...	... شکفته شد ...

خیالِ زلفِ تو تا در دلِ برهمن مانَد
به سینه تا ... گفت و گو ...

به نسبت ساغر و ساقی و گشت مهتاب است	۴۸	بیا به رسم که نور آفتاب عالم تاب است
ز بسکه موج محبت به چشم تر دارم		سفینهٔ فلک از گریه ام به گرداب است
... تسلی دهند غنچه زار		چگونه صبر پذیرد دلی که بی‌تاب است
خزان به عهدهٔ گل داغ من نمی‌گردد		همیشه این چمن از فیض گریه شاداب است

حدیث عشق برهمن به دل زند ناخن
چه جای نالهٔ چنگ و صدای مضراب است

من و شکستگی ... چو ماه ...	۴۹	من ... زلف سیاه ...
نیم بسمل شدگان ...		... آب ... تیغ نگاهی که ...
که دل از سوز جگر ...		ز رسم ... که ...
... شوق ...		طعنه ...

اگر گناه تو ... بیکسی ... است
برهمن ... گناه ...

...	۵۰	...
...		...
...		...
...		...

...

فروازنجست دل و خون جگر توان یافت

۵۱

کسی که لعل لبش شیوهٔ مسیحا داشت — هزار طرز سخن در سخن بایما داشت
اگرچه جانب بیگانه داشت گوشهٔ چشم — نگاه گوشهٔ ابرو بجانب ما داشت
فروغ شمع محبت نگر که شعلهٔ شوق — بجای هر سر مو بر تن زلیخا داشت
بضبط گریه بسی دوختم بهم مژگان — دلی که بند ز خاشاک پیش دریا داشت

نگاه لطف و کرم جانب برهمن بود
عتاب و ناز و ستم هر چه داشت با ما داشت

۵۲

عشقبازی بیکسی این بازی طفلانه نیست — داستان عشق جانسوز است این افسانه نیست
بزم بی شمع است ورنه با هزاران بال شوق — بر تن من هر سر مو کمتر از پروانه نیست
مستی جام محبت نشهٔ دیگر دهد — [illegible] — آنچه می خواهیم ما در ساغر و پیمانه نیست
خون دل در سینه خوردن رسم مجنون بود و بس — پاس آداب محبت کار هر دیوانه نیست

(اتحاد)

ای برهمن آشنا هستند از روز ازل
در حقیقت هیچکس از یکدگر بیگانه نیست

۵۳

رنگینی رخ تو آب رخ چهرهٔ گل است — زلف کج تو تاب ده رشتهٔ سنبل است
جمعیتش بخواب پریشان نصیب باد — آشفته خاطری که گرفتار کاکل است
صوت حزین عنا بنغم اندلیب چه — ما را همیشه گوش بر آواز بلبل است
سرگشتهٔ نگاه و تغافل پسند او — چشمی که آشنای ادای تغافل است

بی جستجو ز منزل تو ان برد برهمن
هر جستجو ز روزگار نمودار از تحمل است

۵۴

[illegible] کرشمهٔ ماهتاب نشست — کلاه کج نه و با ماه و آفتاب نشست
حیا ز حجاب ادب غرق انفعال شدم — در آن شبی که برم یار بی حجاب نشست

بگریه باز نماند دمے چو ابر بہار　　که نقش مردم چشمم میان آب نشست
رود بجانب معمورهٔ عدم روشے　　کسے دو روز اگر دیدهٔ خراب نشست

زآب و رنگ جہاں چیست برہمن حاصل
بماند تشنه لب آنکس که بر سراب نشست　　(عاشقانه حقیقی)

۵۵

تیغ ہندی صنماں غمزهٔ خونریز بس است　　تیر مژگان جفا جو نگهٔ تیز بس است
شوخ را حاجت شمشیر ستمگاری نیست　　بتغافل نگهٔ مصلحت آمیز بس است　　(عاشقانه)
بگرفتاری ما سلسله درکار چه نیست　　تار موئے ز سر زلف دلاویز بس است　　(عاشقانه)
گنج زر گر نبود ہمت ما باقی باد　　دامن پر گہر از چشم گہر ریز بس است

برہمن سرو دریں باغ چه درکار مرا
در نظر جلوهٔ آں قامت نوخیز بس است

۵۶ (عاشقانه)

ز دیده رفتی و ذکر تو بر زباں باقیست　　غمے که بود دریں سینه ہمچناں باقیست
ہمیشه گرمی ہنگامهٔ جہاں برجاست　　جہانیاں بفنا رفته و جہاں باقیست　　(قادر الکلامی)
ہزار باره بما آمدم بجو رفیقی عشق　　دگر بسوزش اگر جلوهٔ امتحاں باقیست
نه نو بہار و خزاں خار عشق بلبل را　　بیا نگار محبت که آشیاں باقیست　　(جذبات دل)

حدیث عشق برہمن بسر نمی آید
ہزار نسخه نوشتند و بیش ازاں باقیست　　(حقائق و معارف)

۵۷

مرا ز زلف دلاویز تار مو کافیست　　تبسمے ز لب یار تندخو کافیست
اگر ز دیده نرفت آب دیده منت دار　　که آب چشم تو از بہر آبرو کافیست
بگلشنم نگذارند بلبلاں سہل است　　مرا ز غنچه تماشائے رنگ و بو کافیست
براه عشق قدم نه که در طریق سلوک　　بسوز غزل مقصد [illegible]

ترا اعتقاد برہمن از ترساں خواہد

به جبهه صندل و زنّار در گلو کافیست

۵۸

ما را ز فیضِ گریه بهارے به دامن است
وز آتشِ نهفته شرارے به دامن است

از یادگارِ خونِ شهیدان تُرا هنوز
نقشے ز آستینِ نگارے به دامن است

هر قطره‌ای که سر زند از دیدهٔ ترم
با صد فسادِ کیش قرارے به دامن است

از دشتِ عشق می‌رسم اینک سرا هنوز
از راهِ امتحان دو سه خارے به دامن است

صیدِ ضعیف ما نکند یاد برهمن
صیّادِ ما که تازه شکارے به دامن است

۵۹

چه آتشے ست که در دیدهٔ تر افتاده است
که جائے اشک به دامانم اخگر افتاده است

نه جمع گشت دلِ من ز زلفِ او هرگز
که این دو نسخه ز شیرازه ابتر افتاده است

شدم ز دست اگر میلِ امتحان داری
هنوز قطرهٔ دردے بساغر افتاده است

ز پندِ ناصح اگر سرگران شوم چه عجب
که کارِ من به حریفانِ دیگر افتاده است

برهمن از سرِ همت قدم براه بنه
که بارِ عشق عظیم است و بر سر افتاده است

۶۰

بسکه ظلم شیوهٔ مهر و وفا دانسته است
هر کجا بیگانه باشد آشنا دانسته است

در طریقِ عشق بے کوشش به مطلب میرسد
هر که ترکِ مدعا را مدعا دانسته است

زینگونه شمع گردون هر که دارد آشیان
خویشتن را دانهٔ این آسیا دانسته است

هر که اسبابِ تعلق را ز هم بشکند
راه در پیش است تدبیرِ خطا دانسته است

برهمن چاره مکن ناز کمتر از طبعِ بتان
این همه ناز کس ادا را از کجا دانسته است

۶۱

[illegible] ستم کعبه دار از برائے من کافیست
تبسمِ تو ز هر دردِ اے من کافیست

سرِ شهیدِ عاشق فسانه نیم برد
غبار کوچهٔ بتان توتیائے من کافیست

ز دستی دو جہان از شکستگی پست — ہمیں شکستہ دلی در طبع من کافیست
مرا چو تنگدلی با شگفتگی جمع است — چو غنچہ پیرہن من قبای من کافیست

برہمن از ہمہ بیگانہ زندگانی کن
کہ پیر دیر مغاں آشنای من کافیست

۹۲ — [illegible]

رسید موسم گل فکر می‌پرستان چیست — من از صلاح گذشتم صلاحِ مستان چیست
گذشت عمر درین فکر من ندانستم — کہ جرم کفر کدام است و ثواب ایمان چیست
بہ ہر دو عالم قطرہ‌ای ز بہار رحمت او — بہم نزاعِ دلِ کافر و مسلمان چیست
کسے کہ جامۂ جان پاک در تواں دارد — بہ نزدِ ہمت او چاک در گریبان چیست

[illegible]
بیادِ نرگسِ مستے چو این برہمن را
بہ سبز باغ چہ کار است کشت بستان چیست

۹۳ — [illegible]

ز زخم تو آب از دم خنجر برداشت — نیم بسمل شدہ از زخم تو مکرر برداشت
کشتۂ تیغ ترا تشنۂ دیگر افزود — زخم بر زخم سبب لذت دیگر برداشت
ہر کہ نوشید لبِ لعل تو بیادش آمد — گشت سیراب دل از چشمۂ کوثر برداشت
ساقی بزم محبت بہ سبکدستی ناز — نقدِ ہوش از دلِ ما برد چو ساغر برداشت

(۱۹۳)
تا کند تاب و صندلی پیشانی خورشید
برہمن خاک سر کوی تو بر سر برداشت

۹۴ — [illegible]

تا بدل مہر رخت جلوہ گر روی گشتہ است — عقل بر ہم زندان پیش ہوس گشتہ است
ہیچ پیوستہ بہ سنگ حوادث درد است — عاقبت بشکند این کہنہ سبو گشتہ است
لعنت چاک گریبان تو دل گفت بکس — دل بے حوصلہ ہا است [illegible]
[illegible] — [illegible]

[illegible]

طلسم سود از هوشش زنو گرم است

هر نفس اهل سخن را گرمی بازار هست — مطلع — گنج گوهر گر نباشد چشم گوهر بار هست
صورت معنی بچشم قیمت بین دیده اند — شادی ما بر امید وعدهٔ دیدار هست
حرف اول را نه بهر اصل فهمیدن بس است — حسن مطلع — ورنه هر دفتر که بینی نسخهٔ تکرار هست
وا رهد سر حبث نصیب مدعی لا کرده اند — شاکر — مرد را درد از برای امتحان در کار هست

در خیال تار زلف عنبرینش برهمن
بر تن ما من بر سر مو رشتهٔ زنار هست

بتیغ تو رونق هنگامهٔ بهار شکست — ۲۲ — خیال نشئهٔ لعل لبت خمار شکست
جبین سجده رو کرده افتادگان کثرت را — همیشه کشتی امید بر کنار شکست
خیال روی کسی جلوه کرد چون خورشید — نازکخیالی — غرور ظلمت شبهای انتظار شکست
شکست زلف تو در شکن به پیچ و تاب — جزئیه بندی — دل شکستهٔ ما از هزار بار شکست

بهم شکست دل خستهٔ برهمن را
بامتحان خم زلف بیقرار شکست

باید بیاض دیده بخون جگر نوشت — صد بار محو کرد و دگر از سر نوشت
اکنون چگونه محو توان کرد آنچه بود — استاد با تخته ما پیشتر نوشت
طفل دلم ز بهر تماشای نوبهار — پیغام لخت سینه بمژگان تر نوشت
بر هر چه شد نوشته توان بود شادمان — دیگر چه اختیار چو نتوان ز سر نوشت

ما را رسان بهیچ اسم برهمن
هر کس قلم گرفت ز ما بیشتر نوشت

سر نفس

بر آتش غم تو دلم چون کباب سوخت — ۲۵ — وز اشک گرم مردم چشمم حباب سوخت
خورشید آفتاب کجا پرده ها کند — تا چهره بر فروخته صد نقاب سوخت

دارم دلِ شکستہ کہ بر آتشِ فراق — چون مو برشتۂ شعلہ صد پیچ و تاب سوخت
آن آتشِ نہفتہ کہ در سینہ داشتم — چندان طپید خندۂ گل تا قتاب سوخت
(نازکخیال)

گفتی سخن بہ برہمن از لعل آتشین
تا گفت یک حدیث زبان در دہن بسوخت

دل میبرد ز دست ادای خرام کیست — در باغِ حسن سرو بخوبی غلام کیست
چشم تو سرگران گذرد از سرم بناز — این آہوئے رمیدہ ندانم کدام کیست
ہرگز بکامِ کس ندہد چرخ ہیچ مراد — این دور روزگار ندانم بکام کیست
دارم خمار و خونِ جگر جوش میزند — تا جرعۂ نشاط ندانم بجام کیست

گفتی بتازگی غزلِ تازہ برہمن
این طرز تازہ طرز کدام و کلام کیست

گر ترا از دہنِ تنگ نمکدانی ہست — لخت لخت جگرِ سوختہ بریانی ہست
چاک کن جامہ جانا کہ نیرزد بجوے — ہر کرا پارہ درین شہر گریبانی ہست
میدہد پیرِ مغان جامِ مے و میگوید — با ادب باش کہ پیمانہ و پیمانی ہست
قطرۂ اشک ز دل کوہِ غم آرد بیرون — چہ غم از کوہِ غمم از دیدۂ گریانی ہست

حاصلِ گریۂ عشق است برہمن کہ ترا
دلِ آتش زدہ و سینۂ بریانی ہست

بدل خیالِ رخِ یار بستن آسان نیست — نظر بدیدۂ دیدار بستن آسان نیست
بہ ز خونِ جگر خوں بہائے بلبل را — کہ گل بگوشۂ دستار بستن آسان نیست
ہمہ کربار ز ہا بستم اشکِ جگر ریز — وگرنہ شعلہ باین تار بستن آسان نیست
بیا بپاکی داماں و صافی باطن — کمر بخدمتِ زنار بستن آسان نیست

برہمن از دلِ سنگ تا درہ بابید

بسوئے ملک عدم بار بستن آساں نیست

هر کجا صیدیست در دام محبت رام نیست
در دیار لطف عامت هیچکس محروم نیست
اے دل شوریده آسان گیر کار روزگار
مردم آزاد از سود و زیان آسوده اند

هر دلے کاسودگی خواهد مقاش ایام نیست
هر کرا می بینی نگاه جلوه انعام نیست
کار تو ناپخته از اندیشهای خام نیست
حاصل عمر گرامی یک دم آرام نیست

برهمن بے سعی نتوان دست بر مطلب یافت
از تو تا سر حد مطلب جنبش یک گام نیست

هر که پیش از صبح دم با ساغر و صهبا نشست
خلوت آن باشد که در کثرت بدست آید ترا
هم نوائے کز زبان مرغ نو آموز خاست
عاقبت از منزل مقصود می یابد نشان

برخورد از روزگار خویش چوں مینا نشست
مرد دانا در میان عالمے تنها نشست
همچو پیکان محبت در دل دانا نشست
هر که در راه محبت همچو نقش پا نشست

لازم آمد بر سرپا خدمت بت برهمن
همچو کے گردد سر آن نقش که در دلها نشست

مذهبی

دل بپائے آن نرگس جادو ادائی رفته است
دل نے بینم بجائے خود نمی دانم کجاست
چشم اگر بینا بود هرگز نگردد در غلط
همصبا گر راز دل گفتیم عیب ما مکن

سهل ممتنع

در پئے آفت و چندیں بلائے رفته است
این قدر دانم که از جائے بجائے رفته است
مرد عارف از پئے یک نقش پائے رفته است
عاشقانه — در میان آشنائی ماجرائی رفته است

ما بنے هیچ هر چه بد کردیم بد دانسته ایم
عذر می خواهیم اگر از ما خطائے رفته است

بهار آمد همین در بوستان خواهم نشست
… و سرو گل همچو خواهم نشست

همچو گل شاد و لب بر آب روان خواهم نشست
بے تکلف با بلبل آشنا مدتیاں خواهم نشست

هر چه می بینم و می دانم ز خواب بینش نیست — فارغ از اندیشهٔ سود و زیان خواهم نشست

همزمین خاکساری چهره . . . . — از غبار آرزو دامن کشان خواهم نشست

همچو نسیم ناتوان خواهم قرآن کرد برهمن — درمیان حلقهٔ کعب بتان خواهم نشست

۲۷ —

کدام دل که زبان دیده تمنا نیست — کدام دیده که خون گشته تماشا نیست

زگفت وگوی جهان لب ببند و فارغ باش — که کار ما و تو در وصل این معما نیست

خرد به راه تو بسیار رفت و کار نساخت — که این معامله در خور هیچ دانا نیست

به راه عشق بجایی نمی رسد هرگز — کسی که سوده تر از نقش در ته پا نیست

(حاشیه: عارف نه؛ خوبی بیان؛ خوبی بیان)

ز اهل درد برهمن که نمی پرسد — گناه بیکسی ما ز جانب ما نیست

(حاشیه: خاموشی)

۲۸ —

صحبت جمع به هم هیچ کجا آمده راست — کار ما با سر زلف تو خدا آمده راست

نقش زلف تو بیاموخته دلال گنج شکست — سر این رشته مگر باد صبا آمده راست

جلوهٔ سرو قدش می برد از دل آرام — قامت اوست که صد گونه بلا آمده راست

آن که من خرقه که در سلسلهٔ مجنون ماند — سر دار عشق تو بر قامت ما آمده راست

برهمن حاصل تدبیر تو باشد معلوم — کرم اوست که تدبیر خطا آمده راست

(حاشیه: تدبیر و تقدیر)

سر گردون برده ای سرو آزادی تو گشت — راستی را جلوه شاگرد در استادی تو گشت

از محبت دل شود معمور چون گردد خراب — ای دل شوریده ویران شو که آبادی تو گشت

در جگر کاوی به ناخن کشته ای دل غم — لاف غیرت با کاری خوردن که فرهادی تو گشت

عندلیبان چاک دامان غنچه ها دل بشکاف — گریه لالاها ... خو کرده که شادی تو گشت

(حاشیه: عاشقانه؛ تنگی خیال؛ صنعت غزل؛ تنگنای غزل)

ای برهمن عشق دلم ... جیدا

عزمِ صیدِ تازه فرما که صیادی تراست

باخیالِ روی او در دیده جای خواب نیست — حاصلِ چشمم بغیر از قطرهٔ خوناب نیست
بهرِ دلِ مجروح ناخن زن کند مضرابِ فراق — احتیاج سازِ چنگِ ناله ام مضراب نیست
هر قدم خواهی سرِ دلهای مشتاقان بناز — این متاعِ رایگان در شهرِ ما کمیاب نیست
درمیانِ شکنِ عنبرین سیه دلان افتاده اند — زلفِ خود را تاب کمتر ده که ما را تاب نیست

راهِ عشق است ای برهمن با مغیلان ساختن
پهلوی ما آشنای بسترِ سنجاب نیست

من و سودای خیالِ خط و خالی که تراست — من و دیوانگی حسن و جمالی که تراست
دل برد قامتِ زیبای تو ای سروِ روان — رونقِ گلشنِ عشق است نهالی که تراست
یا دل از دوست بجز دوست طلب نتوان کرد — کفرِ محض است بجز دوست سؤالی که تراست
گر شوی در پئے تدبیرِ صفائی باطن — همچو آئینه شود صاف سفالی که تراست

برهمن میشود آسان برضا و تسلیم
این همه در رهِ تدبیر محالی که تراست

دلم شگفته چو بوئی دماغ پرور اوست — قرارِ من همه از جلوهٔ مکرر اوست
خوش آن که با تو نشینم یکی نفس بنشاط — که هر که با تو نشیند نشاط دیده ور اوست
همیشه چو غنچه شود تنگ دل درین بستان — کسی که همچو گلِ تازه می بساغر اوست
سرش بگنبدِ گردون فرو نمی آید — کسی که از خس و خاشاکِ راه بستر اوست

برهمن از همه خوشتر نسیمِ شمال
خوش آن کسی که نسیمِ شمال در بر اوست

الهی است بده که عالم بنیاد دادهٔ اوست — اساسِ آب و آتش بنا نهادهٔ اوست
مرده قسمتِ آن چیست قدر بر دو چشم — که هر کجاست سحر در رفتادهٔ اوست

بہم شگفتہ نشیند شاہدانِ چمن — کہ سایۂ بر ہمہ از سرو ایستادۂ اوست

مدوز ہمت پیرِ مغاں طلب کہ مدام — گواہ حالِ دلِ او درِ گشادۂ اوست

نہ فکرِ شیخ و نہ تدبیرِ برہمن باہم — کہ اصلِ مصلحتِ کار در ارادۂ اوست

فلسفہ

حسابِ عمر بتدبیرِ ناصواب گذشت — فغاں کہ نقدِ گرامی بایں حساب گذشت

ز جلوۂ غلطِ روزگار دانستم — کہ پائے تشنہ لبی چند بر سراب گذشت

بخوابِ گراں میتواں شدن بیدار — وگرنہ تا زدہ چشم آفتاب گذشت

بے ثباتیٔ دہر

نویدِ روزِ دو ہیچ حاصل چو عمر در گذر است — فغاں کہ دیر بدست مہ شباب گذشت

تشبیہ کمال

ز موجِ حادثہ بیروں نیافتیم کنار — بروئے آبِ رواں عمرِ ما چو حباب گذشت

عاشقانہ

شبے خیالِ سرِ زلفِ او گذشت بدل — تمام عمر چو زلفش بہ پیچ و تاب گذشت

برہمن این غزلِ تازہ را دگر کیست — مگر خیالِ لبش بر دلِ کباب گذشت

عاشقانہ

عارفانہ

عمر گر بیست چوں بادِ صبا خواہد گذشت — از ہمہ بیگانہ تر ایں آشنا خواہد گذشت

ہیچکس از گردشِ گردوں نمی آید بروں — ہر یکے چوں دانہ زیرِ آسیا خواہد گذشت

راہ سخت و شیشۂ عمرِ گرامی نازک است — صحبتِ مینا و خارا تا کجا خواہد گذشت

اہلِ دانش بر سرِ یک مدعا پیچیدہ اند — ہر کہ دانا تر بود از مدعا خواہد گذشت

بوئے مہر و آشنائی زندہ میدارد مرا — ہر کہ با درد آشنا شد از دوا خواہد گذشت

دل اگر داماس منت مطلبے بیرسد — دیدہ گر بینا بود از توتیا خواہد گذشت

نسخۂ اعجاز برگیر از لعلِ بتاں — ورنہ حالِ ما ز قانونِ شفا خواہد گذشت

بر سرِ آزادگاں مانندِ گل خواہد شگفت — خارِ صحرائے محبت چوں ز پا خواہد گذشت

در میانِ پیرہن چوں برگِ گل خواہم شگفت — ہر کجا در جلوہ آں رنگیں قبا خواہد گذشت

چوں از خبرِ غنچہ صرفِ ترکِ گل خواہد شنید
در میانِ ما و بلبل ماجرا خواہد گذشت

ای برہمن در چمن پیش از سحر باید رسید
راہ بسیار است صبح از پیشِ ما خواہد گذشت

صبح خیزی

دنیا تمام خوابِ پریشانیِ منست
دین روز و شب تصورِ حیرانیِ منست
دانا کند معالجۂ حالِ خویشتن
بیماریم ز علتِ نادانیِ منست
بر ہر زمیں کہ می نگرم سجدہ میکنم
خاکِ نیاز صندلِ پیشانیِ منست
طوطیِ شکر فروشِ دکانِ زبانِ منا
بلبل نمک چشِ شکر افشانیِ منست

در دبستانِ عشق برہمن فسانہ گوست
مطرب ترانہ سازِ غزل خوانیِ منست

یک دفترِ گنہ نامۂ سیاہ منست
گنہ ز ہر کہ بود در اصل گناہ منست
ز ترکِ ہر دو جہاں سر بلند و دولت شاں
ہمیں دو پارۂ ترکی کہ در کلاہ منست
بجنبشِ قدمی طی کنم با آسانی
بلند و پستِ جہاں را کہ پیشِ راہ منست
اگر ز سینہ کشم آہ آسماں سوزد
نہفتہ آتشِ زیرِ سینہ زیرِ آہ منست

برہمن از نظرم رازِ چرخ مخفی نیست
کہ ہر چہ ہست در آئینۂ نگاہ منست

اظہارِ کمالِ روحانیت

تا گرد راہِ عشق لباسِ ما نشست
در دیدہ خاکِ میکدہ چوں توتیا نشست
عشق نشست در دلِ اہلِ خدا نگاہ
تا یک دو گام دور تر از در جدا نشست
ہر کرشمہ بر دلِ بیگانہ زد ولے
پیکاں تمام در جگرِ آشنا نشست
نیافت دل ز چمن ورنہ بارہا
ہمراہِ نسیم و بوی شہ صبا نشست

فلسفہ

نظارہ کن کہ ہر سرِ کوی تو برہمن
عاشق بیک کرشمۂ جادو ما نشست

۸۸

کفر بے رشتۂ زنارنے آید راست — کار کن کار کہ گفتار نے آید راست
سیر باطن دگر و عالم ظاہر دگر است — سخنِ خانۂ بازار نے آید راست
پند ناصح نکند در دلِ عاشق اثرے — مست را صحبتِ ہشیار نمی آید راست
منزلِ عشق دراز است سر از خواب برآر — کار بے دیدۂ بیدار نمی آید راست

برہمن شیشۂ دل سخت نزاکت دارد
چوں شکستند دگر بار نمے آید راست

۸۹ (تصوف)

دنیا بچشم اہلِ نظر جز سراب نیست — آبادیٔ زمانہ بغیر از خراب نیست
ہر گز شبم بمطلعِ صبحی نمی رسد — گوئی بشہرِ تیرہ دلاں آفتاب نیست
در فصلِ گل چو جوشِ زند لالہ در چمن — افسوس آں دلے کہ بر آتش کباب نیست
مارا نظر بعزّۂ لطف عمیم تست — از کردہ گر حساب بخواہی جواب نیست

تا سوز و ساز میں است برہمن امیدوار
گر سوئے تو بہ دیر بیاید عتاب نیست

۹۰ بسم اللہ

ایں چہ فتنہ ایست کہ در کوچہ و بازار کسیست — دیدہ چہ پر تیر است کہ در اندک و بسیار کسیست
کافرم گر سر موئے بہ تفاوت گویم — رشتۂ زلف تو با رشتۂ زنار کسیست
[illegible] تو چہ نسبت باشد — لعل بسیار و لے لعلِ لبِ یار کسیست
ہر [illegible] سر زلفش باشد — مرغ بسیار و لے مرغِ گرفتار کسیست

برہمن دفترِ ایام دو معنا دارد
کار کن آمدہ بسیار و لے کار کسیست

علاوہ مستجمع

دنیا بہ عالمِ فانیست [illegible] — نقش بسیار و لے دیدۂ بینندہ کسیست
ہر صدف [illegible] گوہر [illegible] دارد — پیشِ ارباب نظر گوہرِ تابندہ کسیست
[illegible] — نزدِ ارباب [illegible] کسیست

عیب کم گیر اگر اہل خطا بسیار اند — این ہمہ قابل عفو اند چو بخشندہ یکیست

ہر کہ آمد ز جہان گذران خواہد رفت
برہمن آنکہ بود باقی و پایندہ یکیست

ف ۹۲

باقی خانۂ معمورہ و ویرانہ یکیست — خانہ بسیار ولے صاحب ہر خانہ یکیست

چوں سر از رشتۂ توحید بر آرند ہمہ — پیش ارباب نظر عاقل و دیوانہ یکیست

آتش عشق چو افروخت ہمہ یک رنگ اند — حسن چوں جلوہ کند الفت پروانہ یکیست

تو بصد رنگ بر آ شیوۂ ما سوختن است — شمع بسیار ولے مشرب پروانہ یکیست

برہمن گرچہ جہان پر بود از افسانہ
لیک گوشے کہ بود قابل افسانہ یکیست

ف ۹۳

شوریدہ خاطرے کہ دل از خویش وا گرفت — دست نسیم و دامن باد صبا گرفت

یک قطرہ در بساط سر انجام خود نداشت — سامان گریہ ابر ز دامان ما گرفت

یک ذرہ بر دیدۂ خورشید — چشم غبار کوے تو چوں توتیا گرفت

چوں دانہ عاقبت خبر از حال خود نیافت — ہر کس کہ خانہ در تہ این آسیا گرفت

[illegible]

چوں خاک سودہ بر سر او تو برہمن
پائے تو رفتہ رفتہ چو رنگ حنا گرفت

ف ۹۴

نگہ از عشوہ بران سوئے تو چو ماہے کافیست — بر رخ ماہ تو از عشوہ نگاہے کافیست

در شب ہجر پریشانی حال مرا — طرز آشفتگی زلف سیاہے کافیست

خرمن ہوش و خرد بر سر ہم ریختہ اند — ز آتش عشق اگر سر زند آہے کافیست

در مقامے کہ شکوہش توان رفت براہ — کوہ را در کوہ نزدیک پر کاہے کافیست

برہمن در برہ ہنگ بود اطلس چرخ
بر برہنہ تن ما بار کلاہے کافی ست

من عاشقم مرا بہوس احتیاج نیست — برخ رسیدہ را بقفس احتیاج نیست

[illegible]

صد راہ عشق [illegible] ام از خویش پیش باش — شوریدہ را بصدای جرس احتیاج نیست

ہرگز نظر بجیفۂ دنیا نمی‌کنم — شہباز را ببال مگس احتیاج نیست

درگوشۂ خمول چو عنقا فتادہ ام — دیگر مرا بصحبت کس احتیاج نیست

گر سوئے ما ندید برہمن ازو مرنج
گل را بآشنائی خس احتیاج نیست

ب ۹۶

ما را بکار سازی جہان احتیاج نیست — آزادہ را بسود و زیان احتیاج نیست

سعادت عظمیٰ

چشمم ہزار چشمہ ز مژگان دہد برون — باغ مرا بآب روان احتیاج نیست

رمزیست درمیان دل و ماجرای عشق — تقریر شوق را بزبان احتیاج نیست

ما سبزۂ فتادہ براہِ محبتیم — ما را بنو بہار و خزان احتیاج نیست

تا خسرو ملک شدیم برہمن بعالم عشق
ما را دگر بہ پیر مغان احتیاج نیست

مذہبی فخر

ب ۹۷ عاشقانہ

سنبل شنیدہ ام کہ با آن گل آشناست — زانرو دلم بسلسلۂ سنبل آشناست

تازگی خیال

از نالہ گر نہ رشک ببلبل عجب مدار — شوریدہ بلبلے کہ ببوی گل آشناست

ما را خیال نشئۂ لعل لبش بس است — سوزد دماغ ہر کہ ببوی گل آشناست

از جزو تا بعالم کل یک نگہ کند — آن چشم دوربین کہ بجزو و کل آشناست

در سینہ جز ہوای وطن نیست برہمن
ہر چند دل بنغمۂ کاکل آشناست

[illegible] ۹۸

اول بنائے توبہ بگریان نہادہ است — وانگہ نہادنِ قدم استقامت است

شد آفتاب جلوہ فروزان و ما بخواب — ہر روز ما نمونۂ روز قیامت است

پابند ہمیشہ [illegible] — ما را نشستہ بر سر راہ سلامت است

کاملے کہ ہیچکس نخندد گر اختیار — عاشق خمیدہ قامتِ با پیلہ تنست

برقدِ برہمن ہمہ راست آمد درست
از خرقہ تا بجامہ ندانم چہ قامتست

مارا دماغِ سیرِ گل و گشتِ باغ نیست — ۹۹ — گو زنگ غنچہ بہار کہ مارا دماغ نیست
با عشق نو درس چہ کند عقل و دین — با آفتاب حاجتِ نورِ چراغ نیست
عاشق بسینہ زخم خورد ہمچو برگِ گل — عاشقانہ — چون لالہ روشناس محبت بداغ نیست
تا دید کنج خود بکشد سنبلِ خطش — عاشقانہ — مارا بدور نرگسِ مستش فراغ نیست

آید بدام زلفِ تو بیتاب برہمن
این صید نیست حاجتِ سعی و سراغ نیست

جز محبت ہر چہ می بینیم حیرانی درد ست — عشقیہ — آنچہ دانائیش میگویند نادانی درد ست
وسعت معمورۂ عالم دو گلہ خشتی بیست — مایۂ آبادی و اسباب ویرانی درد ست
این جہان فانی ست تا مردم ہشیار را — عالمِ باقی ورای عالمِ فانی درد ست
توبہ باشد نافع از بہرِ علاجِ ہر گناہ — ہر گناہی را کہ می بینی پشیمانی درد ست
بیقراران محبت را بود دیگر قرار — مایۂ جمعیتِ عاشق پریشانی درد ست
صحبتِ صافی نہادان را صفائی دیگر است — صیقلِ زنگِ ہوای نفسِ شیطانی درد ست

ما برہمن مشکلات روزگار آسان کنیم
ہر چہ مشکل تر بود آثارِ آسانی درد ست — [illegible]

دل حاملِ ... عطا یافت — عشقیہ — صد خیر ز ترکِ ہمہ عالم یافت
آتش بجگر زند محبت — آنرا کہ بجز لبش آشنا یافت
دل وصلِ بہر نسیم گردد — تا بوی تو از دمِ صبا یافت
ملا چہ نگاہِ امتحان کرد — عاشقانہ — عالم ہمہ نقشِ بی بقا یافت

آنکس که بداغ گشت خورسند — کو وقت تو خوش که کیمیا یافت
از گریه سفید بود چشمم — از خاک درت توتیا یافت

گشت قاصد وان او برهمن
ایما ز تبسم از او گیا یافت
صفائی صدف

ع۱۰۲

دوائی درد دلم لعل آن پری نژاد است — که خنده لب شیرین علاج فرهاد است
فغان که گوش نداند درون و برنه — بصد زبان جرس بی‌زبان بفریاد است
بیدل نشانه دوام است این گرفتاری — ندانم این که دلم صبر وچه بنیاد است
بنای قصر جهان را ثبات ممکن نیست — بجز اساس محبت که دیر بنیاد است
فلسفه

براه عشق دلالت مکن برهمن را
که پیر کهنه در اطوار خویش استاد است

ع۱۰۳

همچو طفل غنچه با خود گفتگوی ما بسته است — سر بجیب پا بدامان جستجوی ما بسته است
چشم که بندیم بر آئی که آب روبرو — آب چشم ما برای آبروی ما بسته است
کو بد وزد ناصح تا جامه صد چاک شد — یادگار چاک ناکامی رفوی ما بسته است
اگر سر خوش میشوی از مستی بزم دیگران — تلخی نان لعل شیرین در گلوی ما بسته است
عاشقانه

تار زلفش گر بدست ما نیاید برهمن
بسته موی میانش مو بموی ما بسته است

ع۱۰۴

بسوز عشق ز هر موی من شرر پیدا است — شب سیاه مرا جلوه سحر پیدا است
بهار چشم تماشائیان گلشن عشق — ز آب دیده ما و ز پاره جگر پیدا است
چگونه خاصیت عشق در انسان علام — مرا که خون دل و دیده تا کمر پیدا است
همیشه شرح محبت ز سینه میجوشد — ...

نشید عشق بر همنا ز شعله ناپیدا — ...

که از نهال محبت همین ثمر پیداست

۱۰۵ ردیف دارا

قرار دل ز نسیم بهار نتوان یافت — قرار جز شکن زلف یار نتوان یافت
فتاده‌ام به بیابان عشق و حیرانم — کجا روم که بجائے کنار نتوان یافت
زمانه گر شود از بادهٔ طرب لبریز — بسینه جرعهٔ آن سازگار نتوان یافت
بر آستان محبت گدا نتوان کرد — قدم ز دیده توان کرد و بار نتوان یافت

چو شب بیاد رخش برهمن کند گریه
سحر بجز گهر آبدار نتوان یافت

۱۰۶ فلسفه

مرد را در حبس دل نور خرد چون گوهر است — این گهر با خویش دارد هر که صاحب جوهر است
ما نجوئیم ساقی جای تکلیف تو نیست — نشئه اهل محبت از شراب دیگر است
طایر اندیشه را بر اوج معنی راه نیست — عالم مقصود از اندیشهٔ ما برتر است
منصف خود بودن از آشوب دارد در کشا — مرد را مطلوب انصافست تا کمتر است
هر چه اسباب زیان باشد بود سود تمیم — دور نبود گر مریضی را نظر بر شکر است
در محبت بوی خوش آید ز دل های کباب — سینهٔ عاشق پر از آتش لبالب مجمر است
خوش بود هر چیز پیش آید بدو بیرون نگاه — گر ز ضیاے تو با استقبالش آئینه گر است
پشت همت کی کند گرم از شعاع آفتاب — مرد را گر جامه باز قابلیت در بر است

لفظ گر بسیار باشد برهمن در دل چه سود
گر نباشد معنی او را سینه چون دفتر است

اس غزل کے اشعار مسرت کو شمار کرنا چاہیے

۱۰۷ فخریه

در شهر عشق شیوهٔ مهر و وفا کمست — بیگانه فرقه فرقه ولی آشنا کمست
از هر طرف صدای جرس میرسد بگوش — اما کسی که گوش کند این صدا کمست
در مصر عشق رسم و رواج طبیب نیست — آنجا متاع درد فزون و دوا کمست
هم هر زبان ترمز و ادا کنند در سخن — اما میان اهل سخن این ادا کمست

مرآۃ الغیب

یعنی

بھرگو سنگتا کا اُردو ترجمہ

یہ سنسکرت کی علم جوتش کی کتاب کا اردو ترجمہ ہے۔ دم بھر میں مالداری و غیبی عزت و دولت عمر بھر کے رنج و راحت تجارت کا فائدہ و نقصان اولاد کی شکل تعداد و سالہائے عمر متوسلین دوستوں اور دشمنوں کا حسن و قبح بآسانی معلوم ہو سکتا ہے۔ آئینہ سکندری یا جام جم ہے۔ سنسکرت کی پرانی کتابوں کا عطر اور دیگر رموز و نکات جوتش کا چاند پڑا ہے لمحہ لمحہ سے گھنٹے بنا کر دن سے رات اور رات سے دن بنکے آنکھوں سے محبت کا تیل ٹپکا کر رکھی گئی ہے۔ بے تعداد نقشے، انظار ستارگان وغیرہ کمال محنت سے فراہم کیے گئے ہیں۔ عمدہ کاغذ پر خوشخط چھاپی گئی ہے۔ **قیمت** ایک روپیہ چار آنہ عہ

چند جلدیں باقی رہ گئی ہیں

بھگونت پرکاش پریس دہلی میں پنڈت پیارے لال شرما پرنٹر و پبلشر نے چھپوا کر شائع کیا

15



دستر خوانِ نعمت

[illegible]	آنکھ سے ... سلطنت دہلی مارچ، اپریل، مئی ۱۹۳۲ء	[illegible]	[illegible]
[illegible]	مطبوعہ ... مرتبہ ... ومما۔	[illegible]	[illegible]
	تشریح مضامین	[illegible]	[illegible]
۱ ۲ ۳	دستر خوان ... دہلی ... سلطنت ... کی ... اور ... کی ... عورتوں کی ... کا ... ۔ ... ریاست کوٹ کھائی ... کا ... ۔ ... کا ... خاندان۔ کوٹ کھائی سے ریاست ... ۔ ... سلسلہ ... کی ... ۔ چڑھائی ... ریاست ... ۔ تاریخی ... کوٹ کھائی سے ... ریاست ... حکومت ... کی ... ۔ ... کے قاتل ... زخم۔ ... ۔ ... کی مہمان نوازی۔	[illegible]	[illegible]
۴	... شاہ ... ۔ ... کا ... ۔ ... کے خزانہ ... کی تقسیم ... کا ... ۔ ... ریاست ... اور ... ۔ نامہ مشکل اور اخبارات۔ ... پٹیالہ کے خلاف ... ۔ ... فرید کوٹ کی ... ۔ مہاراجہ ... ۔ ... اور ... ۔ ... ریاستوں کی ... ۔ ... کے ... ۔ ... نامہ مشکل ... ۔ ... ریاست ... ۔ ... مہاراجہ ... ۔	[illegible]	[illegible]
۵	[illegible]	[illegible]	[illegible]
	[illegible]	[illegible]	[illegible]

رئیس ہند

بہ بارگاہ حکمت پناہ علیم و حکیم عالی خرد ور سخندانی جناب [illegible] دیوان رائے بھگونت رائے صاحب بہار شناسی [illegible]

جلوس دہم	منعقدہ دار السلطنت دہلی مارچ اپریل مئی	دربار سوم تا پنجم

رموزِ مصلحتِ رئیس

راجہ اور ملازم

اے آقا! اگر تو اپنے خادم سے وفاداری کا اُمیدوار ہے تو اُس سے انصاف کا برتاؤ کر! اگر تو فوری تابعداری چاہتا ہے، تو اُسے نامناسب کام کرنیکا حکم مت دے، اُسکے اندر بھی انسانیت کا جوش ہے سختی اور جبر سے ممکن ہے تو اپنے نوکر پر رعب بٹھالے، مگر تو اُسکی محبت حاصل نہیں کر سکتا، (رشی دھن منی)

افسوس کہ آجکل کی حکومت ہر جگہ ایسی ہی حکومت ہے جو محبت سے خالی ہے اس کا جو نتیجہ پیدا ہو رہا ہے اور آیندہ ہوگا وہ ظاہر ہے۔ (بہار شناسی)

حقایق التاریخ

یعنی

سیر الآثار

ہمارے سفیر کا سفر تاجداران اترکھنڈ کی راجدھانیوں میں

ریاست کوٹ کھائی (قدیم ٹھکرائی)

(سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو رئیس ہند بابت فروری ۱۹۳۳ء)

جو بظاہر رئیس کی طرف سے ظاہر کی جاتی ہے "اٹھارہ ٹھکرائیوں کی زد میں رواں ریاست اس بہانہ پر پامال کردیگئی" اور بجائے اس کے کہ انتظام کیلئے کونسل یا کمیٹی مقرر کیجاتی۔ جنوری ۱۹۲۸ء میں انگریزی عملداری بنادیگئی، منیجر فوراً آ دھمکا، اور اپنا قبضہ جمالیا،

گورنمنٹ کا قول و فعل

گورنمنٹ کے اعلیٰ ارکان بیشک ہر طرح کے شک و شبہ سے پاک ہیں، لیکن بعض بعض اینگلو انڈین حضرات آفت کے پرکالہ ہیں،

گورنمنٹ کے اس ادعا کے باوجود کہ۔۔ "ہم ان پہاڑوں میں اپنے مقبوضات کو وسعت دینا نہیں چاہتے" ان حضرات کی برکت سے مقامات کوٹ گڑھ، کوٹ کھائی، بھروِلی، شملہ، ڈگشائی، جوگ، سبائیو، سناور، سولن، کسولی، اور کالکا وسیع قطعات گورنمنٹ کے قبضہ میں آچکے، اگر توسیع کی پالیسی ہوتی، تو شاید تبت و چین بھی چین نہ پاتے، اس صریح انکار پر انگریزی قبضہ کا رقبہ ۲۰۰ مربع میل تک پہنچ چکا ہے،

رانا کا قلیل وظیفہ

اس قدر وسیع ریاست لئے جانے پر رانا کو محض ۱۲۰۰ روپیہ سالیانہ وظیفہ دیا جانا منظور کیا گیا، حالانکہ جدی جائیداد کوئی شخص منتقل نہیں کرسکتا انگریزیاں یہ خلاف عمل علانیہ دیکھا جاتا ہے،

شاہی خاندان کے افراد

رانا جے سنگھ ان کا ولیعہد اور کنور رندھیر سنگھ جی بہترین قابلیت کے افراد ہیں، اور مجھ ان کی روش دیکھ کر پیدا یقین ہے

اور پھر اپنی قدیم عادات سنبھال لینگے، یہ سب حکومت کے خیرخواہ ہیں، کیونکہ شمشیر سنگھ گورنمنٹ کی خدمات بھی انجام دے چکا ہے، انہیں ایک رہبر کی ضرورت تھی، چنانچہ ان کی تقدیر سے مسٹر جی ورسلی بہادر سپرنٹنڈنٹ ہل سٹیٹس شملہ کے عہدہ پر فائز ہو چکا اب نتیجہ نیک ان کے پیروی اور کوششوں کے منتظر ہیں،

کوٹ کھائی سے درکوٹی (ریاستگاہ)

نام حکمران	تاریخ پیدائش	تاریخ مسند نشینی	رقبہ بحساب مربع میل	آبادی	مالیہ
رانا رگھناتھ سنگھ	۱۸۸۵ء	۲۴ ستمبر ۱۹۱۵ء	۵ میل	۶۱۰	۲۰۰۰

(۵ میل چڑھائی ہی چڑھائی، جان لینے والی سڑک)

مشورہ بے اندازہ

میرے پروگرام میں درکوٹی کا سفر نہ تھا، مگر کوٹ کھائی آکر دوستوں کے مشورہ سے ایک روز صبح ۷ بجے درکوٹی کی طرف روانہ ہو گیا، کیونکہ انہوں نے کہا تھا کہ ہم شکار کھیل کر ۱۲ بجے واپس آجاتے ہیں، انگریزی علاقہ کی تا دمال سڑک طے کرتا کرتا، روح پرور قدر سرسبز کھیت دیکھتا دیکھتا بڑھا چلا گیا، دو میل تک سڑک گو ہموار تھی، مگر جہاں پتھر تھے وہاں سے گذرنا جان کا کھونا تھا، خیر بڑھا چلا گیا،

باگا میں گری ریل

آگے گری آئی میں پہاڑی پلوں کا تجربہ حاصل کر چکا ہوں کہ کیسے مخدوش اور خطرناک ہوتے ہیں، اسے اوپر نیچے، دائیں بائیں سے بغور دیکھا گیا دیکھتا ہوں کہ نچلی طرف کا دریائی شہتیر انگریزی پالیسی کی طرح دو ٹکڑے ہوئے لٹک رہا ہے، سخت تشویش پیدا ہوئی، دوکاندار سے پوچھا کہ اب کیا کریں، اس نے کہا کہ یہ شہتیر تو برس روز سے ٹوٹا ہے، آپ گھوڑے سے اتر کر چلے جائیے، میں بڑی آہستگی سے یہ پرخطر پل عبور کر ہی گیا،

سلیانا کی کھڈ

یہ کھڈ اور اس کا جنگل دونوں قابل دید ہیں، مگر سڑک ایسی دھوکہ دینے والی ہے کہ جیسی ایشیائے جاپان، مقبول دکلہ سے دنیا لوٹ لی، لیکن یہ خوبی مگر ایسی کبھی نہیں بنائی کہ آدمی آسانی سے بے خوف و خطر راستہ طے کر لے، نادان منتظمین ریاستوں کے انتظام کھوتے ہیں، مگر انگریزی انتظام پر ان کو رونا نہیں آتا، میں کہتا ہوں کہ یہ انگریزی سڑک ریاستی سڑکوں سے بدتر ہے،

چڑھائی ہی چڑھائی

پل گذر کر چڑھائی آئی، اور پھر تو خدا کی پناہ، سڑک ناقص، بارش کی تباہ کاریوں سے سراسر تیرہ، نیچے خطرناک کھڈیں، راستہ تنگ، یہ ہیبتناک منظر دیکھ کر

کہتا تھا کہ "الٰہی کیونکر درکوٹی پہنچینگے" کہیں گھوڑے کے اوپر کہیں گھوڑے سے نیچے، دو دفعہ گھوڑے نے بڑھنے سے جواب دیا، حماقت نے زور لگایا، اس کا پتھر سے پیر آ گیا، اور پھر چاروں شانے چت، مگر واہ رے عربی نسل، جبھی تو تمام دنیا فتح کر ڈالی، صحبت سنبھلا، جہاں ذرا خرابی دیکھی، فوراً ٹھہر گیا، نہ جھجکا، نہ بھڑکا، بے حس ہو گیا، نیچے سے نکلا، اور آہستگی سے اٹھایا،

سڑک کی درستی ریاست کھاجانگی

آگے دیکھا کہ ۱۴ آنے ریاست درکوٹی کی طرف سے ایک روپیہ روزانہ مزدوری پر سڑک درست کرتے ہیں، ایسی چھوٹی ریاست اور اس پر اس قدر محنت بار، تقریباً ایک میل بڑے تکلف سے راستہ طے کیا، اور سچ تو یہ ہے کہ دو گھنٹے کا سفر مرمر کر ۸ گھنٹے میں بمشکل کیا، درکوٹی پہنچے، اور اس روز واپسی کی صلاح ملتوی کر کے کپڑے اتارے، بستر، سامان، ادھر سردی کہتی تھی کہ تمہاری آج خبر لیتا ہے، رانا صاحب کو اطلاع ہوئی، فوراً تشریف لائے، اور سب سہولتیں پا کر آرام کیا،

ریاست کھنیٹی

یہ ریاست نہایت چھوٹی ریاست ہے، نقشۂ ذیل سے کیفیت معلوم ہوگی:-

نام رئیس	تاریخ ولادت	تاریخ مسند نشینی	رقبہ	آبادی	مالیہ
راموگہ چند	سنہ ۱۸۹۱ء	سنہ ۱۹۳۰ء	۱۰ مربع میل	۲۵۷۵	۴۰۰۰

کوٹ کھائی سے بگھال (ریاست کنیٹی)

(۱۱ میل ۳ ہزار فٹ کی سطح سے ۷ ہزار فٹ کی بلندی پر)

پرشور ندی نالے، دلچسپ مناظر، پرفضا جنگل، حسن و عشق کی دلآویزیاں

قدم واپسی وطن

پانچ ماہ کے کوہستانی سفر کے بعد کہ جو واپسی کے ارادے سے ناآشنا تھا، آج میرا قدم وطن کی طرف بڑھا، رہبر نے پتہ دیا کہ کھنیٹی اور رامپور بشہر کی حد سے گذر کر ہندوستان تبت روڈ ملیگی، آپ روز مرہ کی بھیانک اترائیاں، چڑھائیاں، بے ڈھنگے راستے، پرخوف جنگل، ناآشنائی زبان، بد انتظامی و محرومی اشیاء خوردنی سے چھٹکارا ہوگا،

بار برداری کی مشکلات اور حکومت قیصری کی برکات

میں اترائی کی وجہ سے بآسانی کوٹ کھائی واپس آ گیا، چونکہ کوٹ کھائی اب انگریزی علاقہ بن گیا ہے، لہٰذا بہ اختیار حکام انگریزی کار فرما ہیں، رانا صاحب نے آ کر مجھ سے کہا

کہ میرے پرائیویٹ ملازم آپ کا اسباب لیجا سکتے ہیں، میں قلیوں کا انتظام نہیں کرسکتا، نہ بیگاری فراہم کرسکتا ہوں، مجھے سخت تشویش ہوئی، میں نے ایک رقعہ تحصیلدار کوٹ کھائی کو لکھا کہ قلی اسباب کیلئے بھجوا دیں، اس نے جواب میں لکھا کہ سرکار کی معرفت ان اصحاب کے لئے انتظام ہو سکتا ہے کہ جو "آن ڈیوٹی" ہوں، آپ خود انتظام کرلیں، چونکہ صاحب چیف منیجر رئیس ہند نے صاحب سپرنٹنڈنٹ ہل سٹیشن شملہ کی خط و کتابت میرے پاس بھیجدی تھی، جو مجھے یہاں ہی وصول ہوئی تھی، اس لئے میرے اوسان بجا رہے کہ میری تکلیفات و تشویشات کے قاطع ہوگئے، میرا منشی "صاحب بہادر" کی اصل چٹھی لیکر تحصیل میں پہنچا، تحصیلدار کوٹ کھائی چٹھی کے دیکھتے ہی سٹ پٹایا، اور حیرت زدہ ہو کر چند بار الٹا پلٹا، وہ کچھ بولنا چاہتا تھا، مگر رک رک جاتا تھا، آخر تھوڑی دیر کے بعد کہا کہ قلی ابھی پہنچ جاتے ہیں، چنانچہ قلی پہنچے، اور اپنی شرح مزدوری بھی ساتھ لکھا لائے،

حکومت انگلشیہ کی سیاست اور تعمیل حکم کے قربان جائیے، کہ ضابطہ کے آگے شاہ سے گدا تک سرنگوں ہے، بڑے سے بڑا نافرمان، متمرد چون و چرا نہیں کرسکتا،

کوٹ کھائی سے دیوری

چونکہ اب مجھے جبار رانا کی دعوت پر کمارسین پہنچکر اور وہاں بیٹھکر ریاست موصوف کی تاریخ تیار کرنا تھی، اس لئے زائد اسباب ڈاک بنگلہ تھیوگ روانہ کیا، اور چار قلی دیوری بھیجدیئے، گری میں تھوڑا عرصہ مچھلی کے شکار سے دل بہلا کر میں اور میرا منشی گھوڑوں پر سوار ہوئے، رہبر اور ملازم آگے آگے ہو لئے،

الہ بیلی

نالائق اور ناواقف ملازمان نے قافیہ تنگ کر رکھا تھا، ایک کام بنانے کی کوشش میں تین بگاڑتے تھے، میں گھوڑے تک بڑھا چلا جا رہا تھا کہ آگے ایک زینہ آیا، اترا کہ سائیس گھوڑا ہاتھ سے پکڑ کر زینہ عبور کرے، وہ زینہ ۹ سیڑھیوں کا تھا، "حمیدہ" نے ہرن کی طرح [illegible] بھری، اور سالم کا سالم زینہ طے کر گیا، لیکن نادان سائیس نے گھوڑے کی باگ کھینچنے کی بجائے ڈھیلی کر دی، کہ جس سے گھوڑا منزل مقصود پر پہنچنے کی بجائے ایکدم نیچے آگرا، اور دائیں کروٹ ہو کر بے حس و حرکت ہوگیا، کاٹھی کے دائیں قبور میں دو کیمرے تھے، جو ریزہ ریزہ ہوگئے، لالٹین پچک گئی، میں نے دیکھا کہ گھوڑا تنگ زینہ میں ایسا ہی پھنسا ہے کہ جیسے بوتل میں ڈاٹ، سوچا کہ اگر میں گھوڑے کو حرکت دیتا ہوں ایسا نہ ہو کہ بھڑک کر زخمی ہو جائے، بہت دیر تک سوچا کیا، آخرش اسے پچکارا، اس نے میری طرف دیکھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حالت مجبوری میں مدد کا خواہاں ہے، اور نالائق سائیس کی حالت پر گریہ کناں

میں نے نہایت آہستگی سے اُس کے چاروں پاؤں ٹھیک کئے' پچکار پچکار کر آہستہ آہستہ نیچے کی طرف کھینچا' کر جہاں کھلی جگہ تھی' مادر سے عربی النسل کو بھیں حرکت رہ کر اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دیا' ہم کھینچتے کھینچتے کھلی جگہ لے آئے' پھر پچکار کر اور آواز دیکر لگام ہلایا' پھر کھینچا' وُہ سنبھلا' اور ایک دم کھڑا ہو گیا' بدن جھاڑا' دیکھا کہ چاروں گھٹنے گھائل ہیں' اور خون جاری ہے' میں نے گلے لگایا' اور جیب سے نکال کر ڈبل روٹی دکھائی' وُہ ہنہنایا' جب کھا چکا' تو خود لگام پکڑ کر زینہ پر چڑھایا' ذرا اشارہ کیا' وُہ غازی جست مار کر اوپر آ رہا' میں زخموں کو دیکھتا تھا' تو کانپ اُٹھتا تھا' تو کُھلا کھیسا اور تیل ملا کر سب زخموں پر لگایا' وہاں سے دو میل آگے بڑھا چلا گیا' راستے میں ڈبل روٹی' بسکٹ' ہری ہری گھاس دے دیکر اور تھپک تھپک کر حوصلہ بڑھاتا رہا' وُہ گویائی سے محروم زبانِ حال سے کہہ رہا تھا' کہ اِس حادثہ کیلئے میرا قصور کوئی نہیں' سائیس کی عقل کا فتور ہے' میں نے سائیس "حمید" کے آگے کھڑا کیا اور ڈھیلے ہاتھوں سے دو تین چپت رسید کئے' اور گھوڑے کے زخم دکھلائے میں نے دیکھا کہ "حمید" اس سرزنش پر شگفتہ ہو گیا' میں پھر سوار ہو گیا' وُہ بچتا بچاتا' ہر خطرہ سے محفوظ رہتا' تول تول کر قدم رکھتا' حسب عادت ہنسی خوشی فرطے کرنے لگا'

حمید کے قابلِ رحم زخموں نے سفر کا لطف کھو دیا

مجھے آج دیلوری (دار الخلافہ ریاست کھیٹی) پہنچنا تھا' یہ میں کا سفر ہزار میل کا سفر بن گیا' گو راستہ ہموار و خوشگوار تھا' ندی' نالوں کی میانہ روی اور معتدل روانی' صاف اور پاک جل کی فراوانی' سرسبز کھیت' گرد و بانِ کوہی کی سرِ راہ ملاقات' نشانِ آزادی' سر بفلک گنجان گھنے جنگلوں کی دل آویزی وغیرہ وغیرہ جملہ اسباب سفر کی راحت کے معاون تھے' مگر مجھے ہر لحظہ "حمید" کی جراحتوں کا خیال ستا رہا تھا' جب دار الخلافہ کے پاس پہنچ گیا' تو دریافت پر معلوم ہوا کہ ٹھاکر امو گھ چند جی والئی ریاست کھیٹی یہاں سے ۸ میل کے فاصلہ پر موضع بگھال میں قیام فرما ہیں' اِس خبر سے میری مشکلات میں جو اضافہ ہوا' اُسے میں بیان نہیں کر سکتا' آگے نالے کے اوپر پل کے دو درخت گذرنے کے لئے ڈال رکھے تھے' "حمید" کے لئے یہ راست ناقابلِ گذر تھا' ایک پہاڑی نے کہا کہ دوسری طرف سے نالہ عبور کر لیجئے' اُدھر ملتا' راستہ کا نشان نہ پایا' بھٹکا' آخر ش اوپر نظر ماری' تو ایک راستہ نظر آیا' اندازہ پر گھوڑا بڑھایا' اللہ رے! چڑھائی تھی تو تقریباً ایک فرلانگ کی' لیکن انسانوں کا تو کیا ذکر ہے' "حمید" بھی دم لے لے کر چلنے پر مجبور رہا'

دیلوری میں جنگلات اور شیر لنگوروں سے واسطہ

تھوڑا سا میدان طے کر کے دکانیں آ گئیں'

جن کے اوپر ایک خلک شکوہ قدیم زمانے کا "تباسہ" ریاست کا گزشتہ عروج و اقبال اور دورِ موجودہ کے ادبار کا نقشہ پیش کر رہا تھا۔ میں گھوڑے سے اُترا، چڑھائی کی سختی، آفتاب کی حدت، طبیعت کی پریشانی نے جسم غرق عرق کر دیا تھا، دکاندار نے (افسوس کہ جس کا نام یاد نہیں رہا) دکان سے تخت اُٹھا کر بچھا دیئے، میں بیٹھ گیا، اور پانی مانگا، اُس نے صاف برتن میں مصری ڈال کر شربت بنایا، اِس بلا خواہش پیشکش نے خیال پیدا کیا کہ مشکلات کا خاتمہ ہو گیا، دو گلاس شربت کے پیئے، "حمید" کو پیٹ بھر کر کھلایا، سبز گھاس دکھایا، بھنڈاری منشی رام اور خزانچی سادھو رام نے بڑی آؤ بھگت کی، چونکہ رانا صاحب کے نہ ملنے سے غیر معمولی افسوس پیدا ہوا، اِس لئے وہاں اُن کے ٹھہرانے کا اصرار ناکام رہا، میں کوٹ کھائی سے ۶ بجے صبح چلا تھا، اُس وقت ۱۱ بجے تھے، کھانا بھی کھایا تھا، انہوں نے ہر چند کہا کہ اگر جانا ہے، کھانا کھا کر آرام کر کے جائیے،

یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ قلی بھی اسباب لیکر آن پہنچے، میں نے اُن کو حکم دیا کہ وہ موضع بگہال پہنچیں، بزرگوں کے مقولے سے انحراف کرتا ہوا تیار شدہ کھانا چھوڑ کر میں بھی چل دیا، نصف میل پیدل سڑک پر چلنے کے بعد روح شکن غضب کی کڑی چڑھائی سے واسطہ پڑا، دوپہر کا وقت، روڈے پہاڑ جولائی کا مہینہ، تنگ، خطرناک، مخدوش راستہ، آبادی کی نابودی، بھوک پیاس کی شدت، یہ سب نامرد انسانوں کے چھکے چھڑا دینے کے لئے کافی اثرات رکھتے تھے، لیکن میں اور میرے ہمراہی شوقِ انتہائی میں بڑھے چلے ہی گئے،

پہاڑ میں اجنبیوں کی مہمان نوازی

رشی وہن منی لکھتے ہیں:۔

"اگر ایک انسان دوسرے سے ملتا ہے، اور وہ اس کی مناسب خاطر تواضع نہیں کرتا، تو سمجھو ایک مُردہ مُردے سے ملتا ہے"

پہاڑی زندگی مُردوں کی ہے، مفلسی ان کی مال و دولت ہے، مگر اصلی آریہ ہونے کی وجہ سے مثلی مہمانداری اب بھی فوقیت رکھتی ہے، جب ہم اِس شدتِ پیاس اور بھوک سے بے قرار ہو گئے، حدتِ آفتاب نے غرق عرق کر دیئے، تو دل میں آیا کہ گھنٹہ آدھ گھنٹہ کسی پُر فضا مقام پر ٹھہرنا چاہیئے، یہ ارادہ کر کے تیزی سے بڑھے، چار فرلانگ طے کرنے پر آبادی آئی، جس میں دو گھر تھے، گھوڑا ٹھہرا کر آرام چاہا، ایک سال خوردہ انسان برآمدہ میں بیٹھا پشم صاف کر رہا تھا، ہماری زبان نہ سمجھ کر برآمدے سے اُٹھا، اور نیچے آیا، میں بھی گھوڑے سے اُترا، اِس کے ساتھ دو عورتیں، تین بچے تھے، میں نے پہاڑی زبان میں گفتگو کی،

(باقی آئندہ)

ہمارے حاصل شدہ سوراج

واجد علیشاہ کا کفرانِ نعمت

تاجدارانِ ہند نے اپنے مقدس فرائض سے غافل ہو کر کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا بھی شانِ راجگی کے خلاف سمجھا، پھر اس کا نتیجہ جو ہونا چاہئے تھا، وہ ہوا، اور آئندہ ہوگا،

اخبار العدل بدایوں واجد علیشاہ کی مسلمہ عیش کوشیوں پر پردہ ڈالتا ہوا لکھتا ہے۔

"یہ تمام کہتے ہیں کہ بہشتنیں اور مہترانیاں اُنکی بیوی تھیں، اصل واقعہ یہ تھا کہ بادشاہ اپنے ہاتھ سے آبدست نہیں لیتے تھے لہٰذا کنیز گرچہ پالش یا مٹی کی لگی سے آبدست کرایا جاتا تھا جس کو ڈھونڈتیں ادھر اُدھر کھینچتی تھیں، اس خدمت پر ایک بہشتن اور ایک بھنگن مقرر تھی، اور چونکہ ان پر ستر ظاہر کرنا پڑتا تھا، لہٰذا بادشاہ نے ان دونوں کو متعات میں داخل کر کے پہلی کو "آب رساں بیگم" اور دوسری کو "مصفا بیگم" کا خطاب دیدیا تھا،"

بھائی ارجن سنگھ باگڑیاں کے ہاتھوں سے گلزارِ اوقاف مذہبی پر تبر زنی

معزز نامہ نگار صاحب باگڑیاں لکھتے ہیں:-

"آپ نے ریاست ہند کے مختلف نمبروں میں غربا کے حقوق کے متعلق جو حصہ لیا ہے پرمیشور اُس کا اجر آپ کو دیگا، جب سے بھائی ارجن سنگھ نے اس ریاست کی گدی پر قبضہ پایا ہے غربا مستحقین کے حقوق قطعی طور پر پامال کر دیئے ہیں، اس کی ایک ادنیٰ سی نظیر یہ ہے کہ باگڑیاں خاص میں مہاراجہ جگن ناتھ جی کا بنوایا ہوا مندر تھا، اور اس پر گرانقدر رقم اور مکانات وقف کئے ہوئے تھے جن کی آمدنی سے مندر کا خرچ چلتا تھا، اخبار نے ایک پوچھ پر ... اور مرہٹہ کے ... لوگ کہیں سے پڑھ سکتے تھے، مگر اب وہ تمام کتب جات توڑ دیئے گئے، اور وہ عالیشان عمارات وقف، بھائی جی کی ذاتی رہائش کے واسطے کرہ بن گئیں۔ اب یہاں شاہی بنی

کی نیت خیر کہاں؟ بھائی آدمن گوگو کی مجرمانہ بددیانتی و کارگذاریاں، کاش شردھیئی گوگو ذدا"

پہندبک کمیٹی اس عالیشان کارِ خیر کو بچانے کے لئے کوئی مؤثر پیشقدمی فرمائے"

جے پور کے خفیہ خزائن و دفائن

سینکڑوں نہیں ہزاروں بلکہ لاکھوں برس سے جے پور کے خزائن دفینوں کی شکل میں سپردِ خاک ہیں، مینا قوم ان کی امین ہے، کہ سر کٹنے پر بھی پتہ نہیں دیتے، جے پور کی آمد مصدقہ خبروں سے معلوم ہو کر افسوس ہوا کہ بعض خفیہ خزائن کھول لئے گئے، اور ۹ کروڑ روپے کے قریب قرضہ کی شکل میں منتقل بھی ہوگیا، دیگر خفیہ خزائن کا بڑی سرگرمی کیساتھ پتہ چلایا جا رہا ہے، کیا ریذیڈنٹ صاحب جے پور، جو رئیس ہند کے مطالعہ کرنیوالے ہیں، معاملہ ہذا پر روشنی ڈالینگے،

ریاستوں کے خزائن عامرہ کی تقسیم

اندھی تقلید کی بدولت ہمارے تاجداران کے خزائن آجکل ایسے بیکار ہو رہے ہیں، کہ جیسے پیرِ ولی کے بغیر پوڈر، نائی کے بغیر کار، سرمایہ کے بغیر ہوٹل، اے، ڈی، سی اور پرائیویٹ سیکرٹری کے بغیر تاجدار آجکل کے ہمارے تاجدار اخراجات بیجا کے لئے ایسے ہی بیقرار رہتے ہیں، کہ جیسے کورانہ تقلید کیلئے ہر ہندوستانی، مہاراجہ مرحوم بھوتپور اسی غلط روی نے شہید کئے، اسی مرض میں نواب صاحب بہاولپور وغیرہ گرفتار ہیں، دہلی کے پولیٹیکل حلقوں میں یہ خبر گشت کر رہی ہے کہ گورنمنٹ مجبوراً ریاستوں اور رئیسوں کے اخراجات کی تخفیص کر رہی ہے، ممکن ہے کہ ریاستیں زیرباری سے محفوظ رہ جائیں، کاش ہمارے روساء کی تعلیم و تربیت کے کل و پرزے **مغربی مشینری** میں ڈھلنے کی بجائے **مشرقی مشینری** میں ڈھلتے، تاکہ یہ خرابیاں پیدا نہ ہوتیں،

کپورتھلہ میں مسجد کی افتتاح کی تقریب پر

مہاراجہ کی قابل رشک رواداری کا گنبد پاک

مشہور بدنام متعصبوں سے بھرپور تھا

مہاراجہ اور دربار نے مسجد بنوائی، نہایت اچھا کیا، کاش ہندوستان کی ہر مسلمانی ریاست محبت کے شاہد پر ایسا قدم رکھے،
(ایڈیٹر)

نامہ نگار صاحب کپورتھلہ سے لکھتے ہیں،۔ مہاراجہ سر جگت جیت سنگھ والئ تاج کپورتھلہ کی

مشہور دستِ قلبی اور ان سے خاندانی دیوان میاں عبدالحمید کی عام رواداری سے بد ذات دشمنانِ ملک، بدنام امن شکن اور مقابل نفرین حضرات نے ناجائز اور افسوسناک فائدہ اٹھاتے ہوئے سرزمین کپورتھلہ کو جہد اور زنگ زیب سمجھ کر بر سرِ دربار بجائے شکر گزاری تاجدار کپورتھلہ کے مذہب پر نہایت شرمناک خلاف واقعہ الزام لگائے ہیں۔ ان شریروں نے دعوت دہندگان کے شریف اقتضا پر غلاظت اچھالی ہے، کہ جسے کوئی غیور برداشت نہیں کر سکتا، خواہ وہ انسان شریف طبقہ اسلام کا مدرج گو ہی ہو،

کپورتھلہ اخبار (۲۲ مارچ) اُن کی اس طرح اسم شماری کرتا ہے:-

"چنانچہ اس عظیم الشان مسجد کے افتتاح پر حضور کی دعوت پر کپتان مقبول حسین قریشی، سردار میر مغل محمود بخش، عبدالقادر، مسٹر احسان الحق، مسٹر ابراہیم سلیم، نواب بھاولپور، خواجہ حسن نظامی، امام جامع مسجد دہلی، سید رضا علی، سر محمد شفیع اور اُن کی زوجہ، نواب بہاولپور، عبدالرحیم امام مسجد لندن وغیرہ وغیرہ تشریف لائے"

ان میں سے بعض کے زہریلے لیکچر کے خطرناک فقرات کا مفہوم ملاحظہ ہو:-

(۱) نواب بہاولپور:- ایک شاہی مسجد کی تعمیر نہ صرف سرکار والا کے اس اصول میں یقین رکھنے کا قطعی ثبوت ہے، کہ مستحکم اختیار کی جگہ رعایا کی دلداری اور دلبستگی میں موجود ہے، بلکہ یہ ایک روشن مثال ہے، کہ جو سرکار والا نے مسلمان افراد کی تقلید کیلئے قائم کر دی ہے، جو ان لوگوں کو اس سے ایک چوتھائی بھی دینے کو تیار نہیں، جن کا عقیدہ اُن کے اپنے مذہب سے جداگانہ واقع ہوا ہو" (بہاولپور میں کیا ہو رہا ہے ایڈیٹر)

(۲) "یہ میرے لئے ہندو مسلم اتحاد کی ایسی خوش کن تصویر ہے، جس کے بغیر ہندوستان کا کوئی مستقبل نہیں" (سر محمد شفیع)

کیا سر شفیع بتلا سکتے ہیں، کہ اس تقریر سے قبل اُنہوں نے اس کام میں کس قدر ادا کیا چندہ؟ شرم! شرم! شرم!!!

(۳) مستقبل سے حضور کی مسلمانوں کو رعایا کو وفاداری اور وہاں شادی کا تعلق اتنا قوی ہو گیا ہے

کہ وہ اپنی کسی ہمسایہ قوم سے کم نہ تھا، آج کئی موقعوں پر ان کی خدمات سب سے زیادہ نمایاں اور قابل قدر ظہور میں آئی ہیں (ڈاکٹر صادق علی) کیا قابل نفرین غلط دعویٰ ہے

(۳) "جگت جیت مسجد میں" یہ جگت جیت مسجد اس زمانہ میں تیار ہوئی ہے جبکہ بعض متعصب لوگوں نے مسجدوں کو توڑ کر مسلمانوں کے دل زخمی کر دیئے تھے، مگر مہاراجہ سر جگت جیت سنگھ صاحب نے یہ خوبصورت اور عظیم الشان مسجد تعمیر کر کے مسلمانوں کے دلوں پر مرہم رکھ دیا اور ان کو جیت لیا۔ (یہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد، الیاس نام متعصب معمولی آدمی دربار کپورتھلہ میں کیسی دیدہ دلیری سے بکواس مارتا ہے)

مسلمان قوم احسان کو ہمیشہ یاد رکھنے والی قوم ہے، آپ نے یہ مسجد بنا کر اصلی محبت و اتحاد کی بنیاد رکھی ہے اس زمانہ میں جبکہ اقوام کے دل آپس کے اختلاف سے پاش پاش ہو رہے تھے، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں؟ (اس شرارت کے بانی مبانی آپ سے حضرات ہیں) کہ اس قسم کے شعور اور عملی کام، ہندوستانی قوموں میں سچا اخلاص و اتحاد پیدا کر سکتے ہیں، اور پیدا کریں گے،

آل عباس نواب بہاولپور اس خوشی میں یہاں آئے ہیں، اور تمام مسلمانانِ ہند کی طرف سے نمائندگی کر رہے ہیں، (کس نے نمائندے منتخب کئے ہیں)

میں آپ کے اس سب سے بڑے کارنامہ کو سات کروڑ مسلمانانِ ہند کو پہنچا دونگا، (ملک میں آپ کی جو وقعت ہے، وہ دہلی میں جا کر پوچھئے) اس طرح کہ اس مسجد کی تصویر اور حالات اور نام اپنے خرچ سے طبع کرا کر لاکھوں کاپیاں ہندوستان کے ہر شہر اور ہر قصبہ اور ہر گاؤں کی مسجد میں پہنچا دونگا، تاکہ مسلمان ہر نماز میں اس مسجد کو دیکھیں، اور آپکی یادگار صدیوں تک ان کے دلوں میں قائم رہے، (یہ محض دروغگوئی ہے)

میں دعا کرتا ہوں اور تمام مسلمانانِ ہند میری اس دعا میں ہمیشہ شریک رہیں گے، (ظل حسن عرف حسن نظامی ایک ملا اپنے آپ کو مسلمانوں کا سرگروہ سمجھتا ہے۔ شرم!

مہاراجہ صاحب نے جس فیاضی، دریا دلی اور وسعت قلبی کا ثبوت اس خدا کے گھر بنانے سے دیا ہے

وہ آجکل کے تعلیم یافتہ لوگوں اور مہذب حکومتوں کے لئے ایک قابل تقلید نمونہ ہے' (بھلا اس بھائی بیان سے فائدہ لکھنا یہ چاہئے تھا کہ وہ ہمارے مسلمان بھائیوں نوابوں کے لئے ایک قابل رشک نمونہ ہے) ایسے وقت میں جبکہ ہمارے بعض دلی بھائی ہماری اپنی مساجد میں بھی اذان دینا پسند نہیں کرتے (کیا شریفانہ بیان ہے) اگر ہندوستان میں ایک مذہب والے دوسرے مذاہب کے متبعین کے ساتھ ایسی ہی فراخدلی اور فراخ حوصلگی کیساتھ پیش آئیں تو وہ دن دور نہیں کہ نہ صرف ہندوستان میں بلکہ سارے جہاں میں حقیقی امن کے قائم ہونے کی راہ نکل آئے۔ (دریافت ہوسکتا ہے کہ ایسی ہی پیچھے اسلامی ریاستوں میں اور منبروں پر کیوں نہیں دیجاتیں' اور کیوں اپنے بھائیوں کو نہیں سمجھایا جاتا)

بالآخر میں جہاراجہ صاحب اور آپ کی گورنمنٹ کو اس مسجد کی تکمیل پر مبارکباد عرض کرتا ہوں (امام مسجد لندن)

شر ریں اور معتدل ان ملک کی جماعت ہمیشہ احسان کے بدلے صلواتیں سنایا کرتی ہے' چنانچہ یہاں ایسا ہی ہوا' ایک نامہ نگار لکھتا ہے' کہ کافر کی تعمیر کردہ مسجد میں نماز پڑھنا حرام ہے' دوسرا لکھتا ہے کہ جہاراجہ نے رعایا کو چندے سے لوٹا' اور مسجد بنائی' دربار کپورتھلہ کو شرم سے ڈوب مرنا چاہئے' اس سے زیادہ شرح کی جہالت قومی اخبارات کا کام ہے (نامہ نگار)

میر صاحب گڑھی کوٹھا کی بے نظیر زندگی

گڑھی کوٹھا ضلع انبالہ میں ایک چھوٹی سی جاگیر ہے جس نے اختر لوٹی کے عہد سے برٹش گورنمنٹ پر اپنی وفاداری اور جاں نثاری کا سکہ جما رکھا ہے' موجودہ وارث خان بہادر صاحب ہیں' آپ کی نابالغی میں ریاست بڑی مقروض تھی' خدا کا شکر ہے کہ قرضہ بیباق ہوا' میر صاحب موصوف کے شریف اور رعایا پرور ہیں' اور اسلام کی سچی روح' آپکی ریاست کی تاریخ باتصویر شائع کیجائیگی' کہ حکمران رعایا پرور کیسے ہوتے ہیں' اور حقیقی اسلام کیا ہے'

ریاست کہنار میں ماتم

[illegible] ریاست کہنار [illegible]
[illegible]

سخت رنج و افسوس کے بادل چھا گئے، رانا صاحب ابھی نوجوان ہیں، آپ کو صبر کر کے مدد گار و غمازوں سے اُمید رکھنا چاہئے، نیکیوں کو تکالیف ہوا کرتی ہیں، لیکن انجام بخیر ہوتا ہے،

لوہارو کی اوباشیاں

یہ ریاست قدیم سے عالموں کی یادگار ہے، موجودہ رئیس شریف مزاج، خلیق اور ہونہار معلوم ہوتا ہے، مگر عیش و عشرت اور نادہندگی کے دلدادہ دادا کا عمل و دخل زہر قاتل ہے، خدا انہیں عیاشانہ صحبتوں سے بچائے اور اوباشوں سے دُور رکھے، شملہ میں دادا صاحب کی داستانیں زبان زدعام ہیں، نامہ نگار

نرانڈر منڈل اور اخبارات

بعض نالائق اور لکرام و ندائے ریاست اپنی غلط کاریوں کی پروا نہ کرتے ہوئے، اپنے خداوندانِ نعمت کو نکمّا مانہ افعال سے قعرِ ہلاکت میں گرانے پر تلے ہوئے ہیں، اور تاجدار ایسے بدھو ہیں، کہ درو بست اُن کے محکوم ہیں،

گذشتہ نرانڈر منڈل کے اجلاسوں میں اخبارات پر بڑی بحث ہوئی، اور قرار پایا کہ اخبارات کو قطعاً کوئی امداد نہ دینا چاہئے، یعنی وفاداران کا بھی ایک پرچہ نہ خریدا جائے، ہم حیران ہیں کہ یہ نوجوان کیسے ہیں، جبکہ خود گورنمنٹ قیصری اور ممالکِ غیر کی سلطنتیں ہزاروں نہیں لاکھوں روپئے اپنی عیب پوشی یا حفاظت کے لئے اس پروپاگنڈا پر صرف کر رہی ہیں، در اصل اب ریاستوں کے بُرے دن آگئے ہیں، جو کام کرتے ہیں، اپنی بربادی کا کرتے ہیں، آپ دیکھیں گے کہ اس کا کیا مُہلک نتیجہ پیدا ہوتا ہے، کیونکہ سدا یا تو پہلے ہی بیزار ہے، برایا کے خیالات اخبارات درست کرتے رہتے تھے، اب یہ بھی جاتا رہا، مگر ایک روز ان کو اپنی غلطی تسلیم کرنا پڑیگی، اور سینکڑوں کے بجائے لاکھوں صرف کرنے پر بھی وہ بات نصیب نہ ہوگی،

تاجدار پٹیالہ کیخلاف مُہلک خطرناک پروپاگنڈا

جب سے پٹیالہ نے اپنی تحصیلوں کے منہ اپنی پولیٹیکل غلطیوں سے غیر معمولی طور پر بند کر دیئے ملک میں ہر چہار طرف سے تاجدار پٹیالہ نا الزام لگائے جاتے ہیں حالانکہ ابھی کچھ بھی اصلیت نہیں، مگر دربار پٹیالہ ایک سال تک کبوتر کی طرح آنکھیں بند کئے ان بیہودہ

حملوں پر خاموش رہا اب پروپاگنڈا نے انتہائی صورت اختیار کر لی، ہزاروں لاکھوں روپیہ کے صرف سے بھی رکتی نظر نہیں آتی، ہم دیکھینگے کہ یہ خاموشی کب تک قائم رہتی ہے"

معصوم تاجدار فرید کوٹ کی بے بسی اور فضول خرچی

سب جانتے ہیں کہ ریاست فرید کوٹ کے تاجداران مہاجن تھے، بڑی بڑی ترکیبوں سے روپیہ جمع کیا اب بھی سردار ماندر سنگھ پریذیڈنٹ محافظت کر رہے ہیں، نابالغ تاجدار انگریز گارڈین کے تحت میں ہے، میں نے دہلی میں دیکھا کہ اِس معصوم تاجدار کو یہ " صاحب بہادر " کشمیری گیٹ کی دکانوں پر لئے پھرتا تھا، تاکہ حیران ہو کر دولت فرید کوٹ ان دکانوں پر تقسیم کرائے، اور مصنوعی اشیاء سے اپنا گھر بھرے، کیا پریذیڈنٹ ایسا طرز عمل روکتے ہوئے خوف کھاتا ہے؟ افسوس کہ نابالغی میں مال کی حفاظت کی جاتی ہے، اور مالک کو آوارہ بنایا جاتا ہے، کہیں یہ الزام لگایا جاتا ہو کہ کنجوس ہو کہیں تعلیم کی اصلاح کے بہانہ سے اخراجات سلطنت چاہیں
(زمانہ پنجاب)

محسن ملک مہاراجہ کشمیر

ہندیوں کی نادانی نے سائنس کے اصول زریں اپنی اپنی نادانی سے تباہ و برباد کر دیئے، نتیجہ یہ ہوا کہ زر خالص سے خاک بن گئے، شاستروں کے بنیادی اصولوں کی بنا پر اعلیٰ ورنوں کو کاشتکاری سے روکا گیا تھا، اب اعلیٰ ورن کے اشخاص ذلیل سے ذلیل اور ادنیٰ سے ادنیٰ کام کرتے ہیں، مگر کاشتکاری، خدمتگذاری سے جان بچاتے ہیں، دنیا میں سخت انقلاب آجانے پر بھی ان کی آنکھیں نہیں کھلیں، یہ خبر نہایت مسرت سے سنی جائیگی، کہ مہاراجہ سر ہری سنگھ والی کشمیر ضروریات زمانہ کے موافق اصلاح میں کوشاں ہیں، چنانچہ ان اعلیٰ ورنوں کو راہ راست پر لانے کے لئے اپنے ہاتھ سے ہل چلایا، انکی زری کی، اور کاشتکاری کے جملہ فرائض پبلک میں ادا کئے، تاجداران کو اگر پولٹیکل خوف نہ ہو، تو وہ ملک کی بہت اصلاح کر سکتے ہیں"

معصوم مہاراجہ بھرتپور

مہاراجہ صاحب سے اُن کے بعد بعذر حکومت ہند نے ولایت کی سیر کیلئے بھیج دیئے ہیں، جب ہوس آف کامنز میں مذہبی تفریق منگی کی بنا پر عذر پر ہند سے سوالات کیے گئے، جواب ملا کہ حکومت ہند کا یہ عمل مہاراجہ کے فائدہ

کا باعث ہے، ہمارے رؤسا کیلئے واجب ہوگیا ہے کہ وہ ولایتوں میں ضرور جائیں، مگر اپنے ملک کا دورہ نہ کریں،

بھوپال کو آرام لینے دو

سلطان جہاں بیگم بھوپال اپنے فرزند نواب حمید اللہ خان کے لئے تخت سے دستبردار ہوگئی تھی، جس کے سبب قضیہ پیدا ہونے تھے، اس جانشین کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی، والسرائے نے بھوپال کے گذشتہ دورہ میں تاجدار کی شہزادی کی ولیعہدی کا اعلان کیا، "کپورتھلہ اخبار" لکھتا ہے کہ:-

"پرنس حبیب اللہ خاں خلف نواب نصر اللہ خان آنجہانی کے خیر خواہوں نے لیجسلیٹو گورنمنٹ سے اپنی حق تلفی اور لارڈ ریڈنگ کی حکمت عملی کے متعلق شکایت کی ہے، جس کی وجہ سے ولیعہدی ریاست کا مسئلہ از سرنو زیر بحث آگیا ہے، موجودہ تاجدار بھوپال اچھی روش پر چل رہا ہے، ہماری رائے میں اسے مشکلات سے دور رکھا جانا واجب ہے تاکہ اطمینان سے حکومت کر سکے" اڈیٹر

مرقع شرم وحیا مغرب

دربار ہما کی تصویر ولایت کے ایک مصور اخبار سے لی گئی ہے جو اصلی تصویر ہے، مس سوئے عالم برسا ہونے بیکس ہندوستان پر جو آوازے کسے تھے، اسکا یہ بہترین جواب ہے سر سے پیر تک ملاحظہ کیجئے کہ ہر عضو شرم وحیا کی تصویر ہے، اسپر ہندوستانیوں کو بے حیا کہا جاتا ہے سچ ہے اپنی چارپائی کے نیچے لاٹھی کوئی نہیں مارتا، ولایت میں حسن فروشی ذریعہ حصول مال و دولت سمجھا ہوا ہے اور یہ تصویر کیا ہے اس سے بڑھ کر نظارہ دکھائے جاتے ہیں۔ یہ وبا ہندوستان میں بھی پہنچ گئی ہے مگر وہ ابھی ذاتی آرائش و شوق تک محدود ہے مگر ولایت میں دوسروں کے جذبات مشتعل کرنے کیلئے ایسے فیشن اختیار کئے جاتے ہیں۔ کپڑے اتار پھینکے اور شرم وحیا کے مقامات نمایاں کر دئے۔ کیا اس سے بڑھکر بے حیائی کی تعلیم و تربیت ہو سکتی ہے۔ ہندوستانیو سمجھو، اور شرم وحیا کا اپنا زیور بناؤ کیونکہ فرقہ اناث کا یہی حقیقی زیور ہے۔

مدیر شاہی

نابھہ کی غلط کونسل

بھائی گورچرن سنگھ کی نچلی نہ بیٹھنے والی طبیعت اور اُس کے حرامخور حاشیہ نشینان بھائی جیوں نے حکومت پنجاب کا دایاں بازو توڑ ڈالا، گورچرن سنگھ تو مدتی حیثیت لبوہ داری پڈ بکھاں سے ٹھو کر زندگی کے مزے لے رہا ہے، پہاڑوں پر رہتا ہے، لاکھوں روپیہ الاؤنس کا اُڑاتا ہے، اعلیٰ کپڑے پہنتا ہے، ملازم رکھتا ہے، اور جو دل میں آتا ہے، بیخوف وہراس غیر ذمہ داری کے بے لگام بکواس مارتا ہے، اُس کے نادان، بیوقوف، حواری اپنی نادانی یا مطلقاً بیہودگیوں کے تقاضہ پر اُسے اب بھی منحوس لفظ مہاراجہ، مہاراجہ سے پکارتے ہیں، مگر پونے ۳ لاکھ کی آبادی اپنی بربادی سے خون کے آنسو بہا رہی ہے، معاہدے اسکی جان کو رو رہے ہیں، ہزاروں سرفروش جوانمرد سکھ خاک و خون میں مل چکے ہیں، سینکڑوں اعلیٰ خاندان بے نام و نشان ہو گئے، پچاسوں شریف عورات گھر سے بے گھر ہو گئیں، بیسیوں معصوم نادان بچے آوارہ ہو گئے غرضیکہ گورو نانک دیو سے لگا کر گورو گوبند سنگھ جی مہاراج تک کے سنگھاں عالیشان کا شیرازہ جمعیت تتر بتر ہو گیا، وہ گرز فولادی جو گورو صاحبان نے امرت کا جلاو دیکر اندر کا تجربہ یا بھیم سین کی گرا بنایا تھا، اور جسکی ضرب سے افغانستان کا ہر بچہ لرزاں و ترساں تھا، بلا وجہ شکست ہو گیا، مغربی[۱] فاتح اقوام سے اسکی شہ زوری، بے جگری، بہادری، سرفروشی اور بے سازو سامان بلا رہنمائی و سربراہی جنگ آزمائی کے کارنامے پوچھا چاہئیں،

اِس بھائی جی کی دست برداری کے بعد گذشتہ سال انتظام ریاست کے لئے ایک غلط کونسل قائم ہوئی ہے، جس نے خلاف معاہدات ریاست کا نظم و نسق تقسیم کر کے تباہ و برباد کر دیا، وہ تقسیم محکمہ جات حسب ذیل ہے:۔

پریسیڈنٹ:۔ ملٹری، میڈیکل، اکاؤنٹس، جنگلات،

ہوم ممبر:۔ تعلیم، پولیس، مسکرات، ہنکیشی، ذکاۃ، توشہ خانہ، قلعجات،

۱؎۔ فروری ۱۸۴۶ء میں گورنمنٹ کو ایک سب سے زیادہ دلیر اور جنگ سے نہ ہٹنے والے سپاہ بلکہ دشمن سے مقابلہ کرنا پڑا، (تاریخ ہند ...صفحہ ۲۹۵)

ریونیو ممبر ۔ محکمہ مال، بندوبست، پی ڈبلیو ڈی، نہر، میلہ جات، منڈیات، جوڈیشل و صیغہ جوڈیشل،

(الف) ہر ایک ممبر کو اپنے اپنے محکمہ جات میں یکصد روپیہ ماہوار تک ملازم کی بحالی برطرفی معطلی اور پانصد روپیہ تک منظور شدہ بجٹ کے منجملہ مصارف کا اختیار ہے،

(ب) فل کونسل اڑہائی صد روپیہ ماہوار تک کے ملازم کے عزل ونصب اور پانچہزار روپیہ تک کے منظور شدہ بجٹ سے منجملہ صرف کرسکتی ہے،

(ج) اس سے ایزاد ایجنٹ گورنر جنرل پنجاب اسٹیٹس سے منظوری لینی پڑیگی،

(د) دستور العمل مرتبہ کی ایک ایک کاپی محکمہ جات میں بھیجدی گئی ہے کہ اس پر عمل کریں، نہیں معلوم وہ کونسا عہدنامہ ہے کہ جس کی رو سے انتظام کی مٹی پلید کی گئی ہے،

(مورخ شاہی)

خار گلزار مالیر کوٹلہ ہر جا گل است خار است، صحیح مقولہ ہے، مالیر کوٹلہ میں جاکر دیکھئے کہ جسطرح ہندوستان کی ہر ریاست میں برادرانِ یوسف حکومت کے نظام کے دشمن ہیں، اسی بلا میں ریاست مالیر کوٹلہ بھی گرفتار ہے، نواب سر ذوالفقار علیخاں، خان محمد علیخاں اور بخشو خان مجدی ہیں، ہر دو اصحاب صدر فتنہ فساد سے الگ ہیں، اس امر کا اندازہ کیا جانا بڑا مشکل ہے، کہ مالیر کوٹلہ کے متعلق جسقدر فتنہ وفساد برپا ہے، بخشو خان اس میں کس قدر حصہ دار ہے، اس شخص کا چال چلن جیسا کچھ اعلیٰ وارفع واقع ہوا ہے، وہ ملحقہ علاقہ کی طوائفوں، خانگیوں اور شراب خانوں سے معلوم ہوسکتا ہے، یا قرضخواہوں سے، باقی وارد

فخر محمود آباد اودھ کے تعلقداروں میں مہاراجہ سر محمد علی محمد خان بہادر محمود آباد ایک سرگرم اور مشہور ہستی ہیں، ملکی معاملات میں ہمیشہ کوشاں رہے ہیں، کیونکہ خود عالم ہیں، اس لئے علم کے شیدا ہیں، ایسی گرانمایہ ہستیوں کا وجود ہم نالائق ہندوستانیوں کے لئے بسا غنیمت ہے،

راجہ صاحب علی پور راجہ صاحب بڑا مشرقی ومغربی علوم پر دستگاہ کامل رکھتے

ہیں، اور عمل بھی فرماتے ہیں، انتظام تعلقہ بہترین ہے، قابل اعتبار اور قابل افراد کا انتخاب فرماتے ہیں، جب ہی انتظام کا انعام پاتے ہیں، خیر و خیرات کے دروازے عوام پر کھلے ہوئے ہیں،

رئیس نانپارہ

رئیس نانپارہ زندہ ترین ہستیوں میں سے ہے گو آپ ولایت متفرق کی ہوا کھا آئے ہیں، مگر کشمیر پر دل باختہ ہیں، اور ہندوستان سے طبیعت رکھتے ہیں، اصول زندگی شاہانہ ہیں، تعلیم و تربیت اعلیٰ ہے،

تعلقہ داران اودھ کی گہری نیند

کوئی زمانہ تھا کہ اودھ کے موجودہ تعلقہ دار برسر اقتدار تھے، مگر عیش طلبی نے انہیں جاگیردار بنادیا، اب اسی پر قانع ہیں، دیکھتے ہیں کہ ہندوستان بھر کے معمولی خاندانوں کے لڑکے "آنریبل" اور "سر" بنے ہوئے ہیں، ہندوستان کی یہ بدقسمتی ہے کہ مال و دولت پانے پر ہر طرح کی ترقیات سے غافل ہوجاتے ہیں، ممالک مغربی میں مفلس بیکار ہیں، مگر مالدار ہر طرح سے برسرکار ہیں، اگر ہمارے تعلقہ داران اودھ اپنی آئندہ نسل کو پرشان مشرقی تعلیم و تربیت سے آراستہ کریں تو امید کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنی جاں نثاریوں اور وفاداریوں کی بدولت حکومت انگلشیہ سے وہی عروج حاصل کرسکتے ہیں، کاش یہ غفلت شعار ملک کی عام مفلسی کی اہمیت دیکھ کر اپنے پرشان بزرگوں کے کارناموں کو زندہ کریں، ہم ان کے متعلق ایک سلسلۂ مضامین جاری کرینگے، اگر کوئی ان کا ہمدرد کہیں ہے، تو وہ اپنے جذبات ہم تک پہنچا سکتا ہے،

غلط کار معترفین

عصر جدید کی برکات ریل، موٹر، تار برقی، ہوائی جہاز، وائرلیس ٹیلیفون اور ٹیلیگراف کے سب قائل ہیں بھرے مجمعوں میں، شاہی درباروں میں، بادشاہی ملاقاتوں میں، مغربی اقوام کی ایسی دانشمندی کا کھلے طور پر اقرار کیا جاتا ہے، مگر سخت افسوس ہے، ایسے معترفین پر کہ قبضۂ قدرت رکھتے ہوئے خود غافل ہیں دیکھتے ہیں مگر نہیں سمجھتے، کہ جن خرابیوں کی اصلاح پر ہم قادر ہیں، اُن کی اصلاح کر ڈالیں،

ریاستوں کی افسوسناک ابتری

دل میں جگر میں سینہ میں پہلو میں درد ہے
اے چارہ گر بتاؤں کہاں کہاں

ریاستوں کے ہمدرد، جو نظام سے دودھ کی مکھی کی طرح نکال باہر کئے، اور ڈگری یافتہ دانا اُن کی جگہ پر کئے، خانہ نشین ہو کر "رئیس اور ریاست" کے لئے ہر وقت دست بدعا ہیں، اور یہ نمود ے رئیس و ریاست سے سروکار نہ رکھتے ہوئے اپنی مقررہ فیس وصول کرتے ہیں، اور ہر وقت "ہینڈ بیگ" لئے ریل پر سوار ہونے کے لئے آمادہ ہیں، نتیجہ یہ ہوا کہ ریاستوں کے شعبہ جات نظم ابتری کی نمائش گاہ بن گئے، نہ جوڈیشل انتظام ہے، نہ مالی نظام ہے، نہ رعایا کے درد دُکھ سے آشنا ہیں، نہ تصفیہ مقدمات سے غرض، نہ مداخلت گورنمنٹ پر تعرض، ایک تابیدار ہیں کہ ایسے لائسنس یافتہ او ہوتے انسانوں کو اپنا خیر خواہ سمجھے ہوئے ہیں، اب ریاستوں کی حالت اُس گٹھڑی کی سی ہو گئی ہے، کہ جس کے تمام پُرزے کسی نادان نے کھول کر پلیٹ میں رکھ لئے ہوں،

مالیر کوٹلہ کے کھوٹے اہلکار

ریاستوں میں یوں تو ہر طرح اخلاقی کمزوریاں پیدا ہو گئی ہیں، جس سے وُہ دفعۃً تباہی پر پہنچ گئی ہیں، مگر جھوٹ اِس قدر بولا جاتا ہے، کہ خدا کی پناہ ان ریاستوں کی ضرب میں مالیر کوٹلہ کی ضرب کا سکہ بازی لے گیا ہے،

بعض اہلکار زمہ دار اِس قدر دروغگو ہیں، کہ جنہیں ایک منٹ کے لئے دربار میں رکھا جانا دربار کی بربادی کا موجب ہے، اپنے دروغ کو فروغ دیکر رعایا کو بغاوت پر آمادہ کر رہے ہیں، شہ بند ہو چکا ہے، مگر بعض حرامخوراس کے کرا جرا پر زور دے رہے ہیں، کاش نوابصاحب ذرا سختی سے کام لیں، اور اپنا شریفانہ سلوک سیاست میں تبدیل فرمائیں،

صاحبزادہ جعفر علیخان بہادر کے متعلق شکایات وصول ہوئی ہیں، کہ ہزاروں روپیہ دُکانداران سے قرض کے نام سے ہضم کر چکے اور ایک پیسہ دینا حرام ہے، کیا گزارہ کافی نہیں یا وقت پر نہیں ملتا، آخر شیخ یہ کبا تک نبھیگا، ایسا ہی احسان علی خان کے متعلق شکایات بھی پایہ

ہیں' (دلدار حسین مالیر کوٹلہ)

بہاولپور کے خزانہ کا انتظام

اخراجات کی بے اعتدالیوں نے بہاولپور کے خزانہ کو مجبور کر دیا کہ وہ تاجدار کے احکامات کی تعمیل کرے، اور انہیں اُس کا مقررہ الاؤنس ہر ماہ دیا کرے اور اپنا قرضہ آپ بیباق کریں، یہ انتظام رفتہ رفتہ سب جگہ ہو جائیگا، یہ انگریزی تعلیم و تربیت کی برکات ہیں۔

کلسیہ کی خوش نصیبی

راجہ صاحب "کلسیہ" اختیار پانے سے قبل اپنے دیوان اُین سنگھ کے محکوم تھے، اور یہ عمل آجتک جاری تھا، یہ محض حکومت کا حق اور بڑا سخت گیر تھا، حقیقتاً راجہ صاحب نے اب اختیارات پائے راجہ صاحب کو چاہئے کہ کوئی قابل شریف دیوان انتخاب فرمائیں، اور رعایا کی دلجوئی اپنا نصب العین قرار دیں،

سکیت کا دہرم راج

راجہ صاحب کی بڑی آرزوؤں کے بعد دہلی شاندار منڈل کے جلسوں میں داخل ہوئے، جہاں بعض راجگان چاوڑی سینماؤں اور دیگر پولیٹکل سیروں میں دل بہلا رہے تھے۔ وہاں یہ دہرم آتما مذہبی اوقات کی امداد میں مصروف تھا سینکڑوں خفیہ دان دئے۔ اہل دہلی آپ کی مذہبی خیرات سے بڑے گرویدہ ہوئے۔ (زمانہ نگار دہلی)

نرا مندر منڈل سے بیزاری اور گراں اخراجات کی زیرباری

نرا مندر منڈل جو کچھ کر رہا ہے اُسے وایٹ ہال لندن ہی جانتا ہے ہمارے تاجدار اُسے سیر و تفریح سے زیادہ وقعت نہیں دیتے۔ مگر معمولی آمدنی کے تاجدار ہیں ان کے لئے اسکی شمولیت بلائے جان ہے۔ گورنر اور دیگر سرائے کا سفر ارزان پڑتا ہے۔ بہ نسبت ایک معمولی حیثیت کے تاجدار کے اُس لئے پولیٹکل سکریٹری کو تاجداران پر رحم فرماکر انہیں زیرباری اخراجات سے بچانا چاہیئے۔ کیونکہ دفتر ہذا میں ایسی بیسیوں شکایتیں وصول ہوئیں۔"

(سب اڈیٹر)

نظام حیدرآباد کی مجبوریاں

حکومت قیصری بلا توسل دیگرے کل ہندوستان پر حکمراں ہے عہدنامے اور قول و قرار کا غذوں میں لپیٹے پڑے ہیں۔ تاجداروں کو چاہیئے کہ عہدناموں کا خیال نہ کرتے ہوئے حکومت کے احکام بجالائیں اور ایک معمولی انگریز سے بھی بگاڑ پیدا نہ کریں۔ بلکہ ہر انگریز کو اپنا اَن داتا سمجھکر اُن سے مطلب براری کرائیں۔ یہ نسخہ سب سے ضروری ہے۔

نمونہ کا پرچہ مفت

"اگر آپ چاہتے ہیں کہ "ریاست ہند" ملک کی خدمت بجاتا رہے۔ تو وی پی یا خط کی یاددہانی کا انتظار نہ فرماکر چندہ جلد روانہ فرمائیں۔ وی پی کی سفارش کرتے ہیں "ریاست" وی پی کرنا توہین سمجھتا ہے۔ اس لئے وی پی کا انتظار نہ کیجئے

پتھونت رائے چیف منیجر ریاست ہند دہلی

ریاست دہامی کے جشن اختیارات اور رؤسائے کوہی کی شکایات

دفتر ہذا میں تاجداران دہامی کے جشن اختیارات کے خفیہ خفیہ منانے کے متعلق ۹ تاجداران نے جابجا طور پر گلہ و شکوہ کیا ہے جسکا ہمیں پہلے ہی خیال تھا ریاست ہند میں ذکر ہوجانے کے بعد خطوط بھی لکھے ۔ مگر ایک کا جواب نہ آیا ۔ اب ہم بیدار مغز رانا صاحب سے ملتجی ہیں کہ وہ جلد تلافی فرمائیں ۔

(اڈیٹر)

سپرنٹنڈنٹ ریاستہائے کوہستانی کی تاجداران کوہی پر مہربانی

مسٹر وار برٹن نے سپرنٹنڈنٹی کا چارج لیتے ہی اپنی ذاتی انصاف پسندی اور قلبی شرافت سے کام لیکر سب سے اول راجہ دلیپ سنگھ والئے دہامی کو با اختیار فرمایا ۔ حالانکہ وہ اس سے سالوں پہلے اپنی جدی صدیوں کے ورثہ پر حکمراں ہونے چاہئے تھے ۔ رانا صاحب نے اختیارات پاکر اپنے آپ کو بے نظیر فرماں روا ثابت کیا اور امید سے بڑھکر ۔

دوسرا کارنامہ ٹھاکر صاحب بھجوک اور اُن کے ولیعہد ٹیکہ کرم چند کی مصالحت باہمی کا ہے ۔ صاحب نے یہ ایسی مہربانی کی ہے کہ جسکے لئے ہندوستان کے ۱۱ ۶

قیمت دلخواہ دی جائیگی

فارسی ۔ عربی ۔ سنسکرت ۔ وغیرہ زبانوں کی پرانی کتب اور پرانی وستی تصاویر کی ہمارے ایک معزز علم دوست تاجدار کو ضرورت ہے ۔ جو صاحب ایسی خرید و فروخت کرنی چاہیں ۔ خاکسار سے خط و کتابت کریں

(چیف منیجر ریاست ہند)

تاجداران کو شکریہ ادا کرنا واجب ہی۔ باپ بیٹا لٹ رہے تھے اور سب تاجداران لطف سے تماشہ دیکھ رہے تھے۔

تیسرا کارنامہ۔ رانا بیرپال بہادر والئے نیپال کا ہے کہ جن کے اختیارات سپرد کرو دینے کے مسئلہ پر غور ہو رہا ہے۔ شری رانا صاحب کو "صاحب بہادر" سے ملکرانی خدمت کے متعلق ان کا اطمینان جلد کرا دینا چاہیئے۔ ایسا موقعہ پھر نہ آئیگا۔

مسلم راجپوتاں ریاست پٹیالہ

جبکہ ہمارا جہ پٹیالہ کے خلاف بدنہاد اکالیوں نے ایک زبردست پروپیگنڈہ کر رکھا ہے۔ ان ایام میں مسلم راجپوتان ریاست پٹیالہ نے مئی کے آخری ہفتہ میں وفاداری کے ریزولیوشن پاس کرکے ایڈریس بھی پیش کیا جس کے جواب میں تاجدار نے فرمایا۔

"مابدولت راجپوت مسلمانوں کے ممنون ہیں، کہ جو آج اظہار وفاداری کے لئے ہمارے حضور حاضر آئے ہیں۔ ہم، ہمارا خاندان اور ہماری آیندہ نسل آپ صاحبان کی خدمات کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔

مابدولت کو یقین ہے کہ بمثل سابق آپ ہمارے خاندان کے خیر خواہ اور جان نثار ثابت ہوں گے۔"

مسلم راجپوتان پٹیالہ کا طرزِ عمل۔ ہزار ستایش کا مستحق ہے اور در اصل ریاست پٹیالہ کی رعایا تاجدار سے جس قدر عقیدت رکھتی ہے وہ کسی دوسری جگہ پائی نہیں جاتی۔

ریاست جیند کے اہلکار

اگرچہ راجہ رگھبیر سنگھ بیکنٹھ باشی کی ریاست ہر طرح زوال پر ہے مگر مہاراجہ رنبیر سنگھ کی درویش مزاجی سے اب بھی سینکڑوں قدیم اہلکار برسر کار ہیں۔ مختلف وزرا نے اپنے لئے ہر چند میدان صاف کیا۔ مگر جہاں رئیس اس جہالت کا شیدائی ہو۔ وہاں پھر بھی خیریت رہتی ہے۔

مہاراجہ الور کی شادی

الور کی حکومت اس درجہ اخلاق سے گر گئی ہے۔ کہ ضروری مراسلات کا جواب دینا تو درکنار رسید دینا گناہ سمجھتے ہیں۔ اور الف سے ی تک سب محو بیخودی ہیں اپنی روزی کے لئے اس کی ہر خواہش پر آمنا و صدقنا کہنے کے لئے تیار، آپ مہاراجہ اپنی شادی کا جدید کارنامہ سرانجام دینے والے ہیں۔ خدا کرے۔ کہ شادی حقیقتہً شادی ہو اور وارثِ تاج نئی روح میں ظہور پائے۔ یہ وہی دلہن ہے کہ جس کی طرف سے صدائے احتجاج بلند کی گئی تھی۔

تاجدار اندور کی مطلق العنانی

مہاراجہ تکوجی راؤ کی دست برداری جبریہ کے بعد خوش قسمتی سے اعتماد الدولہ رائے بہادر مسٹر ایس۔ ایم باپنا صاحب وزیر اعظم کے موتمن ہاتھوں میں عنان حکومت سپرد کی گئی۔ آپ نے جس خوبی، لیاقت، رواداری، نمک حلالی اور جاں نثاری سے اپنے قدیم آقا کی خدمات انجام دیں۔ تاجدار نے اختیارات پانے پر کھلے دل سے اعتراف کیا۔ پرمیشر کرے کہ تاجدار اندور مدت العمر بہ اطمینانِ تمام کامرانی فرمائے۔ رئیس ہند حصول اخبارات کی جملہ تقاریب باتصویر چھاپنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ جو اندور نمبر ہوگا۔

سکھ ایسوسی ایشن انبالہ کی خیر خواہی

۲۰۔ مارچ کو انبالہ شہر میں زیر صدارت سردار بہادر راجا سنگھ و ... کانگرس کی آواز کے خلاف ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں سکھوں سے درخواست کی گئی۔ کہ وہ کانگرس سے علیحدہ رہیں اور سکھ قوم گورنمنٹ برطانیہ پر پورا پورا اعتماد رکھتی ہے۔

منت کرنا سردار رام سنگھ صاحب شہید شہزادہ یوسف تائید فرمائی مدد ساخلع انبالہ کا
یہ عمل ان کی آل انڈیا شیعہ پرستی ہے۔

شہید اقدس کی آخری آرامگاہ پر گولیاں

نامہ نگار کپور تھلہ کا مراسلہ ہمارے ارتیں ہند کے صفحہ ۱۰ پر بعنوان

کپور تھلہ میں مسجد کا افتتاح ناظرین کرام دیکھینگے۔ ابھی تعمیر مسجد کی شکرگزاری کے ان سطور کی سیاہی خشک نہ ہوئی تھی۔ کہ اخبار شیر پنجاب مندرجہ بالا سرخی سے اُن اشخاص نامراد و ناہنجار کی شیطنت کی دلدوز داستان لکھتا ہے۔ کہ جنکے یہ عیار لیڈر اپنے آپکو قائم مقام کہتے تھے۔ اب علی حسن عرف حسن نظامی اور ایسے دیگر حضرات سے پوچھا جاسکتا ہے کہ کیا آپ کی سات کروڑ مسلمانوں کی قائمقامی کی یہی شان ہے۔ اور شاید یہ آپ ہی کی تحریک ہے۔ ورنہ آپ بتلا دیجئے کہ اپنے شریر بھائیوں کے سمجھانے کیلئے کیا تدابیر اختیار کیں

شہید اقدس کی آخری آرامگاہ پر گولیاں

ناندیڑ میں گذشتہ دنوں شری گورو گوبند سنگھ جی کی آخری آرامگاہ پر شریر مسلمانوں کی طرف سے گولیاں چلائی گئیں اس نہایت رنجدہ اور افسوسناک واقعہ پر رائے زنی کرتا ہوا ہمعصر شیر پنجاب لاہور لکھتا ہے۔ (گورو گھنٹال)

ناندیڑ میں مسلمانوں کا راج ہے یعنی حکام بھی مسلمان ہیں اور مسلمانوں کی آبادی بھی زیادہ ہے بیچارے سکھ جو وہاں آئے دن مہاراج کے بارعب جلال بچائے رہتے ہیں اس وقت متعصب حکام نے انہیں اپنے گھروں میں محصور کر کے مسلمانوں کے شر انگیز عنصر کو گوردوارہ کی توہین کا موقع دیا۔ یہ گولیاں گوردوارہ صاحب کی دیوار میں نہیں بلکہ سکھوں کے سینہ میں لگی ہیں اور کہ نشانات ان کے دلوں پر ہمیشہ قائم رہینگے۔ اگر حکومت دکن نے اس دل آزاری کی تحقیقات کر کے مجرموں کو اور متعصب حکام کو جو اس توہین کے ذمہ دار ہیں۔ عبرتناک سزائیں نہ دی گئیں

اور آئندہ کے لئے اس قسم کے اشتعال انگیز جنگ فرار ش وسوالات روح حملہ نکالسد باب نہ کیا گیا تو سکھوں کی آتش انتقام خدا کے قہر کی صورت میں بھڑک اُٹھے گی اور اس زمانہ کے نمرودوں کا خاتمہ ہو جائیگا۔ ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ کچھ اکالی جاتھا ناندیڑ میں آباد ہو جائیں۔ یا وہاں کم از کم پانسو اکالیوں کا ایک جتھہ ہمیشہ مقیم رہے۔ تو بلا شبہ گوردواروں پر حملہ کرنے والوں کی ہمتیں پست کی جا سکتی ہیں۔ اور ان کو یقین دلایا جا سکتا ہے۔ کہ قلیل التعداد سکھ کثیر التعداد اشرار کو مغلوب کرنیکی قدرت رکھتے ہیں۔ ہمارے خیال میں ناندیڑ کے گوردواروں کی حفاظت کے سوال پر غور کرنے کے لئے ایک آل انڈیا پارٹیز منعقد کی جانی چاہئے۔ اور اس بارہ میں کوئی مستقل بندوبست پنتھ کی جانب سے حفاظت کے واسطے کیا جانا چاہئے۔

مہاراجہ ٹیکم گڈھ

افسوس کہ فخر بندیلکھنڈ ہز ہائی نس مہاراجہ سر مہیندر پرتاپ سنگھ جو بہادر سرآمد مہاراجہ بندیلکھنڈ تھے مختصر علالت کے بعد ۲۴ مارچ کو دیہانت ہو گیا۔ مرحوم مہاراجہ صاحب کے دھارمک خیالات کے پابند وضع نہایت اعلیٰ کیرکٹر کے حکمران تھے۔ مرحوم بندیلکھنڈ ہی میں نہیں۔ بلکہ تمام ہندوستان کے والیان ریاست میں خاص اعزاز کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ افسوس کہ طرز قدیم کے دلدادگان آہستہ آہستہ جگہ خالی کر رہے ہیں۔ خدا پسماندگان کو صبر دے۔

ہمارے سفیر کا سفر ۱۹۳۰ء

تاجداران اتر کھنڈ کی راجدھانیوں میں

رئیس ہند نے کسی خرچ اور مشکلات کی پروا نہ کرتے ہوئے متواتر ۳ سال سے تاجداران اتر کھنڈ کی راجدھانیوں اور علاقوں میں اپنا سفیر باتوقیر کوائف قلمبند کرنے کے لئے بھیجا۔ جو خدمت سفیر موصوف نے انجام دیں۔ **رئیس ہند** کے اوراق اس کے شاہد ہیں۔

امسال ریاست ہائے **رامگڈھ۔ گڈھی کوٹہا۔ منی مزرعہ۔ نالہ گدھ۔ بلاسپور۔ سکیت۔ منڈی** وغیرہ شریک پروگرام ہیں۔ یہ وہ ریاستیں ہیں کہ جن کی **تاریخ ہند** میں خاص اہمیت ہے۔ اور یہ سفر قدیم مقامات۔ دلچسپ مناظر۔ حیرت انگیز رسم و رواج پُرلطف حکایات عجیب وغریب مشاہدات کا کاشف ہوگا۔ سفیر باتوقیر دہلی سے یکم جون کو دورہ پر روانہ ہوجائیگا۔ تاجداران اور دربار صدر منتظر رہیں۔

چیف منیجر

آریہ ورت کا مایۂ ناز چل بسا

مئی کے آخری ہفتہ میں مہاراج مہارانا سر **فتح سنگھ** والئے قلمرو میواڑ نہیں نہیں آریہ ورت کا سورج غروب ہوگیا۔ مہارانا عہد قدیم کی متبرک یادگار تھے۔ ۱۸ سال کی عمر پائی۔ جو خوبیاں ہندی راجگان میں ہونا چاہیں۔ وہ سب آپ کی ذات بابرکات میں تھیں۔ یہ ماتم سخت ہے مسلمان کہتے ہیں۔ کہ آپ ہر مذہب و ملت میں ہردلعزیز تھے۔ اور خدا معلوم اس صدمہ سے اودیپور میں کیسا ماتم بپا ہوگا۔"

اب تاج میواڑ کا وارث مہاراناسر بھوپال سنگھ ہے دعا ہے۔ کہ تاج سے جو روایات وابستہ ہیں۔ آپ ان کے محافظ ثابت ہوں

محض سرپرست صاحبان کی خدمت میں

(۱) اکثر اصحاب کا سال خریداری رئیس ہند یکم جنوری سے شروع ہوتا ہے۔ اس لئے ان سے یہ عرض ہے۔ کہ وہ بقایا زرچندہ جلد عنایت فرما کر معاونت فرماویں۔

(۲) بعض والا قدر صاحبان نے ۱۹۲۱ء سے تاحال رسالہ کی معاونت نہیں فرمائی ان سے بصد ادب التجا ہے۔ کہ جلد امداد کریں۔ ہم اس سے زیادہ اور کیا کر سکتے ہیں کہ ان کی حمیت وغیرت اور شرافت وایمانداری قدیم سے اپیل کریں ہمیں یقین واثق ہے کہ ہماری یہ عرضداشت قبول ومنظور ہوگی۔ ؎

دل بیمار کا سنبھلنا کیا　∴　دیکھ لو پیار کی نگاہوں سے

چیف منیجر رئیس ہند

نادان حاکموں کی نادانی کے خطرناک نتائج

اب نادان وزیر دل اور خام عقل افسر ونکار یاستوں میں دور دورہ ہو گیا۔ کہ جو اپنی ذاتی شہرت کے لئے رعایا کے لونڈوں کا ہر بدذات شورہ پشت فرد کی حکومت کے خلاف شکایات کا بیجا نوٹس لینا اپنا دین وایمان سمجھے ہوئے ہیں۔ بلکہ انہیں ہر طرح سر چڑھا کر شکایات پر ابھارتے ہیں۔ اور ذمہ دار افسران کو علاقہ میں ذلیل کرتے ہیں اس طریق مردود نے سیاست کا ستیاناس کر دیا۔ تقاضا تھا کہ رعایا ڈسپلن کے برباد ہونے پر ایسے وزرا کی پگڑیاں اتارے اور تاجداران کے خلاف کھلم کھلا بغاوت بلند کرے چنانچہ آپ ہر ریاست سے تاجداران کے خلاف رسی لے جانستگا تین گو نمنٹ قیصری کے حکام کے پاس پہنچ رہی ہیں کہنا پڑتا ہے۔ خود کردہ را چہ علاج۔ اب پیشیاں آپ بھگتو۔

مالائے مروارید

(راؤ ملک جواہر سنگ حکیم پرسرام صاحب وکس آنریری مجسٹریٹ موگہ)

صدائے وکس

اسی وقت میرے ہاتھ میں رئیس ہند نام ہندوستان کا مشہور رسالہ ہے جو لکھائی چھپائی اور کاغذ غرضیکہ ہر پہلو سے قابل تعریف ایکی غرض اور غایت ہندوستانی ریاستوں کے متعلق مضامین اہم پہنچانا ہے! اس لئے وہ فی الواقع رئیس ہند کہلانے کا ہی جائز مستحق۔

مجھے اس کے محترم ایڈیٹر صاحب سے خط وکتابت کرنے میں لطف آتا ہے اس لحاظ سے بھی وہ عزت کے یوگیہ ہے۔

محترم ایڈیٹر نے مجھے اس رسالہ میں سلسلہ مضامین جاری رکھنے کیلئے ایک سے زیادہ مرتبہ دعوت دی مگر میری عدیم الفرصتی نے تعمیل ارشاد سے مجھے قاصر رکھا۔ آج میں کچھ لکھنے کیلئے وقت نکالتا ہوں! واسی موضوع پر کہ یہ کس قدر جلیل القدر رؤسا اور ان کے راجکماروں کے مفید ہو سکتا ہے۔ تذبذب میں ہوں۔

(۱) کیونکہ وہ لوگ خاصت امیر الطبع اور نفیس المزاج ہوتے ہیں۔ نت نئی امنگیں پوری کرنے کیلئے وہ بڑے سامان گرد وپیش میں موجود پاتے ہیں۔ میں کونسی اچھوتی بات ان کے سامنے پیش کروں۔ جو مفید ثابت ہو۔

(۲) رام راج اور یدھشٹر راج کے زمانے میں جو بسوامتر اور وششٹ منی کی شاگردی میں شاہزادوں نے برہمچریہ دھارن کرکے تعلیم و تربیت پائی تھی۔ یا دروناچاریہ جیسے گرو دیو سکشا دی ہو۔ اور وہ انکا کلام سننے کو جی سے گوارا کر سکیں۔

(۳) مجھے یہ جاننا ہوا کہ "نازک مزاج شاہاں تاب سخن ندارد" اپنے سلسلہ مضمون کو

۔۔۔ کہانیوں سے شروع کرتا ہوں جو دلچسپ ہی ہونگی لیکن انکا تعلق تاجداروں سے ہوگا جن کے مطالعہ سے انکی روانگی تفریح ہی ہوگی اور اخلاق و عادات کی اصلاح بھی ساتھ ساتھ ہوتی جائیگی

گوہر شاہوار نمبر اول

روایت ہے کہ کسی راجہ کے ہاں گھوڑوں کا سوداگر آیا تھا۔ راجہ نے ایک لاکھ روپیہ دیا۔ کہ ہمارے لئے عربی گھوڑے خرید لانا۔ وہ سوداگر روپیہ لیکر چلا گیا لیکن اس راجہ کے شہر میں ایک مؤرخ تھا اس نے واقعات لکھتے لکھتے اپنی تاریخ میں لکھا "راجہ اُلو ہے"۔ راجہ کو معلوم ہوا۔ تو اُس نے تاریخ لکھنے والے کو بلاکر پوچھا تم نے راجہ اُلو ہے کیوں لکھا ہے تاریخ نویس نے کہا۔ کہ یونہی ناواقف آدمی کو لاکھ روپیہ دیدینا تو پن ہے یا عقلمندی۔ سوداگر پاگل نہیں کہ ایک لاکھ روپیہ گھر بیٹھکر نہ کھائے اور آپ کو گھوڑے لاکر دے راجہ نے کہا اگر وہ گھوڑے لے آیا۔ مؤرخ نے جوابدیا۔ تو پھر میں آپکا نام کاٹکر اسکا نام آپکے نام کی جگہ لکھدونگا۔ لہذا اپنا اُلو کہیں نہیں گیا۔ وہ تو اپنی جگہ ہی رہا۔ (باقی آئندہ)

مشاغل علمی و تقریظات

سائز ... صفحہ ۴۴ مرتبہ حاجی الیس این علی صاحب پسر جناب مسٹر احمد نیر اعظم

مرادآباد لکھائی چھپائی کاغذ تیاری بہتر قیمت ۔۔۔

۱۹۳۳ء میں صاحب موصوف نے پھر اہم سفر کیا الحاج حاجی الشیخ ... مراد آباد سے روانہ ہوکر ... [illegible] ... نجف اشرف کوفہ کربلا بغداد ... فلسطین دمشق بیروت ... مصر اسکندریہ ... [illegible]

[illegible]

کلیات برہمن کی طباعت اور اشاعت

کار امروز بفردا مباش

دمے زخواب گراں مے تواں شدن بیدار   دگرنہ تازدہ چشم آفتاب گذاشت

۱۹۲۵ء میں جسے پانچ سال گذرے کلیات برہمن کی تمام و کمال کتابت ہو چکی تھی۔ مگر زمانہ کی نامساعدت خریداران و سرپرست رئیس ہند کی نادہندگی بازار صرافہ کی سرد بازاری بدمزاق پبلک کی بدمزاقی اور زیادہ تر اپنے ذاتی تساہل کیوجہ سے اس کی طباعت اشاعت کا موقعہ یاران بے مہر و بے وفا کے وعدوں کی طرح آج سے کل کل سے پرسوں اور پھر برسوں تک ٹلتا رہا۔

ایسا کار ضروری ایسا محنت کا کام ایسا علمی و ادبی کارنامہ روح انسانی کیلئے ایسا خوشنما جامہ افسوس کہ نامنکی و بلند پرکاہلی کی نذر ہوا۔

یہ خاکسار حضرات فانی کا نیاز مند دہلی سے آ رہا تھا۔ انبالہ چھاونی کو گاڑی بدلی۔ اسمیں مشہور و معروف رائے بہادر نرائن سنگھ دیوان کلسیہ فراموش شدہ عزیز سردار سرجوول سنگھ کیبنٹ اور چند بلینڈ پہرے تھے۔ ٹرین چلی اور اسکی پہلی حرکت کیساتھ رائے بہادر نے دفعتاً ایک انگڑائی لی اور ساتھ ہی ٹھنڈا ہو گیا۔ وہ مدفع اور مغرور ہستیاں جو معمولی آؤ بھگت کو بھی ایک گناہ سمجھتی تہیں۔ بلکہ تکلف کھانوں پر سگ ناپاک کیطرح اس سانحہ کے رونما ہونے پر بھی دست درازیاں کر رہی تھیں۔ بدستور شکم پری میں مصروف رہیں۔ جب انکو ٹوکا۔ تو پھر بدحواس ہو کر بغلیں جھانکنے لگے۔

میں نے دیکھا کہ یہ زندگی ناپائدار سیکنڈوں میں کسطرح نظروں سے غائب ہو جاتی ہے ریل کے قلیوں نے نعش کو ؏ دست بدست دگرے پا بدست دگرے۔

کا موثر سین کھینچ دیا۔ وہ زندہ تو مر گیا لیکن میری مردہ زندگی میں جان آ گئی۔ سمجھا کہ اگر عزت برہمن سے اسی طرح غافل رہا۔ ممکن ہے کہ یہ حیات مستعار اس سے بھی جلدی امین حقیقی کے سپرد کر دینا پڑے یہ ضرب کاری تھی اور غفلت کے پردے تار تار کرنیوالی تھی۔ صندوق سے کاپیاں نکالیں اور قسم کھائی کہ جبتک اسے تمام نہ کر لونگا دم نہ لونگا چنانچہ اسی تنبیہ حقیقی کا نتیجہ ہے کہ اپریل ۱۹۳۰ء سے بدر کلیات برہمن کا سلسلہ اشاعت ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

صاحبان ذوق اور ارباب شوق یہ اجزا علیحدہ کرتے رہیں۔ مکمل شائع ہو جانے پر بصورت

کتاب جلد بندی کرالیں۔ چونکہ یہ ایڈیشن ایکہزار کا چھاپا گیا ہے سات سو درخواستیں درج رجسٹر ہو چکی ہیں۔ تین سو جلدیں باقی ہیں جس صاحب کو ان در نایاب سے تازہ سے اپنا جواہر خانہ سجانا ہو۔ وہ جلد درخواستیں بھیجدیں۔ زر تخفیف ملاکے ریا۔ شعر و شاعری عہ۔ کلیات برہمن عار۔ چیف منیجر رئیس ہند دہلی۔

اے برتر از تصور و وہم و گمان ما
برہمن شد درمیان ما و بعل از میان ما

کلیاتِ برہمن

زندگانی رائے رایان

یہ کلیات ہم نے چار حصص مختلف پر تقسیم کی ہے "پہلا" مقدمہ ہے "دوسرا" زندگانی رائے رایان" تیسرا" برہمن کی شاعری" چوتھا" تصنیفاتِ برہمن" آپ مقدمہ سماعت فرما چکے اب رائے رایان کی زندگانی سے بغور سبق حاصل کیجیے کہ اس جانفشانی کی نگارش کا یہی مقصد ہے۔

زندگانی رائے رایان اور مورخین

اس وقت تک ہماری نظر سے رائے رایان منشی چندربھان برہمن میر منشی شاہجہان بادشاہ کے متعلق اردو کے چار تذکرے گذرے ہیں۔ جب اول لحاظ اشاعت نہ لکھنے کے برابر روی سید فضل الحسن صاحب حسرت موہانی نے لکھا ہو ان کے اردوئے معلٰی کے ماہ اگست ۱۹۱۰ء میں چھپا جس طرح سے ایسے رسائل میں تذکرے چھپتے ہیں اور حسرت موہانی تذکرے لکھتے ہیں وہ سب پر ظاہر ہے مگر حسرت نے کشادہ دلی کے ساتھ رائے رایان کی شاعری کی داد دے سکا نہیں معز فطرت کلیم کا ہم مقابل قرار دیا اور رسالہ کی جھلک خود میں کہیں کہیں ہیں نمونہ … منتخب کر کے ہم کلام سے لیے ہیں زور دیا ہے ہوئے ہیں کہ خود ہی تکلف سے … ہیں مگر دونوں کا ایسی کر دیا آپ فرماتے

ہیں:۔

"دل میں بڑی بے چینی ہے اور دل کی تنگی سخن کی نیا بھی ہے اور طبیعت بھی ایسی کی بنا پر چند بلعمان
برہمن کی تیز یادی کے نام سے مجھے محبت ہے اور دل سے بھی گرویدہ ہوں لیکن اس کی وزارت ہوا
دیوانہ بھال"

فارسی کے شعرائے مشاہیر ہندوستان کے نام لکھ کر نقادی فرماتے ہیں:۔

"ان کا فارسی کلام شعرائے ہند میں سے کسی کے کلام سے کم نہیں ہے۔ بعض برہمن کے قوافل شعرا
معروف نظرت کلیم کے اشعار کے ساتھ برابری کا دعویٰ کر سکتے ہیں"

خوبیٔ انداز کی داد میں چند اشعار نقل کر کے لکھتے ہیں "ایک روز شہزادہ دارا شکوہ نے شاہجہان
کی خدمت میں عرض کیا کہ غیر مسلمان ایک شاعر خوش گو ہے" اس صحیح روایت سے پایا جاتا ہے کہ
شاہزادہ دارا شکوہ کے قلب پر اس کے اپنی زبان و بیان نے اپنا سکہ بٹھا رکھا تھا حسن خیال کی
شاعری پر پاک کرتے ہوئے بڑی فراخدلی سے قبول کیا ہے کہ:۔

"زبان ان کی نہایت شستہ ہوتی ہے اور بندش صاف، مطلب بالکل عام فہم، ترکیب درست
ہوتی ہے اور بعض بعض مقامات پر نہایت خوب"

حسرت مذکور کلامِ برہمن کی "خوبیٔ ترکیب" "لطافتِ الفاظ" "روانیٔ بیان" اور "نئے انگریزی
مذاق یعنی شائستہ مذاق کی تعریف کر کے تحریر فرماتے ہیں کہ "تنگیٔ محبت کے ساتھ فلسفۂ عمل کے امتزاج
نے عجب کیفیت پیدا کر دی ہے" غرض یہ کہ فراخ دل نقاد نے خود سوال کر کے مختصر الفاظ میں اچھا
لکھ دیا بعض بعض رنگ کی مثالیں دے کر خاتمہ ان الفاظ پر کرتے ہیں کہ:۔

"ان سب مثالوں کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ برہمن کا پایۂ شاعری معمول سے کہیں
زیادہ بلند ہے اور انہیں استادِ زبان فارسی کے زمرے میں شامل ہونے کا پورا
حق حاصل ہے" [illegible]

حسرت کی فراخ دلی اور بے تعصبی نے ہمیں بھی بہت سے ان کا گرویدہ بنا رکھا ہے۔ شکریہ کہ
ان کے کلام سے صحیح ہدایت ہوا دیکھئے کب تک رہے

دوسرا تذکرہ خمخانۂ جاوید ہے جسے مرحوم بہت محنت سے لالہ سری رام صاحب ایم اے نے مدون کیا ہے۔ لالہ صاحب باوجود اپنی معلومات وسیع کتب کے برہمن کی شاعری پر سب سے بہتر روشنی ڈال سکتے تھے مگر افسوس انہوں نے محض یہ لکھ کر کہ

"طبیعت کی موزونی سے عاشقانہ و تصوف دونوں رنگوں میں نہایت اچھا شعر کہتے تھے اور شہرت کے شاعروں میں ان کا شمار تھا"

اپنی وسعتِ معلومات، حقائق نگاری اور نقادی اور ... جب لالہ صاحب سا خاندانی علم دوست دہلی میں ... کی ریاست ... انہوں نے ... اختلافی ... دو سطروں کا ... کیا۔

آپ کے گراں بہا کتب خانہ میں دیوانِ برہمن کا ایک قلمی نسخہ بھی موجود ہے اور چہار چمن بھی کتب خانہ کی رونق کا باعث ہو رہی ہے۔ خمخانۂ جاوید سے ہماری معلومات میں یہ اضافہ ہوا کہ جناب برہمن ریختہ یعنی اردو میں بھی سخن سرائی فرماتے تھے، اور ... اشعار کی ایک غزل بھی درج فرمائی ہے۔

تیسرا بیان منشی محمد سعید احمد صاحب مارہروی کے قلم نے آگرے ... میں دیا ہے۔ منشی صاحب باشیخ علم دوست اور عالم ہیں، ... ایک دیوان دیکھا ... فرمایا ... کے لئے ... روانہ کئے۔ افسوس ہے کہ ایک کا جواب ... منشی صاحب ... کے حالات تاریخی اعتبار سے ... پر سب سے زیادہ روشنی ڈال سکتے ہیں۔

منشی صاحب نے برہمن کے تاریخی حالات پر تو کچھ بھی ... صرف ... فرمائی ہے، اس کا منصب ... یاد کیا جانا واجب تھا، مگر احسان ... ہندی ... صفت ... ہوں ... میں ... نام لیا کے ... میں ... ہیں کہ ... یادگار ... ان ... ہیں ... زبان کے ... ہیں اور ... ہیں ... ہو جاتے ہیں، اگر ... تازگی ... برہمن ... بستیاں ... کلام ... کسی

قابل بناتے "اگر یہ جب بھی وہ سچے ہندی ہوتے"

منشی صاحب موصوف کا ان اصحاب میں سے ہیں کہ جو بدنام و ناکام شاہان اسلام کی عام برائیوں کو بلا دلیل و برہان پر مغالطہ والعبارات و مکر و زور کرنے کی بے سود کوشش کرتے ہیں، اور وہ مقصد فقط مسلم برائیاں ایسے غلط اذہن سے رفع کرنا چاہتے ہیں کہ جس میں کوئی بھی کامیاب نہیں ہو سکتا، حالانکہ ایسے تذکرہ میں ایسی تحریر متعلقہ طولانی تمہید قطعی غیر ضروری اور نا موزوں تھی وہ سب ایسے تاریخی واقعات سے انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اکثر مسلمان فاتحوں نے ابتدائی (یعنی شروع عروج اسلام میں ایسا ہوا شاید اورنگ زیب شروع عروج اسلام میں شمار کیا گیا ہے) حملوں کے جوش و خروش میں یا کسی متعصب مسلمان بادشاہ نے کسی ہندو راجہ یا رعایا کی بغاوت پر برافروختہ ہو کر اکثر مندروں کو گرایا اور مورتیوں کو توڑا"

حالانکہ شروع شروع عروج اسلام میں کسی بادشاہ نے ایسا نہیں کیا وہ بزرگ تو تہذیب محمدی سے لبریز پائے ہوئے تھے، برہمن کی شاعری کے متعلق ایسے متعصب اور پسماندہ ذہن کی تحریر جو کچھ ہو سکتی ہے وہ کچھ بھی سمجھی جا سکتی ہے، مگر حقیقت پر اگر پردہ ڈالا جائے، اس کی روشنی تیرہ دلوں کے متعصبانہ طرفداری کے بادل بکھرنے کر ڈالتی ہے، برہمن نے خود لکھا ہے ~

بہ روئے آفتاب کجا پردہ جا کند تا چہرہ برفروختہ مہ نقاب سوخت

وہ لکھتے ہیں:- کہ "برہمن موزوں طبع تھے" اس سے زیادہ ایک لفظ ان کی شاعری پر تحریر نہیں کیا، مصرعہ بالا کی موزونی نہ معلوم کیوں موزوں ہوگی، حالانکہ آپ کا فرض تھا کہ کلام پر پورا ریویو کرتے،

چوتھا انبار مرزا سلطان احمد صاحب کا ہے جو ہندی شاعروں کا صحیح کلام غلط لکھنے اور دیگر دوسرے اشعار داخل کرنے کے سبب جا بجا بدنام ہیں، ایسے لوگ سوانح لکھا کرتے ہیں کیا امید ہو سکتی ہے کی تحقیق ...

ـــــــــــــــــــــــــــــ

لـہ کسی ایرانی فاضل کا شعر ہے:- ہمچوں ہندوان کے دو عاشق ہوتا غنیت ہر چہ از کشتہ شدن کا بو بے پروانہ نیست

میرزا صاحب ہی بیشتر مرزا نہ مشہور زمانہ "ملکہ" اپنی دیوانگی کا ثبوت دیتے ہیں ورنہ انکا نہ ہو، تبسم کاشمیری

گـہ واقعی یہ تذکرہ لائق صاحب کا نہیں لکھا جو کا اس کا جو مقصد ہے وہ اس تذکرہ کی تفصیل سے ظاہر ہے۔ تبسم کاشمیری

انصاف کے قلم سے مفصل و مکمل تذکرہ لکھتا اِس تذکرہ کی (جسے تذکرہ لکھتے ہوئے بھی ہمیں شرم آتی ہے) ۱۱۰ سطور ہیں جن کی تقسیم بلحاظِ مضمون حسبِ ذیل ہے:۔

ا ۔ شرح نام، سکونت و ملازمت، — ۳ سطور

ب ۔ عہدِ مغلیہ کے لقب و خطاب "خواجہ" پر، — ۲۱ "

ج ۔ خط و کتابت عہدِ مغلیہ پر، — ۱۲ "

د ۔ نصاب عہدِ مغلیہ (حالانکہ برہمن کی تحریر کا یہ مقصد نہیں جو آپ نے نکالا ہے) — ۸ "

ہ ۔ برہمن کے مطالعہ کی میز، (اس کا بھی غلط مفہوم نکالا) — ۸ "

و ۔ ہندیوں کا شوقِ فارسی، — ۵ "

ذ ۔ انتخابِ کلامِ برہمن، (یہ انتخاب بھی ناقص کیا) — ۱۵ "

ح ۔ متفرق — ۱۰ "

۱۱۲

ایک سوانح نگار کے لئے یہ کس قدر شرم کا مقام ہے کہ ایک اُستادِ زماں کے حالاتِ زندگی تین سطروں میں ختم کردے اور واقعاتِ غیر متعلقہ کی بھرمار ۱۱۵ سطور تک جاری رکھے، آپ نے بڑے فخر اور دعوی کے ساتھ القاب و خطاب "خواجہ" ہندیوں کے لئے باعثِ اعزاز جتانے میں زور لگایا ہے، اور نہایت بیجا طور پر رائے رایان کو بھی "خواجہ" کے خطاب سے مشہور کیا ہے، حالانکہ آپ اِن ۲۱ سطور میں یہ ثابت نہیں کرسکے کہ پنڈت صاحب کبھی خواجہ کے لقب سے ملقب کئے گئے، دراصل یہی ایک دینی شرارت ہے، جس وقت آپ نے رائے صاحب کی بیاض لکھی، اُس وقت آپ کے دعویٰ کی بطالت کے لئے ہر سہ مندرجہ اخبارات ملکی رسالوں میں مشتہر ہوچکے تھے .... آپ نے اپنی خبثِ باطنی سے شاہی خطاب "رائے رایان" چھپایا اور اپنی سرکار سے خود "خواجہ" کا خطاب بخشدیا،

کسی مسلمان کو ہندی لقب "پنڈت" "لالہ" وغیرہ سے ملقب کیا جانا ایسی ہی قومی توہین ہے جیسی کہ کسی ہندی کو مسلمانی لقب "مرزا" "خواجہ" خطاب سے مخاطب کیا جانا، اسے مرزا صاحب خود اچھی طرح سمجھتے ہیں، اور اِس تمسخر کو خوب پہچانتے ہیں چنانچہ آپ لکھتے ہیں:۔

"پنجاب میں ایک مشہور ڈاکٹر جگپت شاہ صاحب ہندو تھے، چونکہ اُن کے نام کے ساتھ "شاہ" لگا

ہوا تھا، اس واسطے حکومت انگریزی نے انہیں "خان بہادر" کا خطاب دیا"

دراصل مرزا صاحب کی سعی سے پنڈت چندربھان کو "خواجہ" کا خطاب دیا جانا انہی کے ان کے فاسد خیالات کی تکمیل ہے کہ جہاں وہ عقائد پر حملہ کر کے انہیں مسلمان بنانا چاہتا ہے، لیکن انہیں حضرات کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جس طرح ؎

اَدَم مذاق بودم باز کردم شیخ جی غلط اندازان سے سودا سال شیخ شدم

یہ کلمات ہندی مذہب میں نہیں کیونکہ کوئی شخص ہندی مذہب میں نہ تقلا سے پنڈت بن سکتا ہے، نہ شرفاء دنیا "خواجہ" اور "مرزا" القاب میں بھی نہیں آسکتا، یہ کیا بات ہے کہ زمانۂ حکومت میں کوئی اس پر معترض نہ ہوا، جہاں زمانۂ اسلام میں ہندی "خواجہ" اور "مرزا" سے ملقب کئے جاتے تھے، اور شرفائے اسلام "میرزا" اور "مولوی" کہلاتے تھے "اب بعض" ماسٹر" کی ٹوپی پہن بیٹھے، خواہ چپت اور جوتے کھا ہو نہ ہو مگر سب خوش ہیں، اور خوشی سے استعمال کرتے ہیں، ان مفسدوں پر افسوس ہے"

آپ نے برہمن کی غزلیات نقل کی ہیں، اور ان میں بھی ناقص انتخاب کیا ہے، حالانکہ ان کا کلام دیوان غالب کا انتخاب نہیں، سو اشعار غزل کی جان تھے، وہ چھوڑ دیئے یا تو بالارادہ درج نہیں کئے گئے یا پہلے ہی اگر پڑھا غلط پڑھا اور جو لکھا غلط لکھا، اور یہ اغلب ہے کہ حسب عادت یہ اشعار مسخ کئے گئے، ورنہ ایسی غلطی انتخاب میں نہ ہو سکتی ہے، نہ میرزا صاحب زبان فارسی سے ایسے نابلد ہیں، مثلاً آپ نے یہ شعر لکھا ہے ؎

دارد نگہ ستاں اہل سخن را برہمن "نقلم" سخن کہ عقد ثریا گرفتہ است

وہ طالب علم کہ جو معمولی فارسی جانتا ہے سمجھ سکتا ہے کہ "نقلم" کیا بلا ہے، ایک فاضل جب اس میں لفظ "نقلم" دیکھے گا، تو برا اندازہ برہمن کے کلام کا لگا سکتا ہے، وہ ظاہر ہے، میرزا صاحب دراصل ایسے نافہم نہیں، کہ جنہیں "نقلم" دکھلاتا، پس یہ کہنا صحیح ہے، کہ انہوں نے یہ شعر مسخ کیا، ہمارے دیوان میں صاف "نظم" لکھا ہے، یہ بھی قیاس نہیں کیا جا سکتا، کہ آپ نے "نظم" کے بجائے "نقلم" پڑھ لیا ہو، یا کاتب زمانہ نے ایسا لکھ دیا، رائے سری رام دہلوی کے دیوان میں "نقد" لکھا ہے جو "نقلم" سے بہتر ہے، دوسرا شعر لکھا ہے:-

دلم اسیرِ غمِ عشق سائے گردد بہ مطلبی رشتہ ہائے گردد

اس شعر کا مطلب شاید میرزا صاحب نے کچھ سمجھا ہو ہماری سمجھ سے تو باہر ہے مسخ کیا ہوا "رشتہ ہا" سے
آپ کی بدعت ہے، غضب "رشتہ بلند ہا" اصل شعر حسب ذیل تھا ؎

دلم اسیرِ نسیم دعائے گردد بہ مطلبی آشنائے گردد

سخن فہم سمجھ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب کے اس تبدیل لفظ نے شعر کی خوبی خاک میں ملا دی تھی۔
تیسری اصلاح ملاحظہ فرمائیے ؎

دلم بگوشۂ صحبت جریدہ مے آید ز "شیر بند" بقتل رسیدہ مے آید

اصل شعر اس طرح تھا ؎

دلم بہ گوشۂ صحبت جریدہ مے آید ز شہر بند تعلق رسیدہ مے آید

"شیر بند" شاید میرزائی لغت میں کوئی معنی رکھتا ہو مگر ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ میرزا صاحب کے ایک ہم خیال نامی فاضل نے فرمایا کہ "شہر بند" کی ترکیب غلط ہے "شیر بند" صحیح ترکیب ہے ورنہ کسی فاضل کے کلام کی سند چاہیے۔ یہ ایسا ہیچ اعتراض ان کا فرمان تھا کہ سند کی ضرورت تھی مگر ملاحظہ ہو، نظامی گنجوی نظم میں یاد دلاتے ہیں ؎

نظامی بہ باغ آمد از "شہر بند" بیاراستہ بستاں بہ چینی پرند

ہر شخص کا کلام اُس کی تاریخ ہے

استاد آزاد دہلوی، ذکاء اللہ، شبلی، حالی، شرر وغیرہ تاریخ نگاروں نے جو تاریخیں لکھی ہیں، اُنہوں نے اُن کا ماخذ اپنے ممدوحین کا کلام قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ "ممدوح کے کلام کا نتیجہ نکالنا صحیح واقعاتِ زندگی کو دریافت کرنا ہے" یہ طریقہ نہایت معقول ہے، شعر جو سنت ہے، درحقیقت ہر شخص کا کلام اُس کے حالات کا آئینہ ہوتا ہے اور یہ طریقہ استدلال معقول ہے۔

بس اسی اصول کی پیروی کرتے ہوئے نقادِ طبع اصحاب شعر غزل کی یہ بھی پڑھیں ؎

تا رفتہ ای ز آمدہ گشتہ نا رستہ میان ما ہم گشتہ
ناخن ز صبح آمدہ غم گشتہ رشتہ عقب آمدہ گشتہ

تو فوراً یہ فتویٰ دے دیا گیا کہ عمر خیام تناسخ کے قائل تھے، (یہ جو جائز اور صحیح ہے) یہ خیال محض عمر خیام ہی کی نسبت نہیں بلکہ اسی بات سے معزز علمائے اسلام کی نسبت ظاہر و ثابت کیا گیا ہے چنانچہ حکیم ناصر خسرو کے متعلق اُن کی تصانیف سے استفادہ اٹھاتا ہوا فاضل ابن دولت شاہ لکھتا ہے:۔

"از ان کلام معلوم می شود کہ طبعی و دہری بودہ مذہب تناسخ داشتہ" الخ مصنف سرِ آزاد ایسا ہی نتیجہ نکالتا ہوا لکھتا ہے کہ:۔ ملا زمانی یزدی بھی جس نے خواجہ حافظ کے دیوان کا جواب لکھا ہے تناسخ کا قائل تھا اور یہ نتیجہ اُس کے کلام سے نکالا گیا ہے'

بالعموم مولانا روم کے اس قسم کے شعروں سے ؎

ہمچوں سبزہ بارہا روئیدہ ام　　　ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام

نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ وہ بھی تناسخ کو مانتے تھے' واقعی تاریخی حالات کا یہ طریقۂ اخذ ایسا ہی قابل اعتبار ہے' جیسا کہ شخص مجوزہ کا اصلی لباس اُس سے انسان کا قد' ڈیل ڈول اور مذاق سب کچھ معلوم ہو سکتا ہے' واقعات کی صحت و پڑتال سینکڑوں برس کے بعد ہم اپنے زبانی جمع خرچ سے نہیں کر سکتے' اور ایسی تحریرات کے مقابلہ میں زبانی دعویٰ محض دعویٰ باطل ہے'

رائے رایان کی تصانیف خود انکی مکمل الف ہے

تاریخی واقعات کا مواد فراہم کئے جانے کے لئے جب یہ عام اصول عام طور پر مروج ہے' تو ہم بھی اُن کے کلام سے یہ استفادہ اٹھائے بغیر نہ رہ سکے' اور ہمارے لئے یہ ضروری ہو گیا کہ ہم بھی ایسے بے خلل اصول کی پیروی کرتے ہوئے "رائے رایان" کی تصانیف سے اُن کی زندگی کے واقعات کی نہ فقط اُن سے صحت کریں' بلکہ اُن سے مزید حالات بھی اخذ کریں' چنانچہ ان حالات کا بہت سا حصہ آپ کی تصانیف سے صحت کیا گیا' اس طرح جو واقعات جدید معلوم ہوئے اُن کے لئے ہمیں ان کی تصانیف کا ممنون ہونا چاہئے'

خاندان کی اصالت

جو اصحاب شریف صحیح النسب ہوتے ہیں' وہ اپنے شجرے دیوتاؤں اور پیغمبروں سے نہیں ملاتے بلکہ اپنے اعمال و افعال سے اپنے شجروں کا پتہ بتلاتے ہیں' "رائے رایان"

اپنی اصول پر کاربند ہیں، وہ اگر چاہتے تو سلسلۂ نسب برہما جی سے یا اشیشو ستھاماں یا بلی بیاس مارکنڈے یا پکشن ہنومان یا پرسرام سے ملا دیتے، نتیجہ اس کا کوہ کندن و کاہ بر آوردن ہوتا وہ مردِ صالح اپنی اصلیت پر ناز کرتا ہوا اپنے اشغال کا پتہ بتلاتا ہے کہ ہمارے بزرگ برہمن تھے اور برہمن بھی وہ کہ جو شاستروں کی رو سے برہمن ہیں، جن کا کام ظاہر و باطن کی آگاہی تھا، اور مراتبِ صورت معنی کے پاسدار تھے، یہ تو مختار ان سے سن لیجئے، وہ اپنی زبان میں اس طرح ادا فرماتے ہیں:-

"قدما از اہلِ زنار برہمناں اعتبارے و امتیازے داشت اگرچہ بہ عرف و عادت بجہت کسبِ معیشت باشغال مختلفہ روزگارے بپردازند ولیکن بہترین شیوۂ این طائفہ آنست کہ پاس مراتب صورت و معنی داشتہ آنچہ کہ در کتبِ معتبر قدیم دربارۂ این گروہ ثبت گشتہ عمل نمایند و آگاہی ظاہر و باطن را عنوان جریدۂ اعمال خود سازند"

خاندانی مصروفیات کسی مورخ فارسی و اردو نے یہ دریافت کرنے کی زحمت نہیں فرمائی، کہ آپ کے والد بزرگوار کا کیا نام تھا، اور وہ کیا شغل رکھتے تھے، کس طرح گذرتی اور کس طرح گذاری، سخت افسوس ہے مغلیہ سلطنت کے اسلامی مورخان پر، کہ جنہوں نے رکنِ رکین دولت، وزیرِ مالیات، منشیِ بے بدل، سفیرِ کامیاب، ایسے فاضلِ اجل کے حالات سے اس قدر چشم پوشی فرمائی، اگر وہ اپنے حالات خود تحریر نہ کرتے تو آج ہم نہ تو ان کے حالاتِ خاندان معلوم کر سکتے نہ ان کے والد بزرگوار کا نام پاتے اور نہ ان کے مشاغلِ زندگی کا پتہ ملتا، ان کی تحریرات سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا کہ آپ کے بزرگ آپ کے دادا تک سری منو مہاراج کی تقسیمِ زندگی کے عامل تھے، یعنی برہم چریہ آشرم، گرہست آشرم، بان آشرم، سنیاس آشرم۔ یعنی وید مقدس کے احکام کے اعلیٰ و ارفع موافق زندگی بسر کرتے تھے، آپ کا یہ بیان اس وجہ سے قابلِ قبول ہے کہ اسلامی عہد میں آپ کی ذات ہر طرح کی ہندی خوبیوں کا جلوہ دکھا رہی تھی، اور جو برائیاں اس مذہب میں پیدا ہو گئی تھیں، ان سے آپ کا خاندان بالکل مبرا تھا، اسی دل اور دماغ کی بدولت اسلامی سلطنت میں قابلِ رشک عروج پایا، نیک خاندان کے نیک بنیاد جوان ہر ایک وقت میں عزت پاتے ہیں، نالائق اپنے ہی گھروں میں جوتیاں کھاتے ہیں۔

دہرم داس منصبدار

اکبرِ اعظم کا زمانہ تھا کہ آپ کے والدِ بزرگوار پنڈت دہرم داس نے سنسکرت کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد فارسی پر دستگاہِ کامل حاصل کی، اکبر کی مرنجان مرنج پالیسی نے ہندیوں کو اپنی طرف کھینچ لیا تھا، ادھر ہندی یہی چاہتا تھا کہ اُس کے انتظامِ سلطنت میں شریک ہو، چنانچہ آپ نے مغلیہ سلطنت کی ملازمت میں داخل ہو کر ایرانی فاضلوں کے پہلو بہ پہلو دادِ کامرانی دی، اور پھر ترقی پا کر منصبدارِ سلطنت ہو گئے، مدتوں عہدے کے فرائض انجام دیتے رہے، چونکہ خاندان کے جدید دستور العمل زندگی کی پہلی منزل تھی، اسلئے قدیم دستور العمل کی طرف طبیعت مائل ہوئی، شعارِ عمر کے تقاضے پر ملازمت سے مستعفی ہوئے، اور سنیاس آشرم میں داخل ہو گئے، رائے رایان یہ طولانی داستان ان مختصر الفاظ میں قلمبند فرماتے ہیں:-

"آبا و اجداد ایں خدمت اعتقاد بغیر قدیم خود عمل مے نمودند تا کہ نوبت بہ دہرم داس پدرِ ایں فقیر رسید، آں مخدوم نویسندہ کاردانی بود، مدتے در سلک منصبداران خاصہ شریفہ انتظام داشت، بعد ازاں بے ثباتی روزگار را دریافتہ، استعفائے خدمت و منصب نمودہ، در گوشۂ عافیت نشست"

ایک جگہ لکھتے ہیں:- "از آنجا کہ فقیر را سلوک و آئین قدیم برہمن است، پدرِ فقیر بود"

پھر ایک جگہ مطلع فرماتے ہیں:- "پدرِ فقیر گرچہ شاعر بود، اگرچہ در لباسِ ظاہر مشابہت با اہلِ تعلق داشت اما در عالمِ باطن خود را از اہلِ روزگار نمیدانست، ہمیشہ ایں مصرع بر زبان داشت" ؎

"صاف بودن بہتر از آلودگی"

تاریخ و سالِ ولادت

مورخوں اور تذکرہ نگاروں نے آپ کا تذکرہ محض علمی خدمات تک محدود رکھا اور وہ بھی ناقص و نامکمل، ایسے استادِ زماں، ادیبِ فارسی کے واقعاتِ زندگی، سکندری قصے کہانیاں بن گئے اور آج یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ آپ کب اور کہاں کس خاندان میں پیدا ہوئے، خدا بھلا کرے منشی سیل چند کا کہ جنہوں نے ان کے حالات لکھے اور خوب لکھے، مگر افسوس کہ یہ کتاب دستیاب نہ ہوئی، مارہروی اسی سند پر لکھتے ہیں کہ چندر بھان [illegible] میں بمقام آگرہ[1] پیدا ہوئے، اس حساب سے

[1] حضرت تمنا اللہ آبادی لکھتے ہیں:- کہ مطالعہ چہار چمن اور دیگر کتب تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ بمقام "لاہور" پیدا ہوئے" [illegible]

آپ نے ۹۱ سال کی عمر پائی، اور یہی وہ عمر ہے جو آریہ ورت کے جگر گوشوں کو نصیب ہوتی ہے۔

نام و تخلص آپ کا نام پنڈت چندر بھان تھا، اور تخلص برہمن فرماتے تھے آپ کے بزرگ نسل بعد نسل سنسکرت کی گیتائی کے مالک تھے، اور اسی لحاظ سے پنڈت کہلاتے تھے۔ آپکی خاندانی عقیدت آپ کے رگ و ریشہ میں سرایت کرچکی تھی، اور اسی پر آپ کو فخر تھا۔ آپ کی اس جرأت کی کیا داد دیجئے، کہ جس نے آپ سے اس پُر آشوب زمانے میں برہمن تخلص انتخاب کرلیا،

موّرخوں کا حسد جس قدر تاریخیں ہندیوں اور مسلمانوں نے لکھیں، اُن میں سے کسی تاریخ میں آپ کے مفصل حالات نہیں پائے جاتے، یہ بغض و حسد قابلِ افسوس ہے، اگر یہ خود مجموعۂ نگین مرتب نہ کرتے تو شاید یہ احسان فراموش دنیا ان کا نام اور کلام بھی بھلا دیتی، مگر کون ہے جو اپنی غلطی جو در حقیقت ملکی غداری ہے، تسلیم کرے،

وطن وقائع نگار جو سوانح عمری لکھنے کے مدعی ہیں، تحقیقات و واقعات کا خون کرتے ہیں، چار سطریں لکھیں اور اپنی دانست میں حقِ وقائع نگاری ادا کر دیا، اس خبط کے خبطی وقائع نگاران میں آپ کے وطن کی نسبت بھی اختلاف ہے، لیکن یہ عقدہ آپ کے انشاء چہار چمن کے دیباچہ سے کھل جاتا ہے، آپ پتہ دیتے ہیں:-

"این نیاز مند بہ دار السلطنت لاہور کہ بمقتضائے لطافت آب و ہوا و اقسام خوبی ہائے کہ [illegible] حالات
...... سے ندرسیدہ" الخ

اس سے پایا جاتا ہے، کہ آپ کا اصلی وطن لاہور نہ تھا، جو صاحب جاہ اپنے زمانہ عروج میں اپنے وطن میں اپنی جاہ و بزرگی جتانے اور وطن دوستی کی قدر کی آرزو رکھتا ہے، آپ نے اپنے ایام ملازمت میں جو تعمیرات کرائیں، اُن کا فخر اکبر آباد کو حاصل ہوا، سبب اسی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ آپ کا اصلی وطن دہلی تھا نہ لاہور۔

۱؎ مرزا سلطان احمد کی بکرودی کا [illegible] صفحہ ۱۰ پر درج کیا گیا ہے مرزا صاحب نے لفظ "خواجہ" کی بحث اُن کے ذکر میں خواہ مخواہ چھیڑی، ملا محمد لسے ایمان کا یہ کوئی لقب تھا نہ خطاب، لہٰذا مرزا صاحب ثابت کر سکے، "بہار سناسی"

۲؎ صاحب مخزن شعرا بھی اصلی وطن دہلی تحریر فرماتے ہیں، بہار سناسی

۳؎ مرزا صاحب [illegible] و محمد سعید احمد لاہور، بہار سناسی

بلکہ اکبرآباد تھا۔ اب ہم یہاں کی معاشی قابلیت اور ذکاوت کے اعتبار سے دیکھنا تھا کہ کیا خاکِ اکبرآباد ایسا فرزند پیدا کرنے کی اہلیت رکھتی ہے، جب ان کی زبان اور کلام پر غور کیا جاتا تھا تو ہمیں شبہ پیدا ہوتا تھا کہ حقیقتاً ایسا صاحبِ طبع اکبرآباد کی سرزمین پیدا کرنے کے ناقابل ہے، یہ ضرور کشمیری ہونگے اور ترکِ وطن کے بعد آگرہ میں سکونت اختیار کی ہوگی، آپ کے والد نے قصبہ "جونپور" مضافات اکبرآباد میں جو وفات پائی، اس سے بھی خیال کیا جاتا ہے کہ کشمیر کے بعد آپ کا وطن مضافات اکبرآباد میں تھا۔

ان ہی ایام میں میرے خاص محسن اور زیرک عزیز پنڈت سوبج پرکاش صاحب ایم اے پینچ کو مقام گوالیار جانے کا اتفاق ہوا، جبکہ دیوان کی ترتیب زیرِ نظر تھی، شاہی کتب خانہ دیکھتے دیکھتے انہیں ایک مطبوعہ کتاب موسوم بہ "چمنستانِ کشمیر" کی سیر کا موقعہ ملا، یہ کتاب پنڈت نرنجن ناتھ صاحب عرف صاحب تخلص مشتاق خلف آنریبل پنڈت کشمیر ناتھ وکیل ہائی کورٹ و ممبر کونسل حضور وائسرائے نے ناصری پریس [illegible] آباد میں ایک سو سے زیادہ صفحوں پر ۱۸۹۰ء میں چھپوائی ہے۔

جہاں اس میں کشمیری شعراء فارسی و اردو کے نام و کلام درج کئے گئے ہیں، وہاں پنڈت رائے چندربھان برہمن "کشمیری" درج کئے گئے ہیں اور غزل بطور نمونہ کلام بھی دی گئی ہے۔

مشتاق صاحب کی تحقیقات ہم سے مشتاقِ تحقیقات کی بڑی رہبری کا باعث ہوئی، آپ کے بزرگ عام اہلِ کشمیر کی طرح کشمیر سے آئے، اور جہاں پناہ دیکھی، وہیں قیام کیا، اور پھر ہندوستان میں ہر جگہ پھیل گئے، پروفیسر کے ایم مترا ایم اے "فہرست کتب ریاست کپورتھلہ" کے صفحہ ۸۸ پر لکھتے ہیں کہ "رائے چندربھان پٹیالہ کے تھے" ممکن ہے کہ پروفیسر صاحب نے بٹالہ لکھا ہو اور شاید پھر کمپوزیٹروں نے پٹیالہ بنا دیا ہو، مگر بٹالہ بھی بلا تحقیق ہی لکھا، اس لئے ہم اسے صحیح نہیں سمجھتے، اس تحقیقِ حال کے بعد ہم نے تصانیفِ برہمن پر کامل غور کیا، وہاں سب کچھ مل گیا، سمجھنے والے سمجھ لیں۔

"آں شکستہ دل درست اعتقاد چندربھان برہمن کہ شکستگی طبع دل را باعث درستی حال خود میداند، برہمن زادۂ ملکِ پنجاب است۔"

اسی سلسلہ میں پھر لکھتے ہیں: ”برہمن مولد و منشاء من بنیاد مند شہر دار السلطنت لاہور است“

برآمد از لبِ ہندی نژاد ان نکتہ سنجد ° زبانِ فارسی بود ترکی و تازی شدہ اند

تعلیم و تربیت

آپ کی خاندانی علمی و ادبی فضیلت متقضی تھی کہ آپ کو آپ کا مہاتما والد بزرگوار اپنے خاندان کی روایات کے موافق تعلیم دے، اس لئے حسب رواج خاندانِ اوّل اوّل آپکو سنسکرت و بھاشا کی تعلیم شروع کرائی گئی۔ پھر آپ نے وِدوان آچاریوں اور گنوان پنڈتوں سے سنسکرت کے ہر شعبہ علم کی مکمل تعلیم پائی، اور جلد ہی حالتِ جذب طاری ہوگئی، خاندانی علم سے فراغت پاکر اور مذہبی کتب مقدسہ سے اپنی قسمت کے آئنہ کو جِلا دے کر آپ کو آپ کی ہمہ دان طبیعت نے فارسی و عربی کی طرف مائل کیا۔ اسلامی اخلاق و ادبیات سے فارسی و عربی کی تعلیم نے کماحقہ واقفیت کرائی، جب مروجہ کل کتب اخلاق، و ادب و تواریخ و زبان دانی کا بغور مطالعہ کیا، نظم و نثر فضلائے ازمنہ قدیم و جدید کی ہر طرح کی تصانیف نقادی کی نگاہ سے دیکھیں، مطالعہ کی کثرت ہر طرح کی تعلیمی و تربیتی تجربہ کا باعث ہوئی، بہت جلد فاضلوں میں شمار ہونے لگے، صاحب[2] و کتاب، معاملہ فہمی، تحریر و تقریر میں کارگذار اہلکار ثابت ہوئے، نظم و نثر، انشا پردازی، واقعہ نگاری، اور جذبات کے ادا کرنے میں بے نظیر تھے، نظم و نسق کے منتظم تھے، اور جبّت طرازی کے بادشاہ، ہندی خیالات و جذبات جس انداز سے فارسی میں ادا فرماتے تھے، اس بنا پر کہنا پڑتا ہے کہ آپ کے دماغ نے زبانِ فارسی میں ایک نئی روح پھونکی، طبیعت ایسی موزون واقع ہوئی تھی کہ اہلِ زبان ان کا کلام سُنکر دنگ رہ جاتے تھے، وزرائے عالیشان، امرائے عالی مقدار ان کو عزیز جانتے تھے، ان کے اشعار اُن کے قلوب پر خاص اثر ڈالتے تھے، وہ دن رات دربارِ مغلیہ کے علاوہ اہلِ تصوف سے صحبت رکھتے ہوئے اپنی تعلیم و تربیت مکمل فرما رہے تھے، اور اُکی صحبت میں درویشانِ کامل جمع رہتے تھے، آپ کی مذہبی تعلیم نے زیادہ وہیں تربیت پائی، وہاں اپنا کلام حقائق و معارف کے پُر جوش خیالات سے بیدریغ کر دیا، اور سچ تو یہ ہے کہ ہند کا سچا ہندو ہو کر زبانِ فارسی میں ایرانی فاضلوں کا ناطقہ بند کر دیا، بلاغتِ تحریر کسی بڑے سے بڑے شاعر کی مجال نہ تھی کہ سبقت لے جاسکے، آپ کا قلم شاہِ اقلیمِ سخن تھا۔

---

[1] صفحہ …
[2] سفرنامہ برہمن صفحہ … معنی حسرت موہانی … اگست ۱۹… (…)

اور زبان فارسی علم بیان، فصاحت و بلاغت اُن کی جان، صحت و صفائی اُس پر قربان جس سخندان کی ذات میں ایسی خوبیاں ہوں وہ برہمن سے نظیر پایا جائے، اور ایسا کون انسان ہے کہ جس کا ایسے دل و دماغ کے ساتھ السنۂ سنسکرت، عربی اور فارسی پر کمال عبور ہو حقیقت یہ ہے کہ برہمن برہمن تھا اس کا کوئی جواب نہیں، نہ آئندہ ایسی تعلیم و تربیت کوئی پائے نہ برہمن پیدا ہو، کیونکہ انگریزی نے سنسکرت، عربی اور فارسی کی فضیلت بے ضرورت کر دی،

رائے رایان کی تعلیم و تربیت کی نسبت جملہ مورخین کا ہمارے بیان سے اتفاق ہے، رائے رایان بیدالقات و حقائق اپنے ایک رقعہ میں خود تحریر فرماتے ہیں، اور جیسے وہ تھی، انہیں اُس پر خود ناز ہے :-

"چوں از عنفوان شباب ایں برہمن عقیدت کیش را میل و رغبت بدریافت حقائق شعر و انشاء بود بسید و بعد فراغ مطالعۂ کتب و تواریخ و نسخہائے نظم و نثر متقدمین و متاخرین اقتضائے سعادت ازلی نقش خدمت عبودیت درگاہ سلاطین پناہ سلیمان جاہ و صحبت وزرائے عظیم الشان عضدالخلافت آصف خاں سپہ سالار و علامی افضل خاں رکن السلطنت الخاقانی و علامہ سعداللہ خاں درست نشست"

بچپن ہی میں حالتِ جذب طاری ہوگئی تھی

صحیح تعلیم و تربیت کا یہ نتیجہ ہوا کہ آپ پر بچپن ہی میں حالتِ جذب طاری ہوگئی اور یہ جذب ایسا کہ انہیں قبل از وقت سنیاس آشرم اختیار کرنا پڑا، اپنی حالتِ ابتدائی کا بیان اس طرح فرماتے ہیں :-

"دنیا ئے کہ ایں رند وادیٔ تسلیم و رضا ما بود بس آزادی در سر افتاد، سوزش مجہ، دل دماغ را فت، وچوں در عین گرمیٔ ہنگامۂ شباب جوش و خروش ہوائے طلب افتاد صحبت بعضے از فقرائے جمعیت دست دل داد، سکینہ و آرامے پیدا شد و جمعیت باطن نصیب گردید"

رائے رایان نے اپنے فرزند پنڈت تیج بھان کو ایک مفصل خط لکھا ہے جس میں انہوں نے اپنی ابتدائی اور درمیانی و آخری زندگی کی سب کیفیات درج کی ہیں، اس خط سے آپ کے ذاتی حالات پر بڑی روشنی پڑتی ہے، ان حالات کے ساتھ اس خط کا مطالعہ از بس ضروری ہے ایک جگہ پر لکھتے ہیں :- دیکھو صفحہ ۱۳۱

آئین بنیاد نہند اگرچہ گونہ بہ شاہِ ایں صورت است کہ آگاہ از اندیشہ عاقبت غافل ہست و باوجود انواع تفرقہ جو اوقات روزگار جمعیت خاطر را از دست نمی دہد و در ہر کشود ہو کہ نشاں از گوشہ نشیناں و کنج گزیناں می یابد، خود را بہ اختیار رسانیدہ لحظہ وقت را خوش می دارد"

برائے ایران کی خوشخطی

بیچ نشستیِ خط خواہش از صحیفۂ دل
بے نوشتہ برہمن شکستہ تعلیق

خطاطانِ ایران و توران اور کاتبانِ کشمیر سے بڑھ کر اور کون خوشخط ہو سکتا ہے، چونکہ آپ نے اوائل عمر میں کشمیری پنڈتوں سے خط کی اصلاح پائی تھی، اسلئے آپ کے خط میں ایک خاص نزاکت اور کشش تھی، خطِ نستعلیق، شکستہ، غبار، گلزار، طغرا، توام، کوفی وغیرہ وغیرہ کے کامل خطاط تھے، مصوری اور گلکاری کے گلزار کہلاتے تھے، ہمن پرستارانِ خوش الحان چھپاتے تھے، آپ کے خطوں کے نمونے ایران تک اہلِ شوق منگواتے تھے، مقبروں میں رکھتے تھے، اور ایوانوں کو سجاتے تھے، کمال خواہ کسی چیز کا ہو، زوال و ادبار سے بچاتا ہے، چنانچہ جب علامی **افضل خاں** کی موت سے اس کے متوسلین پر تباہی آئی تو آپ کے خطِ شکستہ ہی نے امواجِ ستم کا مقابلہ کیا، اور انہیں شکست دی، برہمن کو اپنے قلم کے بیان اور لباس پر جو ناز تھا، آپ کے خطِ شکستہ کی کلک نے شاہجہان کے غرق ہواؤں کے کنول بادل کو جو شکست دی اُسے آپ اپنی آنکھوں سے اگلی سطروں میں دیکھیں گے،

سلہ "نقائم نوشتہ جات ایں بنیاد مند در ایران و توران شہرت یافتہ اند و باطراف و اکناف ہندوستان و ہر ملک و دیار رسیدہ الخ" "چہار چمن"

ایامِ مکتب کے ملتفتی

جب آپ حالتِ طالب علمی میں تھے، آپ کو ایک روز **فتح چند** فاضل نواب **ملتفت خاں** کے مکتب سلہ میں لے گئے کہ جہاں نواب صاحب کسب کمال میں مشغول تھے، شروعِ جوانی کے عالم میں ہنگامہ سخندانی گرم رکھتے تھے، اور طرح دیتے تھے، وہ برہمن کے کلام سے ایسے مانوس ہوئے کہ آپ کو اپنا رکن بنایا، یہ ہفتہ میں ایک دفعہ جاتے تھے، اور اپنا کلام سنا کر سب کے متعلق لگاتے تھے، نواب دل سے مہربانی فرماتے تھے، آپکو اپنا ہم مکتب بنایا، نواب جوان ہو کر بادشاہ کے

سلہ منشیات برہمن خط بنامی نواب ملتفت خان،

معتقدِ خاص ہوئے مگر برہمن کے دل سے قدردان رہتے، ایسے اور بہت سے اصحابِ ثروت آپ کے ہم صحبت تھے، اور اپنے عروج میں سب سے محبت فرماتے تھے۔

دیوان خانہ ہائے ایران

زمانۂ قدیم میں بادشاہوں اور وزیروں کے دیوانخانے نقش و تصاویر اور نالائق تصاویر سے مزین نہ کئے جاتے تھے، بلکہ مذہبی تصاویر اور پُر نصائح تحاریر سے سجائے جاتے تھے۔

برہمن نے عنفوانِ شباب ہی سے اپنا دیوان خانہ کلامِ ادب و اخلاق سے آراستہ کیا تھا، اگر ایک طرف مذہبِ برہمنہ کے مقدس گرنتھ اُن کے دل و دماغ کو نور پہنچانے کے لئے دیوانخانہ کا ذخیرہ بڑھا رہے تھے، تو دوسری طرف فارسی زبان کی اخلاق و ادب کی کتابیں اِس آفتابِ علم کے ایک گوشہ کا ہار بن رہی تھیں، وہ خود لکھتے ہیں:۔

"مجھے اپنی جوانی میں ..... حکیم شفائی، مولانا روم، شمس تبریز، شیخ فریدالدین عطار، شیخ سعدی، خواجہ حافظ، شیخ اوحدی کرمانی، عنصری، ملا جامی، ملا رومی، حکیم قطران، اسجدی، فردوسی، فرخی، ناصر خسرو، جمال الدین، عبدالرزاق، کمال اسمٰعیل، خاقانی، انوری، امیر خسرو، حسن دہلوی، ملا عرفی، ظہیر فاریابی[1] وغیرہ کا کلام اچھے پڑھنے اور سمجھنے کا موقعہ ملا۔"

ظاہر ہے کہ یہ علماء و اسلامی بزرگ ہیں، کہ جن پر اسلامی ادبیات و اخلاق کا خاتمہ ہو جاتا ہے، برہمن نے اپنی طبیعت ہمہ داں پائی تھی، تحقیق کا مادہ تھا، دماغ صاحبِ ایجاد کی طرح ایک چھوٹی سے چھوٹی بات کے معلوم کرنے کی طرف دوڑتا تھا، ابتدائی زمانہ کے بعض اہلِ اسلام بھی ایسے ہی عالم گذرے ہیں کہ جنہوں نے مذہبِ برہمنہ کی مشہور کتابیں عربی اور فارسی میں ترجمہ کر کے اپنے علمی و ادبی ذخیرے سے معمور ہو سکے۔

میر عبدالکریم میر عمارت تعمیر ممتاز محل اور بنیاد برہمن

کوئی قوم خواہ کیسی ہی قومی بیداری کا تباہ کن جذبہ رکھتی ہو، لیکن رب العالمین کا حکم عام ہے، اور کہا گیا ہے، کہ ایک دوسرے کی مدد بغیر دنیا میں ایک سانس تک نہیں لے سکتا، جو ایسا کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ اپنی گلو تراشی آپ کرتا ہے، آپ بھی مرتا ہے، اور قوم کو بھی لے مرتا ہے، صدیوں تک اس کی قوم کے

[1] ـ رقعہ بعزیزی میں خواجہ سیالکوٹی کی یاد بہ ہمہ کیفیت قابلِ مطالعہ ہے۔

[2] ـ آپ نے جو خط اپنے بیٹے کے نام لکھا اُس میں اسامی دار تفصیل لکھی ہے، ملاحظہ ہو صفحہ ۵۲۔

بے گناہ افراد مظلوم قوموں کا تختۂ مشقِ ستم بنے رہتے ہیں، دُنیا میں قومی پاسداری ایک ستم ہے، اور یہ ستم زیادہ اُن پر ٹوٹتا ہے، جو ستم کرتے ہیں، انسانی ہمدردی دُنیا میں امن پھیلاتی ہے، شور و فساد مٹاتی ہے، افسوس ہے کہ آجکل پاسداریٔ مذہب ہی ملک کی سچی خدمت کہلاتی ہے، اور یہی ہم پر آفت لاتی ہے، یہ چند سطریں بدیانت برہمن کے طفیل ہم کو لکھنے کا موقع مل گیا، اور یہ اسی ہمدردِ خلائق کی پاکیزہ تعلیم کا نتیجہ ہے،

میر عبدالکریم برہمن کا ذکر رائے رایان ہر مقام پر بڑی عزت و احترام سے فرماتے ہیں، لاہور کے صوبہ دار تھے، یہ فاضل اور صالح تھے، دورانِ تعیناتی لاہور عمارات کی تعمیر شروع کی اور اُن کے محلِ وقوع، خاکے، بیل بوٹے، کتبہ جات کے انتظام میں مصروف ہوئے، تو دُنیا بھر کے مستری، خطاط، مصور، سنگ ساز طلب کئے گئے، آپ بھی مُلا صاحب کی خدمت میں کسبِ سعادت فرماتے تھے، یہ سب ابتدائی کام آپ کے سپرد ہوا، اُس وقت آپ کی لیاقت نے گل گلزار کھلائے، اور یہ سب کام کاج اِن ہی کے زیرِ نگرانی ہوتے رہے، محض اس وجہ سے کہ عمارات کے نقش و نگار اور کتبہ جات کے ساتھ حساب و کتاب کی درستی ہوتی رہی،

لاہور کی تعمیرِ عمارات شاہ کی خوشنودی کا باعث ہوئی، مقبرۂ ارجمند بانو ممتاز الزمانی **ممتاز محل** کے لئے **آگرہ** پسند فرمایا گیا، شاہ نے اس عالیشان تعمیر کے لئے **مکرمت خاں** اور میر عبدالکریم[۱] مامور فرمائے، ملا صاحب نے یہ بے نظیر کام اِن ہی کے زیرِ اہتمام کیا، آپ کی طبع خداداد نے روضۂ ممتاز محل پر جو گلفشانی فرمائی، اُس کی تفصیل سے ہم بے خبر رکھے گئے، مگر یہ ضرور تسلیم کرنا پڑے گا، کہ اگر ان کی خدمات بے نظیر نہ ہوتیں، تو آپ کی شہرت کا شہرہ دربارِ شاہی تک نہ پہنچتا،

افضل خان وزیرِ اعظم شاہجہان و فضیلتِ رائے رایان

عہدِ مذکور میں کاملانِ دہر کے کارنامے ہر کس و ناکس کے کانوں تک پہنچانے کے لئے اخبارات نہ تھے، مگر اس زمانے میں ہماری طبائع بھی ایسی تنگدل اور تنگ نظر نہیں تھیں، جیسا ہوتا تھا، بلا خیال کسی ذاتی مفاد و نقصان کے ملک میں اُس کا ہنر ہی مشہور کیا جاتا تھا، لیکن

[۱] ایں نیاز مند فیض تربیت، ملا عبدالکریم است (چہار چمن)

قبل از صبح اشتہار کا اہم دینی تعلیم برہمن کی لاہور اور آگرے کی علمی خدمات کی شہرت دربار تک پہنچی، علامی افضل خان شیرازی وزیرِ اعظم شاہجہان کی فضیلتِ علمی اور عام رواداری کے ڈنکے ملک کے کُل دوروں میں بج رہے تھے، جس کمال کے کمال اور بزرگی کے ہنوز کا ذکر سُنا، بلا لیا تو اپنے فضل و کرم سے شاہجہانی سلطنت کا ذمہ دار بنا کر ضروریاتِ زندگی سے فارغ البال کر دیا۔ برہمن صاحب سے علامی صاحب کی علمی شہرتوں کی تصدیق ہوئی تو انہیں اُن نے مانگ لیا، لیاقت کے ساتھ دیانتداری کار روائی، ہوا خواہی نے اعتبار بڑھایا، دنوں ہی میں لیاقت کے شہرہ کی آنکھوں نے تصدیق کی جلدی صاحبِ اعتبار سمجھے جا کر دیوانِ اعظم بنائے گئے،

آپ نے علامی موصوف کی خدمتِ بابرکت میں رہ کر جو جو خدمات انجام دیں، وہ تا حال پردۂ اخفا میں ہیں، اگرچہ وہ کہا جا سکتا ہے کہ علامی موصوف انہیں ایک بزرگ سمجھتے تھے، اور باپ سے زیادہ اُن کی جان[2] و مال کے محافظ تھے، دنوں ہی میں کہیں سے کہیں پہنچا دیا، مگر اپنے سے علیحدہ نہ کیا، سچ ہے ؎

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز

[1] سیر المتاخرین میں لکھا ہے کہ: شاہجہان نے اپنی عمر کے ۴۳ سال میں اپنی تخت نشینی کا دوسرا جشن (بروز دوشنبہ ربیع الاول ۱۰۳۸ھ / ۱۶۲۸ء) منایا، ہندی جگ روتی مہاراجگان کی تقلید میں اپنا تُلادان کرایا، جو ایک دفعہ سونا چاندی اور دوبارہ جنس غلہ سے کیا گیا، ۴ رماہ رجب کو جشنِ نوروز منایا گیا، ارادت خان دکن کی صوبہ داری پر تعینات کیا گیا، اس کے بجائے علامی افضل خان شیرازی کو جو شاہجہان کی ایامِ شہزادگی میں دیوان تھا، سلطنت کا دیوانِ اعظم بنایا گیا، گویا کہ مملکت کے جملہ سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا گیا، کسی شاعر نے تاریخ لکھی ہے ؎

شُد فلاطون وزیرِ اسکندر

جب شاہجہان نے اپنے جلوس کے گیارہویں سال میں ۲۴ ذیقعدہ کو جشن منایا، علامی موصوف

[1] متن میں نوٹ ملاحظہ ہو۔

[2] ضمیمہ میں "بکعبہ بردم" ملاحظہ کرنا چاہئے،

[3] آپ اس عہدہ کی رو سے بمقام لاہور ۱۲ رمضان جلوس سنہ دوازدہم کو انتقال فرمایا،   نہال ستامی

اُنسی سے ہفت ہزاری بنائے گئے، آپ کا اصلی نام ملا شکر اللہ شیرازی تھا" (نقاد)

افضل خان کے توسل سے دربارِ شاہی میں رسائی

سنہ شاہ شروع میں رائے رایان، افضل خان کے کامل اعتماد بنے، جب آپ نے آپ کی علمی لیاقت اور اہلیت کا پورا پورا اندازہ کر لیا، تو آپ کو فرمایا کہ میں جب آصف خان[1] خانخاناں سے ملوں گا، آپ کا تذکرہ اُن سے کروں گا کہ وہ بڑے علم دوست ہیں، مگر اتفاقات سے یہ موقعہ نصیب نہ ہوا، اور آپ افضل خان ہی کے پاس رہے، پھر آپ ہی نے شاہی دربار تک اُن کی رسائی کرائی،

سفرِ کشمیر و واپسی وطن (لاہور)

افضل خان اور چندربھان کے اتحاد اور صحبت کی گرمی کا تذکرہ بیان رائے رایان کی تصانیف میں جا بجا پایا جاتا ہے۔ خانِ معزز انہیں سفر و حضر میں ساتھ رکھتے تھے کیونکہ قالبوں کی یگانگی جدا نہ ہونے دیتی تھی، آپ اپنے سفرِ کشمیر کی واپسی کے حالات کس لطف سے لکھتے ہیں، اور کس شانِ احسان مندی کا اظہار فرماتے ہیں، اللہ اللہ اُس زمانے کے کیسے بزرگ تھے، کہ اپنی نمود و نمائش کا موقعہ پا کر بھی اظہار نہ فرماتے تھے۔

"در خدمتِ نواب علامۃ العصر والدوران افضل خان رخصتِ وطن حاصل نمودہ، از خطۂ دلنشین و بہشت بیفردوس آئین جنت نظیر کشمیر عازم شہر بہشت اساس لاہور گردیدہ، بعد انطوائے مراحلِ صعب و منازلِ دشوار و عقبہ کوہ ہائے سر بفلک کشیدہ و جبالِ گردوں سا کہ ہر یکے از آں بعلو مساوات بچرخِ اطلس مے زند بعبور نشیب و فراز گردیدہ و مسالک بقصبہ گجرات رسیدہ ......"

سیالکوٹ کے ذکر میں مطلع فرماتے ہیں:۔

"ملا گلشنی و نادری از شعرائے مشہور الملک انداز رسے الیقینہ۔ در منہا وآن جامع سخن است مبیدن ہمیں نیاز مند آمدہ صحبت رنگین داشتند"

علامی فہامی افضل خان وزیر اعظم اور رائے رایان

رائے رایان کی احسان مند طبیعت خانِ معزز الیہ کی زندگی ہی میں ثنا خوان نہیں رہی بلکہ اُن کی موت کے بعد بھی

[1] غلامی آصف خان منصب چہار ہزاری

قلم مروت رقم نے جہاں مختصر پایا ہے، حق نمک بھی ادا فرمایا۔ مطالعۂ تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ افضل خان اور مسند رایان یک قالب و دو جان تھے، پس راے رایان کی زندگانی لکھی جائے اور افضل خان کا اس میں ذکر نہ ہو، ایک ستم تھا، اس لئے ہم بغرضِ تکمیل تعلقات ممدوح خوان و ممدوح اس فاضل اجل کے حالات بھی مسند رایان کی زبان سے بازارِ شہرت میں مشہور کرنا چاہتے ہیں کہ یہ بھی ایک فرض حق ہے اور دکھانا ہے کہ برکت حق شناس اس طرح حق ادا کرتے ہیں: —

"چون ایزد کارساز نگاہِ لطف بحال کسے دارد، منظور نظرِ صاحب نظران ساختہ بصاحب نظر رساند، کہ نظر کیمیا اثرش خاک را اکسیر گرداند، در چنین گاہ این ذرۂ بیمقدار را از اتفاقاتِ حسنۂ روزگار بخواہش و مہربانی تمام در خدمتِ علامۃ العصر والدوران **افضل خان** شرف باریافت از غایتِ قدردانی لطف و عنایتے کہ زیادہ از حالت و حوصلۂ این نیازمند بود، مرعی و مبذول گردانیدند، و در ہمان وقت قطعہ از قلمدانِ خاصہ برآوردہ فرمودند کہ باین قلم بنویس و بعد ازین باین اسلوب تراش، و رفتہ رفتہ نسبتِ عبودیت از غایتِ یک رنگی عقیدت و صفائی طویت و درستی اخلاص و راستی محض و دوامِ خدمت بمرتبۂ محرمیت رسید، اگرچہ منشیان خوشنویس قاعدہ دان اہل **ایران و توران و ہندوستان** در خدمتِ آن مرحوم دانشور فرقہ فرقہ فراہم آمدہ بودند، و نظر کیمیا اثر آن بزرگ صورت و معنی بر ہمہ کس یکسان بود، اما بمقتضائے موافقت بخت و مساعدتِ اختر، نظر تربیت بیشتر بحال این ضعیف بود، مصداق این معنی آنکہ در وقتے کہ بندگان اعلیحضرت خلیفۂ الٰہی در دار السلطنت لاہور بتماشائی منزلِ آن خانِ بلند مکان از نزولِ اجلال فرخندہ این ذرۂ بیمقدار را بشرف کورنش و حضور و ملازمت سراسر سعادت اشرف اقدس اعلیٰ مستعد گردانیدہ بودند، نیز این سعادت ساختند، دیگر آنکہ خلیلے باین ہوا ضعیف مرحمت فرمودہ بودند کہ در سواری ہمیشہ بآن خانِ رفیع الشان ہمزبان میرفت و از طلوع نیر اعظم تا نصف اللیل در حاشیہ نشینان بزم کثرت و خلوت جا داشت، القصہ مسودۂ فرامینِ سعادت مقرر و موقوف باین شکستہ نویس بود، و اکثر اوقات اشغال این خاکسار را اسیر اشتغال صحبت میفرمودند، ان جملۂ این جہت ہائے ایشان بر جہت نظر ظاہر معنی بچشم دل دارم حجاب عینک چشم است، مو بمو بنا بر ہر گاہ صحبتِ معانی و مباحثۂ علمی بمیان می آمد، و باجتماع فضلائے و طلبائے جمعہائے مجلس منعقد میشد، این بندۂ خاکسار نیز در گوشۂ بساط جا می یافت، و آنچہ بر زبانہا میرفت بنوکِ قلم می آورد،

مقال کمالات ذاتی و خوبی صفات آن مغفرت نشان کسی و ذهنی آن علامه ... مستغنی البیان است و علاوه برین ظاهر است که عالم معنی و در عالم کثرت شاهد و مست ... و امی به طرف اشعار اکثر اوقات بر زبان آن خان شیرین بیان بوده رباعی

تا دوست ... منیم مسروم	از پاسخ طلب ... نشنیم سوم

گویند کرم ... ان دیده	آن ... من ... بودم

در ایام رحلت ... و توجه به عالم جاودانی اکثر ابیات شاهی ... سخن بر زبان داشتند و تا دم واپسین را ... این دو بیت میخواندند

گر ... دست گوهر من آئی	تا در آغوش کشم بگیرم تنگ تنگ

من از وجانی ستانم جاودان	او ز من ... بگیرد رنگ رنگ

در همان ایام بندگان اعلیحضرت خاقانی ظل سبحانی خلیفة الرحمانی با فر آن ... جاه و جلال ... دولت ابدی الاتصال با عیادت آن ... تشریف شریف ارزانی فرموده ... به عیادت ... آورده بودند وقتی که اعلیحضرت خلیفه زمان از غایت مهربانی و قدردانی دست مبارک به دست آن ... گذاشته استفسار حال ... نمودند آن خان ... به زبانی ... نسبت قدیم ... شکر از عنایت اقدس اعلی ... نموده بی اختیار ... آب از چشم ... پادشاه مهربان ... از مشاهده این حال ... ملاطفت آمیز ... حال آن خان والاشان ... به زبان الهام بیان ... چون خاصیت ... روزگار ... که عاقبت ... سپاه ... محو و ... ساختند ... بر ... آن ... روزگار ... هستی ... قدس شد ... چون وجود ... بود ... پادشاه عالم ... مکارم اخلاق ... آن ... که قریب یک قرن ... هندوستان ... امارت و وزارت با فراغت ... خلق ... رتبه ... اشتهار یافت ... عنایت خاص ... آن وزیر ... ظاهر گردانیده ... شهر رمضان ... اعلیحضرت ... شد وزیر خان حاکم پنجاب و معتمد خان بخشی و مکرمت خان میر سامان ... بندگان ...

آن ماہ برج ملک بقا بود کہ ہم صحبت تقاعد عالم فانی نشود و در انصرام تاریخ فوت آن خان رضوان مکان
یافتہ مصرع — رفتہ بزرگ گستہ نیک نامی

بعد از وقوع حادثہ خان حقیقت دان **امانت خان** کہ برادر حقیقی علامۃ العصر والدوران بود باستعفای
خدمت و ترک منصب نمودہ گوشہ عزلت گرفت و تارک تعلق شد و در یک منزلی لاہور سرائے دلکشاے
ساختہ در موضع احداث نمودہ الحال در ہماں مکان آمدہ آسودہ است و **عاقل خان** خلف
امانت خان کہ از آغاز حال در صحبت علامۃ العصر والدوران تربیت یافتہ بود و اندک فرصت
بخدمات عمدہ شاہ جہان میر سامانی و بخشی گری سربلندی یافت و آخر الامر در راہ **کابل** از مرور ایام
در عین جوانی نہال کامرانی او شکست الحال عزیز از نیک نامی و کامرانی در سلسلہ غلامی خانہ زادی فضلی
بہادر عاقل خان بطور خود زندگانی میکند و انجام عروج ۔ لہ

برائے ایران کے قدر دان رائے صاحب **تحفۃ الانوار** میں لکھتے ہیں کہ میں نے مشہور مشہور
فاضلوں سے فیض پایا۔ **آصف خان** خانخاناں سپہ سالار سے ملا اور عین شوق سخن کی حالت میں
افضل خان سے صحبت نصیب ہوئی پھر **اسلام خان** وزیر سے استفادہ نظم و نثر اٹھایا۔ حبیب
سعد اللہ خان وزیر سے تعلقات قائم ہوئے تو جمیع معلومات و مفہومات حاصل ہوئیں۔ وزیر **معظم خان**
نے اپنی خدمت میں کھینچ لیا، پھر وزیر اعظم **جعفر خان** نے تجربہ کار سمجھ کر مجھے اپنا معتمد بنایا اور جب سر دفتر
ارباب قلم ہندوستان **راجہ رگھناتھ داس** وزیر اعظم ہوئے، اُن کی خدمت کی ورنہ بغیر تجربہ کس
طرح آپ کی ہر جگہ قدر و منزلت نہ کراتا"

حضرت **بسمل کرانوی** حالات کی تحقیق فرماتے ہیں کہ:-
"شہنشاہ **اورنگ زیب** وغیرہ امراء وزرا **آصف خان** سپہ سالار اور وزیر اعظم **افضل خان**

لہ - ان سب کے نام ادب و تعظیم سے لکھ کر فرماتے ہیں۔ "چون کمترین بندگان چند ہجان از عنفوان شباب در خدمت و صحبت وزرائے نامدار و بزرگان عالی مقدار گذرانیدہ و صحبت ہائے رنگین و مجلس ہائے دلنشین مشاہدہ نمودہ" الخ دوسری جگہ اصلاح فرماتے ہیں: "کمترین بندگان را کہ از عہد وزارت افضل خان مغفور از صحبت وزرائے عظیم الشان گذرانیدہ ہمیشہ در صحبت اشرف و اعلیٰ در خلا و ملا قیام داشتہ" الخ

رکن السلطنت اسلام خان اور علامہ سعد اللہ خان وزرائے دربار شاہجہانی) آپ کے خاص قدردانوں میں سے تھے"

علامی موصوف کی رُوحِ افضل کی پرواز اور شاہِ سخن کی فضیلتوں کا آغاز

وزیرِ اعظم سلطنتِ مغلیہ نے اپنی عالمانہ فضیلت کی ایما پر برہمن کا نام و کلام قلمروئے سخن میں کلام سعدی سے بڑھ کر مشہور کرایا، بچہ بچہ ان کی لیاقت و زبان سے سبق پڑھ رہا تھا، ان کے ذکرِ علمی و فکر خیال مکاتب و محافل کی رونق ہو رہے تھے۔ اُمرا و وزرا مشتاقِ دید تھے، افضل خان کا علمی و ادبی شہرہ انہیں "علامی" کا خطاب دلا چکا تھا، ان کے علمی دربار کے دربان برہمن ہی تھے، علامی موصوف نے ۱۰۴۵ھ (۱۶۳۵ء) میں سکوارِ لاہوت کی خدمت میں زندگی نذر کی، یہ صدمہ برہمن کے لئے نہایت سخت تھا لیکن فضیلت کہتی تھی کہ "گھبرا مت" تو اس کا قائم مقام ہوگا

شاہجہانی عتاب و قہر برہمن پر کا باعث ہوا

عہدِ قدیم میں یہ بھی ایک شاہی رواج تھا کہ ہر امیر کبیر کی موت پر اس کی جائداد منقولہ و غیر منقولہ بحق سرکار ضبط کر لی جاتی تھی[1] چنانچہ علامی موصوف کی روح قبض ہوتے ہی امانت خان برادرِ حقیقی علامۂ موصوف معتوب ہوا، اور گھر آ کر پناہ پائی، شاہجہان نے ان کی تمام جائداد ضبط فرمائی اور حکم دیا کہ اس کے تمام متعلقین و ملازمین پیش کئے جائیں، حفظِ جان و آبرو صلاح دیتا تھا کہ اس سیاہ بختی میں محض "توقفِ تعجیل" ہی امداد دے سکتا ہے، چنانچہ برہمن مناسب توقف کے بعد موزوں موقع پا کر سب کو لے کر اسی سال لاہور پہنچے، آپ نے ایک رباعی خطِ شکستہ میں لکھ کر جیب میں رکھی، دیوانِ اعظم تھے، سب معتوبین و مغضوبین کو لے کر پیش ہوئے، بڑی جرح و قدح کے بعد رباعی پیش کی، مضمونِ رباعی جادو اور خط ایک سحر تھا، شاہ کی طبیعت پر بڑا اثر ہوا[2] اور نہایت محظوظ ہو کر وہ رباعی دستِ خاص سے قبول فرمائی، خط کی بڑی تعریف فرمائی، نوازشہائے شاہانہ سے مسرور ہو کر اسی وقت سلطنت کا میر منشی بنا دیا"

شاہے کہ مطیع او دو عالم گردد ۔۔۔ ہر جا کہ سر سمت پیش و خم گردد
از لطف بپرورش آدمی یافت شرف ۔۔۔ خواہد کہ شرف نصیب آدم گردد

[1] اوائلِ شہنشاہ محمد سعید احمد ... صفحہ ۱۴۲ ... دیکھو و غیرہ کے بعد اکبر خاص ... کا کوئی ... ضبط کر لیا"

برہمن کی قابلیت جس پایان کے نمایش کے قابل تھی، وہ درمیان جلوس فرما ہوئی، آگے تصحیح فتوحاتِ مدار المہام افضل خان کے ذریعے علم نظر آیا، تو رقعات نویسی حضور کا عہدہ پایا، نیز یہ خدمت سپرد ہوئی کہ شاہجہان کے دورہ میں ہمرکاب رہیں، اور روزنامچہ تیار کرتے رہیں، حسابِ سلطنت کی گرہ لیں درست کی۔

حق بحقدار رسید بادشاہ کی یہ علم نوازی آپ کی علمی قابلیتوں کی بہترین شہادت ہو گئی، تمام سلطنت میں آپ کی فضیلت کے ڈنکے بج گئے، شہزادہ دارا شکوہ بھی طور پر علم پرست تھے، دور دور سے اہلِ علم،

لہ: تزوزے بندگان... بادشاہ... ولا تہور... جلوس فرمودہ بودند... مکرر تحقیق پاسخ صدیہا شدہ دولت پیوند... بار داشتہ بحکم اشرف اقدس شرف نفاذ یافت، و متعلقان بخشوبان افضل خان مرحوم بحضور مبارک آوردند، چون این نیاز مند رسید لمعۂ سخنے پیش رفت حالی از درستی بود، بنظر کیمیا اثر در آمد پسند افتاد، و در اشعار این خاکسار کہ در سمع مبارک معلی رسید مدح تحسین یافت، و بمقتضائے مناسبت در سلک واقع نویسان حضور پر نور انتظام گرفت، و خدمتِ تسطیر پیاض خاصہ بادشاہی با این نیاز مند مقرر گشت، چنانچہ صد او کابل و کشمیر کیفیت ہر منزل و واقعہ ہر مقام را از خصوصیات آب و ہوا شکار بہ پیرو نوشتہ، بعرض ملازمان اعلیٰ رسانیدہ، بہمایون درہم شدہ، در آغاز حال این برہمن عقیدت کیش را بزبان الہام بیان ہندوستانی و فارسی دان مخاطب فرمودہ، و صد ہا سے حشمت یار ترکیب ہمراہ اشعار شعرائے مشہور از نظر اعلیٰ می گذشت، رباعی این نیاز مند بجاے جاہ و جلال میرساند، افتخار سرفرازی یافت، در وقتیکہ صدور آمد، مقدار اسلام خان صب المطلب اشرف و اعلیٰ بادشاہ دار السلطنت لاہور آمدہ بخدمت جلیل القدر دیوانی کل سرفرازی یافت، اعلیٰ حضرت خاقانی ظل سبحانی این نیاز مند را بمصالح کار دیوان اعلیٰ دانستہ بعہدہ فرامین جلیل بلند مکان منسوب گردانیدند، و سوا نحی نگاری و انشائے خدمتِ تقسیم و سوانح کل ممالک محروسہ کہ تعلق با اہل حساب دارد، نیز با این خیر اندیش متعلق گشت، و نقش صحت درست نشست، چون مدار المہامی خان مشار الیہ در بلدہ دلپذیر کشمیر بخدمت صاحب صوبگی دکن سرفرازی یافت، و عہدۂ اعظم وزیر اعظم علامۃ العصر والزمان سعد اللہ خان کو رتق و فتق مہمات شدند، خلیفۃ الزمان خدیو جہان شاہجہان بادشاہ غازی قدر دانی سعادتمندی این عقیدت کیش بحضور مقرب بارگاہ خان بلند مکان شرف کیفیت بادشاہی تقرر فرمودند، و خلاصۂ اوقات صحبت آن خان فلک پیشگاہ بادشاہی چنان است کہ از صبح و شام و از شام تا صبح بیکدل حاضر بودہ، و بمعرفت عقیدت ان کہ آن معدن فرامین الاستخراج الجنہ انتظام مہمات الانام بہ تبلیغ فرستادند کمترین بندگان حسب الحکم اعلیٰ بعبارت تسطیر اتصال مگارش حوادث از مہرایان آن معدن الکمالات بود، چون خان رفیع الشان بدرگاہ رسیدہ خطاب رائے رایان سرفرازی بخشیدہ، بخدمت سہ و ده نیم عزامین جہا بخلاع جہانیان اعتبار بخشیدند

صاحبِ کمال، وحدت وجود کے عالم جمع کئے تھے۔ اسی زمانہ میں رائے صاحب کی فضیلت شہرت
کے آسمان پر سورج بن کر اہلِ عالم کو فیض پہنچا رہی تھی، شہزادہ علم دوست آپ سے کیونکر بے خبر رہ
سکتا تھا، کچھ عرصے کے بعد آپ کی حسنِ لیاقت، تحریر و تقریر مذہبی مسلک نے شہزادے کو اپنا گرویدہ
بنایا، آپ کو بادشاہ سے مانگ لیا، اور اپنے دفتر کا میر منشی مقرر فرمایا، آپ ۱۰ سال تک اس اعزاز پر کامیابی
کے ساتھ ممتاز رہے، متعدد جن سنسکرت اور عربی وغیرہ کتب کو دارا شکوہ نے فارسی کا لباس پہنایا، وہ
سب آپ کی زیرِ نگرانی بعد نظرِ ثانی تیار ہوئیں، "سرِ اکبر" اپنشدوں کا ترجمہ اسی ضخیم و عظیم کتاب آپ ہی
کی محنتِ بے پایاں کا نتیجہ ہے، اور سچ تو یہ ہے کہ شہزادہ دارا شکوہ کی ہرگز ہرگز ایسی علمی و ادبی
شہرت نہ ہوتی، اگر وہ آپ کو اپنا میر منشی نہ بناتے، چونکہ شہزادہ موصوف شاہ اکبر کے راستہ پر چل رہا
تھا اس لئے یہ بھی تمام اس خدمت پر مامور رہ کر بڑی وفاداری اور لیاقت سے خدمت انجام دیتے
رہے، طبیعتوں کے میلان نے ایک کو دوسرے کا دلدادہ و شیدا بنایا، ملاحظہ ہو دیباچہ "مجمع البحرین"

متعلق سخن معمولِ رائے رایان

رائے رایان کی جو بھی عمدۃ الملکی علامی فہامی افضل خان وزیر اعظم
سے تھی، وہ اُس قدر دانی کا نتیجہ تھا، کہ جو علامی مرحوم رائے رایان کی فضلا
تھا، رائے رایان کی تصنیفات، علامی موصوف کی حیات بلکہ بعد از موت، علامی
گرامی کی توصیف و ثنا کے قصیدے سے پڑھا کرتے تھے، رائے رایان کا دل کس قدر شریف اور نیک واقع ہوا
تھا؟ وہ آپ کو مضمونِ گذشتہ سے معلوم ہو چکا

اسی قدر دانی کا تقاضہ تھا کہ رائے رایان ہر روز تازہ غزل لکھ کر علامی عظامی کو سنایا کرتے تھے
ناواقف کہیں گے کہ خدا معلوم افضل خان سے ذمہ دار امیر سلطنت کو اس قدر کہاں فرصت ملتی
تھی؟ دراصل فرصت تو ہر شخص کو ہر وقت رہتی ہے، اور آئندہ رہے گی، مگر طبیعت کے خلاف امور
پیش آمدہ کے لئے نہ کسی کو فرصت ہوئی ہے نہ ہوگی، چونکہ وزیر اعظم خود سخندان تھا، اگر وہ رائے
رایان کو طلوعِ آفتاب سے لگا کر آدھی رات تک اپنی بزم کثرت و خلوت میں جگہ نہ دیتے تو ستم تھا، جو
رنج و الم اور صدمہ جانکاہ ایسے مربی محسن کے انتقال سے احسانمند کو ہو سکتا ہے، وہ رائے رایان کو

ہوا، رائے رایان انہیں نہ فقط مخدوم سمجھتے تھے، بلکہ عالیشان سلطنتِ مغلیہ کے عمدۂ دانشور مانتے تھے،
اس لئے یہ صدمہ اور بھی سخت تھا کیونکہ انہیں سلطنتِ مذکور کی احیاء و بقا کا دلی خیال تھا،

آپ کے انتقال کے بعد نسبۃً فضلائے جہاں **سعد اللہ خان** کو قلمدانِ وزارت سپرد ہوا، آپ نے ان تعلقات کے تقاضے سے جدید وزیرِ اعظم کو بھی اپنا کلام نظم و نثر سنانا شروع کیا، ہمارا قلمِ ناقص رقم یہ روداد اس وقت تک مکمل نہیں کر سکتا جب تک کہ ہم رائے رایان کی زبان سے یہ بیان نہ کریں، یہ عقیدت کی داستان ذرا دھیان سے سنئے ــ

"درحینے کہ کمترین بندگان در خدمتِ مرحوم مغفور علامۂ روزگار فہامۂ عالی مقدار افضل خان کسبِ سعادت می‌نمود، و ہر روز غزلے تازہ از نظرِ کیمیا اثر آں خانِ مغفرت نشان گذرانیدہ، باصلاح می‌رسانید، الحال کہ بمقتضائے مساعدتِ اختر در سلکِ بندہائے سرکارِ فیض آثار منخرط گشتہ، امروز ہم بہی وقدردانی مخصوصات، در ذاتِ ملکی ملکات، لہٰذا بخود قرار دادہ کہ آنچہ بعد ازیں از نظم و نثر از طبعِ ناقص سرزند بنظرِ نواب مہربان در آوردہ باصلاح برساند" (خط بنام سعد اللہ خان)

اس مکتوب کے ہمراہ آپ نے غزل نمبری ۶ ارسال فرمائی،

ازدیادِ منصب و جاہ سنہ ۱۰۵۵ھ (۱۶۴۵ء) میں علامی **سعد اللہ خان** شیرازی شاہجہان کی وزارت پر سرفراز ہوئے، آپ نے سنہ ۱۰۶۶ھ میں انتقال کیا، اس وقت شاہجہانی سلطنت میں آپ سے بڑھ کر اس نازک و اہم کام کے قابل کوئی نظر نہ آیا، چنانچہ بادشاہ نے شاہزادہ شہید سے آپ کو واپس لے لیا، اور خطاب **رائے رایان** سے مفتخر کر کے عطائے و اضافۂ منصب و جاگیر سے توقیر بڑھائی، گو آپ کا اس وقت وہی دبیری کا منصب تھا مگر اس شانِ تقرری سے اعزاز و اقتدار بڑھ گیا، اب سب امورات آپ ہی کی صلاح و مشورہ سے طے ہونے لگے، سفرائے دولِ غیر سے خط و کتابت، تحریرِ مسودہ جات و مراسلات، و دیگر تحریری و تقریری اہم ذمہ داریوں نے آپ کا کام بہت مشکل بنا دیا تھا، کل شاہجہانی دفتر براہِ راست آپ کے زیرِ قلم ہو گیا، ایران و ہندی نژاد اسلامی علما نے یہ انتخاب پسند فرمایا،

لکھا ہے کہ سنہ ۱۰۶۱ھ میں **محی الدین** کہ بہ **شیخ عبد القادر جیلانی** رحمۃ اللہ علیہ کی

اولاد سے تھے سلطان روم نے سفیر بنا کر شاہجہان کے پاس بھیجے، وہ جو نامہ لائے دربار میں کسی سے نہ پڑھا گیا، جواب کون لکھتا سعد اللہ خان مرحوم نے انہیں دیا، آپ نے پڑھا، اور اس کا جواب بھی آپ ہی نے لکھا، سلطان روم نے نامہ کی طرز تحریر دیکھ کر شاہجہان کو مبارکباد دی کہ اُس کے دربار میں ایسے منشی موجود ہیں۔

لطیفہ تعصب و تاسف دربار اکبری کا ایک رتن راجہ ٹوڈرمل دیوانِ اعظم تھا جو خیر خواہی اور کاردانی میں نظیر نہ رکھتا تھا مگر تعصب اس کے بھی خلاف تھا یہی اُس کی حالت تھی۔

رائے رایان وزرائے سلطنت مغلیہ کے ذکر کے لطائف بیان فرماتے ہیں، جو دونوں ہی اُس عالیشان سلطنت کے طرز عمل پر روشنی ڈالتے ہیں۔

"فلک مینا رنگ سلیمان اور جگہ آراستہ عبدالمجید آصف خان، غیاث الدین خان، علی آصف خان، مظفر خان و فتح خان و راجہ ٹوڈرمل و شاہ منصور و خواجہ شمس الدین و آصف خان وزیر خراسان بنوبت خود مرتبہ وزارت کل بنا گردیدند، اما ہیچ جانہ تو شش طراز اختیار راجہ ٹوڈرمل راست آمد الخ"

رائے رایان شاہجہان کی وزارت عظمیٰ کے فرائض انجام دیتے ہیں ہنر اکبر کرام و ملک ایرانی کہ در فتنات شخ وصف آصف خانی رائے رایان کی جانفشانی، قابلیت اور اعتماد و اعتبار نے شاہجہان کے دل و دماغ پر یہ اثر پیدا کر دیا تھا کہ وہ انہیں ہمیشہ اہم مہمات و معاملات کے تصفیہ کے لئے شامل کرتے تھے۔

جب شاہجہان کے تیسویں جلوس میں نواب سعد اللہ خان وزیر اعظم نے وفات پائی اور بنیابت دوانی معظم خان کی دکن سے طلبی کے احکام صادر ہوئے، کہ وہ آ کر قلمدانِ وزارت سنبھالے تو اس عرصہ میں ان کے دکن سے دہلی پہنچنے تک رائے رایان سے وزیر اعظم کی خدمات لی جاتی رہیں تا سمجھی سنیں، اور ان ایام میں رائے رایان نے جو نامور شہرت کے کام کئے وہ شاہجہان کی شاہنشاہت کے بہترین کارناموں میں سے ہیں۔

سفر کابل شاہجہان کے ساتھ کابل روانہ ہوئے کہ راستہ میں شاہ کی مہربانیاں اور نوازشیں شامل حال

میں آکر برہمن کی رنگِ استغنائی میں یاد کر کے ایک غزل کہی بخشی الملک معتمد خان سخن سنج
کو گوش گزار کی، اور انہوں نے اپنی سفارش سے پیش کرائی۔ چنانچہ آپ افسانۂ عشرت پیرائے میں
یہ حال معہ غزل اس طرح تحریر فرماتے ہیں:-

"درینجا رایات فیروزی شعار فرخندہ فال و فیروزی متوجہ مستقر دولت گشتہ عشرت مسرت کامل گردید
و در اثنائے راہ غزلے از زادۂ طبع بوساطت بخشی الملک معتمد خاں کہ از بندہائے سخن سنج سخنگوئے
درگاہ والا بود بسمع مبارک رسید، درجۂ قبول یافت"

غزل

روئیت بہ آفتاب دہد آب و تاب را — اے از تو صد شرف شرفِ آفتاب را
دریا دلی و دستِ تو چوں موج در عطا است — دستِ تو داد شیوۂ بخشش سحاب را
بوئے بہار لطفِ تو آفاق را گرفت — دیگر چہ اعتبار بود مشک ناب را
از دستِ تو چو آب شود آتشِ ستم — خوش کردہ چشمِ فتنہ بیدارِ تو خواب را
شاہانِ ملک راہِ تو سر افگندہ اند — در پیشِ مہر چہ وقعے حباب را
ہاں برہمن مدام دعا کن زروئے صدق — شاہا بلند اختر و گردوں جناب را

ہر روز او خجستہ چو نوروز و عید باد
ور روئے او شرف شرفِ آفتاب را

شاہ کی سیر سرہند اور برہمن کی رباعی کا پسند

شاہجہاں آگرہ سے چل کر منزل بمنزل سرہند پہنچے جشنِ نوروز کی متعلقین وہیں گرم ہوئیں۔ برہمن بھی بعض ہنر مشتی وزراء ادا تھے جو جگہ شاہی میں تھے، اور اب قرب بادشاہی و عنایاتِ شاہی سے عہدوں منظور کئے جانے زیادہ بھی کیا گئے تھے آپ نے اس موقع میں ایک رباعی پیش کی۔ شاہ نے

لہ۔ چہار چمن صفحہ ۱۰۵
لہ۔ چہار چمن صفحہ ۱۲۹، ... صفحہ ... دیوان ...

مبارک سے قبول فرمائی اور تحسین کو تحسین سے قدر بڑھائی"

یہ تحسین کا تبحّرِ قلم نوروز کے جشن سے مسرور ہو کر اپنے طبعِ اُستاد کی سینت قرین باہیں اس طرح چمکاتا ہے:-

"چوں ولایتِ جہاں پیمائی فلک فرسا عالم افروز مستقر الخلافت اکبرآباد بجہتِ بہ مواکبِ جاہ ب
بانسہا حضن آمد و قصبہ دلنشین شہر آمد خیام ظفر از جام گشت نسیم عنبر شمیم بہار باعثِ طراوت و تازگی
دلہا و صحبتِ انشراح فتح بہ خاطرہا گردید، مجلس نوروز جہاں افروز بہ آئینہ کشایان ایں دولت خدا
داد ازلی ابدیاست، در دولت خانۂ بادشاہی کہ مقتضائے طراوت و نُضرت، و وسعت بے نظیر
و عدیل بنا رہ، آرائش تازہ یافت، و سطحِ روئے زمین بہ انواعِ نقش و نگار رشکِ صحیفۂ رنگارنگ
دو ارشد، بادشاہِ جہاں پناہ چوں آفتابِ جہاں تاب بر تختِ دولت جلوس فرمودند، ملائے جود و کرم
و بخشش عام و انعامِ عام داده، دامنِ آرزوئے جہانیاں لبریز گردانیدند، کمترینِ بندگان کہ انعامہ
زادانِ ایں قدردان دولت نشان است، بہ وساطتِ عمدۃ السلطنت استلام خان سعادتی بہ نظر
انور اقدس گذرانید، از غایتِ قدر پروری و بندہ نوازی کہ سرشتِ ذات فلکی صفات مقدس است،
بدستِ مبارک گرفتہ بزبانِ معجز بیان خوانده، تحسین فرمودند، رباعی

عیدِ نوروز سالِ نو مبارک بادا	ملکِ نو و مالِ نو مبارک بادا
سلطانِ محمد شاہِ عالم گیتی	پیوستہ خیالِ نو مبارک بادا

عنایاتِ والی و اقبالِ بلند حضرتِ شاہنشاہی روز کی سکندر تمکینی القباد، و فتحِ ممالکِ ہندوستان
نصیب اولیائے دولت ابد پیوند گشت"

مجلسِ خسروی یعنی شاہجہان کا دربارِ عام شاہِ عالم کا کلام

شاہجہان نے اپنی سلطنت کے چوبیسویں سال بیگم صاحب جہاں آرا بیگم کا جشنِ صحتِ حسبِ دستور رچایا تھا، اُن ایام میں

سلہ سیرۃ شاہ عالم صفحہ ۲۰۲، احوال بیان ... مذکور

شاہجہان کے میر منشی رہتے تھے اور اپنے دن جشنِ نوروز کی طرح گزارتے تھے۔ آپ نے اس مجلس میں ایک رباعی پڑھی، اِس جشن کی کیفیت اور رباعی کا لطف برہمن نے اٹھایا تھا، آپ بھی اُن ہی کی زبان سے سنئے :-

"موجبِ انشراحِ دل و انبساطِ خاطر و باعثِ اہتزاز و شگفتگی دلہا گردید، جمیع بندگانِ درگاہ و الا از امرائے نامدار و خوانینِ بلند اقتدار و اربابِ اہلِ خدمت و ذوی عالت و منزلت بعنایتِ شاہنشاہی از مرحمتِ فیل و اسپ و خلعت ہائے فاخرہ و اضافۂ منصب و انعامِ نقد سرفراز گردیدند و اصحابِ فضل و کمال و اہلِ احتیاج از درویشان و گوشہ نشینان و دعاگویان و وظیفہ داران و امیدواران و میراث و خیر و عمر ہائے دراز اندوختند، و اربابِ فصاحت و بلاغت از شعرائے فصیح بیان مثل محمد جان قدسی و ملا آسکلیم و میر الہی و ملا امی و میر یحییٰ و غیرہ قصیدہ و مثنوی و رباعی در تعریف آن جشنِ گرامی گفتہ بانعام نقد و عنایتِ خلعت سربلند گشتند، و مجلسیان شیرین زبان و بوجہان ہندی بیان و کبیشران و منجمان و امثالِ آنہا بمرحمتِ خلعت سرفرازی حاصل کردند، و اربابِ نغمہ و نشاط و اہلِ سرود و انبساط از خوانندگان و سازندگان عراق و خراسان و نغمہ سازان و ترانہ پردازان کابل و کشمیر و کلاونت و طوائفِ ہندی بعنایتِ خلعت ہائے گوناگون مفتخر گردیدند و بمکرمت ہائے نمایانہ بیرون دامنِ امید مالامال گردانیدند، و جمیع کہ درحالِ آن والاحضرت ثانی و جہان آرا بیگم، از روئے اخلاص کوشش نمودہ بودند، بہ اضافۂ منصب و عنایتِ اسپ و فیل و نقد و خلعت و انواع مرحمت سرفراز گشتند، و چون این برہمن عقیدت کیش کہ در منشیانِ این درگاہ آسمان جاہ منسلک است، در مدحِ ہائے عظیم مثلِ نوروز جہان افروز میگفت اینک در جشنِ مبارکِ فرخندہ آئین نیز رباعی خواند، بعنایتِ خلعت سرفرازی یافت، رباعی

وا جشنِ مبارکِ شہنشاہِ جہان ، شاہنشاہِ آفاق خدیوِ گیہان
دریا شدہ از آبِ گہر روئے زمین ، ہر خانہ شدہ از لعلِ بدخشان کان

امید کہ اللہ تعالیٰ سایۂ عنایت و ظلِ مکرمت این دولتِ ابد پیوند را بر خلائقِ جہان و جہانیان

مستفیض و مستام داند"

افسانۂ رنگین شاہ لاہور سے کشمیر کی سیر کے لئے روانہ ہوئے موضع تلونڈی مضافات پرگنہ امین آباد ڈیرہ ہوا، اور وہاں مجلس گرم ہوئی۔ رائے رایان نے ایک رباعی پڑھی اور شاہِ قدردان نے اپنے دستِ مبارک سے لے کر سہ بار مطالعہ فرمائی۔ رائے رایان اپنے مشرف ہونے کا واقعہ بیان فرماتے ہیں۔

"در ہمین مجلس رباعی فقیر از نظر کیمیا اثر گذشت و از روئے ذرہ پروری بدستِ مبارک گرفتہ بنفسِ نفیس مطالعہ فرمودند" رباعی

اے از تو شرف یافتہ ایام شرف
خورشیدِ رخِ تو بدرِ اوج کلف

اے طنطنہ ہشت خوش دولتِ تو
در دہ فلک کشش جہت و چار طرف

افسانۂ شیریں واپسی کشمیر پر شاہ نے لاہور قیام کیا۔ رائے رایان نے اس وقت یہ رباعی پیش کی:۔

رباعی

ایام سرور رسید و نخچیر رسید
صد گونہ نظر بعالم پیر رسید

از چار طرف نوید شادی برخاست
شاہنشاہِ آفاق ز کشمیر رسید

افسانۂ راحت بخش اُن ہی ایام میں جشن سالگرہ وہاں رچایا گیا، اور تلادان کی رسم ادا ہوئی، رائے رایان نے حسبِ معمول یہ رباعی پڑھی:۔

شد وزن مبارک شہنشاہِ جہاں
شاہنشہِ آفاق خدیوِ کیہاں

چوں شاہ بوزن بخت ہمیزان آمد
صد پلہ بلند شد گردونِ جہاں

افسانۂ شادی آمود اکبر آباد میں جشن سالگرہ ہوا۔ اس تقریب پر حکیم عبدالحاذق نے ایک غزل پڑھی جس کا ایک شعر یہ تھا:۔

سال نو را بہ کن ہر سال سالِ کہنہ را
باز کن از سر تو ماہ جہاں را ماند گیست

حکیم کی اِس نازک خیالی پر داد بھڑک اٹھا، اور شاہ ایک ہفتہ تک شعر پر ایک قصیدہ ہے

اسی موقعہ پر ملنے رایان نے مندرجہ ذیل رباعی سنائی:-

اے مسندِ تو آفتابِ عالم افروز — دستِ بختِ تو حکمگار عالم افروز
ہر سال تو فرخندہ ہزار سال گرہ — ہر روز تو نوروز ترا از ہر نوروز

افسانۂ دیگر | دولت خانہ شاہجہان آباد کی تعمیر کے اختتام پر جو بھاری جشن منایا گیا، رایان نے ایک رباعی پڑھی جس کا ایک بند یہ ہے:-

شاہ عالم مطیعِ فرمانِ تو باد — جانہائے گرامی ہمہ قربانِ تو باد

غسلِ صحت | شاہ نے غسل فرمایا، رائے رایان نے یہ رباعی نذر کی:-

از بہرِ تو زر نثار خواہد بودن — مقدار زر گنج چہ خواہد بودن
جانہا زپئے نثار اگر پیش آرم — ایں ہدیۂ مختصر چہ خواہد بودن

جشنِ وزنِ مقدس قمری | مغلیہ سلطنت کے عروج کے زمانہ میں بادشاہوں کے دن ہوا روز عید نوروز کی طرح گنے جاتے تھے، اور بیسیوں طرح کے جشن رچائے جاتے تھے، ایرانی رسم و رواج کے موافق نوروز کا جشن بڑا جشن ہوتا تھا، جشن رنگین وزن شمسی و قمری بڑے دھوم دھام کے ہوتے تھے،

بادشاہ لاہور سے اکبرآباد تشریف لائے، اول جشن وزن شمسی رچایا گیا، بعدہٗ جشن قمری برپا ہوا، اس موقعہ پر رائے رایان اس طرح دعا دیتے ہیں:-

"چوں رباعی کمترین بنگاہ نظر مقدس در آمد بہ پیرایۂ تحسین و انعام امتیاز یافت"

پیوستہ بکام و کامرانی باشی — ہر لحظہ بعیش و شادمانی باشی
ایں ماہ قرین دار السلطنت آ — صد قرنِ دگر بزندگانی باشی

رباعی مخلص | مخلص پور مضافات دہلی میں ایک موضع تھا، بادشاہ بعد سیر و شکار وہاں تجلی ہوئے، اور محفلیں وزنِ شمسی و قمری چند روز کا وقفہ دے کر منعقد ہوئیں، رائے رایان نے مخمس فقرہ بہ مع رباعی گذرانی جو مقبول ہو کر انعام کا باعث ہوئی،

اورنگ وزین شاہنشاہ است　　سرگرم فشا طرار ایہا راہ است
انور زین شہنشاہ یافت شرف　　میزان کہ ہم پایہ اش زہرہ ماہ است

شاہ کی سفارش پر کتابیں لکھتے تھے

ساسانی رایان جو اسلامی عہد میں اس عصر پر فائز ہوئے، وہ آپ کی اصلاح کی علمی و عملی قابلیتوں کا نتیجہ تھا، وہ منشی سیاق داں تھے، منشی گری کے علاوہ کتاب شاہ پسند فرماتے، اکثر اوقات اس کی کتابت بھی آپ فرماتے تھے، لکھتے ہیں:-

"این داعی شب از روز و روز از شب نشناخت با تمام این نسخہ بدیعہ حسب الحکم اشرف اقدس ارفع اعلیٰ بہ تسلیل تحریر آن بادہ ساعی و سرگرم است، ہر چند قلم فرسائی بگند مبر آن را انشانید بشیر کلاہ فرماید"

قدردانی اہلِ کمال پیدا کرتی ہے

ہندو ہندی اور اسلامی عہد میں دیگر علوم و فنون کی طرح شاعری کا ستارہ بھی عروج پر تھا، لاکھ لاکھ روپیہ ایک ایک بیت پر ایک ایک اشرفی ایک ایک قدر پر عطا ہونا معمولی بات تھی، کبھی اہل شاعر جاگیرات مناسب، قدردانیوں اور ترقیوں سے اس قدر مالا مال ہو جاتے تھے کہ بڑی بڑی ریاستوں کے ہدایات وزرا بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے، یہی وجہ تھی کہ ان ہر دو ادوار میں بیشمار صاحب کمال نظر آتے ہیں،

۱؎ شاہجہانی عہد کے خطاطان شاہ پر نوازش | تذکرۂ خطاطین شاہجہانی عہد کے نشاں صاحب خط دانشا کا بجز بڑے ادب سے [illegible] ایک غزل میں اپنا سانی [illegible] جہاں [illegible] مقام [illegible] چشمان صاحب خط و نشا و معاد الانشا جد ۱۲ [illegible] اسلام [illegible] ہم آگے لکھتے ہیں۔ [illegible] خوش نویس [illegible] خوش [illegible] کے [illegible] بیان سے [illegible] میں [illegible] ایک [illegible] میں [illegible] کی [illegible] خوش نویسی میں کمال رکھتا ہے [illegible] بحسب [illegible] خوش نویسی میں مشغول ہیں۔

رائے رایان کی قدردانی واقعی اُن کی شہرت کا باعث ہوئی۔ اگر قدردان پیدا ہو جائیں تو اگلی سی سعدی اور برہمن کے نغمے سبھی ہمارے کانوں میں آنے شروع ہو جائیں گر

آں قدح بشکست وآں ساقی نماند

ملبُل گویا نواب اخلاص خاں بر عالم متبحر تھے، آپ کے سفر دولت آباد میں ہمسفر تھے، آپ کا کلام سُن کر آپ کو ملبُل گویا فرمایا کرتے تھے،

سفر بلخ آپ نے شاہی اہم خدمات کے لئے سر بر آوردہ اور ممتاز ممالک اسلامیہ کا بار بار سفر کیا، وہ سفر پولیٹیکل ہوتے تھے، اب اس قدر عرصہ کے بعد آپ کی اُن خدمات کی تفصیل درج کی جانی غیر ممکن ہے، مگر یہ صداقت روز روشن کی طرح عیاں ہے، کہ جہاں آپ گئے، شعرائے و فضلائے دیار نے آپ کا پرتپاک خیر مقدم کیا، کیونکہ آپ کا کلام آپ کے تشریف لیجانے سے قبل زبان زد خاص و عام تھا،

جب آپ بلخ تشریف لے گئے، تو نذر محمد خان والئی بلخ نے آپ کے اعزاز میں شب و روز پارٹیاں دینا شروع کیں، اور علمی مجلسیں گرم ہوئیں، چنانچہ آپ تذکرۃ الفصحا میں خبر دیتے ہیں۔

"ملا..... از شعرائے مشہور ماوراءالنہر است، در مجلس نذر محمد خاں والئے بلخ ایں نیاز مند در سفر بلخ صحبت متعدد با ملا داشتہ"

عطائے خطاب رائے رایاں جب آپ کو رائے رایان کا خطاب جلیلہ بخشا گیا، اُس وقت آپ کو شاہجہانی سلطنت میں کاروبار انجام دیتے ہوئے بیس سال گذر چکے تھے، چنانچہ تو د تحریر فرماتے ہیں۔

"... میں روز سعادت اندوز کمترین بندگاں را کہ مدت یک قرن در خدمت حضور پُر نور رو صحبت مصاحبت مذرائے عظیم الشان شہباز پرواز آوردہ بخطاب رائے رایان سرافرازی بخشید خدمت مسودہ نویسی مناشیر قضا تاثیر مقرر فرمودند"

منشیانِ قاعدہ داں کے رقائم و حالات بغرضِ ترتیب جمع کرتے ہیں

ہر بانئے خاندان، ہر طرح کی دنیوی خوبیوں کا منبع ہوتا ہے، اور اس کی ذات مجموعۂ صفات ہوتی ہے جب برائے رایان اپنی خوشخطی کے جوہر کھلا رہے تھے، آپ کو شوق پیدا ہوا کہ ہندوستان بھر کے خوشنویسوں کے نوشتہ جات جمع کئے جائیں، یہ شوق کیسا شوق تھا، ذرا دیکھنا اپنے بھائی کو کس شوق سے اس

لہ - آپ جن اعلیٰ خطاط و کاتب کا خط دیکھتے ہیں اپنے خطوط میں ان کا ذکر کئے بغیر نہیں رہتے، **علیمردان خاں** کے مراسلات **اسلام خاں** کے نام آتے تھے، انہیں ملاحظہ فرما کر اپنے بھائی کو لکھتے ہیں: "از حسنِ خط و متانتِ عبارت آں کیفیت استعداد و حالت منشی آں خانِ بلند مکان بظہور می آمد ظاہر شد کہ **عبدالواسع** نام عزیزی در خدمت آں خانِ عمدۃ الخلافہ از منشیانِ درست عبارت و قاعدہ داں روزگار است خطش در کمال پختگی و رنگینی است و ربطِ کلامش در غایتِ متانت" **محمد میر** کی بابت لکھتے ہیں: "جوانے خطِ شکستہ آمیز دارد" **ملا گدا علی** بنگال رہیں تھے، اُن کی یاد کس طرح فرماتے ہیں: "ملا گدا علی بملک بنگالہ افتاد، الحال در آں عرصۂ دلکشا بوسعتِ حال بسر می برد، در جلد نویسی و دعا نویسی شہرتِ تمام دارد، ہم شکستہ نویس است ہم نستعلیق را درست می نویسد" ایسا ہی **شیخ فیروز** کی یاد دل سے نہیں بھولتی: "شیخ فیروز از منشیانِ مستعد متقدمین صاحبِ استعداد است خطِ شکستہ و نستعلیق آمیز در کمال پختگی و رنگینی می نویسد و او نیز اکثر قلم سیہ، در فنِ تحریر و آدابِ صحبت مہارتِ تمام دارد" اپنے ایک عزیز کے خط کی داد میں لکھتے ہیں: "خامۂ عنبریں شمامہ کہ از غایتِ لطافتِ خطِ نسخ بر غبارِ ریحان کشد، ہزاراں نقشِ دلفریب بتحریکِ نوکِ خامۂ معجز طراز بر صفحۂ ابداع بنگار گردید" خوشخطی کا فدائی ایک خط میں لکھتا ہے: "یکے از سخنداں خطِ **محمد التقی** منشی امانت منزلت بخشی الملک **صلابت خاں** را بمیاں آوردہ بود، اسبابِ ایں آشنا بود صدد انصاف در آمدہ تعریفِ آں خط کہ گذشت ایں نیاز مند صاحبِ خط را نیز دیدہ صحبتے از نظم و نثر باہم داشتہ خطِ شکستہ رنگینی دارد، و متانتِ تمام و در ربطِ کلام آں قوت، اہلیت و انسانیت بدرجۂ کمال دارد" اور ملاحظہ ہو: "**میرزا محمد** منشی امانت منزلت **ظفر خان** حسب الحکم بکشمیر ملک منشیانِ بکمال شرفِ انتظام یافت، مرد مستعد قابل خوش صحبت است، خطِ شکستہ بزرہ وارد و از منشیانِ قاعدہ داں است"

خدمت پہ مامور فرماتے ہیں:-

"چوں ایں نیاز مند بمقتضائے طالع بلند بعض توجہ بزرگان بہتر دولت و ہنر پسند مدارگروہ ملکشاں پیش حضور پر نور استقامت یافت میز اہد کہ رقعہ و خطوط و مقالہ و نوشتہ جات خوشنویسان روزگار ترتیب دہد و بمشاہدہ آں گلہائے گلشن معانی فروغ باصرہ را بہ جا رساند لہذا بمقصد بیع او قات سامی آں برادر گرامی میگرد در کہ ہر جا کہ سر رشتہ و خطے خوشنویسان روزگار پیدا بہم قیمت و چہ بانت بدست آوردہ بار رسال آں منت تمام برایں برادر پیشانی گذارند"

تلاشِ سخن

آپ نے ملائے رایان کے مطالعہ اور اُن کی صاحب صحبتوں کا حال پڑھا اور یہ بھی معلوم کیا کہ ایامِ شیر خوارگی سے بڑھاپے تک وہ کس طرح دولتِ علم و عمل حاصل کرتے رہے۔ مگر باوصف اس کے وہ ہمیشہ تلاشِ سخن میں سخنوروں سے ملتے رہے۔ سرکاری فرائض سے جہاں ایک لمحہ کی فرصت و فراغت پاتے اپنے کسبِ علم میں لگاتے۔ ذیل کا خط جو آپ نے اپنے بھائی پنڈت اٹوو سبحان کو لکھا ہے آپ کے اس علمی شوق کی قابلِ عمل نصیحت ہے:-

"دریں ایام سعادت انتظام کہ ظلِ عاطفت عالیات آسمان سا مجموعہ قصبۂ تنقیح آباد افتادہ و دو سہ ماہ گذشتہ از پیش خانقاہ و شیخیت پناہ شیخ عبداللطیف فارغ شدہ شیخ نکو آزاد و صوفی مشرب معاف نہادہ است و شگفتگی تمام میگذارند "مثنوی رنگین" بحر یلدین گفتہ و داد و نزاکت سخن داد۔ چوں صحبت بسر رسانیدہ بود، زیادہ اند استفادہ ازاں مثنوی تمو المستدعی اگر گاہ آں برادر اشعار رباں طرف بفرستد نقلے ازاں مثنوی خواہند گرفت اگر ذخیرہ ببزمِ جواہر سخن نیست از ہر جا و ہر دو مکان کہ باشد بدست آرد"

ملائے رایان کا سفارت اٹھو کیلئے انتخاب

تا تو آموزگارِ خود نشوی
کاملِ روزگار خود نشوی

گذار اٹھو سے پور کا نظام ملائے رایان کے دل پر ابتدا سے ہمیشہ کے لئے نقش تھا۔ سب سے بڑی تمنا یہ تھی کہ فرزند ان کا استقبالیہ

و دہر طرح کے حیلے گئے تھے، نار و اچھیر چھاڈ کہ جس سے جنگ کا آغاز ہو، ان کی لادولاں اَنلی
شہرت حرمت برباد کرنے کے تھے ہر زمانے کے باختیار اعلیٰ حضرات نے روا رکھی، اودھ بے پور
پاہ و برباد ہوا، مگر جیسا کہ آغازِ آفرینش سے پاک و صاف چلا آتا تھا، ویسا ہی رہا، ان کی
فدائی و شائل حال رہی، چنانچہ جب نیزہ و تلوار سے کام نہ چلا، تو پیغام و سلام سے
مطالب حل کئے جانے ضروری سمجھے گئے، سب ذی احترام و ذی توقیر راجگان و امرأ
خلیہ فرمانروائوں کی اس نالائق آرزو میں نامراد و رہے، اور جو سویر گیا، ناکام رہا، دربار
پر چہ لگا کہ دربار اودے پور ابتدا سے برہمنوں کی گائے کی طرح تعظیم کرتا چلا آیا ہے
گر کوئی برہمن خدمت پر مامور کیا جائے، تو کام بن جائے، رائے رایان دربار کے دل
بخار سے زیادہ کھٹکتے تھے، شاہجہانی حکمرانوں نے شاہ کو سمجھایا کہ اگر یہ اس سفارت
پر مامور کئے جائیں مطلب پائیں، چنانچہ یہ ارادہ پختہ کیا جا کر امن نامہ و پیام کے خط و کتابت
گفت و شنید میں اودے پور اصلی یا فرضی چڑھائی کی غرض سے انتخاب کئے، بہت سی کوہ پایاں
میر چھاڑ کے سلسلہ جنبانی کے لئے ایجاد کی گئیں، لشکر کی سربراہی خود شاہ نے فرمائی
اور اجمیر میں کیمپ لگایا، وہاں سے چند خوددار راجگان و امرائے سلطنت سبق پڑھا کر
اودے پور روانہ کئے گئے، اور تیس ہزار سوار ہمراہ کئے گئے، مگر شہزادہ دارا شکوہ
اودے پور سے دلی لگاؤ رکھتا تھا، باوصف انکار دربار کے رائے رایان سرکردہ مقرر ہوئے
ان دارا شکوہ کا انتخاب تھا، اور عقلمندی کا۔

رائے رایان اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حدودِ اودے پور میں باقاعدہ داخل
ہوئے، اور رانا سے چند ملاقاتیں کیں، جنہوں نے وہ وجوہاتِ بغاوت و سرکشی ایسے انداز
سے بیان کیں کہ معاملہ گزشتہ تدریجاً اصلاح ہوا، گو یہ سفارت دربار کا دلی مقصد پورا
نہ کر سکی، مگر رائے رایان کے حسنِ تدبر اور شیریں بیانی سے دربار اودے پور اور

ا۔ اودے پور کا ایک محل، صحرا آباد، جیل پور گرفتہ، دینی پرستان سلطنتیں تباہ ہوئیں، مغلیہ سلطنت کی بربادی
پر ختم، اب ساتھ ہے

دربارِ شاہی کے درمیان نہایت خوبی سے مصالحت و صفائی ہوگئی، اور محض اس وجہ سے کہ رائے رایان کی انصاف پسند، صلح کُل طبیعت مغلیہ دربار کی راست و دُرست خدمات بجا لا سکتی تھی، وہ اغراضِ نفسانی و مطالب شیطانی سے کوسوں دُور رہتے تھے، اس لئے یہ عہد بعلی الزعم مغلیہ سلطنت کی ناموری و شہرت کا باعث ہوئی آپ نے اُس اعتماد و اعتبار سے کلّی فائدہ اُٹھایا، جو دربار اودے پور کو قوم برہمنہ پر تھے، آپ کی اِس کامیابی سے دارا شکوہ جامے میں پھولا نہ سمایا۔

گو رائے رایان کی قابلیتِ سیاق و سباق، علم و انشاء پردازی، شعر و شاعری، تقریر و تحریر کے کارنامے کلیتاً بے نظیر ہیں، مگر ایسے عالم و فاضل نے ایسی اہم پولٹیکل پیچیدگی میں جس دل و دماغ سے کام لیا، وہ آپ کو اعلیٰ درجہ کا مُدبّر، پولیٹیشن بھی ثابت کرتا ہے، کیونکہ جنسِ انسان میں ایسی متضاد خوبیوں کا یکجا جمع ہونا ناممکنات سے سمجھا جاتا ہے۔

آپ نے اِس سفارت کے دوران میں اُودے پور سے تین عرضداشتیں شاہجہان کو لکھیں، آپ کے ذہن میں وہ وجوہات کبھی ہیں، کہ جن کی بنا پر یہ خونریزی کی سخت تیاری ہوئی تھی، اور اودے پور کی روایاتِ قدیمہ سے بھی ناواقف نہیں، مگر رائے رایان کی مصلحت زرّیں کی بدولت یہ ہولناک خونریزی رُک گئی، اور جو جو قول و قرار مابین برہمن و رانا قرار پائے تھے اُن میں شمہ بھر بھی اِس بادشاہی دربارِ مغلیہ سے انحراف نہ ہوا، اور ہوتا کس طرح جب شاہزادہ دارا شکوہ سا صاحب ضمیر صلح جُو ایسی سفارت کے خطرناک راستہ میں اغراضِ فاسدہ و افضل کا تصادم تھا، آپ کو جہاں ایک طرف رانائے اودے پور کو نرمی اور صلح آشتی کی طرف مائل کرنا تھا، وہاں اِس زاہدانہ دربار کو بھی اِسی راستہ پر چلانا تھا، پھر صورتِ اعتدال قائم کر کے اپنی وفاداری اور حمیتِ قومی کے دو متضاد مراکز پر معاملات کو لانا تھا، اور سب سے بڑھ کر شہزادہ مرحوم و مغفور کی منشا پورا کرنا تھا۔

اَب ہم سلسلہ وار یہ تاریخی معرکہ رائے رایان کی زبان سے سناتے ہیں، آپ

بغور ملاحظہ کیجئے کہ جہاں ملائے رایان، راناؔ کو دباتے ہیں، وہاں دوسری طرف بادشاہی دربار کو بھی سمجھاتے ہیں کہ اودے پور میں سوائے لکڑی کے کوئی پیڑ نہیں ہوتا، رعیت ریاست سے بھاگ گئی، ملک غیر آباد ہو گیا، شہر اودے پور اجاڑ پڑا ہے، کوئی مہاجن، بیوپاری اور شہر کا باشندہ اس خوف و ہراس میں یہاں نہ ٹھہر سکا، دولت کہاں رہ سکتی ہے، اور جو شخص ملتا ہے، معاملہ کی اصلاح کی صورت کا خواہاں نظر آتا ہے، چونکہ ان وحشیوں سے پالا پڑا ہے، اس لئے ہم انہیں ہر طرح تسلی دلا دیتے ہیں"

تیسری عرضداشت میں پھر اس طرح اس زاہدانہ دربار کو خوف دلا کر مایوس کرتے ہیں کہ:۔

"ہمارے پہنچنے سے قبل ساکنین شہر اودے پور شہر خالی کر گئے، اور اپنا تمام مال و متاع اونٹوں پر لاد کر پہاڑوں میں جا چھپے، تمام بازار اور گھر خالی پڑے ہیں، اس شہر میں اگر کوئی باقی رہا ہے تو محض راناؔ کے چند نوکر ہیں، راناؔ بذاتِ خود پہاڑوں میں ایک معقول مرتبہ ہے، یہاں کے لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر معاملات کی صورت اصلاح پذیر نہ ہوئی اور صورت حال بگڑ گئی، تو راناؔ دور پہاڑوں میں چلا جائیگا، ہم نے ہر طرح کی کوششوں میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، اور راناؔ کو معاملہ کا سیاہ سپید سمجھا دیا، چونکہ حقیقت صحیح صحیح اطلاع دینا اور راست راست لکھنا ہے، اس لئے جو کچھ ان لوگوں سے معلوم ہوا تھا، بے کم و کاست بیان کرنا لازم تھا"

ہر چند یہ عرضداشتیں طولانی ہیں، چونکہ آج تک اس سفارت کے حالات سے تاریخِ[ل] ہند کے

ل۔ اس خونریزی کی نسبت [illegible]

اوراق خالی ہیں، اس لیے تمام وکمال درج کی جاتی ہیں۔ البتہ مسودہ تبرکاً مندرجہ

سفارت کی روانگی اور حالات کی عرضداشت

اب برائے رایان سفارت پر روانہ ہوتے ہیں، اور رانا راج سنگھ خلف رانا امر سنگھ کو راست راست جا کر خوف و ہراس دلاتے ہیں، اور مطالب کے نشیب و فراز سمجھاتے ہیں۔ اس قادر الکلام کی معاملہ فہمی کی کیا داد دی جائے، کہ سطروں میں کتاب کا مضمون قلمبند کر دیا۔

"عرضداشت کمترین بندگان عقیدت نشان چندربھان بعد از ادائے لوازم بندگی و عبودیت و تقدیم مراسم اخلاص و عقیدت، ذرہ وار بتوفیق عرض باریافتگان محفل جاہ و جلال و استادہ پایہ بزم دولت و اقبال میرساند کہ روز دسہرہ از خدمت سراسر سعادت رخصت گشتہ متوجہ است کہ در عرض یک ہفتہ بمطلب جوہر چون بغایت یکسان [illegible] راجہ راجا سنے والا تبار مامور بود، بپائے آنجا طے مسافت کردہ روز دو شنبہ بست و یکم شہر ذی الحج بہ اودے پور رسید آخر روز راناہ در جائے کہ جہت استقبال مقرر است، آمدہ بورود منشور لامع النور و عنایت خلعت سرنج مرتبت مشرف گردید بعد از ادائے مراسم آداب کمترین بندگان را، بندہ در دست اعتقاد و صافی نہادہ، انتخاب عالمیان آب دانستہ، بر خلاف دیگر فرستادہ ہا در کنار گرفت، و بتواضعی کہ در خور بندگان آستان دولت نشان باشد، پیش آمدہ در بیداری حرف زبان تا خانۂ خود برده، از آنجا رخصت کرد، و روز دیگر در خلوت طلبیدہ بحضور معتمدان مدعا طلبیدہ خود استفسار مضمون [illegible] دولت انجام نمودہ متوجہ است کہ بر مراتب تقصیرات خود مطلع گردد۔ بندہ بجا بجز بیان کہ مع اعتماد آنچہ از زبان معجز بیان حضرت اقدس اعلیٰ ارشاد یافتہ، آنچہ [illegible] آن ہا منظور داشتہ، بیان بعرض رسانیدم، تمام بزبان بتاسف [illegible] گردیدہ [illegible] [illegible] [illegible] الحال [illegible]

بھکونت پرکاش پریس دہلی میں پنڈت پیارے لال شرما پرنٹر و پبلشر نے چھپوا کر شائع کیا

۳۶۸۰، ۸۹ ر ۳۱

[illegible] کہ سب سے آخر میں ڈالی گئی ہے

واپس [illegible] پیچھے [illegible] تاب

ہرجانہ ادا کرنا ہوگا